یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by www.ziyaraat.net

۷۸۶

۱۱۰-۹۲

یا صاحب الزماں ادرکنیؒ

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

DVD Version

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by www.ziyaraat.net

تاریخِ اسلام

تالیف : طالب حسین کرپالوی

(جلد دوم)

اسلامیہ دارالتبلیغ ۔ مکان نمبر ۱۲۹۲ ۔ گلی نمبر ۴ ۔ مکہ کالونی ۔ گلبرگ ۳ لاہور

Presented by www.ziyaraat.net

جلد ۲

تاریخِ اسلام

تالیف: طالب حسین کرپالوی

اِسلامیہ دارالتبلیغ۔
مکان نمبر ۱۲۹۲۔ گلی نمبر ۱۴۔ مکہ کالونی
گلبرگ III۔ لاہور

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا
Presented by www.ziyaraat.net

اسم کتاب ——————— تاریخ اسلام

جلد ——————— دوم

ناشر ——————— اسلامیہ دارالتبلیغ

کمپوزنگ ——————— حق برادرز کمپیوٹر سنٹر لاہور

مطبع ——————— معراج دین پرنٹرز۔ لاہور

بار ——————— اول

تاریخ اشاعت ——————— یکم نومبر ۱۹۹۳ء

ہدیہ ——————— [redacted]

[redacted] لائبریری ایڈیشن [redacted]

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
خلقت نور حضرت محمد مصطفیٰ	۵	حضور اکرمؐ کا نسب مبارک	۱۷
عہد جاہلیت میں عرب	۲۴	حضرت عدنان	۴۹
حضرت معد بن عدنان	۵۰	حضرت نزار بن معد	۵۱
حضرت مدرکہ بن الیاس	۵۳	حضرت نضر بن کنانہ	۵۴
حضرت مالک بن نضر	۵۵	حضرت فہر بن مالک	۵۵
حضرت غالب بن فہر	۵۶	حضرت کعب بن لوی	۵۹
حضرت مرہ بن کعب	۵۹	حضرت کلاب بن مرہ	۶۰
قریش کے فضائل	۶۱	حضرت قصی بن کلاب	۶۵
تولیت کعبہ	۷۰	رفادہ کا انتظام	۷۵
قریش کے سربراہ	۷۸	توحید کی دعوت	۷۹
حضرت ہاشم	۸۱	ہاشم کی وجہ تسمیہ	۸۲
ہاشم کی تولید	۸۲	عداوت بن ہاشم و بنی امیہ	۸۳
سفر تجارت	۸۷	عقد مبارک	۸۸
ہرقل کی بیٹی کی پیش کش	۸۹	وفات اور وصیت	۸۹
سخاوت ہاشم	۹۱	حضرت عبدالمطلب کی امارت	۹۳
حضرت عبدالمطلب	۹۵	چشمہ زمزم	۹۸
تحکیم	۹۹	حضرت عبدالمطلب اور قریش میں جھگڑا	۱۰۲
حضرت عبدالمطلب کی خدمت	۱۱۵	دعاء باران رحمت	۱۳۴
واقعہ ابرہہ	۱۳۵	حضرت عبداللہ کی شادی	۱۴۴
حضرت عبداللہ کی وفات	۱۵۰	علامات قبل از ولادت	۱۵۲
آثار حمل	۱۵۴	نزول رحمت	۱۵۶
ولادت سرور انبیاء	۱۵۷	تاریخ ولادت	۱۸۷

Presented by www.ziyaraat.net

واقعات در شب ولادت	۱۹۲	واقعات در وقت ولادت	۱۹۳
خصائص ولادت	۱۹۶	گہوارے میں چاند سے باتیں کرنا	۲۰۹
ایام رضاعت	۲۱۲	پناہ عبدالمطلب	۲۱۱
معجزات و واقعات در رضاعت	۲۱۴	دین حضرت حلیمہ	۲۳۶
پاس رضاعت	۲۴۱	وفد ہوازن	۲۴۲
تعارف حضرت حلیمہ	۲۴۴	اسماء گرامی حضور اکرم	۲۵۱
وفات حضرت آمنہ	۲۵۴	ایمان والدین حضرت محمد مصطفیٰ	۲۵۵

اظہار تشکر

اس کتاب کی طباعت کے لئے جناب چوہدری عابد حسین صاحب قبلہ نے پینتیس ہزار روپے عطا فرمائے۔ ہم اس سلسلے میں ان کے اور حجتہ الاسلام جناب مولانا سید رضی حیدر نجفی صاحب قبلہ امام جمعہ و جماعت مسجد یثرب ڈیفنس سوسائٹی کراچی کے صمیم قلب سے شکرگزار ہیں۔

خدائے ذوالجلال بواسطہ چہاردہ معصومین علیہم السلام ان کا یہ عطیہ قبول فرمائے اور ان کے کاروبار میں ترقی عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

طالب حسین کرپالوی

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

خلقت نور حضرت محمد مصطفیٰ

جناب محمد باقر مجلسی علیہ رحمتہ حیات القلوب کی جلد دوم کے ص ۴۲ سطر ۸ پر تحریر کرتے ہیں۔

ابن بابویہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی سند سے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے جناب رسالت مابؐ کا نور آسمانوں اور زمین، عرش و کرسی، لوح و قلم اور بہشت و دوزخ کی خلقت اور تمام پیغمبروں کی پیدائش سے چار لاکھ چوبیس ہزار سال پہلے پیدا کیا۔ پھر اسی نور سے بارہ حجابات یعنی حجاب قدرت۔ حجاب عظمت۔ حجاب منت۔ حجاب رحمت۔ حجاب سعادت۔ حجاب کرامت۔ حجاب منزلت۔ حجاب ہدایت۔ حجاب نبوت۔ حجاب رفعت۔ حجاب ہیبت اور حجاب شفاعت خلق فرمائے اور اس نور مقدس کو حجاب قدرت میں بارہ ہزار سال رکھا۔ وہ اس میں **سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ** کہتا تھا۔ اور حجاب عظمت میں گیارہ ہزار سال رکھا۔ وہ اس میں **سُبحَانَ عَالِمُ السِرِّ** کہتا رہا۔ اور حجاب منت میں دس ہزار سال رکھا جس میں، وہ **سُبحَانَ مَنَ هُوَ قَائِمٌ لاَ یلھو** کہتا رہا۔ اور نو ہزار سال حجاب رحمت میں جگہ دی وہ اس میں **سُبحَانَ رَفِیعَ الاَعلیٰ** کہتا رہا۔ اور آٹھ ہزار سال حجاب سعادت میں رکھا وہ **سُبحَانَ مَن هُوَ دَائِمٌ لاَ یَسھُو** کہتا رہا پھر حجاب کرامت میں سات ہزار سال رکھا وہاں وہ **سُبحَانَ مَن هُوَ غَنِیٌّ لاَ یفتقر** کہتا رہا۔ پھر حجاب منزلت میں، چھ ہزار سال رکھا وہاں وہ **سُبحَانَ العَلِیمُ الکَبِیر** کہتا رہا۔ پھر حجاب ہدایت میں پانچ ہزار سال رکھا جس میں وہ **سُبحَانَ ذِی العَرشِ العَظِیم** کا وظیفہ پڑھتا رہا۔ پھر چار ہزار سال حجاب نبوت میں رکھا اس میں وہ **سُبحَانَ رَبِّ العِزَّةِ عَمَّا یَصِفُون** پڑھتا رہا۔ پھر اس کو تین ہزار سال حجاب رفعت میں مقیم کیا۔ وہ اس میں **سُبحَانَ ذِی المُلکِ وَ المَلکُوت** پڑھتا رہا۔ پھر اس کو دو ہزار سال حجاب ہیبت میں رکھا۔ جس میں وہ **سُبحَانَ اللہِ وَ بِحَمدِہ** کہتا رہا۔ پھر ہزار سال حجاب شفاعت میں رکھا جس میں وہ **سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیم** پڑھتا رہا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کا نام مبارک لوح پر ثبت فرمایا۔ وہاں وہ سات ہزار سال تک نور افشانی کرتا رہا۔ اسی طرح وہ نور رفعت و جلال کے ساتھ گھومتا رہا یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اس کو پشت آدمؑ میں جگہ دی۔ پھر وہ منتقل ہوتا ہوا صلب نوحؑ میں پہنچا۔ اسی طرح وہ ایک کے بعد دوسرے طاہر صلبوں میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ خدا نے اس کو صلب عبداللہ بن عبدالمطلب میں ظاہر فرمایا۔ اور اس کو چھ کرامتوں سے گرامی فرمایا: اس کو پیراہن خوشنودی پہنایا۔ روائے ہیبت سے آراستہ کیا، تاج ہدایت اس کے سر پر رکھ کر اس کو رفعت کی بلندی پر پہنچایا، اور اس کے بدن کو جامہ رفعت پہنایا اور محبت کا کمربند اس کی کمر میں باندھا۔ اور نعلین خوف و بیم اس کے پاؤں میں ڈالی۔ اور عصائے منزلت ہاتھ میں دیا۔ پھر وحی کی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگوں کے پاس جاؤ اور کہو کہ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ** کا اقرار کریں۔ اس پیراہن خوشنودی کی اصل چھ جوہروں سے تھی۔ لمبائی یاقوت کی۔ اس کی آستین،

Presented by www.ziyaraat.net

مروارید کی اور اس کے دامن بلور زرد کے۔ اور بغل کے ٹکڑے زبرجد کے۔ اس کا گریبان مرجان سرخ کا اور گریبان کے چاک نور پروردگار عالم سے بنے ہوئے تھے۔ خدا نے آدمؑ کی توبہ اسی پیراہن کے سبب سے قبول کی۔ اسی کی برکت سے یوسفؑ کو یعقوبؑ سے ملایا۔ یونسؑ کو اسی کی کرامت کے سبب مچھلی کے شکم سے نجات دی۔ اسی پیراہن کی برکت سے ہر پیغمبر نے تکلیف و مصیبت سے نجات پائی' اور وہ پیراہن کوئی اور پیراہن نہ تھا بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیراہن تھا۔

بسند معتبر منقول ہے کہ حضرت امام جعفر علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ قبل اس کے کہ حقتعالےٰ آسمان و زمین اور روشنی و تاریکی کو پیدا کرے' آپ حضرات کہاں تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا عرش کے گرد ہم نور کے چند اجسام تھے' اور خدا کی حمد کیا کرتے تھے۔ پچیس ہزار سال قبل اس کے کہ خدا نے آسمان و زمین و روشنی و تاریکی خلق فرمائے جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا' ہم کو ان کے صلب میں جگہ دی اور ہمیشہ پاک صلب سے پاکیزہ رحم میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

متعدد طریق سے عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ حضرت سرور کائناتؐ نے فرمایا کہ خدا نے آدمؑ کی خلقت سے بارہ ہزار سال پہلے مجھ کو اور علیؑ کو زیر عرش ایک نور سے پیدا کیا۔ جب آدمؑ کو خلق فرمایا' اس نور کو ان کے صلب میں قرار دیا۔ پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ ہم دونوں صلب عبداللہ و ابو طالب میں علیحدہ علیحدہ ہوئے۔

بسند ہائے دیگر معاذ بن جبل سے منقول ہے کہ حضرت رسالتؐ پناہ نے فرمایا کہ بے شبہ خدا نے مجھ کو اور علیؑ اور فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو دنیا کی خلقت سے سات ہزار سال پہلے خلق فرمایا۔ معاذ نے پوچھا یا رسولؐ اللہ پھر آپ کہاں تھے؟ فرمایا کہ ہم زیر عرش تھے' اور خدا کی تسبیح و تمجید و تقدیس و تحمید کرتے تھے۔ پوچھا اس وقت آپ حضرات کس کے مثل و مانند تھے؟ فرمایا ہم نور کے چند اجسام تھے جب خدا نے چاہا کہ ہماری صورت خلق فرمائے' ہم کو نور کا ایک ستون بنا کر صلب آدمؑ میں جگہ دی۔ پھر اس کو باپ دادا کے صلبوں سے ماؤں کے رحموں میں منتقل کرتا رہا۔ اور ہم کو نجاست' شرک و زنا سے ہمیشہ پاک رکھا جو زمانہ کفر میں ہوتا تھا۔ اور ہر زمانہ میں چند گروہ ہم پر ایمان لانے کے سبب سعادت مند ہوتے رہے' اور چند گروہ جو ہم پر ایمان نہیں لائے شقی و بدبخت ہوتے رہے۔ جب ہم کو صلب عبدالمطلب میں لایا' اس نور کے دو حصے کئے۔ نصف عبداللہ کے صلب میں اور دوسرا نصف صلب ابوطالب میں قرار دیا۔ پھر میرا نور رحم آمنہؓ میں منتقل ہوا' اور نصف دیگر فاطمہ بنت اسد کے رحم میں آیا۔ آمنہؓ سے میں پیدا ہوا اور فاطمہ سے علیؑ۔ پھر وہ تمام نور میری طرف واپس آیا اور میری بیٹی فاطمہؑ پیدا ہوئی۔ پھر وہ تمام عمود نور علیؑ کی جانب منتقل ہوا اور حسنؑ و حسینؑ نور کے دونوں حصوں سے پیدا ہوئے۔ اسی طرح میرا نور حسینؑ کے فرزندوں میں اماموں کی جانب تاقیامت پھرتا رہے گا۔

چند سندوں سے حضرت رسول خداؐ سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو آدمؑ کی خلقت سے پہلے پیدا کیا جبکہ نہ آسمان تھا نہ زمین۔ نور تھا نہ ظلمت' نہ آفتاب و ماہتاب تھے' نہ بہشت و دوزخ ہی کا وجود تھا۔ حضرت عباس نے پوچھا۔ یا رسول اللہ آپ کی پیدائش کی ابتداء کیونکر ہوئی فرمایا چچا جان جب خدا نے چاہا کہ ہم کو خلق فرمائے۔ اس نے ایک کلام ایجاد کیا اس سے ایک نور پیدا کیا۔ پھر دوسرا کلام خلق کیا' اس سے ایک روح پیدا کی۔ اور اس نور کو اس روح کے ساتھ مخلوط کیا اور اس سے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو پیدا کیا۔ ہم خدا کی تسبیح کرتے تھے اس وقت جبکہ کوئی تسبیح کرنے والا دوسرا نہ تھا اور اس کی تقدیس کرتے تھے جبکہ ہمارے سوا کوئی اور تقدیس کرنے والا نہ تھا۔ پھر جب خدا نے چاہا کہ تمام خلق کو پیدا کرے' میرے نور کو شگافتہ کیا' اور اس سے عرش کو خلق فرمایا۔ عرش میرے نور سے ہے اور میرا نور خدا کے نور سے ہے' اور میرا نور عرش سے افضل ہے۔ اس کے بعد میرے بھائی علیؑ کے نور کو شگافتہ کیا' اس سے فرشتوں کو پیدا کیا۔ فرشتے علیؑ کے نور سے ہیں اور نور علیؑ نور خدا سے ہے۔ اور علیؑ فرشتوں سے افضل ہیں۔ پھر میری بیٹی فاطمہؑ کا نور شگافتہ کیا اس سے آسمان و زمین کو خلق فرمایا۔ تو آسمان و زمین فاطمہؑ کے نور سے پیدا کئے گئے۔ اور فاطمہؑ کا نور خدا کے نور سے ہے اور فاطمہؑ آسمان و زمین سے افضل ہیں۔ اس کے بعد میرے فرزند حسنؑ کے نور کو شگافتہ کیا۔ اس سے آفتاب و ماہتاب کو خلق فرمایا۔ آفتاب و ماہتاب میرے فرزند حسنؑ کے نور سے عالم وجود میں آئے ہیں اور حسنؑ کا نور خدا کے نور سے خلق ہوا ہے اور آفتاب و ماہتاب سے افضل ہے۔ پھر خدا نے میرے فرزند حسینؑ کا نور شگافتہ کیا۔ اس سے بہشت اور حوروں کو خلق فرمایا۔ بہشت اور حوریں میرے فرزند حسینؑ کے نور سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور میرے فرزند حسینؑ کا نور خدا کے نور سے ہے۔ اور میرا فرزند حسینؑ بہشت اور حوروں سے بہتر ہے۔

بسند معتبر ابوذرؓ سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور عرش کی داہنی جانب ہم خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے' دو ہزار سال قبل اس کے کہ حق تعالیٰ آدمؑ کو پیدا کرے۔ جب خدا نے آدمؑ کو خلق فرمایا' اس نور کو ان کی پشت میں رکھا۔ جب ان کو بہشت میں ساکن کیا ہم ان کی پشت میں تھے۔ جب نوحؑ کشتی میں سوار ہوئے ہم ان کی پشت میں تھے۔ جب ابراہیم آگ میں ڈالے گئے ہم ان کی پشت میں تھے۔ خداوند عالم ہمیشہ ہم کو پاکیزہ صلبوں سے طاہرہ رحموں میں منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب میں پہنچے۔ وہاں خدا نے اس نور کے دو حصے کئے۔ مجھ کو صلب عبداللہ میں جگہ دی اور علیؑ کو صلب ابو طالب میں رکھا۔ مجھ کو پیغمبری اور برکت عطا فرمائی اور علیؑ کو فصاحت و شجاعت بخشی۔ اور ہم دونوں کے لئے اپنے اسمائے مقدسہ میں سے دو نام مشتق کئے خداوند صاحب عرش محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں۔ اور خداوند بزرگوار اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علیؑ ہے۔ مجھ کو رسالت

Presented by www.ziyaraat.net

و پیغمبر کے لئے مقرر فرمایا' اور علیؑ کو وصایت و امامت اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکم کرنے کو مقرر کیا۔

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ محمدؐ و علیؑ صلوات اللہ علیہما خدا کے نزدیک خلائق کی آفرینش سے پہلے دو نور تھے۔ فرشتوں نے ان دونوں نوروں کو دیکھا۔ ایک کو اصل پایا جس سے ایک شعاع ظاہر ہو رہی تھی جو اس کی فرع تھی۔ انہوں نے پوچھا خداوندا یہ نور کیا ہے؟ حق تعالی نے ان کو وحی فرمائی کہ یہ میرے انوار میں سے ایک نور ہے جس کی اصل پیغمبری ہے اور فرع امامت۔ پیغمبری محمدؐ کے لئے ہے جو میرا بندہ اور رسول ہے اور امامت علیؑ کے لئے ہے جو خلق پر میری حجت اور خلیفہ ہے۔ اگر میں ان کو پیدا نہ کرتا تو کوئی چیز پیدا نہ کرتا۔

دوسری معتبر حدیث میں انہی حضرت سے منقول ہے کہ خدا نے حضرت رسالت مآبؐ سے خطاب فرمایا کہ اے محمدؐ میں نے تم کو اور علیؑ کو ایک نور سے خلق کیا تھا یعنی بے جسم کی ایک روح بنایا تھا' قبل اس کے کہ آسمان و زمین اور عرش و دریا کو خلق کروں اور تم ہمیشہ میری تمجید و تہلیل کیا کرتے تھے اور میری عظمت و یکتائی کے ساتھ یاد کرتے تھے۔ پھر میں نے تم دونوں کی روح کو جمع کرکے ایک کر دیا۔ تو وہ روح مجھ کو پاکی و عظمت اور بزرگی و جلالت کے ساتھ یاد کرتی تھی پھر اس روح کے دو حصے کئے۔ پھر ہر حصے میں سے دو دو حصے کئے تو محمدؐ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ خلق ہوئے۔ اس کے بعد جناب فاطمہؑ کو ایک تنہا نور سے بے جسم کی روح پیدا کیا' اور وہ نور ہم اہلبیتؑ میں جاری و ساری ہوا۔

حدیث معتبر میں حضرت امام محمد تقی صلوات اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ہمیشہ حق تعالی اپنی یگانگی میں یکتا تھا۔ اس کے سوا کوئی نہ تھا۔ پھر اس نے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ کو خلق کیا پھر ہزار دہر روزگار کے بعد تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اور ان ذوات مقدسہ کو ان کی خلقت پر گواہ بنایا اور ان کی اطاعت تمام مخلوقات پر واجب قرار دی اور امور خلق انکے سپرد فرمایا۔ لہٰذا وہ مشیت الٰہی کے سوا کوئی کام پسند نہ کرتے اور کوئی ارادہ نہیں کرتے۔

لبسند معتبر امام حسن صلوات اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت سرور کائناتؐ نے فرمایا کہ بہشت فردوس میں ایک چشمہ ہے شہد سے زیادہ شیریں' مسکہ سے زیادہ نرم' برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار۔ اس میں ایک قسم کی مٹی ہے جس سے خدا نے ہم کو اور ہمارے شیعوں کو پیدا کیا ہے۔ جو اس طینت سے نہیں خلق ہوا وہ نہ ہم سے ہے نہ ہمارا شیعہ ہے۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ میں نے اپنے جد بزرگوار حضرت رسول اکرمؐ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں خدا کے نور سے پیدا ہوا ہوں' اور میرے اہل بیتؑ میرے نور سے خلق ہوئے ہیں اور محبّان اہلبیتؑ ان کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ تمام لوگ آتش جہنم سے ہیں۔

لبسند معتبر ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسولؐ سے تفسیر قول حق تعالی دریافت کی۔ جو خدا نے شیطان سے خطاب فرمایا ہے۔ جبکہ اس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا: **اَستَکبَرتَ اَم کُنتَ مِنَ العَالِین** (پ ۲۳ آیت ۷۵ سورۃ ص) یعنی کیا تو نے غرور کیا یا بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہو گیا۔ پوچھا کہ وہ بلند مرتبہ لوگ کون ہیں جو فرشتوں سے بلند تر ہیں؟ حضرت سرور کائناتؐ نے فرمایا کہ میں علیؑ' فاطمہؑ' حسنؑ اور حسینؑ سرا پردہ عرش میں تھے اور خدا کی تسبیح کرتے تھے۔ ملائکہ ہماری تسبیح سن کر تسبیح کرتے تھے۔ دو ہزار سال قبل اس کے کہ خدا آدمؑ کو خلق فرمائے۔ جب خدا نے آدمؑ کو خلق فرمایا تو فرشتوں کو ان کے سجدہ کا حکم دیا۔ لیکن ہم کو سجدہ کا حکم نہ تھا۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا۔ اس وقت خدا نے اس سے فرمایا کہ تو نے سجدہ کرنے سے تکبّر کیا یا بلند مرتبہ لوگوں میں سے تو بھی ہو گیا۔ یعنی ان پانچ بزرگواروں میں سے جن کے نام سرا پردۂ عرش میں تحریر ہیں۔

حدیث معتبر میں امام محمدؐ باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طینت سے خلق فرمایا جو ایک گوہر تھا۔ عرش کے نیچے۔ اس کی باقی طینت سے امیر المومنینؑ کو خلق فرمایا۔ اور امیر المومنین کی باقی طینت سے ہم اہلبیتؑ کو پیدا کیا' اور ہماری باقی ماندہ طینت سے ہمارے شیعوں کے دل خلق کئے۔ اسی سبب سے ان کے دل ہماری طرف مائل اور ہمارے مشتاق ہوتے ہیں اور ہمارے قلوب ان پر مہربان ہیں جیسے باپ اپنے فرزند پر مہربان ہوتا ہے۔ ہم ان کے لئے سب سے بہتر ہیں اور وہ ہمارے لئے۔ اور رسول خداؐ ہمارے لئے تمام لوگوں سے بہتر ہیں' اور ہم آنحضرتؐ کے نزدیک ہر ایک سے بہتر ہیں۔

لبسند معتبر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے محمدؐ و علیؑ اور ان کی ذریت سے گیارہ اماموں کو اپنے نور عظمت سے پیدا کیا تو وہ نور خدا کے پرتو میں اس کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے تھے اور عبادت کرتے تھے قبل اس کے کہ وہ خلق میں کسی کو پیدا کرے۔ اور حضرت صادق سے حدیث معتبر میں منقول ہے کہ خداوند عالم نے تمام مخلوق پیدا کرنے سے چودہ ہزار سال پہلے چودہ نور پیدا کئے وہ ہماری روحیں تھیں۔ لوگوں نے پوچھا یا بن رسولؐ اللہ وہ چودہ نفوس کون ہیں؟ فرمایا کہ محمدؐ و علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں سے نو فرزند ہیں جن کا آخر قائم ہے۔ جو لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گا۔ پھر ظاہر ہو گا اور دجال کو قتل کرے گا' اور زمین کو ہر جور و ظلم سے پاک کرے گا۔

حدیث معتبر میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ خدا نے حضرت سرور کائناتؐ کی روح مقدس کو دنیا پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے تمام ارواح انبیاء پر مبعوث فرمایا۔ حضرتؐ نے ان کو توحید و یگانہ پرستی اور اس کے احکام کو اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دی اور پیغمبروں کی پیروی کرنے والوں کے لئے بہشت کا وعدہ کیا اور جہنم کی وعید ان لوگوں کے واسطے فرمائی جو ان کی مخالفت کریں۔

Presented by www.ziyaraat.net

حدیث معتبر میں امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں خدا کا بندہ اور رسول خدا کا بھائی ہوں۔ اور روز اول ہی سے بہت تصدیق کرنے والا ہوں۔ بے شک میں رسول خداؐ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی اس وقت جبکہ ابھی آدمؑ کی روح کو ان کے جسم سے تعلق نہ ہوا تھا۔ اور اس امت میں بھی جس نے سب سے پہلے حضرتؐ کی تصدیق کی میں ہوں۔ لہٰذا اول و آخر سب میں سبقت کرنے والے ہم ہی ہیں۔

بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ لوگوں نے جناب رسول خداؐ سے پوچھا کہ کس سبب سے آپ کو تمام پیغمبروں پر سبقت حاصل ہوئی اور آپ سب سے افضل قرار پائے حالانکہ آپ سب کے بعد مبعوث ہوئے۔ فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اپنے پروردگار کا اقرار کیا جس وقت خداوند عالم نے پیغمبروں سے عہدو اقرار لیا اور اپنی ذات پر ان لوگوں کو گواہ بنایا یہ فرما کر کہ **الست بربکم** (پ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲) "کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔" اور سب نے کہا "کیوں نہیں" تو ان میں سب سے پہلا شخص میں ہوں جس نے بلیٰ (یعنی کیوں نہیں تو ہی ہے) کہا تھا۔ اس سبب سے خدا کا اقرار کرنے والوں پر مجھے سبقت حاصل ہوئی۔ اور دوسری معتبر حدیث میں انہی حضرت سے منقول ہے کہ جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے روحوں کو پیدا کیا اور ان کو اپنے نزدیک پھیلایا تو ان سے خطاب فرمایا کہ تمہارا پروردگار کون ہے تو سب سے پہلے رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ اور آئمہ اطہارؑ نے جو ان کے فرزندوں میں سے ہیں کہا تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔ تو خدا نے اپنا علم اور دین ان میں سمو دیا۔ پھر ملائکہ سے فرمایا کہ یہ لوگ میرے علم اور دین کے حامل اور میری مخلوقات میں میرے امین ہیں' میرے علوم ان سے حاصل کرنا چاہئے۔ پھر آدمؑ کی اولاد سے خطاب فرمایا کہ خدا کی ربوبیت اور اس گروہ کی فرمانبرداری' ولایت اور محبت کا اقرار کرو۔ انہوں نے جواب دیا بے شک اے معبود ہم نے اقرار کیا۔ تو خدا نے فرشتوں سے کہا کہ تم سب گواہ رہنا۔ ملائکہ نے عرض کی ہم سب گواہ ہوئے۔ تاکہ کل یہ نہ کہیں کہ ہم اس سے غافل تھے۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا واللہ ہماری ولایت کی پیغمبروں کو روز الست میثاق میں تاکید کی گئی ہے۔

شیخ ابوالحسن بکری نے کتاب انوار میں جس کو تاریخ ولادت سید ابرار میں تالیف کیا ہے اپنی سند سے عبداللہ بن عباس اور صحابہ کے ایک گروہ سے روایت کی ہے کہ جب خدا نے چاہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق فرمائے فرشتوں سے کہا میں چاہتا ہوں کہ ایک مخلوق پیدا کروں۔ اور اس کو تمام خلائق پر فضیلت دوں اور تمام اگلے پچھلے لوگوں سے بہتر اور شفیع روز جزا قرار دوں۔ اگر وہ نہ ہوتا تو بہشت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ لہٰذا اس کے مرتبہ کو پہچانو اور اس کو میرے اکرام کے لئے گرامی رکھو۔ اور اس کو میری عظمت کے لئے عظیم سمجھو۔ فرشتوں نے عرض کی میرے معبود اور آقا ہم بندوں کو مالک پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ پھر خداوند عالم جبرئیلؑ اور حاملان عرش کو حکم دیا کہ حضرت کی جائے ضریح اقدس

سے نورانی تربت میں لائیں۔ جبرائیلؑ اس تربت کو آسمان پر لے گئے۔ اور چشمہ سلسبیل میں غوطہ دیا۔ یہاں تک کہ وہ سفید موتی کے مانند صاف ہو گئی۔ پھر ہر روز اس کو بہشت کی نہروں میں سے ایک نہر میں غوطہ دیتے تھے اور ملائکہ پر پیش کرتے تھے۔ فرشتے جب اس کے نور و تجلی کو دیکھتے تھے تحیتہ و سلام و تعظیم و اکرام کے ساتھ استقبال کرتے تھے۔ اور ملائکہ کے جسؑ گروہ کے پاس اس کو لے جاتے تھے وہ اس کے فضل و شرف کا اعتراف کرتے تھے۔ اور کہتے کہ اگر اے معبود تو اس کے سجدہ کا ہم کو حکم دے گا تو ہم اس کو سجدہ بھی کریں گے۔

حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ جب سوائے ذات اقدس باری تعالیٰ کے کچھ نہ تھا سب سے پہلے خدا نے جس چیز کو پیدا کیا وہ اس کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تھا۔ خدا نے اس کو چار لاکھ چوبیس ہزار سال پہلے پیدا کیا قبل اس کے کہ پانی' عرش' کرسی' آسمان و زمین' لوح و قلم' بہشت و دوزخ' فرشتوں اور آدمؑ و حواؑ کو خلق فرمائے۔ جب ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلعم کا نور پیدا کیا وہ اپنے پروردگار کے نزدیک ایستادہ تھا اور اس کی حمد و ثناء کرتا رہا۔ حق تعالیٰ اس کی جانب نظر رحمت فرماتا اور کہتا کہ تو ہی خلقت عالم سے میرا مقصد میری مراد ہے۔ تو ہی خیر و سعادت کا ارادہ کرنے والا ہے اور تو ہی میری مخلوق میں میرا برگزیدہ ہے۔ اپنے عزت و جلال کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو (میری مشیت میں) نہ ہوتا تو افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ جو تجھ کو دوست رکھے گا میں اس کو دوست رکھوں گا اور جو تجھ کو دشمن رکھے گا میں اس کو دشمن رکھوں گا۔ یہ سن کر حضرتؐ کا نور درخشاں ہوا اور اس کی شعاع بلند ہوئی۔ تو خدا نے اس نور سے بارہ حجابات خلق فرمائے۔ حجابت قدرت۔' حجاب عظمت' حجاب عزت' حجاب ہیبت' حجاب جبروت' حجاب رحمت' حجاب نبوت' حجاب کبریا' حجاب منزلت' حجاب رفعت' حجاب سعادت اور حجاب شفاعت۔ پھر نور محمد صلعم کو حجاب قدرت میں داخل فرمایا۔ وہ بارہ سال عالم اس میں **سُبحَانَ العَلِیِّ الاَعلیٰ** پڑھا کیا۔ پھر حجاب عظمت میں داخل ہوا اور گیارہ ہزار سال تک **سُبحَانَ عَالِمُ السِّرِّ وَ خَفِیِّ** کہتا رہا۔ اسی طرح حجاب عزت میں دس ہزار سال **سُبحَانَ المَلِکُ المَنَّانَ** حجاب ہیبت میں نو ہزار سال **سُبحَانَ مَنْ ھُوَ غَنِیٌّ لَا یَفتَقِرُ** حجاب جبروت میں آٹھ ہزار سال تک **سُبحَانَ الکَرِیمُ الاَکرَم** حجاب رحمت میں سات ہزار سال تک **سُبحَانَ رَبِّ العَرشِ العَظِیم** حجاب نبوت میں چھ ہزار سال تک **سُبحَانَ رَبِّکَ رَبِّ العِزَّتِ عَمَّا یَصِفُونَ** حجاب کبریا میں پانچ ہزار سال تک **سُبحَانَ العَظِیمُ الاَعظَم** حجاب منزلت میں چار ہزار سال تک **سُبحَانَ العَلِیمُ الکَرِیم** حجاب رفعت میں تین ہزار سال تک **سُبحَانَ ذِی المَلِکَ وَ المَلکُوت** حجاب سعادت میں دو ہزار سال تک **سُبحَانَ مَن یَزِیلُ الاَشیَاءِ وَ لَا یَزُولُ** اور حجاب شفاعت میں **سُبحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمدِہ سُبحَانَ اللّٰہِ العَظِیم** پڑھتا رہا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر خدا نے نور کے بیس دریا خلق فرمائے ہر دریا میں چند علوم تھے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر خدا نے نور حضرت رسالت مابؐ کو ان دریاؤں یعنی دریائے

Presented by www.ziyaraat.net

عزت و صبر' دریائے خشوع و دریائے تواضع و دریائے رضا دریائے رضا دریائے حلم و دریائے پرہیز گاری و دریائے خشیت و دریائے انابت و دریائے عمل و دریائے مزید و دریائے ہدایت و دریائے صیانت و دریائے حیاءمیں یہاں تک کہ ان بیسوں دریاؤں میں غوطہ دیا۔ جب وہ آخری دریا سے باہر نکل آیا تو اس سے خدا نے خطاب فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ اے تمام پیغمبروں سے بہتر اور میری خلقت میں اول اور میرے آخری رسولؐ میں نے تجھ کو شفیع روز جزا قرار دیا۔ یہ سن کر وہ نور درخشاں سجدہ میں گر پڑا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو ایک لاکھ چالیس ہزار قطرے اس نور سے ٹپکے۔ خدا نے ہر قطرے سے ایک ایک پیغمبر کی خلقت فرمائی جن کے نور حضرت سرور کائناتؐ کے نور کے گرد طواف کرتے تھے اور کہتے تھے **سُبحَانَ مَن هُوَ عَالِمٌ لَا يَجہل سُبحَانَ مَن هُوَ حَلِيمٌ لَا يَجعل سُبحَانَ مَن هُوَ غَنِیٌّ لَا يفتقر** پھر خدا نے ان سب کو ندا دی کہ آیا مجھ کو پہچانتے ہو؟ یہ سن کر آنحضرتؐ نے سب سے پہلے کہا : **انت الله الذی لا اله الا انت وحدک لا شریک لک رب الارباب و ملک الملوک** (تو خدا ہے کہ وہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو واحد ہے تیرا کوئی شریک نہیں تو رب الارباب ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے) تو خدا نے فرمایا کہ تو میرا برگزیدہ' میرا دوست اور میری مخلوق میں سب سے بہتر ہے۔ اور تیری امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ پھر آنحضرتؐ کے نور سے خدا نے ایک جوہر پیدا کیا اور اس کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصہ پر بنظر ہیبت نگاہ ڈالی تو وہ آب شیریں ہو گیا۔ پھر دوسرے حصہ کو نگاہ شفقت سے دیکھا اور اس سے عرش کو خلق فرمایا۔ اور پانی پر رکھا۔ پھر نور عرش سے کرسی کو اور نور کرسی سے نور لوح سے قلم کو پیدا کیا۔ اور قلم کو وحی فرمائی کہ میری توحید لکھ تو وہ کلام الٰہی سن کر ہزار سال تک مدھوش رہا۔ جب ہوش میں آیا تو عرض کی پالنے والے کیا لکھوں۔ فرمایا لکھ۔ **لا اله الا الله محمد رسول الله** جب قلم نے نام محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ سنا تو سجدہ میں گر پڑا۔ اور کہا **سبحان الواحد القهار سبحان العظیم الاعظم۔** پھر سر اٹھا کر شہادتین تحریر کیا اور عرض کی خداوندا محمدؐ کون ہیں جن کے نام کو اپنے نام اور جن کی یاد کو اپنی یاد سے تو نے متصل فرمایا ہے؟ خدا نے وحی فرمائی کہ اے قلم! اگر وہ نہ ہوتا تو نہ تجھ کو خلق کرتا نہ دنیا پیدا کرتا۔ وہی ہے (نجات کی) خوشخبری دینے والا (اور عذاب سے) ڈرانے والا۔ وہی نور بخشنے والا چراغ' وہی شفاعت کرنے والا اور وہی میرا دوست ہے۔ یہ سن کر قلم آنحضرتؐ کے نام کی حلاوت سے (وجد میں آ کر) بولا **السلام علیک یا رسول الله** آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا **و علیکم السلام منی و رحمته الله و برکاته** اسی روز سے سلام کرنا سنت اور جواب دینا واجب قرار پایا۔ پھر خداوند عالم نے قلم کو حکم دیا کہ لکھ میرے قضا و قدر کو جن کو قیامت تک پیدا کرتا رہوں گا۔ اس کے بعد خدا نے کچھ فرشتوں کو پیدا کیا تاکہ وہ روز قیامت تک محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوات بھیجیں اور ان کے شیعوں کے لئے استغفار کیا کریں۔ پھر خدا نے نور محمد صلعم سے بہشت کو پیدا کیا اور اس کو چار صفتوں تعظیم' جلالت' سخاوت اور امانت سے زینت دی اور بہشت کو اپنے

دوستوں اور اطاعت گذاروں کے لیے مقرر فرمایا۔ پھر آسمانوں کو اس دُھویں سے جو پانی سے اٹھا تھا پیدا کیا ارو اس کے کف (جھاگ) سے زمینوں کو خلق فرمایا۔ اس وقت زمینیں متحرک تھیں تو پہاڑوں کو پیدا کیا تاکہ زمینوں کو قرار ہو۔ اور ایک فرشتے کو خلق فرمایا جس نے زمین کو اٹھائے رکھا۔ پھر ایک سنگ عظیم پیدا کیا۔ جس پر اس فرشتے کے پیر ٹھہرے۔ اور ایک بہت بڑی گائے پیدا کی اور اس پتھر کو اس کی پشت پر رکھا۔ اور ایک بہت بڑی مچھلی خلق فرمائی جس کی پشت پر گائے کھڑی ہوئی۔ وہ مچھلی پانی پر ہے' پانی ہوا پر' اور ہوا تاریکی میں ہے۔ اور تاریکی کے نیچے جو کچھ ہے اس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر عرش کو نور فضل و نور عدل سے منور فرمایا۔ فضل سے عقل و علم و حلم و سخاوت کو پیدا کیا۔ اور عقل سے خوف و بیم' علم سے رضا و خوشنودی' حلم سے مودت' سخاوت سے محبت کو پیدا کیا۔ اور ان تمام صفتوں کو طینت محمدؐ و آل محمدؐ میں خمیر دیا۔ اس کے بعد امت محمدؐ میں سے مومنین کی روحوں کو خلق فرمایا۔ پھر آفتاب و ماہتاب' ستارے' رات اور دن' روشنی اور تاریکی' اور تمام فرشتوں کو محمدؐ کے نور سے پیدا کیا۔ اور آنحضرتؐ کے نور مقدس کو بہتر ہزار سال تک ساکن رکھا پھر اس نور کو ستر ہزار سال تک بہشت میں ساکن کیا۔ پھر ستر ہزار سال تک سدرۃ المنتہیٰ میں ساکن کیا۔ پھر ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آسمان اول پر لایا اور وہ وہاں قائم رکھا جب تک کہ حضرت آدمؑ کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر جبریلؑ کو حکم دیا کہ زمین پر جاکر ایک مٹھی خاک لائیں جس سے آدمؑ کا جسم تیار ہو۔ اس وقت ابلیس لعین سبقت کرکے زمین پر پہنچا اور زمین سے بولا کہ خدا چاہتا ہے کہ تیری مٹی سے ایک مخلوق پیدا کرے' اور اس کو آگ سے معذب فرمائے۔ اگر فرشتے تجھ سے مٹی لینے آئیں تو کہنا کہ میں خدا کی پناہ چاہتی ہوں کہ مجھ سے کچھ لے جاؤ جس کو آگ میں ڈالا جائے۔ غرض جبریلؑ نازل ہوئے زمین نے پناہ مانگی۔ وہ واپس چلے گئے اور عرض کی پالنے والے زمین نے تیری پناہ چاہی لہٰذا میں نے اس پر رحم کیا۔ اسی طرح میکائیلؑ و اسرافیلؑ آئے اور واپس گئے۔ اس کے بعد خدا نے عزرائیلؑ کو بھیجا' زمین نے ان سے بھی بدستور پناہ طلب کی۔ عزرائیلؑ نے کہا میں بھی خدا کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ اس کا حکم نہ مانوں۔ پھر اونچے نیچے اور تمام روئے زمین سے سفید و سیاہ و سرخ اور نرم و سخت مٹی لی۔ اسی سبب سے فرزندان آدمؑ کے اخلاق اور رنگ مختلف ہوئے۔ خدا نے عزرائیل پر وحی کہ تم نے کیوں نہ رحم کیا جس طرح اور فرشتوں نے رحم کیا تھا؟ عرض کی پالنے والے تیری اطاعت اس پر رحم سے بہتر تھی۔ پھر وحی فرمائی کہ میں چاہتا ہوں اس خاک سے ایک مخلوق پیدا کروں' جس میں انبیاء اور نیک بندے' اور اشقیاء اور بدکار ہوں گے۔ اور تم کو ان کی روحوں کے قبض پر میں نے مقرر کیا۔ پھر جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ وہ طینت سفید و نورانی جو پیغمبرؐ آخر الزمان صلعم کی ہے اور تمام مخلوقات کی اصل ہے' لائیں۔ جبرئیلؑ تمام ملائکہ کروبیاں و ملائکہ صافان و مسبحان کے ساتھ مقام ضریح مقدس آنحضرتؐ کے پاس آئے اور اس کو آب تسنیم و آب تعظیم تکریم و آب تکوین

Presented by www.ziyaraat.net

خمیر کیا۔ تو خدا نے آنحضرتؐ کے سینہ کو شفقت سے ہاتھوں و آب رحمت و آب خوشنودی و آب عفو سے کو سخاوت سے، دل کو صبر و یقین سے، شرمگاہ کو عفت سے، پیروں کو شرف سے اور آپ کے نفسوں کو خوشبو سے پیدا کیا۔ پھر اس طینت کو آدمؑ کی طینت کے ساتھ مخلوط کیا۔ جب آدمؑ کا قالب تیار ہو گیا تو فرشتوں کو وحی کی کہ میں مٹی سے ایک بشر پیدا کروں گا۔ جب اس میں روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ کرنا۔ فرشتوں نے جسم آدمؑ کو بہشت میں لے جا کر رکھا۔ اور حکم خالق کے منتظر رہے کہ حکم ملے گا تو سجدہ کریں گے۔ اس کے بعد روح آدمؑ کو حکم دیا کہ ان کے بدن میں داخل ہو۔ روح نے جسم کو تنگ دیکھ کر داخل ہونے سے کراہت کی تو خدا نے حکم فرمایا کہ کراہت کے ساتھ داخل ہو اور کراہت کے ساتھ ہی جسم سے نکلنا۔ غرض روح داخل ہوئی اور آنکھوں تک پہنچی، آدم اپنے جسم کو دیکھ رہے تھے اور فرشتوں کی تسبیح سنتے تھے۔ جب وہ ان کے دماغ تک پہنچی تو ان کو چھینک آئی، خدا نے ان کو گویا فرمایا تو انہوں نے "الحمد للہ" کہا۔ اور وہ پہلا کلمہ تھا جو آدمؑ کی زبان سے ادا ہوا۔ خدا نے بذریعہ وحی فرمایا **وحمک اللہ** اے آدم میں نے تم کو رحمت کے لئے پیدا کیا ہے اور اپنی رحمت کو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے مقرر کیا ہے جبکہ وہ بھی تمہاری طرح کہیں۔ اسی سبب سے چھینکنے والے کے دعا کرنا سنت قرار پایا۔ اور شیطان پر کوئی امر چھینکنے والے کے واسطے دعا کرنے سے زیادہ گراں نہیں۔ پھر آدمؑ نے اوپر کی جانب دیکھا کہ عرش پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ہے اور اسمائے اہل بیتؑ بھی لکھے ہوئے پائے۔ پھر روح ان کی پنڈلیوں تک پہنچی۔ اور قبل اس کے کہ پنجوں تک پہنچے انہوں نے چاہا کہ کھڑے ہو جائیں لیکن نہ ہو سکے۔ اسی سبب سے خدا نے فرمایا **خُلِقَ الاِنسَانُ مِن عَجَلٍ** (پ ۱۷ سورۃ انبیاء آیت ۳۷) یعنی انسان جلدی کرنے والا پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ روح سو سال تک آدم کے سر میں رہی۔ سو سال تک آدم کے سینہ میں۔ سو سال تک پشت میں۔ سو سال تک رانوں میں۔ سو سال تک پنڈلیوں میں اور سو سال تک پنجوں میں ٹھہری۔ پھر جب آدمؑ درست ہو کر کھڑے ہو گئے تو خدا نے ان کے سجدہ کا فرشتوں کو حکم دیا۔ وہ جمعہ بعد ظہر کا وقت تھا۔ فرشتے عصر تک سجدہ میں مشغول رہے۔ پھر آدم نے اپنی پشت کی جانب سے ایک آواز خدا کی تسبیح و تقدیس کی سنی جو طائروں کی آواز کے مانند تھی تو پوچھا پالنے والے یہ کیسی آواز ہے فرمایا کہ اے آدم یہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تسبیح کی آواز ہے جو بہترین اولین و آخرین ہیں۔ سعادت اس کے لئے جو اس کی اطاعت و پیروی کرے اور بدبختی اس کی ہے جو ان کی مخالفت کرے۔ لہٰذا اے آدم یہ میرا عہد لو اور اس کو عفیفہ عورتوں کی پاک و طاہر رحموں اور پاک مردوں کے پاکیزہ صلبوں کے سوا کسی اور جگہ مت سپرد کرنا۔ آدمؑ نے عرض کی پالنے والے اس مولود کے سبب سے میری عزت میرا حسن و وقار تو نے بڑھا دیا۔ پھر خدا نے آدمؑ کی طینت کے ایک حصہ سے حواؑ کو پیدا کیا اور آدمؑ پر نیند

غالب کر دی۔ جب آپ بیدار ہوئے تو حواؑ کو سرہانے دیکھا۔ پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں حوا ہوں۔ خدا نے مجھ کو تمہارے واسطے پیدا کیا ہے۔ وہ بولے کتنی پاکیزہ صورت ہے تمہاری پھر خدا نے آدمؑ کو وحی کی کہ یہ میری کنیز ہے اور تم میرے بندے ہو۔ تم کو میں نے اس مکان کے لئے پیدا کیا ہے جس کا نام بہشت ہے لہٰذا مجھ کو ہر حیثیت سے پاک سمجھتے رہو اور میری حمد و ثناء کرتے رہو۔ اے آدمؑ مجھ سے حوا کی خواستگاری کرو اور اس کا مہر ادا کرو۔ عرض کی پالنے والے اس کا مہر کیا ہے۔ فرمایا اس کا مہر یہ ہے کہ دس مرتبہ محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجو۔ آدمؑ نے کہا پروردگار اس نعمت کے عوض جب تک زندہ رہوں گا تیرا شکر اور تیری حمد و ثناء کرتا رہوں گا۔ غرض خدا نے آدمؑ سے حواؑ کو تزویج کیا۔ قاضی خود خالق تھا، عقد کرنے والے جبرئیلؑ تھے اور گواہ ملائکہ مقربین تھے۔ پھر فرشتے آدمؑ کی پشت کی جانب کھڑے ہوئے۔ آدمؑ نے پوچھا معبود فرشتے میرے پیچھے کیوں کھڑے ہیں؟ خدا نے فرمایا اس لئے کہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں جو تمہارے صلب میں ہے۔ عرض کی پالنے والے اس نور کو میرے صلب سے میرے سامنے قرار دے تاکہ فرشتے میرے سامنے کھڑے ہوں۔ غرض فرشتے ان کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوئے۔ پھر آدمؑ نے خدا سے التجا کی کہ اس نور کو ایسی جگہ قرار دے کہ وہ بھی دیکھ سکیں۔ تو خدا نے اس نور کو ان کی شہادت کی انگلی میں قائم فرمایا اور علیؑ کے نور کو درمیان انگلی میں اور فاطمہؑ کے نور کو اس کے بعد کی انگلی میں۔ اس کے بعد نور حسنؑ کو سب سے چھوٹی انگلی میں اور نور حسینؑ کو انگوٹھے میں قرار دیا۔ بہرحال یہ انوار آفتاب کے مانند حضرت آدمؑ کی انگلیوں سے چمکتے رہے اور آسمانوں، زمین، عرش و کرسی اور سرا پردہ ہائے عظمت و جلال سب کے سب ان سے روشن و منور ہو گئے۔ جب حضرت آدمؑ حضرت حوا سے مقاربت کرنا چاہتے ان کو وضو کرنے کا حکم دیتے اور خود بھی پاک و طاہر اور خوشبو سے معطر ہوتے اور کہتے تھے کہ خدا اس نور کو تمہیں روزی کرے گا اور یہ خدا کی امانت و میثاق ہے۔ غرض وہ نور آدمؑ کی انگلیوں میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت حواؑ جناب شیثؑ سے حاملہ ہوئیں تو وہ نور حضرت حواؑ کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا۔ اور فرشتے حواؑ کو آ کر مبارک باد دیا کرتے تھے۔ جب حضرت شیثؑ پیدا ہوئے، آنحضرتؐ کا نور ان کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا، تو جبرئیلؑ نے ان کے اور حوا کے درمیان ایک پردہ لٹکا دیا اور ان کی آنکھوں سے پوشیدہ کر دیا۔ جب وہ بالغ ہوئے آدمؑ نے ان کو طلب فرما کر کہا اے فرزند نزدیک ہے کہ میں تم سے جدا ہوں لہٰذا میرے پاس آؤ تاکہ میں تم سے عہد و پیمان لوں جس طرح خدا نے مجھ سے لیا تھا۔ پھر آدمؑ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ خدا نے ان کا مطلب سمجھا۔ اور فرشتوں کو حکم دیا کہ تسبیح و تقدیس سے رک جائیں۔ اور اپنے پروں کو سمیٹ لیں۔ ساکنان بہشت اپنے بالا خانوں سے متوجہ ہوئے۔ بہشت کے تمام دریا ساکن ہو گئے۔ نہریں جاری ہو گئیں اور پتیوں کی آوازیں اٹھیں۔ غرض سب کے سب حضرت آدمؑ کی آواز سننے کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور خدا نے ان کو وحی فرمائی کہ اے آدمؑ کہو جو

Presented by www.ziyaraat.net

و آب رحمت و آب خوشنودی و آب عفو سے خمیر کیا۔ تو خدا نے آنحضرتؐ کے سینہ کو شفقت سے ہاتھوں کو سخاوت سے، دل کو صبر و یقین سے، شرمگاہ کو عفت سے، پیروں کو شرف سے اور آپ کے نفسوں کو خوشبو سے پیدا کیا۔ پھر اس طینت کو آدمؑ کی طینت کے ساتھ مخلوط کیا۔ جب آدمؑ کا قالب تیار ہو گیا تو فرشتوں کو وحی کی کہ میں مٹی سے ایک بشر پیدا کروں گا۔ جب اس میں روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ کرنا۔ فرشتوں نے جسم آدمؑ کو بہشت میں لے جا کر رکھا۔ اور حکم خالق کے منتظر رہے کہ حکم ملے گا تو سجدہ کریں گے۔ اس کے بعد روح آدمؑ کو حکم دیا کہ ان کے بدن میں داخل ہو۔ روح نے جسم کو تنگ دیکھ کر داخل ہونے سے کراہت کی تو خدا نے حکم فرمایا کہ کراہت کے ساتھ داخل ہو اور کراہت کے ساتھ ہی جسم سے نکلنا۔ غرض روح داخل ہوئی اور آنکھوں تک پہنچی، آدم اپنے جسم کو دیکھ رہے تھے اور فرشتوں کی تسبیح سنتے تھے۔ جب وہ ان کے دماغ تک پہنچی تو ان کو چھینک آئی، خدا نے ان کو گویا فرمایا تو انہوں نے "الحمد للہ" کہا۔ اور وہ پہلا کلمہ تھا جو آدمؑ کی زبان سے ادا ہوا۔ خدا نے بذریعہ وحی فرمایا **رحمک اللہ** اے آدم میں نے تم کو رحمت کے لئے پیدا کیا ہے اور اپنی رحمت کو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے مقرر کیا ہے جبکہ وہ بھی تمہاری طرح کہیں۔ اسی سبب سے چھینکنے والے کے دعا کرنا سنت قرار پایا۔ اور شیطان پر کوئی امر چھینکنے والے کے واسطے دعا کرنے سے زیادہ گراں نہیں۔ پھر آدمؑ نے اوپر کی جانب دیکھا کہ عرش پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ہے اور اسمائے اہل بیتؑ بھی لکھے ہوئے پائے۔ پھر روح ان کی پنڈلیوں تک پہنچی۔ اور قبل اس کے کہ پنجوں تک پہنچے انہوں نے چاہا کہ کھڑے ہو جائیں لیکن نہ ہو سکے۔ اسی سبب سے خدا نے فرمایا **خُلِقَ الاِنسَانُ مِن عَجَلٍ** (پ ۱۷ سورۃ انبیاء آیت ۳۷) یعنی انسان جلدی کرنے والا پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ روح سو سال تک آدم کے سر میں رہی۔ سو سال تک آدم کے سینہ میں۔ سو سال تک پشت میں۔ سو سال تک رانوں میں۔ سو سال تک پنڈلیوں میں اور سو سال تک پنجوں میں ٹھہری۔ پھر جب آدمؑ درست ہو کر کھڑے ہو گئے تو خدا نے ان کے سجدہ کا فرشتوں کو حکم دیا۔ وہ جمعہ بعد ظہر کا وقت تھا۔ فرشتے عصر تک سجدہ میں مشغول رہے۔ پھر آدمؑ نے اپنی پشت کی جانب سے ایک آواز خدا کی تسبیح و تقدیس کی سنی جو طائروں کی آواز کے مانند تھی تو پوچھا پالنے والے یہ کیسی آواز ہے فرمایا کہ اے آدم یہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تسبیح کی آواز ہے جو بہترین اولین و آخرین ہیں۔ سعادت اس کے لئے جو اس کی اطاعت و پیروی کرے اور بدبختی اس کی ہے جو ان کی مخالفت کرے۔ لہٰذا اے آدم یہ میرا عہد لو اور اس کو عفیفہ عورتوں کی پاک و طاہر رحموں اور پاک مردوں کے پاکیزہ صلبوں کے سوا کسی اور جگہ مت سپرد کرنا۔ آدمؑ نے عرض کی پالنے والے اس مولود کے سبب سے میری عزت میرا حسن و وقار تو نے بڑھا دیا۔ پھر خدا نے آدمؑ کی طینت کے ایک حصہ سے حواؑ کو پیدا کیا اور آدمؑ پر نیند

غالب کر دی۔ جب آپ بیدار ہوئے تو حواؑ کو سرہانے دیکھا۔ پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں حوا ہوں۔ خدا نے مجھ کو تمہارے واسطے پیدا کیا ہے۔ وہ بولے کتنی پاکیزہ صورت ہے تمہاری پھر خدا نے آدمؑ کو وحی کی کہ یہ میری کنیز ہے اور تم میرے بندے ہو۔ تم کو میں نے اس مکان کے لئے پیدا کیا ہے جس کا نام بہشت ہے لہٰذا مجھ کو ہر حیثیت سے پاک سمجھتے رہو اور میری حمد و ثناء کرتے رہو۔ اے آدمؑ مجھ سے حوا کی خواستگاری کرو اور اس کا مہر ادا کرو۔ عرض کی پالنے والے اس کا مہر کیا ہے۔ فرمایا اس کا مہر یہ ہے کہ دس مرتبہ محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجو۔ آدمؑ نے کہا پروردگار اس نعمت کے عوض جب تک زندہ رہوں گا تیرا شکر اور تیری حمد و ثناء کرتا رہوں گا۔ غرض خدا نے آدمؑ سے حواؑ کو تزویج کیا۔ قاضی خود خالق تھا، عقد کرنے والے جبرئیلؑ تھے اور گواہ ملائکہ مقربین تھے۔ پھر فرشتے آدمؑ کی پشت کی جانب کھڑے ہوئے۔ آدمؑ نے پوچھا معبود فرشتے میرے پیچھے کیوں کھڑے ہیں؟ خدا نے فرمایا اس لئے کہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں جو تمہارے صلب میں ہے۔ عرض کی پالنے والے اس نور کو میرے صلب سے میرے سامنے قرار دے تاکہ فرشتے میرے سامنے کھڑے ہوں۔ غرض فرشتے ان کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوئے۔ پھر آدمؑ نے خدا سے التجا کی کہ اس نور کو ایسی جگہ قرار دے کہ وہ بھی دیکھ سکیں۔ تو خدا نے اس نور کو ان کی شہادت کی انگلی میں قائم فرمایا اور علیؑ کے نور کو درمیان انگلی میں اور فاطمہؑ کے نور کو اس کے بعد کی انگلی میں۔ اس کے بعد نور حسنؑ کو سب سے چھوٹی انگلی میں اور نور حسینؑ کو انگوٹھے میں قرار دیا۔ بہرحال یہ انوار آفتاب کے مانند حضرت آدمؑ کی انگلیوں سے چمکتے رہے اور آسمانوں، زمین، عرش و کرسی اور سرا پردہ ہائے عظمت و جلال سب کے سب ان سے روشن و منور ہو گئے۔ جب حضرت آدمؑ حضرت حوا سے مقاربت کرنا چاہتے ان کو وضو کرنے کا حکم دیتے اور خود بھی پاک و طاہر اور خوشبو سے معطر ہوتے اور کہتے تھے کہ خدا اس نور کو تمہیں روزی کرے گا اور یہ خدا کی امانت و میثاق ہے۔ غرض وہ نور آدمؑ کی انگلیوں میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت حواؑ جناب شیثؑ سے حاملہ ہوئیں تو وہ نور حضرت حواؑ کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا۔ اور فرشتے حواؑ کو آکر مبارک باد دیا کرتے تھے۔ جب حضرت شیثؑ پیدا ہوئے، آنحضرتؐ کا نور ان کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا، تو جبرئیلؑ نے ان کے اور حوا کے درمیان ایک پردہ لٹکا دیا اور ان کی آنکھوں سے پوشیدہ کر دیا۔ جب وہ بالغ ہوئے آدمؑ نے ان کو طلب فرما کر کہا اے فرزند نزدیک ہے کہ میں تم سے جدا ہوں لہٰذا میرے پاس آؤ تاکہ میں تم سے عہد و پیمان لوں جس طرح خدا نے مجھ سے لیا تھا۔ پھر آدمؑ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ خدا نے ان کا مطلب سمجھا۔ اور فرشتوں کو حکم دیا کہ تسبیح و تقدیس سے رک جائیں۔ اور اپنے پروں کو سمیٹ لیں۔ ساکنان بہشت اپنے بالا خانوں سے متوجہ ہوئے۔ بہشت کے تمام دریا ساکن ہو گئے۔ نہریں جاری ہو گئیں اور پتیوں کی آوازیں اٹھیں۔ غرض سب کے سب حضرت آدمؑ کی آواز سننے کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور خدا نے ان کو وحی فرمائی کہ اے آدمؑ کہو جو

Presented by www.ziyaraat.net

کہنا چاہتے ہو۔ تو آدمؑ نے کہا اے خدا ہر نفس اور روشنی بخشنے والے آفتاب و ماہتاب کے خالق تو نے جس طرح چاہا مجھے پیدا کیا اور مجھے اس نور مقدس کو سپرد فرمایا جس سے میں نے برکتیں اور کرامتیں مشاہدہ کریں پھر وہ نور میرے فرزند شیثؑ کی جانب منتقل ہوا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس سے عہد و پیمان لوں جس طرح تو نے مجھ سے لیا تھا' اور اس پر تجھ کو گواہ کرتا ہوں۔ خدا کی جانب سے آواز آئی' کہ ہاں اے آدم اپنے فرزند شیثؑ سے عہد لو اور جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور تمام فرشتوں کو گواہ قرار دو۔ پھر خدا نے جبرائیل کو حکم دیا تو وہ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ زمین پر آئے ہر ایک علم تسبیح ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے۔ اور جبرئیلؑ کے ہاتھوں میں پارچہ حریر اور ایک قلم تھا جس کو خدا نے اپنی قدرت سے پیدا کیا تھا۔ پھر جبرئیلؑ نے آدم علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور کہا خدا آپؑ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اپنے فرزند کے لئے خلافت و نبوت اور عہد کی ایک تحریر لکھئے اور اس پر جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور تمام فرشتوں کی گواہی لیجئے۔ غرض تحریر لکھی گئی اور جبرئیلؑ نے اس پر مہر لگائی اور حضرت شیث کے سپرد کیا۔ اور ان کو دو سرخ لباس پہنائے جن کا نور آفتاب سے زیادہ روشن اور آسمان کے رنگ سے زیادہ خوشگوار تھا۔ دونوں لباس نہ کاٹے گئے تھے نہ سیئے گئے تھے۔ بلکہ خدا نے فرمایا کہ ہو جا اور وہ تیار ہو گئے۔ غرض نور محمدؐ ہر وقت جبین شیثؑ میں چمکتا رہا۔ انہوں نے ایک حوریہ محالہ بیضا کو تزویج کیا۔ جبرئیل نے اس حوریہ کا شیثؑ کے ساتھ عقد کیا۔ جب انہوں نے اس کے ساتھ مقاربت کی وہ انوش سے حملہ ہوئی۔ اس وقت ایک منادی نے ندا کی کہ اے بیضا تجھ کو گوارا اور مبارک ہو کہ خدا نے بہترین اولین و آخرین اور سیدؐ الانباءؑ کا نور تیرے سپرد فرمایا۔ جب انوش پیدا ہوئے اور بالغ ہوئے' شیثؑ نے عہدو پیمان ان کے سپرد کیا اور نور محمدی ان کے فرزند قینان کی جانب منتقل ہوا۔ ان سے مہلائیل کی طرف ان سے بازو کی جانب ان سے اخنوع کی طرف منتقل ہوا جن کو ادریسؑ بھی کہتے ہیں۔ اور ادریسؑ سے متوشلخ کے پاس پہنچا۔ ادریس نے ان سے عہد و اقرار لیا۔ ان سے ملک کی جانب اور ان سے حضرت نوحؑ کی جانب منتقل ہوا۔ نوحؑ سے سامؑ سام سے انؑ کے فرزند ارفخشند اور ان سے انکے بیٹے عابر اور ان سے قائع ان سے ارغوان سے شارغ اور ان سے ناخور اور ان سے تارخ کی جانب پھر ان سے حضرت ابراہیمؑ کی جانب منتقل ہوا۔ ان سے حضرت اسمٰعیلؑ' پھر ان سے قیدار' اور ان سے ہمیسع ان سے بنت ان سے سحب ان سے اود' ان سے عدنان' ان سے معد ان سے نزار ان سے مغیر' ان سے الیاسؑ ان سے مدرکہ' ان سے خزیمہ' ان سے کنانہ اور ان سے قصے' ان سے لوی' ان سے غالب' ان سے فہر' ان سے عبد مناف اور ان سے جناب ہاشم کی جانب منتقل ہوا جن کو عمرو العلا کہتے تھے۔ آنحضرت صلعم کا نور ان سے ساطع تھا اس حد تک کہ جب وہ مسجد الحرام میں داخل ہوتے تھے کعبہ ان کے نور سے روشن ہو جاتا تھا۔ اور ہمیشہ آپ کے چہرہ اقدس سے روشنی آسمان کی انب بلند ہوتی تھی۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۲ سطر ۱۰)

حضور اکرمؐ کا نسب مبارک

آنحضرتؐ کا مشہور شجرہ نسب یہ ہے: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ وہ عبدالمطلب کے بیٹے وہ ہاشم کے وہ عبد مناف کے وہ قصی کے وہ کلاب کے وہ مرہ کے وہ لوی کے وہ غالب کے وہ فہر کے وہ مالک کے وہ نضیر کے وہ کنانہ کے وہ خزیمہ کے وہ مدرکہ کے وہ الیاس کے وہ مضر کے وہ نزار کے وہ معد کے وہ عدنان کے وہ او کے وہ اور کے وہ الیسع کے وہ الہمیسع کے وہ سلامان کے وہ البنیت کے وہ حمل کے وہ قیدار کے وہ اسمٰعیل کے وہ ابراہیم خلیلؑ کے وہ تارخ کے وہ ناخور کے وہ شروغ کے وہ ارغو کے وہ فالغ کے وہ عابر کے وہ شالخ کے وہ ارفخشند کے وہ سام کے وہ نوحؑ کے وہ ملک کے وہ متوشلخ کے وہ اخنوع کے وہ الیازد کے وہ مہلائل کے وہ قینان کے وہ انوش کے وہ شیثؑ کے اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ حضرت ام سلمہ کی روایت کے مطابق عدنان او کے بیٹے وہ زید کے وہ الثری کے وہ اعراق الثرے کے بیٹے تھے۔ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ زید ہی ہمیسع ہیں اور ثری بنت۔ اور اعراق الثری اسماعیلؑ ہیں۔ اور ابن بابویہ کی روایت کے مطابق عدنان او کے وہ اود کے وہ زید کے وہ مقدد کے وہ ہمیسع کے وہ بنت کے وہ قیدار بن اسمٰعیلؑ کے بیٹے ہیں۔ اور ابن عباس کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ عدنان بن اوبن اور بن السیع بن الہمیسع بن یخشم بن منخر بن سابوغ بن الہمیع بن بنت بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن تارخ بن شروغ بن ارغو بن غابر بن ارفخشد بن متوشلخ بن سام بن نوحؑ بن ملک بن اخنوع بن مہلائیل بن زبازر۔ اور ایک دوسری روایت کے مطابق ایاد بن قینان بن اور بن انوش بن شیث بن آدمؑ ہیں۔ زیادہ مشہور ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا شیبتہ الحمد تھا' اور ہاشم کا نام عمرو۔ اور عبدمناف مغیرہ تھے اور قصے کا نام زید تھا۔ ان کو مجمع بھی کہتے تھے۔ اور قریش کا نام نضر تھا۔ ان میں سے ہر ایک کسی سبب سے ان ناموں سے موسوم ہوئے۔ اور کہتے ہیں کہ ارغو کا نام ہود تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ ان حضرت کا نام غابر تھا۔ اور اخنوع حضرت ادریس ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی والد ماجدہ آمنہ بنت وہب تھیں جو عبدمناف کے بیٹے تھے۔ وہ زہرہ کے فرزند اور وہ کلاب کے بیٹے تھے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۱ سطر ۱۸)

جناب علامہ ابن جریر طبری تاریخ طبری کی جلد ا ص ۵۳ سطر ۸ پر نسب رسولؐ کی تحقیق یوں فرماتے ہیں۔ ام المومنین ام سلمہ رسول اللہ صلعم کی بیوی فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ کی زبانی سنا ہے۔ "معد بن عدنان بن ادو بن زند بن یری بن اعراق الثری" ام سلمہ فرماتی ہیں کہ زند ہمیسع' یری بنت ہے اور اعراق الثری خود اسماعیل بن ابراہیم ہیں۔

مقداد بن اسود البہرانی کی بیٹی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: "معد بن عدنان بن ادو بن

Presented by www.ziyaraat.net

یری بن اعراق الثری۔"
بعض نساب کہتے ہیں کہ عدنان بن ادو بن مقوم بن تاحور بن تیرح بن یغرب بن یشحب بن ثابت بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔
ایک نساب نے کہا ہے کہ عدنان بن ادو بن ایتحب بن ایوب بن قیذر بن اسماعیل بن ابراہیم ہے اور یہی نساب کہتا ہے کہ خود قصی بن کلاب نے اپنے شعر میں قیذر کی طرف نسبت کی ہے۔
کسی اور نے کہا ہے کہ عدنان بن میسدع بن منیع بن ادو بن کعب بن یشحب بن یعرب بن الیمع بن قیذر بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ چونکہ زمانہ قدیم کی بات ہے اس لئے عہد عتیق سے ماخوذ کی گئی ہے۔
ہشام کہتا ہے کہ ایک شخص نے مجھ سے میرے باپ سے حسب ذیل نسب کی روایت کی حالانکہ میں نے خود ان کی زبانی یہ نسب نہیں سنا تھا۔ وہ یہ ہے:
معد بن عدنان بن ادو بن الیمع بن سلامان بن عوص بن بوز بن قموال بن ابی بن العوام بن ناشد بن حزاء بن بلداس بن یدلاف، بن طابخ، بن جاحم تاحش، بن ماخی، بن عیفی، بن عقبر، بن عبید، ابن الدعاء، بن حمدان، بن سنبر، بن یثربی، بن یحزن، بن یلحین، بن ارعوی، بن عیفی، بن دیشان، بن عیشر، بن اقتاد، بن مقعر، بن ناحث، بن زارح، بن شمی، بن مزی، بن عوص، بن عرام، بن قیذر، بن اسماعیل، بن ابراہیم صلوات اللہ علیہما۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ اہل تدمر کے ایک شخص نے جس کی کنیت ابو یعقوب تھی اور جو بنی اسرائیل سے تھا اور مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے یہودیوں کی کتابیں اور علوم پڑھے تھے بیان کیا کہ ارمیا کے کاتب بروخ بن تاریا نے معد بن عدنان کا نسب اچھی طرح مکمل کرکے اپنے پاس لکھ لیا تھا اس سے یہودی احبار بخوبی واقف ہیں وہ ان کی کتابوں میں مرقوم ہے۔ وہ نام مذکورہ بالا ناموں سے ملتے جلتے ہیں۔ بظاہر جو اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ وہ اختلاف زبان کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہ نام عبرانی سے ترجمہ کئے گئے ہیں۔
ہشام نے اپنے باپ سے قصی کا یہ شعر نقل کیا ہے:

فلست لحاضن ان لم تاثل بها اولاد قیذرو النبیت

ترجمہ:۔ میں کسی ماں کو نہیں مانتا اگر اس سے قیذر اور نبیت کی اولاد ثابت نہ ہوتی ہو۔
اس سے مراد بنت بن اسماعیل ہے۔
ابن شہاب کہتا ہے "معد بن عدنان بن اد بن الہمیسع بن اسحب بن بنت بن قیذار بن اسمٰعیل"
ایک نساب نے یہ نسب بیان کیا ہے: "معد بن عدنان بن ادو، بن امین، بن شاجب، بن ثعلبہ، بن عتد، بن مرم، بن محلم، بن العوام، بن المتمحل، بن رائمہ، بن العیقان، بن علہ، بن الشحدود، بن الطریب، بن عیقر،

بن ابراہیم، بن اسماعیل، بن برزن، بن عوج، بن المطعم، بن الطمح، بن القسور، بن عبود، بن دعدع، بن محمود، بان الزائد، بن ندوان، بن امامہ، بن دوس، بن حصن، بن النزال، بن القمیر، بن المجشر، بن معدمر، بن صیفی، بن بنت، بن قیذار، بن اسماعیل بن ابراہیم خلیل الرحمٰن۔"
ایک دوسرے نساب نے کہا:۔ "معد بن عدنان بن ادو، بن زید بن مقدر بن مقدم، بن ہمیسع، بن بنت بن قیذر بن اسماعیل بن ابراہیم۔"
دوسرا کہتا ہے: "معد بن عدنان بن ادو بن الہمیسع بن بنت بن سلیمان (یہی سلامان ہے) بن حمل بن بنت بن قیذر بن اسماعیل بن ابراہیم۔"
دوسرے کہتے ہیں: "معد بن عدنان بن ادو بن المقوم، بن ناحور، بن مشرح، بن یشحب بن ملک بن ایمن بن النبیت بن قیذر بن اسماعیل بن ابراہیم۔"
اور دوسرے کہتے ہیں: معد بن عدنان بن اد بن ادو بن الہمیسع بن اسحب بن سعد بن مرح بن نفیر بن حمیل بن منجم بن لافث بن الصابوح بن کنانہ بن العوام بن بنت بن قیذر بن اسماعیل ہے۔
ہم سے ایک نساب نے بیان کیا ہے کہ علمائے عرب کی ایک جماعت نے عربی میں حضرت اسماعیل تک معد کے چالیس آباء کے نام محفوظ رکھے ہیں۔ اور ان سب پر انہوں نے عب کے اشعار سے سند لی ہے۔ میں نے ان کے بیان کا دوسرے اہل کتاب کے اقوال سے مقابلہ کیا تو تعداد میں اتفاق معلوم ہوا مگر لفظ مختلف معلوم ہوئے۔ اس نے وہ نام مجھے پڑھ کر سنائے میں نے ان کو لکھ لیا اور وہ یہ ہیں۔ "معد بن عدنان بن ادو بن ہمیسع" یہ ہی سلیمان ہے۔ جس کے معنے امین ہیں بن ہمتیع یہی ہمیدع ہے جس کے معنے غمگین ہیں ابن سلامان یہی منجر نبیت ہے۔ اسے منجر اس لئے کہتے تھے کہ یہ عربوں کو نجیرہ کھلاتا تھا اور اس کے عہد میں لوگ قحط کے زمانے میں موت سے بچ گئے۔ اس پر تعنب بن عتاب الریاحی کا یہ شعر شہادت میں پیش ہے۔

تنلشد فی طی و طی بعیدۃ و تذکر فی بلونا زمان نبیت

ترجمہ: تو مجھے طے کا واسطہ دیتا ہے حالانکہ وہ بہت دور ہے اور تو مجھے نبیت کے زمانے میں بالوز کو یاد دلاتا ہے۔
نبیت بن عوض یہی ثعلبہ ہے ثعلبیہ اسی کی طرف منسوب ہے۔ ابن بورا یہی بور ہے۔ یہ خاندانوں کی اصل ہے۔ سب سے پہلے اسی نے عرب میں خاندان کی بنیادی ڈالی، ابن شوشا یہ سعد رجب ہے اسی نے سب سے پہلے عرب میں وجیبہ کی بنیاد ڈالی۔ ابن لحماما یہ قموال ہے اور اسی کا نام مرح الناصب ہے۔ یہ حضرت سلیمان کے عہد میں تھا۔ ابن کسدنا یہی محلم ذوالعین ہے۔ ابن حراما یہی عوام ہے۔ ابن بلدان یہی متحمل ہے۔ ابن بدلانا یہی یدلاف ہے اور اسی کا نام رائمہ ہے۔ ابن طبا یہی طاہب ہے اور اس کا نام

Presented by www.ziyaraat.net

عیقان ہے۔ ابن جمی یہی جاحم ہے اور اس کا نام حلہ ہے۔ ابن محشی یہی تاحش ہے اور اسی کا نام شحدود ہے ابن معجالی یہ ماحی ہے اور اس کا نام ظریب ہے جس کے معنی آگ بجھانے والا۔ ابن عقارا یہی عانی عبقر ابوالجن ہے۔ جیتہ عبقراسی سے منسوب ہے۔ ابن عاقاری یہی عاقر ابراہیم جامع الشمل ہے' یہ نام اس لئے ہوا کہ سب نے اپنے ملک میں ہر خوف زدہ کو پناہ دی مسافر کو اس کے گھر پہنچا دیا اور لوگوں کی حالت درست کر دی۔ ابن سداعی یہی دعا اسماعیل ذوامطانج ہے۔ یہ نام اس لئے ہے کہ بادشاہ ہونے کے بعد اس نے عرب کے ہر شہر میں سرکاری مہمان خانہ قائم کیا۔ ابن بداعی یہی عبید یزن العطان ہے۔ چونکہ سب سے پہلے نیزہ سے یہی لڑا تھا اس لئے نیزوں کو اس سے منسوب کیا گیا ہے۔ ابن ہمادی یہی ہمدان اسماعیل ذوالاعوج ہے۔ اعوج اس کے گھوڑے کا نام تھا اسی سے اعوجی گھوڑے منسوب ہیں۔ ابن شمانی ہی شین ہے۔ جس کے معنی ہیں قحط میں کھلانے والا ابن بثرابی یہ بثرم ہے جس کے معنی ہیں مدارج اعلیٰ پر نظر رکھنے والا اور ان کے لئے کوشش کرنے والا۔ ابن بحرابی یہ بحرن ہے جس کے معنی جابر ہیں۔ ابن ملیحانی یہی ملیحن اور عبود ہے۔ ابن رعوانی یہی رعوئی ہے جس کے معنی ہیں کمزوری سے آہستہ آہستہ چلنے والا۔ ابن عاقاری یہ عاقر ہے۔ ابن ماسان یہ زائد ہے۔ ابن عاصار یہی عامر ہے اسی کا نام نیدوان صاحب مجالس ہے۔ اس کے عہد حکومت میں بنو القاذور یہی قاذور ہے۔ پراگندہ ہو گئے۔ اور حکومت نبیت بن القاذور کی اولاد سے نکل کر بنو القاذور میں چلی گئی مگر پھر دوابہران میں عود کر آئی۔ ابن قنادی یہی قناد ہے اور یہی امامتہ ہے۔ ابن ثامار یہی بمامی دوس العتق ہے۔ یہ اپنے زمانے میں حسین ترین شخص مانا گیا ہے۔ اسی سے عرب یہ مثل بولتے ہیں' **اعتق من دوس** اب اس کی وجہ یا اس کا حسن اور شرافت ہے یا اس کا قدم۔ اس کے عہد حکومت میں جرہم بن فالج اور قطورا ہلاک ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے حرم میں فسق و فجور اور فتنہ و فساد برپا کر دیا۔ دوس نے ان کو قتل کر دیا جو ان میں بچے تھے ان کے آثار کو دیمک نے کھا کر فنا کر دیا۔ ابن مقعہ یہی مقاصری ہے جس کے معنی ہیں قلعہ' اسے ناحث بھی کہتے ہیں جس کے معنی ہیں اترنا۔ ابن زارح یہی قمیر ہے۔ ابن سمی یہی سما ارو مجشر ہے۔ یہ ایک نہایت ہی عادل منتظم اور مدبر بادشاہ تھا۔ امیہ بن ابی الصلت نے ہرقل بادشاہ روم کو خطاب کرتے ہوئے اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے:

کن کالمجشر اذ قلت رعیتہ　　　کان المحشرو او فلنا بما حملا

ترجمہ: تم بھی مجشر ایسے بنو اس کی رعیت نے کہا تھا کہ مجشر ہم میں سب سے زیادہ اپنے عہد کا ایفا کرنے والا ہے۔

ابن مزرا اسے مرہر بھی کہا جاتا ہے۔ ابن صیقا یہی سمر ہے جو صیفی ہے یہ سب سے بہتر بادشاہ تھا جو روئے زمین پر پیدا ہوا۔ اس کے متعلق امیہ بن ابی الصلت نے یہ شعر کہا ہے:

ان الصفی بن النبیت مملکا　　　اعلی و اجود من ہرقل و قیصرا

ترجمہ: بے شک صفی بن النبیت ایسا بادشاہ ہے جو ہرقل اور قیصر سے زیادہ سخی اور بہتر تھا۔

بن جمیم یہی عرام ہے۔ نبیت اور قیذر ہے۔ قریذر کے معنی صاحب ملک کے ہیں۔ اسماعیل کی اولاد میں سب سے پہلا فرماں روا یہی ہوا ہے۔

ابن اسماعیل سچے وعدے والے۔ ابن ابراہیم خلیل الرحمٰن۔ ابن تارح یہی آزر ہے۔ ابن ناحور بن ساروح بن ارغوا ابن بالغ سریانی میں بالغ کے معنی تقسیم کرنے والے کے ہیں اس کا نام اس لئے یہ ہوا کہ اس نے زمینوں کو اولاد آدم میں تقسیم کر دیا تھا اسی کا دوسرا نام فالج ہے۔ ابن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن ملک بن متوشلخ بن اخنوع یہی حضرت ادریس ہیں بن یردیہی یارد ہے جس کے زمانے میں پہلے پہل بت بنائے گئے۔ بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث یہی ہبتہ اللہ بن آدم ہیں۔ ہابیل کے قتل کے بعد یہی اپنے باپ کے جانشین اور وصی ہوئے۔ جب یہ پیدا ہوئے تو حضرت آدم نے فرمایا ہابیل کے بجائے یہ اللہ کا عطیہ ہے اس طرح ان کا نام ہابیل کے نام سے ماخوذ ہوا۔

عربؑ ان کے رہائشی مقامات' ان کے طبقات اور مشہور قبائل

جناب احمد حسین زیارت تاریخ ادب عربی کے ص ۳۶ سطر ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

عرب ان اقوام میں سے ایک ہے جن کو مورخین اپنی اصطلاح میں سامی اقوام (ا) (سام بن نوح کی اولاد) کہتے ہیں' جو بابلیوں' اشوریوں' عبرانیوں' فینقیوں' آرامیوں اور حبشیوں پر مشتمل ہے۔ دراصل یہ تمام قومیں ایک ہی جڑ سے پھوٹی ہیں۔ جہاں انہوں نے ابتدائی پرورش پائی' اور پھر وہاں سے متفرق مقامات میں پھیل گئیں۔ وہ جڑ کہاں تھی' اس کے تعین میں اختلافات ہیں' بعض اہل عراق بتاتے ہیں' کچھ جزیرہ عرب کو ترجیح دیتے ہیں اور بقیہ حبشہ قرار دیتے ہیں۔ اس اختلاف کی خواہ کوئی نوعیت ہو' بہرصورت سب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قومیں بہت قدیم زمانہ ہی میں منتشر ہو گئی تھیں۔ بابلیوں اور اشوریوں نے عراق میں سکونت اختیار کی۔ فینقیوں نے شام کا ساحلی علاقہ آباد کیا۔ عبرانیوں نے فلسطین' اور حبشیوں نے حبشہ۔ عرب ایک جزیرہ نما ہے جو براعظم ایشیاء کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ شمال میں شام کی حدود سے اس کی حدیں ملتی ہیں۔ مشرق میں دریائے فرات اور بحرہند واقع ہے۔ جنوب میں بھی بحرہند نے اس کو گھیر رکھا ہے' اور مغرب میں بحیرۂ احمر ہے۔ اس جزیرہ نما کو کوہ سراۃ جس کا سلسلہ یمن سے شام تک پھیلا ہوا ہے دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (ا) مغربی حصہ (۲) مشرقی حصہ۔ مغربی حصہ میں دامن کوہ سے لے کر ساحل بحیرہ تک نشیبی ہے' اور اسی لئے یہ علاقہ "غور" (نشیب) یا گرمی زیادہ ہونے کی وجوہ سے "تہامہ" کہلاتا ہے۔

Presented by www.ziyaraat.net

مشرقی حصہ ابھرتا ہوا عراق و سماوہ تک پھیل گیا ہے' مرتفع ہونے کی وجہ سے اس علاقہ کو "نجد" کہا جاتا ہے۔ ان دونوں حصوں کے درمیان جو علاقہ واقع ہے وہ "حجاز" کہلاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں حصوں کے درمیان حد فاصل ہے۔ وہ حصہ جو مشرق میں نجد کو لیتے ہوئے یمامہ' بحرین' عمان کو اپنے اندر شامل کرتا ہے "عروض" کہلاتا ہے' اس لئے کہ یہ یمن اور نجد کے درمیان عرضاً پھیلا ہوا ہے۔ حجاز سے جنوبی سمت میں جو میدانی علاقہ ہے وہ "یمن" کہلاتا ہے۔ یہ یمن اس لئے کہلاتا ہے کہ کعبہ سے داہنی جانب واقع ہے یا پھر اس لئے کہ سرسبز و شاداب ہونے کی وجہ سے وہ بابرکت ہے۔

عرب کے مذکورہ بالا علاقوں میں قحطان و عدنان کے خاندان پھیلے ہوئے ہیں۔ قحطانیوں نے یمن میں رہنا شروع کیا جہاں ان کی شاندار آبادی کے ساتھ ان کا روشن تمدن ظہور پذیر ہوا۔ اور جب آب و ہوا راس نہ آئی تو وہ دوسرے علاقوں میں منتقل ہو گئے۔ چانچہ کہلان میں سے ثعلبہ بن عمرو حجاز کی سمت نکل گئے جہاں ان کی وجہ سے یہودیوں نے یثرت پر غلبہ پایا۔ اوس و خزرج اسی کے نسل سے ہیں۔ خزاعہ جو حارثہ بن عمرو ہے سرزمین حرم میں جا ٹھہرا۔ عمران بن عمرو نے عمان کی راہ لی جہاں ان کی اولاد ازعمان کے نام سے موسوم ہوئی۔ نصر بن الازد کے قبائل نے تہامہ کو وطن بنا لیا اور وہ ازشنوۃ کہلائے۔ جفنہ بن عمرو کا پیش دستہ شام میں خیمہ زن ہوا جہاں وہ اور اس کی اولاد رہی اور انہی میں سے غساسنہ پیدا ہوئے۔ بنو لخم حیرہ میں رہے انہیں میں سے نصر بن ربیعہ ہیں جو حیرہ کے بادشاہوں (مناذرہ) کے جد اعلیٰ ہیں۔ عدنانیوں نے حجاز اور اس سے متصل بائیں جانب کے عراقی سبزہ زار میں بود و باش اختیار کی چنانچہ قریشی خاندان نے مکہ اور اس کے قرب و جوار کو مسکن بنایا۔ کنانہ کے قبائل نے تہامہ کو' بنو ذبیان بیماء و حوران کے درمیان علاقہ میں اترے' ثقیف طائف میں' اور ہوازن مشرقی مکہ میں' بنو اسد کوفہ سے مغربی جانب اور تیماء سے مشرقی جانب جا بسے۔ بنو تمیم نے بصرہ کے دیہاتوں میں پڑاؤ ڈال دیا۔ تغلبی قبائل فراتی جزیرہ میں بس گئے۔ تقیہ تمام بکر بن وائل یمامہ کے ساحلی علاقہ اور بصرہ و کوفہ کے درمیان علاقہ میں آباد ہو گئے۔

مورخین عربی اقوام کو مندرجہ ذیل تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں :۔

(۱) بائدہ : یہ وہ قومیں ہیں جن کے حالات نامعلوم اور آثار ناپید ہو چکے ہیں۔ تاریخ ان کے بارے میں ایسے ابہام سے کام لیتی ہے جس سے نہ تو حقیقت پر روشنی پڑتی ہے نہ گمانوں کی تردید ہوتی ہے' ان کے مشہور قبیلے عاد' ثمود' طسم اور جدیس ہیں' قرآن ان کے بارے میں یہ بیان کرتا ہے کہ:

فاما ثمود فاهلکوا بالطاغیه   و اما عاد فاهلکوا بریح صرصر عاتیته

"قوم ثمود سخت کڑک کے ذریعہ ہلاک کر دی گئی ور قوم عاد تند و سرکش باد صرصر کے ذریعہ تباہ ہو گئی۔"

طسم اور جدیس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کسی زنانہ افسانوی واقعہ کی بناء پر آپس میں کٹ مرے۔

(۲) عاربہ : یہ وہ یمنی باشندے ہیں جن کا نسب یعرب بن قحطان سے ملتا ہے اور جن کو تورات میں یارح بن یقطان کہا گیا ہے۔ عربوں کا خیال ہے کہ یہ بزرگ ان کی زبان کے اصل بانی ہیں۔ اور انہیں پر فخر کرتے ہوئے حسان بن ثابت نے کہا تھا:

تعلمتم من منطق الشیخ یعرب   ابینا فصر تم معربین ذوی نفر

و کنتم قدیما مالک غیر عجمته   کلام و کنتم کالبهائم فی القفر

"تم نے ہمارے بزرگوار باپ یعرب سے بات کرنا سیکھی تب جا کر تمہاری زبان درست ہوئی اور تم میں جماعتی نظام پیدا ہوا' حالانکہ پہلے تمہاری زبان گونگی تھی اور تم وحشی جانوروں کی طرح بیابانوں میں رہتے تھے۔"

انہی یمنیوں میں حمیر کے گھرانے میں جن میں زید الجمہور' قضاعہ' سکاسک' قابل ذکر ہیں۔ نیز قبائل کہلان جن میں ہمدان' طی' مذحج' کندہ' نخم' مشہور ہیں۔ لخم کی اولاد میں منذر اور اس کے بیٹے حیرہ میں' ازد سے اوس و خزرج مدینہ میں' اور غساسنہ شام میں سکونت پذیر ہوئے۔ یمن سے حمیر کی حکمرانی تھی اور انہی میں سے نواب اور بادشاہ بنتے تھے۔

(۳) مستعربہ : یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں جو تقریباً" انیسویں صدی قبل مسیح حجاز آ کر ٹھہرے' اور شاہان جرہم سے دامادی کا رشتہ جوڑ کر وہاں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ یہاں ان کی نسل بکثرت پھیلی جسے زمانہ کے تاریک گوشوں نے اپنے اندر اس طرح چھپا لیا کہ اب تاریخ بھی یقینی شکل میں عدنان سے اوپر کوئی صحیح نسب نامہ نہیں بتاتی۔ چنانچہ عربی نسل کا صحیح سلسلہ نسب عدنان پر ہی ختم ہو جاتا ہے۔

اس طبقہ کے مشہور قبائل ربیعہ' مضر' انمار اور ایاد ہیں۔ ربیعہ سے عبدالقیس اور عبدالقیس سے وائل کے دونوں بیٹے بکر و تغلب کی نسل چلی۔ مضر سے قیس عیلان اور یاس بن مضر کے قبائل نے جنم لیا۔ قیس بن عیلان کے مشہور قبیلے ہوازن اور غطفان ہیں۔ غطفان سے بغیض کے دو بیٹے عبس و ذبیان کی نسل جاری ہوئی۔ یاس کی اولاد تمیم بن مر' ھذیل بن مدرکہ' اسد بن خزیمہ اور کنانہ بن خزیمہ کے خاندان ہیں اور کنانہ سے خاندان قریش چلتا ہے۔ پھر قریش کے متفرق گھرانے جمع' سہم' مخزوم' تیم' عبدالدار اور عبد مناف ہیں۔ عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ عبد شمس' نوفل' مطلب اور ہاشم۔ ہاشم سے عبدالمطلب پیدا ہوئے۔ اور عبدالمطلب کے دس بچے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے والد' حضرت علی کے والد ابو طالب اور حضرت عباسؓ انہی کی اولاد ہیں۔ علوی خاندان حضرت علی کی طرف منسوب ہے اور عباسی حضرت عباس کی طرف۔ بنو امیہ کا ہاشم کے خاندان میں کچھ حصہ نہیں' وہ ہاشم کے بھائی عبد شمس کی اولاد ہیں۔ موخر الذکر (بنو ہاشم) ہی وہ طبقہ ہے جس کے سر ہماری عربی زبان اس کے ادب و بیان اور ہمارے دین اسلام کا سہرا ہے۔

Presented by www.ziyaraat.net

عہد جاہلیت میں عربوں کی اجتماعی' سیاسی' دینی اور عقلی حالت

کسی ملک کی آب و ہوا کا اس ملک کے باشندوں کے اخلاق اور ان کے معاشی و اجتماعی نظام پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ ان کی طبیعتیں اور عادتیں اسی آب و ہوا کے مطابق نشوونما پاتی ہیں۔ عرب ایک جزیرہ نما ہے' جہاں کی زمین خشک اور بنجر ہے۔ بارش کی قلت نیز چشموں اور نہروں کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ زمین نہ تو زراعت کے قابل ہے نہ شہری زندگی کے لئے موزوں' اس لئے فطری تقاضوں کے ماتحت وہاں کے باشندے دیہاتی خانہ بدوش زندگی گزارتے ہیں۔ خیموں میں رہتے ہیں۔ مویشی پال کر ان کے دودھ اور گوشت سے پیٹ بھرتے ہیں۔ ان کے اون اور بالوں سے اپنی پوشاک تیار کرتے ہیں۔ جانوروں کو چرانے کی خاطر سبزہ زاروں اور بارانی علاقوں کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں۔ البتہ قریش اور قحطانی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ شہری زندگی گزارتے تھے اور خانہ بدوش نہ تھے۔ قریش تو اس لئے کہ انہیں خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے مقدس و بزرگ تصور کیا جاتا تھا۔ اور یمن و شام کے تجارتی سفروں میں انہیں بے خوفی نصیب تھی' اور قحطانی اس لئے کہ ان کا علاقہ سرسبز و شاداب تھا' وہاں غلہ اور پھلوں کی فراوانی تھی۔ چنانچہ جب بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑتا تو وہ آپس ہی میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور مال وغیرہ لوٹ لیتے تھے۔ جس کے باعث ان کی طبیعتیں بگڑ گئی تھیں۔ آپس میں دشمنی' مسلسل جنگ' دائمی شورش و ہنگاہ ان کی زندگی کا لائحہ عمل بنے ہوئے تھے۔ جنگ اور قحط یہ دو ہی ان کی زندگی کے بڑے محرک تھے' انہی کی وجہ سے وہ بہادری اور سخاوت کے ثناء خواں تھے' زبان دانی و فصاحت پر فخر کرتے تھے۔ اولاد نرینہ ان کو زیادہ مرغوب تھی' لڑکیوں کو وہ زندہ درگور کر دیتے تھے۔ جماعت کی تعداد' اکثریت کی قوت' ان کے لئے باعث فخر و ناز چیزیں تھیں۔ رشتہ داریوں کے زیادہ پھیلنے کو وہ عزت و غلبہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

سفر اور خانہ بدوشی کی زندگی سے انس' نیز جنگ و جدال میں انہماک کی وجہ سے وہ بے قید زندگی کے عادی ہو گئے تھے۔ عصبیت و وحشت کا ان پر غلبہ تھا۔ ان کا اپنا کوئی اجتماعی تمدن نہ تھا۔ نہ سیاسی حکومت تھی نہ فوجی نظام نہ ہی کوئی دینی عقائد پر مبنی فلسفہ' کوئی وسیع سماجی تصور ان کے پاس نہ تھا۔ ہر گھر یا ہر قبیلہ جدا جدا ایک سماج بنا ہوا تھا۔ قبائل کے سرداروں کو وراثۃً حکومت ملا کرتی تھی۔ جسے وہ اپنے بزرگوں کے مروجہ دستور کے مطابق چلاتے تھے۔ ان کا طرز حکومت یونانیوں کی خاندانی حکومت کی طرح نہ تھا نہ ایران و مصر کی طرح ان کے یہاں شاہی حکومت تھی البتہ حیرہ اور شام میں عرب تاجدار تھے لیکن وہ خود مختار نہ تھے۔ حیرہ کا لخم خاندان ایران کے کسریٰ کا' اور شام میں غسانی روم کے قیصر کے مطیع تھے۔

یہی وجہ ہے کہ تمدن و شہریت' رائے عامہ' امراء کی حکومت' جمہوریت اور جاگیرداری کے معانی و مطالب

کے اظہار کے لئے ان کے اور دوسری سامی اقوام کے پاس الفاظ نہیں ملتے۔ فوجی نظام تو اسلام کے بعد تک بھی مکمل شکل میں قائم نہ ہو سکا تھا۔ اس لئے ماتحتی میں رہنا اور اپنی انفرادی شخصیت سے دستبردار ہو جانا' یہی دو چیزیں ہیں جن پر فوجی تنظیم کا مدار ہے۔ اور یہی وہ عادتیں ہیں جو عرب کی طبیعت اور ذہنیت کے بالکل برعکس ہیں۔ مذہب بھی سادگی' بے تکلفی اور زہد و تقشف کا حامی تھا۔ چنانچہ عربوں میں یونانیوں کی طرح کئی خداؤں اور دیوتاؤں کا تصور نہ تھا۔ بڑی بڑی عمارتیں' عالیشان عبادت گاہیں بھی ان کے یہاں نہ تھیں۔ مجسمے نصب کرنے کا رواج بھی نہ تھا۔ پرانے لوگوں کے قصے اور کہانیاں بھی ان کے پاس بہت نہ تھیں۔ نہ کوئی عقائد کا فلسفہ تھا۔ جہالت کی کارفرمائی' خانہ بدوشی' بے سروسامانی اور پھر طویل مدت گزرنے کی وجہ سے ان کے پاس جو دین ابراہیمؑ کا بقیہ رہ گیا تھا وہ بھی بگڑ چکا تھا' اور اسی کا اثر تھا کہ وہ بتوں کی عزت اور ان کی پوجا کرتے تھے۔ وہ کعبہ میں بھی بت رکھا کرتے تھے۔ اور ان کا خیال تھا کہ ان بتوں کے توسل سے وہ خدا کا قرب حاصل کر لیں گے۔ عرب کی بڑی تعداد اسی قسم کی بت پرستی کو مذہب قرار دے چکی تھی۔ یمن اور یثرب کے گرد و نواح (تیما' خیبر) میں کچھ لوگ یہودی مذہب اختیار کئے ہوئے تھے۔ غسانی اور طے قبیلہ کے کچھ لوگ شام میں اور نجران و حیرہ کے کچھ لوگ عیسائی مذہب پر بھی تھے۔

ان کا خاندانی نظام موجودہ مصر کے دیہاتی علاقہ کے خاندانوں سے بہت حد تک ملتا جلتا تھا۔ وہ افراد جن سے خاندان بنتا تھا اور جو خاندان کی ریڑھ کی ہڈی کہلاتے تھے' ماں' باپ' اولاد' پوتے اور غلاموں پر مشتمل تھے۔ باپ کو اپنے گھر والوں پر اختیار کلی حاصل تھا۔ حتیٰ کہ ان میں سے کسی کو مارنا یا باقی رکھنا بھی اسی کی مرضی پر منحصر تھا۔ ان میں سے وہ جس کو چاہے بیچ سکتا تھا اور جسے چاہے عاق کر سکتا تھا۔ کبھی مفلسی کے اندیشہ سے وہ اپنی بیٹی کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔ ذلت و عار کے خوف سے اپنی لونڈی کے پیٹ کے بچہ کو اپنا نہ بتاتے۔ شوہر کے بعد خاندان میں بیوی کا دوسرا درجہ تھا۔ شوہر اس کا احترام ملحوظ خاطر رکھتا' اسے اپنا شریک کار بناتا اور اظہار محبت کے لئے شعروں میں اسی کا نام گاتا تھا۔ بیٹا ماں سے منسوب ہونے پر بھی وہی ناز کرتا تھا جو باپ سے منسوب ہونے پر۔ ان کے ہاں شادی کی رسم میاں بیوی کے باہمی خوشگوار تعلقات اور محبت کی بناء پر انجام پاتی تھی۔ اگر نکاح کے وقت کوئی شرط نہ طے کی ہو تو طلاق کا تمام تر حق شوہر کو حاصل ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ شادی کے دوسرے طریقے بھی تھے جو بدکاری اور بدمعاشی سے زیادہ مشابہ تھے اور جن سے صرف شہوت پرست بدمعاش جوان ہی بہرہ ور ہوتے تھے۔ مثلاً ایک طریقہ تلوار کے ذریعہ نکاح کا تھا۔ اس کا قاعدہ یہ تھا کہ کوئی ایسا پردیسی جس سے ان کا کوئی معاہدہ نہ ہو اپنی بیوی کے ہمراہ ہو تو تلوار لے کر اس سے مقابلہ کرتے اور فتح پانے کے بعد اس کی عورت پر قبضہ کر لیتے۔ عرب والے ایک ساتھ کئی شادیاں کر لیتے تھے اور اس سلسلہ میں ان کے یہاں کوئی مقررہ حد نہ تھی باپ کی بیوی سے شادی کرنا ان کے نزدیک جائز تھا۔ خالہ' پھوپھی' بیٹی اور بہن سے شادی کرنا حرام سمجھا جاتا تھا' چچا زاد بھائیوں

Presented by www.ziyaraat.net

میں اگرچہ آپس میں اندرونی طور پر شدید کشیدگی رہتی تھی تاہم گھریلو اور خاندانی تعلقات اس جاہلی مقولہ کے مطابق تھے کہ **انصر اخاک ظالما و مظلوما** یعنی اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم' چنانچہ ایک فرد کی حمایت میں پورا قبیلہ اور قبیلہ کی حمایت میں ایک ایک فرد اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔

ان کی عقلی حالت اور علمی مقام کا اندازہ یمنی تبابعہ (تبع بادشاہوں) حیرہ کے منذر بادشاہوں اور شامی غسانسہ کے کارناموں سے ہو سکتا ہے۔ انہوں نے عالی شان بند باندھے' بنجر زمینوں کو کاشت کے قابل بنایا' ویرانوں کو آباد کیا' شہروں کو بسایا' لیکن بایں ہمہ ان کی ترقی کا صحیح مقام اور ان کے علوم کی حقیقت ہم پر اس وقت تک پوشیدہ رہے گی جب تک کہ آثار قدیمہ کے ماہرین اپنی تحقیقی روشنی اس پر نہ ڈالیں۔

عدنانیوں کو ان کی قوت نظری وسیع تجربہ کاری اور ضرورت مندیوں نے بہت کافی معلومات بہم پہنچا دیں۔ جنگ میں لگے رہنے کی وجہ سے طب' بیطاری اور شہسواری میں وہ ماہر ہو گئے۔ بارش اور گھاس پر دارومدار ہونے کی وجہ سے وہ ان تاروں کو پہچاننے لگے تھے جن سے بارش کی اطلاع ملتی ہے۔ ہواؤں کے چلنے کا رخ انہیں معلوم ہو گیا تھا۔ بری و بحری سفروں میں تاروں کی مدد سے وہ تاریک راتوں میں رہنمائی حاصل کر لیتے تھے۔ انہوں نے اپنی نسلوں کی بقاء اور قومی تعصب کو برقرار رکھنے کے لئے علم نسب' اپنے قابل فخر واقعات بیان کرنے کے لئے قصہ گوئی' اور اپنے کارناموں کو دوام بخشنے کے لئے شاعری میں کمال حاصل کر لیا تھا۔

فراست اور قیافہ شناسی میں وہ ماہر ہو گئے تھے تاکہ اپنی نسل میں بیگانوں کا میل نہ ہو سکے اور بھاگنے والے مجرموں کو ان کے نقش قدم سے تلاش کر لیں' روحانی میلان نے ان کو کہانت' عرافت اور زجر پر ایمان دلایا۔ اپنی بیماریوں میں وہ کاہنوں کی طرف رجوع کرتے۔ اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے عرافوں سے مشورہ طلب کرتے۔ حتیٰ کہ اسلام نے آکر ان کے تمام مزعومات باطلہ' عقائد فاسدہ اور خرافات کا استحصال کیا۔

مختصر یہ کہ عربوں کا اجتماعی نظام صرف قبائل تک محدود نہ تھا۔ زبان' سیاست اور اقتصادیات کے اعتبار سے ان میں آپس میں کوئی یگانگت نہ تھی۔ البتہ خلقت' ذہنیت اور ادب کے لحاظ سے ان میں ایک گونہ اشتراک پایا جاتا تھا' اگر ان کے ادب و زبان کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں ان میں بڑی بلند' عالی دماغ' ذہین و طبع ہستیاں ملیں گی۔ دور رسی' تجربہ کاری' وسعت نظر اور وسیع معلومات کی ایسی مثالیں نظر آئیں گے جو تمام تر ان کی اپنی جودت فکر اور طباعی کا نتیجہ ہیں۔ ان کی زبان نے جو درحقیقت ان کی اجتماعی شکل کی ترجمان ہے روحانی و مادی' فکری و خیالی' اجتماعی و انفرادی الغرض آسمان و زمین کی کسی چیز کو بھی ایسا نہ چھوڑا جس کے اظہار معانی کے لئے اپنے اندر کوئی لفظ نہ بنایا ہو۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے تمام الفاظ کو سلسلہ وار ضبط کر رکھا ہے۔ کسی لفظ کو کسی چیز کے لئے بنانے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ چیز موجود ہے' دوسرے یہ کہ وہ چیز ایک معلوم شے ہے' اور اس میں شبہ نہیں وہ کوئی زبان اس وقت تک

متمدن نہیں ہو سکتی جب تک کہ معنوی طور پر اس میں ایک ترقی یافتہ اجتماعی تمدن ظہور پذیر نہ ہو جائے خواہ وہ لفظی طور پر ترقی یافتہ نہ ہو۔ ایسا تمدن جو اپنے اثر کے اعتبار سے ہمہ گیر ہو خواہ وہ اپنے لوگوں میں ہمہ گیر نہ ہو۔

جاہلیت میں عرب کی حکومت

جناب جرجی زیدان تاریخ تمدن اسلام کی جلد اول کے ص ۲۶ سطر ۲ پر تحریر فرماتے ہیں:
عرب سے ایک خاص صورت پر ہماری مراد حجاز کے باشندے ہیں اور ان میں سے مخصوص طور پر قبیلہ قریش کے لوگ کیونکہ ان میں ہی اسلام کا ظہور ہوا جس کی وجہ سے تمدن اسلامی کی بنیاد پڑی جسے ہم بیان کرنا چاہتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں تمام اہل بادیہ (صحرائی عربوں) کے یہاں حکومت کا انداز یکساں تھا جو ضرورتیں متمدن دنیا کے رہنے والوں میں بیسیوں شخصوں سے پوری ہوتی ہیں۔ صحرائی قوموں میں وہ سب تنہا ایک ہی سردار کی ذات میں جمع ہو جاتی ہیں۔ وہی امیر یا بادشاہ بھی ہوتا ہے وہی قاضی وہی صاحب خزانہ اور سردار فوج وغیرہ غرضیکہ تمام کاروبار اسی شخص واحد کی ذات سے وابستہ ہوتے تھے۔ اہل عرب کے یہاں جو شخص ان میں سب سے زیادہ طاقتور عقیل اور سب سے بڑھ کر صاحب تدبیر و رائے ہوتا تھا بلا کسی قسم کی سازشوں اور تعمد کے اسی کو امیر بناتے تھے اور اگر ان میں سے کئی شخص عقل و تدبیر اور زور و قوت میں برابر ہوتے تو اس وقت ان سب میں سے زیادہ عمر والے اور صاحب جاہ شخص کو منتخب کر لیا کرتے تھے۔ اور جب کئی قبائل کے لوگ متفق ہو کر کسی لڑائی پر آمادہ ہوتے اور انہیں ایک ایسا سردار درکار ہوتا جو ان سب لوگوں پر افسری کرے اس وقت یہ کرتے کہ سب سرداروں کے نام قرعہ ڈالتے تھے جس کے نام چٹھی نکلتی اس کو بلا عذر افسر عام مان لیتے اس صورت میں خوردی اور بزرگی کا بھی لحاظ نہ کرتے تھے۔ مذکورہ بالا حالت صحرائی اور خانہ بدوش عربوں کی تھی جو جنگ و جدل اور لوٹ مار کے عادی تھے۔ باقی رہے شہری اور وہ اہل مکہ تھے جن کے یہاں خانہ کعبہ کا خادم سرداری کا مستحق ہوتا تھا اور جب خدمت بیت اللہ قریش کے گھرانے میں آگئی تو اسی وقت سے وہ ہر معاملہ میں سردار و افسر شمار ہونے لگے۔

کعبہ ـ تجارت اور قریش

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ قریشی لوگ شہر کے رہنے والے اور تجارت پیشہ تھے۔ ان کی تجارت کا قیام و بقا ان حاجیوں کی آمد پر تھا جو تہواروں اور موسموں میں مکہ آیا کرتے تھے۔ لہٰذا ان کے لئے مقتضائے

Presented by www.ziyaraat.net

مصلحت یہی تھی کہ وہ آمد و رفت کی راہ کو آسان بنانے اور لوگوں کو حج کی رغبت دلانے میں کوشش کرتے رہیں۔ جن امور نے قبائل عرب کو زیارت کعبہ پر آمادہ کیا تھا ان میں سے ایک سبب اور بڑا سبب یہ تھا کہ ہر قبیلہ کا ایک خاص بت ہوتا تھا۔ جس کی زیارت اور اس پر قربانی چڑھانے کے لئے وہ قبیلہ مقررہ موسم میں آیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ میں بتوں کی تعداد تین سو سے بڑھ گئی تھی جن میں چھوٹے بڑے ہر قسم کے بت تھے۔ کوئی آدمی کی صورت کا تھا اور کوئی جانوروں کی شکل تھا۔ اور چند نباتاتی اشکال کے تھے۔

عکاظ کی مرکزیت

طائف سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بازار تھا جس کے اندر ماہ ہائے حرام کے زمانہ میں لوگوں کا جماؤ ہوتا تھا۔ لوگ وہاں کھجوروں کے جھنڈوں میں اپنے اپنے خیمے ایستادہ کرکے خرید و فروخت اور تبادلہ مال میں مصروف رہتے۔ یہ بازار مشہور سوق عکاظ تھا۔ اس کے علاوہ دیگر مقامات پر عربوں کے اور بھی میلے ہوا کرتے تھے لیکن ان میں صرف قرب و جوار کی بستیوں کے باشندے اکٹھے ہوتے' مگر عکاظ میں ہر جانب سے جوق در جوق باشندگان عرب آتے تھے۔ اور ہر قبیلہ و حصہ ملک کے رہنے والے شریک ہوتے تھے۔ قریش والوں نے عکاظ میں لوگوں کے بکثرت آنے کے اسباب میں اتنی اور بھی زیادتی کر دی تھی کہ انہوں اسے ادب (لٹریچر) اور شاعری کا اکھاڑا بنا دیا تھا' جہاں پر عرب کے قبیلے اپنے اپنے باکمال شاعروں اور مقرروں کو پیش کرتے جو اشعار پڑھتے اور مباحثہ و مناظرہ کرکے اپنا فخر جتایا کرتے تھے۔ اور جس کا کوئی عزیز یا برادر قیدی ہوتا وہ اس کے لیے فدیہ دینے کی کوشش کرتا۔ اگر کسی کو حق حکومت حاصل ہوتا تو وہ اپنے حق کو نہ پاتا تو اس موقع پر وہ بھی اپنے استحقاق کو عیاں کرتا۔ جس کی وجہ سے اسے حکومت حاصل ہو سکے۔ ایام موسم یعنی میلے کے دنوں میں ایک خاص شخص کو عکاظ کا والی بنا لیتے تھے جو باہمی اختلافات اور جھگڑوں کا فیصلہ کرتا۔ یہ حاکم اکثر بنی تمیم کے گھرانے سے ہوتا تھا۔ لوگ عکاظ کے میلے سے فراغت پا کر عرفات میں ٹھہرتے تھے اور وہاں سے مکہ جا کر ارکان حج ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے تھے۔

تجارتی سفر

قبیلہ قریش کے لوگ تجارت کے لئے سال میں دو سفر کرتے تھے جاڑوں کا سفر یمن کی جانب اور گرمیوں کا بصرہ کی جانب جو صوبہ حوران ملک شام کا ایک عمدہ شہر اور تجارتی منڈی تھا' گویا کہ مکہ' یمن اور شام کے درمیان قیام تجارت کا ذریعہ تھا۔ تجارت کے راستے یوں تو نہایت خطرناک رہتے تھے۔ اقوام عرب کی لوٹ

مار کی وجہ سے بچنا مشکل بلکہ محال تھا۔ لیکن اہل قریش اس سے محفوظ تھے۔ کیونکہ بوجہ خادم کعبہ ہونے کے لوگ ان کی عزت اور توقیر کرتے تھے انہیں نقصان کیونکر پہنچاتے۔ اہل قریش اکثر اوقات فارس اور حبشہ کا سفر بھی کیا کرتے تھے۔ وہ ملک شام سے کپڑے اور غلہ' فارس شکر اور موم وغیرہ اشیائے تجارت لایا کرتے تھے۔

قریش کا اقتدار

بیان بالا سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اہل مکہ کا ذریعہ معاش اور سرچشمہ گزران خانہ کعبہ تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو اہل مکہ کے لئے اس وادی میں رہنا جس میں نہ کھیتی ہو سکتی تھی اور نہ پانی میسر تھا غیر ممکن ہوتا بکثرت سفر کرتے رہنے اور اطراف عراق و شام کی متمدن دنیا سے ملتے جلتے رہنے کی وجہ سے اہل قریش تمام باشندگان عرب میں سب سے زیادہ عالم اور صاحب فہم ہو گئے تھے۔ اور چونکہ خانہ کعبہ کو ان کے بسر اوقات کے اسباب سے بہت کچھ تعلق تھا لہٰذا انہوں نے اس کی حالت درست رکھنے میں خوب توجہ سے کام لے کر لوگوں کے لئے وہاں کا آنا آسان بنا دیا تھا۔ اہل قریش نے خانہ کعبہ کے آس پاس پانی کی سبیلیں لگا رکھی تھیں اور کھانا کھانے کے لئے مکانات بنائے تھے۔ نیز اس زمین کو جو خانہ کعبہ کے جوار میں تھی حرم بنا کر اس کی حدود میں جنگ و قتل کو حرام کر دیا تھا۔ اور اپنے خاندان میں کسی کو سبیل کا متولی مقرر کیا۔ اور کسی کو کھانا کھلانے کا مہتمم۔ غرض اسی طرح تمام خدمات اپنے آدمیوں کے سپرد کر رکھی تھیں۔ یہ خدمتیں اور ضرورتیں روز بروز بڑھتی ہی گئیں یہاں تک کہ اسلام سے پہلے پہلے پندرہ سولہ خدمتیں معین ہو چکی تھیں جس سے اس زمانے کی حکومت اور سلطنت کے کاروبار مراد ہیں جو قبیلہ قریش کے کنبوں نے آپس میں تقسیم کئے ہوئے تھے۔ قریش کے زیادہ تر مشہور کنبے یہ ہیں۔

فرائض کی تقسیم

ہاشم' امیہ' نوفل' عبدالدار' اسد' تیم' مخزوم' عدی' جمح اور سہم۔ ان میں سے ہر ایک کے واسطے ایک ایک خدمت یا زیادہ مقرر تھی جو ذیل میں درج ہوتی ہیں۔

(ا) سدانۃ : جسے حجابتہ بھی کہتے تھے۔ اس خدمت کا والی کعبہ کا حاجب ہوتا تھا۔ خانہ کعبہ کی کنجی اسی کے پاس رہتی تھی۔ لوگوں کے اندر جاتے وقت کعبہ کا دروازہ کھولتا تھا اور پھر اسے قفل لگا دیتا۔ اس منصب کو ان کے نزدیک اول درجہ کی عزت حاصل تھی۔ یہ طریقہ خدمت عربوں نے یہودیوں سے سیکھا

Presented by www.ziyaraat.net

مقرر ہوا کرتا تھا جسے وہ "دربان" کہتے تھے۔
تھا' کیونکہ ان کے یہاں ایک خاص کاہن ہیکل کی حفاظت پر
اور عقد فرید کے مصنف نے "سدانۃ" اور "حجابۃ" دو علیحدہ خدمتیں بتایا ہے۔ واللہ اعلم

(۲) سقایۃ : (سبیل) اس خدمت کا متولی مکہ میں پانی کے کمیاب ہونے کی وجہ سے حاجیوں کو پانی پلانے کی فکر رکھتا تھا اور آب رسانی کے اہتمام میں معروف رہتا۔ وہ چمڑے کے حوض بنا کر کعبہ کے آس پاس رکھتا اور کنوؤں سے میٹھا پانی مشکوں اور پکھالوں میں بھروا کر اونٹوں پر بار کرکے منگواتا اور ان حوضوں میں ڈلواتا' یہ صورت اس وقت تک قائم رہی جبکہ زم زم کا کنواں کھودا گیا اس کے بعد وہ اسی کے پانی کی سبیل لگوانے لگے۔ سقایۃ کی خدمت بنی ہاشم کے کنبہ میں تھی۔

(۳) رفادۃ : یہ ایک رقم ہوتی تھی جسے قریش کے لوگ اپنے مالوں میں سے نکال کر صاحب رفادۃ کے پاس جمع کر دیتے تھے۔ وہ اسی آمدنی سے کھانے پکوا کر محتاجوں کو کھلاتا تھا۔ سب سے پہلے جس نے رفادۃ کا حکم جاری کیا وہ شخص قصی کا تھا جس کا بیان اوپر آ چکا ہے۔ پہلے رفادۃ کا اہتمام بنی نوفل کے گھرانے میں تھا اور کچھ عرصہ بعد بنی ہاشم کے گھرانے میں آ گیا۔

(۴) عقاب : یہ قریش کے جنگی نشان کا نام تھا۔ جب وہ کسی لڑائی پر تیار ہوتے تو اسے نکالتے اور جس شخص کو باتفاق باہمی نشان بردار بناتے اس کے سپرد کر دیتے تھے ورنہ وہ اسی شخص کے پاس رہنے دیتے جس کے یہاں نشان کا رہنا مقرر تھا اور وہ مستقل علمبردار بنو امیہ میں سے تھا۔

(۵) ندوہ : یہ ایک گھر تھا جسے قصی نے کعبہ کے ایک پہلو میں تعمیر کیا تھا۔ اس میں اہل قریش کے نامی لوگ جمع ہو کر مشورہ کرتے تھے۔ اس گھر میں وہ شخص داخل نہ ہو سکتا تھا جس کے عمر چالیس سال سے کم ہو۔ یہ بھی شرط تھی کہ کوئی عورت یا مرد اس گھر کے سوا اور کہیں شادی نہ کرے۔ دولہا اور دلہن دونوں کو اس میں لے جا کر عقد باندھتے تھے اور لڑائی پر چلنے کے لئے فوج کا نشان بھی اسی گھر میں مرتب کیا جاتا تھا۔ بالغ لڑکیوں کو زنانہ لباس بھی اسی گھرانے میں پہنایا جاتا تھا۔ مالک مکان اپنے ہاتھ سے اس کے کپڑے قطع کرتا اور اسے پہناتا۔ جب ان (قریش کی) لڑکیاں سن تمیز کو پہنچتی تھیں تو یہ رسم ادا کی جاتی تھی۔ دار الندوہ بنی عبدالدار کے قبضہ میں تھا۔

(۶) مشورہ : یہ خدمت جس کے سپرد ہوتی تھی اس سے تمام اہم کاموں میں رائے لی جاتی تھی۔ یہ عہدہ بنی اسد کے کنبہ میں تھا اور جب تک قریش کسی بات کو ان کے سامنے پیش نہ کر لیتے اس پر ہرگز متفق نہ ہوتے تھے۔

(۷) اشناق : خون بہا اور تاوان کی وصولی کا نام تھا۔ جب کوئی شخص کسی خون بہا یا تاوان کو برداشت کرکے اس معاملے میں قریش سے رائے دریافت کرتا تو وہ اس کی تصدیق کرتے۔ اور اس خدمت کا تعلق تیم کے کنبہ سے تھا۔

(۸) قبہ : یہ ایک خیمہ تھا۔ جب لڑائی کو نکلتے تو اسے املستادہ کرکے اس میں وہ سامان جمع کرتے جس کی ضرورت فوج کی آراستگی کے لئے ہوتی تھی۔ اور جو ہمارے یہاں کے اس امر سے بہت کچھ مشابہ ہوتا تھا جس کو ہم اپنی اصطلاح میں "مہمات حربیہ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ (کمسریٹ یا میگزین)

(۹) اعنہ : گھوڑوں کی باگوں کو کہتے ہیں۔ اس منصب کا مالک حالت جنگ میں قریش کے گھوڑوں کا نگران ہوتا تھا اور ان کی ضروریات کی فکر کرتا تھا۔

(۱۰) سفارت : یہ اس قسم کی خدمت تھی کہ جب اہل قریش کسی دوسرے عربی قبیلے سے جنگ کرتے اور اس سے صلح کی گفتگو کرنا چاہتے تو کسی سفیر کو بھیجتے تھے۔ اور اگر کوئی خاندان کسی قسم کا فخر جتانے کے ساتھ ان سے منافرۃ کرتا تو سفیر ہو کو منافر بناتے اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے تھے۔
زمانہ جاہلیت میں قریش کے سب سے پچھلے سفیر عمر بن الخطاب (اسلام لانے کے قبل تک تھے۔

(۱۱) ایسار : فال کے تیروں سے استخارہ وغیرہ کے طور پر باہم تقسیم کرنے کے عمل کا نام تھا۔ جب وہ جنگ یا سفر کے واسطے کسی اہم کام کی بابت تقسیم کرنا چاہتے تو ان ہی جوئے کے تیروں سے کرتے جیسا کہ آج کل چٹھی یا لاٹری ڈالنے کا طریقہ جاری ہے۔ اس خدمت کی تولیت بنی جح کے گھرانے میں تھی۔

(۱۲) حکومت : یہ ان کے یہاں لوگوں کے مابین واقع ہونے جھگڑوں اور اختلافوں کے فیصلے کرنے کا نام تھا۔ جو اسلامی عہدۂ قضاء یا تحکیم (پنچایت) کے مشابہ تھی۔

(۱۳) اموال مجرۃ : یہ اس قسم کے مال ہوتے تھے جنہیں وہ لوگ اپنے دیوتاؤں کے نام پر نامزد کر دیتے (چڑھا دیتے تھے) اس میں نقد اور زیور سب کچھ شامل ہوتا تھا۔ اور بسا اوقات بیت المال کے مشابہ ہوتا تھا۔ اس کی ولایت بنی سہم کے گھرانے میں تھی۔

(۱۴) عمارۃ : اس سے یہ مراد ہوتی تھی کہ خانہ کعبہ کی (مسجد بیت الحرام میں) کوئی شخص گالی یا بری بات زبان سے نہ نکالے اور وہاں چیخنے چلانے نہ پائے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ ان ضرورتوں میں سے بعض ضرورتیں ایسی بھی ہیں جو عموماً" مفید یا اہم نہیں ہیں۔ لیکن اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قریشیوں نے ان ضرورتوں کی تعداد عمداً" بڑھا دی تھی تاکہ ایک ایک خدمت سب کے سپرد کرنے سے قریش کے تمام کنبوں کو راضی رکھیں۔ انہیں ڈر تھا کہ مبادا ان میں باہم رشک اور عداوت پیدا ہو جائے جو باعث تباہی ہے نیز خانہ کعبہ کی کمال بزرگی و تعظیم کے لحاظ سے بھی ایسا کیا تھا۔ اس لئے کہ خانہ کعبہ کی عزت و عظمت ان کے لئے باعث منفعت تھی اس کی وجہ لوگ وہاں بکثرت آتے تھے جن سے وہ ہر قسم کا فائدہ اٹھاتے تھے۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اہل قریش نے ان خدمتوں میں انتظام ملک اور دین' نظم حکومت اور جنگ وغیرہ باتوں کو اکٹھا کر لیا تھا۔ لیکن انہیں اپنے ہی قبیلہ میں تقسیم کرکے ایک جمہوری حکومت کی

Presented by www.ziyaraat.net

صورت بنالی تھی۔ یا وہ ایک خاص قسم کی حکومت تھی جس کی نظیر متمدن اقوام میں نظر نہیں پڑتی۔ البتہ وہ بسا اوقات بعض وجوہ سے حکومت شوریٰ (گورنمنٹ باجلاس یا پارلیمنٹ) سے مشابہ تھی مگر اس پارلیمنٹری حکومت میں ایک افسر ہوا کرتا ہے جو بادشاہ یا شہنشاہ ہوتا ہے' اور اس قریشی طرز حکومت میں بجز اس کے دار الندوہ کے مالک یا خانہ کعبہ کے خادم کو تھوڑی سی ریاست حاصل ہوتی تھی اور کوئی ایسی وجہ مشابہت نہ تھی۔

اسلام سے پہلے عربوں کا دور ارتقاء

جناب جرجی زیدان تاریخ تمدن اسلام کی جلد اول کے ص ۳۴ کی سطر ۲ پر تحریر کرتے ہیں
اسلام سے پیشتر کی تاریخ عرب اگرچہ مبہم اور پیچیدہ ہے' لیکن اسے بغور دیکھا جائے تو بہت سے ایسے امور واضح ہوتے ہیں جو غور و فکر کی جولا نگاہ بن سکتے ہیں۔
انہیں امور میں سے جنہیں سوچ سمجھ کر کسی بات کا اعتبار کرنے کی گنجائش ہو سکتی ہے ایک بات یہ تھی کہ باوجود عرب کے مختلف قبیلوں اور گھرانوں پر منقسم ہونے کے پہلی صدی قبل ہجرت سے آگے آگے ان میں سے بہت کم کوئی مشہور شاعر یا خطیب یا حکیم یا کاہن پیدا ہوا۔ اس بارہ یہ اعتراض بھی نہیں ہو سکتا کہ جو نامور لوگ پہلے گزرے ہیں۔ ممکن ہے ان کے حالات بوجہ فن تاریخ کے مدون نہ ہونے کے تلف ہو گئے ہوں گے' کیونکہ اہل عرب کو بہت سی صدیوں پہلے کے حالات مثلاً قوم عاد و ثمود کے قصے تو یاد رہیں۔ اور جو لوگ دو ایک صدی قبل از ہجرت مشہور ہو گزرے ہوں ان کے حالات بالکل بھول جائیں۔ لہٰذا اگر اسلام سے پہلے اخیر کی صدیوں میں کوئی شاعر یا خوش بیان شخص گذرا ہوتا تو اس کے اخبار بالکل ضائع نہیں ہو سکتے تھے۔

منتشر اور مخلوط عقائد

اسلام سے ایک صدی پہلے نامور شاعروں اور خوش بیان لوگوں کا پیدا ہونا اور یکایک اہل عرب کا میلان خاطر اس جانب ہو جانا ہم نے اسی کا نام اسلام سے پہلے عربوں کا ترقی کی جانب ابھر چلنا رکھا ہے۔ علاوہ بریں وہ اٹھان صرف شاعری اور زبان دانی تک ہی محدود نہ تھی' بلکہ ان دنوں عرب میں ایک قسم کا دینی خیال بھی موجزن تھا' جس کی وجہ سے لوگوں کی فکریں منتشر اور عقائد خلط ملط ہو رہے تھے۔ اہل جاہلیت یہ بھی نہ جانتے تھے کہ ہم کس کی نماز پڑھتے ہیں (دعا مانگنا) اور اس سے وسیلہ پکڑنا چاہتے ہیں ان میں کوئی

ایک شخص ایسا بھی ہوتا جو قربانی بت پر چڑھاتا اور نام خدا کا لیتا تھا۔ پتھروں' آگ اور بتوں کے پوجنے والے بھی ان میں موجود تھے اور توحید کے ماننے والے اور مشرکوں کا بھی وجود تھا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی ملی جلی عبادتوں کے طرز تھے۔ اسی بے چینی کے دوران میں شراب کے حرام ہونے اور بتوں سے بدعقیدہ ہونے کے خیالات کا ظہور ہو گیا جس کی وجہ سے بہت سے لوگ نبوت کی جانب سے کوئی بہتری حاصل ہونے کے لئے امیدوار ہو رہے تھے اور ان کی مجلسوں میں اس قسم کے تذکرے ہوا کرتے تھے۔ مختلف قبیلوں کے کئی شخصوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ بھی کر دیا تھا اور بعضوں نے دعویٰ کرنے کا قصد کیا تھا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جو لوگوں کے ذہنوں کے دینی معاملہ کی جانب سے متنبہ ہو جانے پر صاف صاف دلالت کرتی ہیں اور بتا رہی ہیں کہ لوگ انجام کار کی فکروں میں مبتلا تھے۔

ترقی کے اسباب

اس ذہانت اور تیز فہمی ہونے کی وجہ سے جو فطرۃ" انہیں عطا ہوئی تھی' ان میں اس قسم کی استعداد موجود تھی جو انہیں ادنےٰ توجہ ہونے کے ساتھ ہی ترقی یافتہ اور متمدن قوم بنا دے۔ مگر چونکہ وہ لوٹ مار میں مصروف اور عزت و شان کی طلب سے بوجہ متمدن دنیا کے دور ہونے کے قاصر تھے لہٰذا ان قوتوں کو کام میں نہ لا سکتے تھے۔ قاعدہ کی بات یہ ہے کہ انسان کی قوتیں اسی صورت میں نمایاں ہوتی ہیں جبکہ وہ مصیبت کے شکنجے میں کسا جاتا ہے اور گردش زمانہ کے پنجوں میں پھنستا ہے۔ اور یہ تمام فطری اور طبعی قوتوں کی کیفیت ہے۔ اس لئے ایک تنہا شخص غالبا" اس وقت تک عزت اور ناموری کا خواہاں نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو فقر و فاقہ کی مصیبت تنگ نہ کر دے۔ یا کوئی اس کا ہمچشم اس سے کسی ایسے معاملہ میں لاگ ڈانٹ نہ کرے جس میں اسے اپنے ہمسر سے بڑھ جانے کا خیال پیدا ہو۔
قوموں کی ترقی کی جانب مائل ہونے کے اسباب خارجی لڑائیاں اور باہمی خانہ جنگیاں ہوتی ہیں۔ مگر اول الذکر صورت یعنی غیر اقوام سے جنگ و جدل کا چھڑ جانا اس معاملہ میں زیادہ موثر ہے۔ کیونکہ اس صورت میں انہیں دوسری قوموں سے ملنا جلنا پڑتا ہے اور یہ باہمی میل ملاقات و تبادلہ خیالات کا ذریعہ بن کر ان کو دوسروں کے اخلاق و عادات سے فائدہ اٹھانے کا موقع اور غیروں کے مقابلے میں اپنی برتری دکھانے کا جوش دلاتا ہے۔ تاریخ عالم میں اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

حملہ حبش کے اثرات

اسلام سے قبل کی دو صدیوں میں حبش والوں میں یمن پر حملہ آور ہونے اور ادھر سے پلٹ کر ان کے ایک

Presented by www.ziyaraat.net

صدی ہجرت قبل کے وسط میں حجاز پر فتح مکہ کی نیت سے چڑھ آنے اور کعبہ پر قبضہ کرنے کی کوشش سے حجازی عربوں کو جس مصیبت اور دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ دباؤ آخر کار ان کی ترقی کی طرف توجہ کرنے کا ذریعہ بن گیا اور غر قوم کی بیجا مداخلت ان کے غیرت مند دلوں کو چوٹ دے گئی۔ اس وقت سے ان میں ترقی کی روح پھک گئی۔ جس حالت میں حبش والوں نے مکہ پر فوج کشی کی ہے اور خانہ کعبہ کو گرا دینے کا ارادہ کیا ہے ان دنوں خانہ کعبہ کی خدمت اور قریش کی ریاست نبی عربی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے بد امجد کو تفویض تھی۔ حبشیوں کا ٹڈی دل لشکر' اور سامان جنگ ان کے زبردست ہاتھیوں کی قطار یہ سب ایسی چیزیں تھیں جن کو اہل مکہ دیکھنے کے عادی نہ تھے۔ کیونکہ قبائل عرب کے دلوں میں خانہ کعبہ کی جو قدر و منزلت تھی وہ ان کو اغیار کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک مستحکم قلعہ کا کام دیتی تھی۔ مکہ والوں کو کبھی اس کا خیال بھی نہ گذرتا تھا کہ ہم پر کسی دشمن کی چڑھائی ہو گی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حبشی فوجیں سر پر آ ہی گئیں تو ان کو اس خطرہ کی صورت دکھائی پڑی جو درپیش تھا اور انہیں اتحاد باہمی کی جانب اپنا محتاج ہونا محسوس ہو گیا تاکہ متفقہ قوت سے بیرونی دشمن کی مدافعت کر سکیں۔ انہوں نے آپس میں اتحاد قائم کیا اور آخر کار حبشیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ مگر اس واقعہ نے انہیں غفلت کی گہری نیند سے بھی اٹھا دیا۔ ان کے ہوش درست ہو گئے اور اس وقت سے ان کی فطری قوتیں اور خوبیاں نمایاں ہونے لگیں۔ مکہ والوں کے دلوں میں اس حملہ کا سخت اثر ہونا اس بات سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے اس سے بعد کے زمانہ میں اس حادثے صعب کو بطور سر کے استعمال کیا اور اسی کا نام "عام الفیل" (ہاتھیوں کا سال) رکھا تھا۔ زمانے کی اسی ایک گردش اور رگڑ نے جو عرب والوں کو پہنچی تھی۔ ان کے کان کھول دیئے تھے اور اس کا نتیجہ صرف یہی نہ ہوا کہ انہوں نے محض کسی قدر دینی اور ادبی ترقی پر بس کیا ہو؟ نہیں' بلکہ اس حادثہ نے عرب کے ملک میں بہت سے ایسے آدمی پیدا کر دیئے جو سپہ سالاری۔ انتظامی قوت اور حکمرانی میں نامور ہوئے اور بعد میں اسلام کے نہایت تیزی کے ساتھ پھیلنے میں ان کے وجود کا بہت کچھ اثر ہوا۔ اس کی بھی وہی صورت ہے جیسے۔ کہ ملک فرانس کی بدامنی نے نپولین بونا پارٹ اور اس کے قوت و بازو افسروں کو پیدا کیا۔

اس کے علاوہ کچھ "عام الفیل" ہی میں انکی اٹھان کی ابتدا نہ ہوئی تھی بلکہ یہ ترقی اور اصلاح کی حالت اسی وقت سے شروع ہو چلی تھی جبکہ حبشہ والوں نے یمن پر حملہ کیا ہے اور ان کے حجاز کی جانب پیش قدمی کرنے پر وہ ترقی کی صورت کامل طور پر جلوہ گر ہو گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ کچھ ہی سبب کیوں نہ ہو مگر یہ ضرور ہے کہ عرب کے ملک میں اسلام سے کچھ زمانہ قبل سے ایک قسم کی لٹریری اور دینی ترقی کا اقدام ہو رہا تھا اور یہ صورت گویا قبول اسلام کی تمہید تھی۔ اور اس کی امداد پر آمادگی عیاں کرنے کا مقدمہ' اور اس

قسم کی تحریکیں اکثر حالتوں میں دینی دعوتوں سے پہلے پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ تاکہ لوگوں میں اس مذہبی اور روحانی دعوت کے قبول کر سکنے پر آمادگی و صلاحیت پیدا ہوجائے یہ ایک قدرتی قانون ہے۔

کئی صدیاں گزر گئیں تھیں۔ سینکڑوں نسلیں ختم ہو گئی تھیں کہ جزیرہ نما عرب میں اس وقت سے لے کر اس وقت تک کسی فرمانروا کا پورے ملک پر نہ تسلط ہوا تھا اور نہ کسی بادشاہ کی حکومت۔ ایک زمانہ دراز سے ملک کا ملک شتر بے مہار تھا۔ نہ کسی حاکم سے واسطہ نہ کسی حکومت سے سروکار۔ حضرت شعیبؑ کے بعد سے جسے تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہوتا ہے۔ آج تک اس قطعہ زمین پر نہ کوئی ہادی امت نازل ہوا تھا۔ نہ کوئی راہبر اور نہ پیغمبر اترا تھا۔ اس وجہ سے یہ ملک کا ملک قوم کی قوم خدا کے اصول ہدایت سے واقف نہ تھی۔ اور نہ قانون سیاست سے آشنا۔ ایک خالص آزاد قوم تھی۔ اور کامل جاہل ملک جن کی آزادی محض حیوانی تھی نہ انسانی لیکن وہ آزادی بھی انواع اقسام کی کیفر کرداروں میں گرفتار تھی اور ملکی نام و نمود بھی ہزار طرحوں کی جاہلیت میں نیست و نابود۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب حقیقتاً" کسی الہامی مذہب کو نہیں مانتے تھے۔ ان کو خدا کے وجود ہی سے انکار تھا۔ اور حشر کے منکر تھے۔ اور چونکہ وہ گناہ کے قائل نہ تھے۔ اس لئے عقبیٰ میں روح کی جزا و سزا کے بھی قائل نہ تھے۔ وہ اپنے آپ کو جملہ قیود قانون خواہ حدود رسمی سے بالکل مبرا اور منزہ تصور کرتے تھے اور اپنی ہی آزاد مرضی کے موافق کاربند ہوتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا۔ کہ انسان کا وجود دنیا میں ایک درخت یا جانور کے مانند ہے۔ وہ پیدا ہوتا ہے۔ اور پختگی پر پہنچ کر منزل پکڑتا ہے اور مرجاتا ہے۔ اور جانوروں ہی کے مانند بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اکثر ان میں معتدل خیال والے بھی تھے۔ اور وہ روح کو غیر فانی سمجھتے تھے۔ اور اس کی جزا و سزا کو آدمیوں کے نیک و بد اعمال پر منحصر کرتے تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے ان کو دائمی خوشی حاصل ہو۔ اور ان کو ابدی تکلیف اور خرابی سے محفوظ رکھے۔ لیکن خود ان کے پاس کوئی ایسا اصول جس کے وہ کاربند ہوں موجود نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے ان قواعد کی طرف توجہ کی جن کو ہمسایہ قومیں مانتی تھیں۔ اور اپنی سمجھ کے موافق ہر قوم سے ان لوگوں نے کچھ کچھ باتیں اخذ کر لیں۔

عرب میں بت پرستی کیسے آئی

یہی اسباب تھے جن اسباب سے عرب نے شام کے بت پرستوں سے بت پرستی سیکھی اور عمر ابن الحیہ ہبل نامی بت کو شام سے لا کر اور خانہ کعبہ میں نصب کرکے عرب کی بت پرستی کا بانی اور داعی مشہور ہوا۔ ان لوگوں نے بہت سے معتقدار اپنے ہی اصل وطن کے الہامی مذہبوں سے اور بہت سے غیر ملکوں کے خیالات

Presented by www.ziyaraat.net

سے اخذ کر لئے تھے۔ اور پھر ان کو اپنے توہمات سے خلط ملط کر کے اپنے معبودوں کو دین و دنیا کے اختیارات دے رکھے تھے۔ لیکن اتنا فرق تھا۔ کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے وہ دنیوی اختیارات بالکل ان معبودوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اور عقبیٰ کے اختیارات کی نسبت ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کے بت یعنی وہ جن کی پرستش کے لئے وہ بت بنائے گئے ہیں ان کے گناہوں کی معافی کے لئے خدا تعالیٰ سے شفاعت کریں گے۔ غرضیکہ ظہور اسلام سے پہلے وہ ملک عرب میں بت پرستی کی یہی کیفیت تھی۔ تمام عرب جاہلیت کا شیوہ بت پرستی تھا۔ اور جن بتوں کی وہ پرستش کرتے تھے ان کی تفصیل یہ ہے۔

عرب کے بتوں کے نام اور مقام ہبل

(۱) ہبل: ایک بہت بڑا بت تھا۔ جو خانہ کعبہ کے اندر داہنی طرف۔ جو خزانہ کا کنواں تین گز گہرا حضرت ابراہیمؑ نے کھودا تھا اس پر کھڑا کیا گیا تھا۔ عمر ابن الحیہ اس کو ارض جزیرہ سے لایا تھا۔ احد کی لڑائی میں ابوسفیان نے اسی سے مدد چاہی تھی۔ جناب رسالت مآبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے فتح مکہ کے روز حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے اس کو توڑ ڈالا۔ توریت کے قدیم بت بعل کی یہ غالباً" تصحیف ہے۔

(۲) ود: قبیلہ بنی کعب کا یہ بت اور وہ لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔ عرب کا رستم دستاں مشہور پہلوان عمر بن عبدود کا نام اسی بت کے نام سے خاص نسبت رکھتا ہے۔

(۳) سواع: یہ بت قبیلہ مذحج کا تھا۔ اور وہ اس کی پرستش کرتا تھا۔

(۴) یغوث: قبیلہ بنی مراد کا بت تھا اور وہ اس کی عبادت کرتے تھے۔

(۵) یعوق: بنی ہمدان کے قبیلہ کا بت تھا اور وہ اس کو معبود سمجھتے تھے اور عبادت کرتے تھے۔

(۶) نسر: یہ بھی بنی ہمدان کے قبیلہ کا بت تھا۔ اور یمن کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔

(۷) عزیٰ: قبیلہ بنی غطفان کا بت تھا۔ اور وہ قبیلہ اس کی پرستش کرتا تھا۔ اصل میں عزیٰ تین درختوں کا مجموعہ تھا جن میں ذات باری عزو اسمہ کا حلول سمجھ کر پوجتے تھے عزیٰ لفظ عزیز کا مونث ہے۔

(۸) لات: یہ ایک بن گڑھا پتھر تھا۔ جس میں لوگ خیال کرتے تھے کہ شان باری تعالیٰ کے کرشمہ نے حلول کیا ہے۔ لات کو عورت یعنی دیوی سمجھتے تھے۔ اسی رعایت سے لفظ الہ کا مونث اللات ہوا۔

(۹) منات: یہ ایک عظیم الشان بت تھا۔ اور سمندر کے کنارے پر قدید کے پاس عمر بن الحیتہ نے نصب

کیا تھا۔ لات و منات کسی خاص قبیلہ سے علاقہ نہیں رکھتے تھے بلکہ عرب کی تمام قومیں ان کی پرستش کیا کرتی تھیں۔

(۱۰) دوآر: یہ بت نوجوان عورتوں کی دیوی تھی۔ وہ چند دفعہ اس کا طواف کرتی تھیں۔ پھر اس کو پوجتی تھیں۔

(۱۱) اصاف: صفا پر نصب تھا۔

(۱۲) نائلہ: مروہ پر تھا۔ ان دونوں بتوں پر ہر قسم کی قربانی ہوتی تھی۔ سفر پر جانے اور سفر سے آنے کے وقت ان کو بوسہ دیتے تھے۔ حقیقت ان کی یہ ہے کہ بنی جرہم کے زمانہ میں صفا و مروہ پر ان دنوں دو بت نصب کئے گئے تھے۔ صفا پر جو بت تھا وہ مرد کی شکل تھا اس کو اصاف کہتے تھے۔ دوسرا بت جو مروہ پر تھا وہ عورت کی شکل کا تھا۔ اس کو نائلہ کہتے تھے۔ ظاہرا" معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں انسان تھے۔ اور بنی جرہم ان کو اپنا دیوتا سمجھتے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے دو بت بنائے گئے۔ اور پرستش ہونے لگی۔

(۱۳) نہیک۔ (۱۴) مطعم: یہ بھی عرب کے دو قدیم بت تھے۔ نہیک کوہ صفا پر نصب کیا گیا اور مطعم مروہ پر۔

(۱۵) ذات الانواط: یہ ایک بہت بڑا سرسبز و شاداب درخت مقام حنین میں تھا۔ جس کو لوگ پوجتے تھے۔

(۱۶) ذوا لکفین: یہ بھی ایک بت تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلوایا تھا۔

(۱۷) عبعب: ایک بڑا پتھر تھا جس پر اونٹوں کی قربانی کی جاتی تھی۔ اور عرب ذبحہ کے خون کا بہنا اس پر نہایت ناموری کی بات سمجھتے تھے۔

اس کے علاوہ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم کی مورت بنی ہوئی تھی۔ اور ان کے ہاتھ میں قرعہ اندازی کے تیر تھے جو ازلام کہلاتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی تصویریں دیواروں پر کھینچی ہوئی تھیں حضرت مریمؑ کی بھی ایک مورت تھی۔ اس طرح کہ حضرت عیسیٰؑ ان کی گود میں ہیں۔

عرب ملکوں کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ود۔ یغوث۔ یعوق۔ اور نسر مشہور لوگوں کے نام ہیں۔ جو ایام جاہلیت میں گزرے ہیں۔ ان کی تصویریں پتھروں پر منقش کر کے بطور یادگار خانہ کعبہ کے اندر رکھ دیں تھیں۔ ایک مدت کے بعد ان کو مرتبہ معبودیت دے کر پرستش کرنے لگے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ عرب کے نیم وحشی باشندے ان مورتوں پر خدا ہونے کا پورا اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ ان لوگوں کو جن کی یہ مورتیں تھیں۔ معبود سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کو مقدس سمجھنے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں۔

Presented by www.ziyaraat.net

عرب جاہلت ان مورتوں کو ان شخصوں کی روحوں کی یادگار سمجھتے تھے۔ اور ان کی تعظیم و تکریم اس سبب سے نہیں کرتے تھے کہ ان مورتوں میں کوئی شان الوہیت موجود ہے بلکہ اس وجہ سے ان کی عزت و تعظیم کرتے تھے کہ وہ ان مشہور اور نامور اشخاص کی یادگار ہیں جن میں ان کے اعتقاد کے موافق جملہ صفات الوہیت یا کسی قسم کی شان الوہیت موجود تھی۔ ان کے نزدیک ان مورتوں کی پرستش سے ان لوگوں کی روحیں خوش ہوتی ہیں۔ جن کی وہ یادگار تھیں۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ خدا تعالےٰ کی جملہ قدریں بیماریوں کو شفا بخشا' بیٹا' بیٹی عطا کرنا۔ قحط وبا و دیگر آفات ارضی و سماوی کا دور کرنا۔ ان کے مشہور و معروف لوگوں کے اختیار میں بھی تھا کہ جن کی طرف انہوں نے صفات الوہیت کو منسوب کر رکھا تھا اور وہ خیال کرتے تھے۔ کہ ان مورتوں کی تعظیم و پرستش کی جائے گی۔ تو ان کی دعائیں اور منتیں قبول کی جائیں گی۔ انکا یہ بھی مستحکم عقیدہ تھا کہ یہ اشخاص خدا کے محبوب خاص تھے۔ اور اپنی مورتوں کی پرستش سے خوش ہو کر پرستش کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کے قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہوں گے۔ اور ان کو تمام روحانی خوشی عطا کریں گے اور ان کی مغفرت کی شفاعت کریں گے۔

بتوں کی پرستش کے لئے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ بتوں کو سجدے کرتے تھے ان کے گرد طواف کرتے تھے اور ان کو نہایت ادب اور تعظیم سے بوسہ دیتے تھے۔ ان پر اونٹوں کی قربانیاں کرتے تھے۔ مویشیوں کا پہلا بچہ بطور نذر کے چڑھاتے تھے۔ اپنے کھیتوں کی سالانہ پیداوار اور مویشی کے انتفاع میں سے ایک حصہ معین خدا کے واسطے' اور دوسرا حصہ بتوں کے واسطے اٹھا رکھتے تھے۔ اگر بتوں کا حصہ کسی طرح کم ہو جاتا تھا تو خدا کے حصہ میں سے اس کو کر دیتے تھے۔ اور اگر خدا کا حصہ کسی طرح ضائع ہو جاتا تھا تو بتوں کے حصہ میں سے اس کو پورا نہیں کرتے تھے۔

عرب کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیاں

یہ تو ملک عرب کی قوموں کے دینیات کی خرابی تھی۔ اب ان کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیاں مفصلہ ذیل مضامین میں ملاحظہ ہوں۔

عورتیں حقیقت میں ہر قوم و ملک کی معاشرت کا زیور ہیں۔ عرب جاہلیت ان کو سب سے زیادہ خراب حالت میں رکھتے تھے۔ مردوں کو اختیار تھا جتنی چاہیں عورتیں کر لیں۔ لیکن عورت شوہر کے بعد بھی اس سے مجبور تھی۔ اگرچہ اس باب کے تعین کرنے کے لئے کوئی قانون منضبط نہیں تھا۔ کہ مرد کو کونسی قرابت مند عورتوں سے شادی کرنا جائز ہے اور کونسی ناجائز مگر بایں ہمہ یہ رسم شائع تھی۔ کہ اس عورت سے جو قریب تر رشتہ رکھتی ہو۔ ازدواج نہیں کرتے تھے اور یہ اعتقاد خاص رکھتے تھے۔ کہ ایسی عورت کی اولاد

عموماً ضعیف اور کمزور ہوتی ہے عرب کی جاہلانہ رسموں میں سب سے زیادہ خراب رسم اور ان سب سے زیادہ بے رحم لڑکیوں کا مار ڈالنا یا ان کو زندہ دفن کر دینا تھا۔ لڑکے اپنی سوتیلی ماؤں کے ساتھ ازدواج کرنے کے مجاز تھے۔ لیکن باپ اپنے بیٹے کی یا متبنیٰ کی زوجہ کے ساتھ شادی کرنے کا مجاز نہ تھا۔ اور اس کے خلاف عمل کرنا نہایت معصیت اور گناہ سمجھا جاتا تھا۔ شوہر کے بعد اس کا سوتیلا بیٹا۔ اگر وہ نہ ہو تو کوئی قریب کا رشتہ دار بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیتا تھا۔ اور جو شخص چادر ڈال دیتا تھا۔ اس سے شادی کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ عورتیں اپنی متوفی شوہر کا ماتم ایک سال کامل تک کیا کرتی تھیں۔ اور معیاد معینہ کے بعد بیوہ اونٹ کی چند مینگنیاں یا تو کسی کتے پر یا خود اپنے کندھے پر سے اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیتی تھی۔ جس سے مراد تھی۔ کہ اب بیوہ عورت کو اپنے متوفی شوہر کا کچھ خیال نہیں رہا۔ عورتوں میں اپنے گھر سے بے حجاب نکلنے اور عام مجمعوں میں بدون پردہ اور بے حجاب آنے کا دستور تھا اور اپنے جسم کے کسی حصہ کو کھلا رکھنے اور عوام الناس کو دکھلانے میں کوئی بے حیائی اور بے شرمی کی بات نہ تھی زنا کاری بھی عام تھی اور ایسی کہ زنان فاحشہ عورتیں پہچان کے لئے اپنے اپنے گھروں اور خیموں کے آگے ایک نشان کھڑا کر دیتی۔ اور اس رعایت سے وہ صاحب رایات کہی جاتی تھیں۔ اصطلاح عام میں ان صاحب روایات زنان فاحشہ عورتوں کو کائنات کہتے تھے۔ ملک کے بڑے بڑے میلوں اور دنگلوں میں یہ عماید اور اکابر قوم روساء اور امراء کی خاص دلچسپی کا باعث ہوا کرتی تھیں۔ ان کے خیمے ڈیرے اور رہنے کے مکانات و مقامات امرء اور رؤسا تعیش پسند کے عشرت کدے اور تفریح گاہیں بنے رہتے تھے۔ اور ہر شخص نہایت آزادی سے بلا تامل ان بازاری عورتوں کے ساتھ ارتباط اور روزانہ آمد و رفت رکھتا تھا۔ مے خانوں اور شراب کی عام دکانوں پر ان کی بڑی ضرورت تھی۔ گویا ان کی عدم موجودگی ترکیب مے کے جزو اعظم تھی۔ اس رعایت سے سفیر و شان عرب بڑی بڑی رقمیں اجرت میں دیتے انہیں سے متعدد افراد کو اپنی اپنی دکانوں پر مقرر کر لیا کرتے تھے۔ اور اپنے محاورے میں ان کو شواہد کہتے تھے۔

سفاکی خونریزی۔ رہزنی گویا ان کی فطرت تھی۔ اور قتل و قصاص ان کی عادت تھی۔ خون کا عوض خون ہی ہوتا تھا۔ جو لوگ خون کی دیت لیتے تھے ان کو ان کے ہم جنس حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ اگر کسی آدمی کے خون کا عوض خون سے نہ لیا جائے تو ایک چھوٹا سا پردار کیڑا مقتول کے سر سے نکل کر آسمان پر **اسقوانی اسقوانی** کہتا ہوا چلاتا پھرتا ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ مقتول کی روح ایک چھوٹے چڑے کی صورت کے ہمشکل ہو کر اس کی قبر کے گرد گھوما کرتی ہے۔ اور **اسقوانی اسقوانی** (مجھ کو پانی پلاؤ۔) (مجھ کو پانی پلاؤ) چلاتی رہتی تھی۔ اس کیڑے کو **ہامہ** اور چڑے کو **صدی** کہتے تھے۔ لبعید شاعر ایک شعر میں کہتا ہے:۔

فلیس الناس بعدک فی نفیر　　　و ما ھم غیر اصعداء و ھلم

Presented by www.ziyaraat.net

ترجمہ: تو ایسا بے کس ہے کہ تیرے بعد سوائے صدای اور ہاتمہ کے کوئی بھی نوحہ و زاری کرنے والا نہیں ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ انسان کی روح اس کی سانس کے سوا کچھ اور نہیں ہے روح محض ایک ہوا ہے۔ جو انسان کے جسم کے اندر ہے۔ لیکن جو ان میں زیادہ تعلیم یافتہ تھے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ روح ایک نہایت چھوٹا سا جانور ہے جو انسان کے پیدا ہونے کے وقت اس کے جسم میں گھس جاتا ہے اور ہمیشہ اپنے آپ کو بڑھاتا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد وہ جانور جسم کو چھوڑ کر قبر کے گرد پھرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک الو کے برابر ہو جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت کے عرب دیوؤں اور خبیث ارواح کو مانتے تھے۔ تمام خیالی، وہمی اور فرضی صورتیں جو بیابانوں یا پرانی عمارتوں اور مسمار اور منہدم کھنڈروں میں ان کو نظر آتی تھیں اور جن کی تنہا آدمی کے خیال میں اکثر ایک خاص صورت بن جاتی ہے ان سب کو مختلف قسم کی خبیث ارواح تصور کرتے تھے بعض لوگ ان مغالطات نظری کو مختلف بروج کی تاثیرات کی طرف سے منسوب کرتے تھے اور ان کی رائے اوروں کی رائے کے مقابلہ میں افضل تر معلوم ہوتی تھی۔

ٹوٹکوں اور شگون لینے میں ان کا مضبوط اعتقاد تھا جب کوئی مصیبت یا تباہی ان پر نازل ہوتی تھی۔ تو پتھر کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں لے کر کچھ ان پر پڑھ کر پھونکتے تھے اور ایسا کرنے سے اس مصیبت کے دور ہونے کی توقع رکھتے تھے۔ جانوروں کے اڑنے اور بولنے سے بھی نیک شگون کیا کرتے تھے۔ مثلاً اگر کوئی شخص بیٹھا ہے اور اگر وہ بائیں طرف سے داہنی طرف راستہ کاٹ گیا تو شگون بد جانتے تھے اور جارح کہتے تھے۔ یہ لوگ نیک و بد جنات میں بھی عقیدہ رکھتے تھے۔ ان کی مختلف شکلیں اور صورتیں قائم کر رکھی تھیں۔ اور ان کے مختلف نام رکھ لئے تھے۔ ان کے نزدیک بعض جناب نصف جسم انسان کے ایسا اور نصف جسم روحانی رکھتے تھے۔ یہ لوگ علاوہ جنات کے اور وجودوں میں اور دیگر اقسام کی روحوں میں بھی اعتقاد رکھتے تھے۔ جو انسان کی نظر سے غائب رہتی تھی۔ لیکن آئندہ کی خبروں کو با آواز بلند ظاہر کر دیتے تھے۔ اور خود ہمیشہ پوشیدہ رہتے تھے۔ وہ فرشتوں کو اور ارواح کو جو دکھائی نہیں دیتی تھیں مانتے تھے اور مختلف شکلیں ان کی طرف منسوب کرتے تھے۔ (ملخص از خطبات احمدیہ لاہور ص ۱۵۸-۱۹۰)

عرب کے الہامی مذہب - مذہب صابئی

عرب میں ظہور اسلام کے وقت چار الہامی مذہب بھی ایک حد و مقدار تک رائج تھے۔ ان میں قدیم ترین مذہب صابئی تھا۔

مذہب صابئی کو عرب میں قوم سامیہ نے رواج دیا تھا چونکہ ہمیشہ سے یہ لوگ اپنے آپ کو قدیم مذہب کا پیرو سمجھتے تھے وہ حضرت شیثؑ یا اخنوع یعنی ادریس علیہ السلام کو اپنا نبی کہتے تھے۔ اور اپنے مذہب کو انہیں کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک کتاب بھی تھی جس کو وہ صحیفہ شیث کہتے تھے۔ صابیوں کے ہاں سات وقت کی نمازیں تھیں۔ اور وہ ان کو اسی طرح ادا کرتے تھے۔ جس طرح مسلمان اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ مردے کو بھی نماز پڑھاتے تھے۔ اور وہ مسلمان کی طرف کامل ایک مہینہ قمری کا روزہ بھی رکھتے تھے۔ لیکن با ایں ہمہ جو برائیاں آہستہ آہستہ ان کے مذہب میں پھیلتی گئیں۔ وہ یہ تھیں کہ وہ ستاروں کی پرستش کرنے لگے۔ حران کے معبد میں یہ لوگ بہ نیت حج جمع ہوتے انہوں نے سات ہیکلیں یعنی معبد سبع سیاروں کے نام پر بنائی تھیں۔ اور جس ستارے کا جو معبد تھا اس میں اس ستارے کی پرستش کرتے تھے۔ خانہ کعبہ کی بھی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ان کا سب سے بڑا تیوہار اس روز ہوا کرتا تھا جبکہ آفتاب برج حمل میں جو موسم بہار کا اولی برج ہے۔ داخل ہوتا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے تیوہار اس وقت ہوتے تھے جب پانچ ستارے زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد بعض برجوں میں یکے بعد دیگرے داخل ہوا کرتے تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ ان ستاروں کے سعد و نحس اثر انسان کی قسمتوں پر اور دنیا کے تمام امور پر پڑتے ہیں۔ وہ یقین کرتے تھے کہ بارش یا مینہ کی کشش انہیں ستاروں کی تاثیر پر منحصر ہے۔ یہ خیال اور اس قسم کے اور خیالات و عقائد صابیوں کے سوا عرب کے اور لوگوں میں بھی رائج ہو گئے تھے۔ ان لوگوں میں اعتکاف کرنے کا بھی رواج تھا۔ غاروں اور پہاڑوں میں چند روز تک مراقبہ اور سکوت میں بسر کرتے تھے۔

مذہب ابراہیمی

اسلام سے پہلے پانچ انبیاء عرب میں مبعوث ہو چکے تھے۔ (۱) حضرت ہودؑ (۲) حضرت صالحؑ (۳) حضرت ابراہیمؑ (۴) حضرت اسمٰعیلؑ (۵) حضرت شعیب علیٰ نبینا و آلہ و علیہما السلام۔ یہ سب انبیاء علیہما السلام حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل پر احکام عشرہ نازل ہونے سے پیشتر گزرے ہیں۔ اصل اصول ان جمیع انبیاءؑ کی شریعت کا خدائے واحد کی عبادت تھی۔ اور دیگر احکام و مسائل جن کو انبیائے مذکور نے بتلائے تھے۔ باستثناء احکام و مسائل حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ اہل عرب سب کو فراموش ہو گئے تھے۔ اور کوئی مقامی روایت ایسی موجود نہیں ہے جو ہم کو اس وقت اس بات سے واقف نہ کرے۔ کہ وہ احکام کیا تھے اور کیسے تھے۔ ان قوموں کی نسبت فاضل معاصر مولوی محمد سلیمان صاحب نے رحمتہ للعٰلمین میں نہایت مختصر لیکن خوب جامع طور پر یہ عبارت لکھدی ہے۔

Presented by www.ziyaraat.net

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنے کی بجائے۔ مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسیٰ۔ عیسیٰ۔ شعیب اور صالح علیہم السلام پیغمبروں کو ان کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔ رحمتہ للعٰلمین دیباچہ ص ۸۔

حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کے مذہب کے احکام وسائل کی نسبت بھی اسی طرح کوئی ایسی سند کافی نہیں ہے جس سے کہ ہم ان کو تفصیل وار بیان کر سکیں۔ اور ایسے بہت کم مسائل ہیں جنہوں نے باستعانت روایت مذہبی اور روایت مقامی کے ایسا تاریخی رتبہ حاصل کیا ہو کہ ہم اس کے حوالے دینے کے لائق ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا سب سے پہلا کام بت پرستی کا ترک کرنا۔ اپنے باپ کے بتوں کو توڑنا۔ اور خدائے برحق پر یقین کرکے صدق دل سے اس کی پرستش کرنا تھا۔ ختنہ کرنا۔ اور داڑھی کا رکھنا رسوم مذہبی ہیں۔ جن کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ یہ رسمیں حضرت ابراہیمؑ نے مروج اور معین کی تھیں۔ خدائے تعالیٰ کے نام پر قربانی کرنا بھی حضرت ابراہیم نے مقرر کیا تھا۔ اور یہ رسم آج تک ان کی اولاد میں۔ اور ان کی اولاد کے پیروں میں بجنسہ مروج ہے۔

خدائے تعالیٰ کی عبادت کے واسطے خانہ کعبہ کی تعمیر کی نسبت عرب کی تمام مقامی روایتیں اور تمام مورخین اس امر پر متفق ہیں۔ کہ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیلؑ علیہم السلام نے مل کر بنایا تھا۔ سینٹ پال PAUL حواری نے جو گلیشیا والوں کے نام خط لکھا ہے۔ ہماری رائے میں اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کو جو بیت المقدس کا ہمسایہ ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے بنایا تھا۔ خانہ کعبہ میں اول خدا کی عبادت اس کے اندر باہر کیا کرتے تھے۔ اور اس کے طواف کے وقت ساری جماعت پکار کر خدا کا نام لیتی تھی۔ اور بوسہ دیتی جاتی تھی۔ تمام آدمیوں کا میدان عرفات میں جمع ہونا جہاں کہ حضرت ابراہیمؑ کا حجر اسود ہے۔ حضرت یعقوبؑ کا سنگ عبادت یعنی قربان گاہ۔ اور نہ حضرت اسمٰعیل کا معبد بلکہ محض ایک وسیع میدان ہے۔ ان لوگوں کا ایک ساتھ شامل ہو کر خدا کا نام لے کر پکارنا اور اپنے گناہوں کی معافی چاہنا خاص خدا کی عبادت ہے۔ جس کا نام مسلمانوں نے حج رکھا ہے اور حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اسی طرح خدا کی عبادت کے بانی ہوئے تھے۔ پس کون شبہہ کر سکتا ہے کہ حج اس واجب الوجود لا شریک لہٗ کی خاص الخاص عبادت نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ رفتہ رفتہ ملک عرب میں بت پرستی کا عام رواج ہو گیا تھا۔ اور بایں ہمہ ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے اشخاص تھے جو ان مذاہب الہامی میں کسی نہ کسی مذہب الہامی کے تابع تھے۔ اور خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے۔ انہیں لوگوں میں سے متعدد لوگوں نے مجدد مذہب ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونے کا مجمع میں عام وعظ کیا ہے۔ اور لوگوں کو بت پرستی چھوڑ دینے پر ترغیب دی

ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی نسبت مجدد ہونے کی شہادت دے رکھی ہے ان کے نام یہ ہیں۔ حنظہ ابن صفوان۔ خالد ابن سنان۔ اسد ابو کرب۔ قیس ابن صیداہ وغیرہم اور بعضوں نے حضرت عبدالمطلبؑ کو بھی ایک مجدد مذہب قرار دیا ہے۔

لیکن یہ کیسا ہی حیرت انگیز امر کیوں نہ معلوم ہو کہ اس شخص کی اولاد جس نے اپنے باپ کے بتوں کو توڑا۔ اور ان کی پرستش سے منہ موڑا۔ اور خدائے واحد کی پرستش کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا کہ **انی وجهت وجهی للذی فطر السموت و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین** رفتہ رفتہ بت پرستی کی حالت میں ڈوب جائے۔ لیکن اس سے زیادہ تعجب انگیز تو یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ اسی کی اولاد میں ایک ایسا شخص پیدا ہو جس نے پھر اپنے بتوں کو بلکہ تمام عرب کے بتوں کو غارت کر دیا اور جس نے خدائے اعظم اور عالم الغیوب کی عبادت کو جو تمام چیزوں کا مبداء اور مرجع ہے رواج دیا۔ اور اعلیٰ ترین درجے پر پہنچا دیا۔ اور جس نے جہالت اور کفر کی اس گہری تاریکی کو جس میں اس کے تمام ہم وطن مبتلا تھے دین حق کے پاک و شفاف نور سے منور کر دیا۔

مذہب یہود

یہودی مذہب کو شام کے یہودیوں نے عرب میں پھیلایا تھا۔ جو عرب میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ اصل یہ ہے کہ یہودی مذہب عرب میں ان یہودیوں کے ساتھ آیا تھا جو پانچویں صدی قبل مسیح میں بخت نصر کے ظلم و جور سے جو ان کے ملک و قوم کی تخریب کا باعث ہوا تھا۔ بھاگ گئے تھے۔ اور شمالی عرب میں بمقام خیبر آباد ہوئے تھے۔ تھوڑے زمانہ کے بعد جب ان کی ضعف کی حالت نے کسی قدر سکون و قرار پکڑا۔ تو انہوں نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کیا اور قبیلہ کنانہ حارث ابن کعب اور کندہ کے بعض لوگوں کو اپنے مذہب میں ملا لیا۔ ۵۴۳ق میں یمن کے بادشاہ ذونواس حمیری نے یہودی مذہب اختیار کیا۔ تب اس نے اور لوگوں کو بھی بالجبر اسی مذہب میں داخل کرکے اس کو بڑی ترقی دی۔ اس زمانہ میں یہودیوں کو عرب میں بڑا اقتدار حاصل تھا۔ اور اکثر شہر اور قلعے ان کے قبضہ میں تھے لیکن بایں ہمہ وہ اپنی عادت سے مجبور تھے جہاں وہ جاتے تھے ان کی جنگجو اور مفسدہ انگیز طبیعت اور اطوار ساتھ ساتھ جاتے تھے اور ان کے زیر اثر ہو کر قوموں میں اختلاف' فرقوں میں تکرار اور ہمسایہ قبائل و عشائر میں فساد پیدا کرتے تھے۔ خونخواری کے ساتھ عربوں میں سود خواری کے بہت بڑے حامی اور معاون یہی لوگ ثابت ہوتے ہیں۔ اگر شاہراہوں اور عام گذر گاہوں پر دلیرانہ حملہ کرکے ملک و قوم کو یہ لوٹ نہ سکتے تھے تو گھر بیٹھ کر سود خواری کے ذریعہ انہوں نے خاندان کے خاندان اور قبائل کے قبائل کو لوٹ کر خاک سیاہ کر ڈالا۔

Presented by www.ziyaraat.net

مذہب عیسوی

تحقیق سے یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ عرب میں عیسائیت نے ۳صدی قبل عیسوی میں دخل پایا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ کلیسائے مشرقی کی خرابیوں اور بدعتوں کی وجہ سے مغربی فرمانروایان مسیحی نے ان کلیسا کے متبعین عیسائیوں کو گمراہ سمجھ کر ان ممالک سے نکال دیا تھا اور وہ ترک وطن پر مجبور ہو کر عرب میں آ کر بس گئے تھے۔ ان سے یہ صحیح نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جو مصیبت اور مجبوری یہودیوں کو شام سے عرب میں لائی۔ قریب قریب وہی بلاءِ وآفت عیسائیوں کو بھی عرب کی سرزمین کھینچ لائی اور عرب کی سرزمین نے جہاں خدا کا گھر تمام مخلوقات کا امن قائم تھا۔ ان مصیبت زدوں کو پناہ دی۔ عیسائی مصنفین نے بیان کیا ہے کہ مذہب عیسوی نے اہل عرب میں بہت ترقی حاصل کی۔ مگر ہم اس امر میں ان سے اتفاق نہیں کرتے کیونکہ ہم دیکھتے ہی کہ باستثنائے صوبہ نجران کے جس کے اکثر باشندوں نے عیسوی مذہب اختیار کر لیا تھا قبائل حیمر' غسان' ربیعہ' تغلب' طے اور حیرہ میں سے معدودے چند اشخاص نے ان کی تقلید کی تھی اور کوئی جماعت کثیر یا قوم کی قوم عیسوی مذہب میں نہیں آئی تھی۔ اغلب ہے کہ ان متفرق اعراب متنصرہ کی وساطت سے حضرت مریمؑ کی تصویر خواہ مورت حضرت عیسیٰؑ کو گود میں لئے ہوئے خانہ کعبہ کے اندرونی دیواروں میں کھینچی گئی ہو یا اس کے اندر رکھی گئی ہو۔ سر ولیم میور خود لکھ کر اقرار کرتے ہیں کہ نہایت قلیل تعداد میں مذہب عیسوی سرزمین عرب میں یہاں وہاں پایا جاتا ہے۔ علاقہ نجران میں بنو حارث اور علاقہ یمامہ میں بنو حنیف۔ چند افراد قبائل پر عیسائیت محدود تھی۔

عرب کے اکثر حصوں پر شاہان روم و اصفہان کی صف آرائیوں سے خاص طور پر متنفع ہو کر عرب کے دو ملکی خاندان ملوک غستان اور حیرہ نے خسرو اور قیصر کی متابعت کوئی مابین اس طرح تقسیم کر لیا تھا کہ سلاطین حیرہ ملوک فارس کے مطیع تھے اور فرمانروایان غسان اقاصرہ روم کے ماتحت تھے۔ اکاسرہ عجم اور اقاصرہ روم کی باہمی جنگ و جدال نے حقیقتاً" تمام ملک و قوم کے مجمہ سے خون چوس لیا تھا۔ حالانکہ اسباب جنگ میں بمقابلہ عیسائیوں کے ایرانیوں کے مطالبات حق بجانب ثابت ہوتے ہیں۔ انہیں کے زیر اثر ہو کر عرب میں حیرہ اور غسان کی ماتحتی حکومتیں بھی باہمی کشت و خون اور دائمی جنگ و جدال میں مصروف رہتی تھیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عیسائیت کس اصول کے ساتھ عرب میں مروج تھی۔ اس کی تحقیق جہاں تک کی جاتی ہے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین عرب پر عیسائیت کے مختلف طریقے اپنی مختلف فیہ اقسام کی تعلیم و تبلیغ پھیلا رہے ہیں طرفہ تر تو یہ ہے کہ یہ لوگ ایک طرف تو دوسروں کو اپنے دینیات کی تعلیم دیتے

تھے اور دوسری طرف خود آپس میں لڑتے مرتے تھے فرقہ نطوریہ اور فرقہ یعقوبی باہدیگر معرکہ آراء تھے۔ خلاف یہود کے یہ عیسائی فرقے اپنے غلط عقائد کی تائید میں انتہا درجہ کے ضدی اور ہٹ دھرم بنے ہوئے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ کے وجود ذات کی نسبت ذات الٰہی کا خاص مماثل۔ یا کم سے کم اس کا فرزند حقیقی یا اس کا کلام خاص تعیین کرتے تھے۔ آپ کی پیدائش کو وہ کبار ازلیت سے مختص سمجھتے تھے اور آپ کے ظہور ذات کو الوہیت کا مماثل یا پیکر انسانی میں الوہیت کا مبدل جس کی ترکیب خلقت خاص کر عالم نور سے ہوئی ہے قرار دیتے تھے۔ اس عقائد کی بناء پر عیسیٰؑ کی ایسی منزہ اور مقدس ذات نہ فنا کی جا سکتی تھی اور نہ خود فنا ہوئی۔ وہ کلمات استغاثہ جن کو متعصبین عیسائیوں نے خاص حضرت عیسیٰؑ کی زبانی ادا کئے جانے کی شہرت دے رکھی ہے حقیقت میں وہ نہ ان کی زبان سے نکلے تھے اور نہ کبھی نکل سکتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص جو مصلوب ہوا۔ وہ غیر عیسیٰ شخص تھا اور اصل عیسیٰ دشمنوں کے ہاتھ سے سراپا محفوظ رہ کر انہیں عالم نورانیت کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ جہاں سے وہ نازل ہوئے تھے۔ یہ دلیل اگرچہ کیسی ہی متوہمانہ سمجھی جائے لیکن ا۔بنیت حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بمقابلہ اور دلیلوں سے زیادہ چسپاں معلوم ہوتی ہے۔ اور بظاہر قریب الامکان خیال کی جاتی ہے۔ پالیٹ پاونٹیوس (Pilate Pontius) حضرت عیسیٰ کی جانب چانے کے لئے ازحد خواہش جس کو طرلولین (ظاہرا" تو یہودی لیکن) باطنا" عیسائی قرار دیتا ہے خاص ہردوس (Herodius) کا بھی قتل عیسیٰؑ کے الزام گوارا کرنے سے انکار۔ ان چند ساعات تک جنہیں وہ قوم بنی انسان کا محسن اور مصلح ان خوفناک مناظر کے انجام دہی کے کھینچ لایا گیا۔ عام تاریکی کا پھیل پھیل کر تمام رات تک اسی طرح قائم رہنا۔ اور صلیب دیئے جانے کے وقت خاص کر ایک قدرتی ظلمت کا تمام روئے زمین پر محیط ہو جانا۔ یہ سب قرائن متحد و متفق ہو کر اس امر کے قریب الامکان ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔ کہ بے خطا و قصور بالکل محفوظ رہ گیا۔ اور ملزم و مجرم مصلوب کر دیا گیا۔

مندرجہ بالا عبارت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ عرب میں عیسائیوں کے مختلف فرقے جو آ کر آباد ہو گئے تھے وہ مذہب میں اختلاف آراء کی بنا پر آپس میں لڑا کرتے تھے اس کی تفصیل کے لئے مختصرا اتنا لکھ کر بتلا دینا کافی ہو گا کہ عموما" تمام عیسائی تو حضرت عیسیٰؑ بن مریم علیہ السلام کو ابن اللہ تسلیم کرتے ہی تھے لیکن عرب میں یعقوبی فرقہ کے عیسائی حضرت مریم کو (نعوذ باللہ) خدا کی بی بی اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اس بناء پر فرقہ نطوریہ سے جو زیادہ تر عراق عرب میں آباد تھے اور یعقوبی فرقہ سے جو شام سے آ کر حجاز و یمن میں آباد ہوا تھا بڑے بڑے مقابلے اور مقاتلے پیش آ رہے تھے۔

ظہور اسلام کے وقت خاص کر عرب کے دینی اخلاقی۔ ملکی اور قومی خرابیوں اور بربادیوں کا یہ مرقع تھا جو ہم نے نہایت وضاحت سے کھینچ کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ سرزمین عرب پر موقوف و محدود نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہم تمام اقطاع عالم کے دینی اور دنیوی حالات۔ جو آنحضرت صلعم کے بعثت کے وقت

Presented by www.ziyaraat.net

ہمارے مرقومہ بالا تفصیل حالات کو پڑھ کر ہر شخص با آسانی
ثابت ہوتے ہیں۔ پوری تفصیل دکھلا چکے ہیں۔
سمجھ لے گا اور یقین کر لے گا کہ عام گمراہی و ضلالت اور سراپا تاریکی و ظلمت کے ایسے شدید و سخت زمانہ وقت میں پیدا کنندۂ زمین و آسمان اور خدائے رحیم و رحمان کی رحمت کو اپنے بندوں کی نجات و مخلصی اور صلح و آشتی کی تعلیم و ہدایت اور کفر و الحاد سے ترک تعلق کرنے۔ اور اس ذات واحد کی پرستش و عبادت بجا لانے کی غرض و غایت سے ایک ایسے رہبر کامل کو نازل فرمانے کی ضرورت ہوئی جو اپنے انوار تعلیم و ارشاد سے کفر پرستی کی تاریکیوں کو دور کر کے معمورۂ عالم کو پرنور کر دیتا۔ جن لوگوں نے امم سابقہ کے ازمنہ خاصہ میں بالاستیعاب حالات و واقعات پڑھے ہیں اور انبیائے سابقین کے اسباب رسالت اور امم امامین کی دینی اور دنیوی ضرورتوں کو کامل طور سے سمجھ لیا ہے وہ موجودہ عالم گیر جہالت و ضلالت میں جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت رسالت کو پورے طور سے سمجھتے ہیں۔ ان کو یقینی طور پر علم ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو دنیا سے اٹھے ہوئے دو ہزار سال اور حضرت سلیمان کو ڈیڑھ ہزار سال۔ اور جناب عیسیٰ بن مریمؑ کو آسمان پر صعود فرمائے ہوئے چھ سو برس ہو چکے تھے۔ اس زمانہ میں ان حضرات کی تعلیم و تبلیغ نے جس قدر دنیا کو اور اہل دنیا کو برائی سے بچایا اور ان کی بگڑی ہوئی حالتوں کو بنایا تھا۔ اتنی مدت میں انہوں نے اپنی غفلت اور جہالت سے اسی قدر اپنی دینی اور دنیاوی حالتوں کو بگاڑا تھا۔ ان مقدس رہبران روحانی اور پیغمبران ربانی نے سب سے پہلے جس چیز کی تعلیم انہیں پہنچائی تھی۔ وہ معرفت اور وحدت الٰہی تھی۔ اور اس وقت سب سے پہلے جس چیز کو ان لوگوں نے بگاڑا تھا۔ وہ یہی تعلیم تھی۔ اور اسی وحدت الٰہی کی خراب و برباد حالت تھی جو ہر فرقے ہر قوم ہر ملک کے مندرجہ بالا حالات و واقعات سے پورے طور پر معلوم ہو چکی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کے عقائد میں وجود الٰہی قائم نہیں تھا۔ توحید کا کیا ذکر نام کو تو یہ سب لوگ اپنے آپ کو مذہب الہام کا متبع بتلاتے تھے مگر حقیقتاً" ان میں نہ مذہب الہامی کے کوئی آثار پائے جاتے تھے اور اخبار دینیات کی خرابی کی وجہ سے ان کے اخلاق تمدن۔ معاشرت اور آداب ایسے خراب و خستہ ہو رہے تھے کہ حیوانیت اور انسانیت میں کوئی فرق باقی نہیں رہا تھا۔ جن اصول و عقائد کو وہ اپنے خیال میں حق پرستی سمجھتے تھے وہ حقیقت میں بت پرستی سے بھی بدتر تھے۔ جن تہذیب اخلاق اور آداب کو وہ اپنے زعم میں معیار انسانیت خیال کرتے تھے وہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے شعار حیوانیت تھے۔ اور اظہار نفسانیت۔

دنیا کے محققین جانتے ہیں کہ شیرازہ عالم کی ایسی ہی شکستگی اور ابتری کے خاص عالم میں اور زمانہ کی ایسی ہی عالمگیر تاریکی اور سیاہی کے خاص وقتوں میں اور بندگان الٰہی کی ایسی ہی سیاہ کاریوں اور کافر کرداریوں کے موقع پر اس راحم برحق اور ناظم مطلق کو اپنی رحمت کی فیض رسانیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مدبر قدرت نے اصلاح عالم کے لئے اس وقت بھی وہی انتظام جاری فرمائے جو ہمیشہ سے عادت الٰہی قرار پا چکے

تھے۔ لیکن اپنے اس نظام میں اب کی بار یہ خصوصیت البتہ قائم کر دی۔ کہ اس دفعہ رہنمائی عالم کے اس نظام کو ایسا مفصل اور مکمل بنایا اور اس نظام کے ناظم اور مجدد کو سلسلہ ہدایت و رہبری کا ایسا خاتم قرار دیا کہ پھر زمانہ کو پیغمبر کی ضرورت نہ رہی۔

وہ خاتم سلسلہ رہبری۔ متمم جریدۂ پیغمبری۔ خاتم النبیین۔ سید المرسلین حضرت محمد ابن عبداللہ ارواحنا فداہ تھے جو چالیس برس کے سن میں خاص معبد ابراہیمی اور موطن اسماعیل کے شہر مکہ میں بقول عموم اٹھارویں رمضان یوم دو شنبہ ۲۱ فروری ۶۱۰ اور بقول مشہور و جمہور ستائیسویں رجب کو مبعوث برسالت ہوئے۔

خاص عرب میں مبعوث برسالت ہونے کی مخصوص ضرورت

خاص کر جزیرہ نمائے عرب میں حضرت خاتم النبیین حبیب خدا محمد مصطفیٰ علیہ وآلہ التحیتہ والثنا کے مبعوث برسالت فرمائے جانے کی وجہ خاص نہایت کھلی اور صاف ہے۔ ذیل کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

اگر ہم ملک عرب کو کرہ ارض پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جزیرہ نمائے عرب کو ایشیا یورپ اور افریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے۔ اور وہ خشکی و تری (دونوں راستوں سے) دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے اس لئے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا اور جہالت کی حکومت اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کیلئے ایک مرکز واحد قائم کرنے کے لئے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اس کے لئے موزوں ہے خصوصاً" اس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ' یورپ اور ایشیاء کی تین بڑی قطعات ارض (سلطنتوں) کا عرب سے تعلق تھا تو عرب کی آواز ان براعظموں میں بہت جلد پہنچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔ رب العالمین نے اسی لئے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا۔ اور ان کو بتدریج پہلے اپنی قوم اپنے ملک پھر تمام عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔ رحمتہ اللعلمین ص۹

کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰۰ درجہ ارض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجہ تک آبادی ہے دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ اور نصف ۶۰ ہوا اور جب ۶۰ کو ۸۰ درجہ شمال سے تفریق کریں تب ۲۰ درجے رہ جاتے ہیں۔ اور جب ۶۰ سے ۴۸ درجہ جنوبی کو تفریق کریں تب بھی ۲۰ درجہ شمالی رہ جاتے ہیں۔ اور مکہ ساڑھے اکیس درجہ پر آباد ہے۔ اس لئے کل کرۂ ارض میں بھی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مکہ کا نام لغات عرب کی کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریباً" وسط میں ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ بھی وسط

Presented by www.ziyaraat.net

حقیقی کے قریب تر واقع ہے۔ اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں قوم آریا (ایرین)ور منگول (مغول) مغرب میں حبشی و ہامائٹ (حام) اور ریڈ انڈ ینز (امریکہ کے باشندے) پھر جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز آخر قرار دیا جا سکتا ہے۔ غالباً" اسی لئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَجَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ ہم نے تم کو درمیانی امت (درمیاں عالم کی رہنے والی) بنایا اس لئے کہ تم تمام قوموں کے سامنے خدا کی شہادت ادا کرو۔ حاشیہ رحمتہ اللعٰلمین ص۹

تبلیغ دینیات کے علاوہ اگر سیاسی ضروریات کی نظر سے بھی دیکھا جائے تو ایسے رہبر آخر الزمان اور پیغمبر کامل کی تبلیغ دینی اور تعلیم و اجرائے احکام سیاسی کی ضرورت ہے جو جریدہ عالم میں بندگان الٰہی کی دینی اور دنیاوی امور کی شیرازہ بندی کے لئے خاص کر مبعوث فرمایا گیا ہے۔ معمورۂ عالم کے وسط مقام کو اپنی تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنانا کس قدر لازمی تھا اور اسی سے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم المرسلین و النبیین ہونے کے خاص ثبوت ملتے ہیں۔ کیونکہ ان سے پہلے جتنی رسالتیں گذر چکی ہیں وہ سب ایک ہی مقام کے لئے متعین ہوئی تھیں حضرت موسیٰ قوم بنی اسرائیل کو مصر سے مخلصی دلوا کر اپنے اصل وطن کی طرف واپس لانے کے لئے مامور فرمائے گئے تھے۔ حضرت داوُدؑ اور حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل کی قوم و ملک میں احیائے شریعت و دینیات اور اجرائے نظام حکومت و سیاسیات کی غرض سے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ جناب عیسیٰؑ ابن مریم باقی ماندہ احکام عشرہ تورات کی تعمیل و تکمیل کے لئے نازل فرمائے گئے تھے ان تمام رہبران مقدسین کے ذمہ ایک ایک خاص مقام اور ایک ایک خاص کام کی درستی۔ اصلاح اور ترمیم متعلق کی گئی تھی۔ لیکن بخلاف ان حضرات کے ہمارے سرور کائنات مفتخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمام معمورۂ عالم کی ہدایت تھی اور رہنمائی۔ وہ تبلیغ دینیات کے بھی ذمہ دار تھے اور تعلیم سیاسیات کے بھی جس میں درستی اخلاق' تمدن اور معاشرت غرض تمام انسانی ضرورتیں جو ہر قوم و ملک کو ابتدائے عمر سے لے کر انتہا تک لاحق ہوتی ہیں۔ شامل ہیں۔

تاریخیں شاہد ہیں اور دنیا کے کارنامے ایک سے لے کر ہزار تک گواہ ہیں کہ اس نبی امی خطبات نے علوم دینیات و سیاسیات کی اس بخوبی اور خوش سلیقگی سے ایسی کامل تعلیم دی کہ پھر اس وقت سے لے کر ابدالاباد تک کسی رہنمائے عالم کو ہدایت و رہنمائی کے لئے تشریف لانے اور تکلیف فرمانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔

ان ضروریات اور ان کی تعمیل کے ذرائع و وسائل پر خیال کرکے ہر سطحی الذہن اور عامی العقل شخص بھی فوراً سمجھ جائے گا کہ ایسی کامل رسالت کی انجام دہی اور نیز دین ودنیا دونوں طریقوں میں بندگان الٰہی کی رہبری کے لئے مقام وسطی تبلیغ و تعلیم کا مرکز اگر کسی زاویہ یا گوشہ ملک میں قرار دیا جاتا تو ممکن نہیں تھا

کہ دین الٰہی کی تعلیم اور دستور و آئین ملکی و قومی کی ترمیم اس وسعت اور استقرار و استقامت کے ساتھ کامل ہو جاتی۔

حضرت عدنان

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں اکیسویں پشت میں ہیں۔ آپ کا معظم و مکرم ہونا اس سے ثابت ہے کہ جب بخت نصر نے عرب پر پہلا حملہ کیا تو حضرت آرمیا علیہ السلام نے بخت نصر کو بتا دیا تھا کہ اللہ کی طرف سے اس کو دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اجازت ہے مگر عدنان پر نہیں چنانچہ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا۔ ایک شاعر کہتا ہے

و کم اب قد علا بابن ذوی شرف　　　　کما علا برسول اللہ عدنان

اور بہت سے باپ ایسے بھی ہیں جنہوں نے بیٹے کے سبب سے شرف کی بلندیوں پر علو کیا ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب عدنان کو شرف و علو حاصل ہوا ہے۔ آپ کی بیوی کا نام مہدہ بنت اللھم ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں اور آپ کی اولاد تیں افراد پر مشتمل تھی۔ سب سے بڑے فرزند حضرت معد ہیں۔

معد بن عدنان

جزری تاریخ کامل کی پہلی جلد کے ص ۳۹ کی سطرا پر تحریر فرماتے ہیں

ان کی والدہ کا نام مہدہ ہے جو الھم کی بیٹی ہیں اور اللھم بھی بتلایا گیا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللھم بن جلجب بن جدلیس جدلیس کی جگہ ابن طسم بھی کہا گیا ہے اور ان کے سوتیلے بھائی ریث ہیں اور ریث کو عک بھی کہا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عک ریث کے بیٹے ہیں اور عدن بن عدنان کے متعلق کہا گیا ہے کہ اسی سے عدن ابین ہے اور ابین کا لفظ اور درج کا لفظ نسل کے انقطاع کے لئے مستعمل ہے' یعنی عدنان کی اولاد عدن ختم ہو چکی ہے۔ پس عدن عدنان یعنی عدن ابین منقطع النسل ہیں اور اسی طرح سے اد اور ابی بن عدنان اور اسی طرح ضحاک اور غنی منقطع النسل ہیں اور بخت نصر کی جنگ کے زمانے میں عدنان کے لڑکے یمن میں منتقل ہو گئے تھے اور ارمیا اور برخیا نے معد کی اولاد کو جران میں بھیج دیا تھا اور وہیں ان کو رہنے دیا تھا اور جب جنگ ختم ہو گئی تو ان دونوں نے آل معد کو مکہ واپس کر دیا تھا اور مکہ پہنچ کر ان کو معلوم ہوا کہ ان کے بھائی یمن منتقل ہو چکے ہیں۔

Presented by www.ziyaraat.net

معد بن عدنان کے نسب کے متعلق اختلافات

ایک نسخے میں بنی نزار کا نسب نامہ یوں درج کیا گیا ہے۔ "نزار ابن معد بن عدنان بن اود بن سام بن یشجب بن یعرب بن الہمیسع بن صانوع بن یامد بن قیدر بن اسماعیل بن ابراہیم بن تارح بن ناخور بن ارعواء بن اسروح بن فالغ بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن متوشلخ بن اخنوع بن مہلا ییل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم۔"

ابن عربی کا ہشام بن محمد کلبی سے روایت کردہ نزار کا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔
"نزار بن معد بن عدنان بن الہمیسع بن بنت بن سلاماں بن قیدر بن اسماعیل بن ابراہیم الخلیل بن تارح بن ناخور بن ارعواء بن فالغ بن عابر بن شالخ ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوع بن یرد بن مہلا ییل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام"

توریت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام ۹۳۰ سال زندہ رہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام لمک کی ولادت کے وقت بقید حیات تھے جبکہ لمک حضرت نوح علیہ السلام کے والد بزرگوار تھے اور ان کی عمر ۸۶۴ سال ہوئی اور شیث کی عمر ۷۴۴ سال ہوئی۔ اس حساب سے حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے وقت ۱۲۶ سال کے تھے۔

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معد سے پہلے اپنے نسب نامے کے افراد کے ذکر کو منع فرمایا ہے۔ ویسے بھی چونکہ آپؐ کے نسب نامے میں معد سے پہلے آپؐ کے نسب ناموں میں اختلاف پایا جاتا ہے جس کے علاوہ ان ناموں کے ذکر کے سلسلے میں آنحضرتؐ کے حکم کے پیش نظر اس سے احتراز واجب ہے اور آپؐ کے نسب نامے کو معد ہی تک بیان کرنا مناسب ہے۔

اس کے علاوہ معد بن عدنان تک آپ کے نسب نامے کے بیان پر اکتفا کرنا یوں بھی ضروری ہے کہ معد بن عدنان کے اس سفر کے سلسلے میں باروخ بن ناریا نے اس کی متابعت کی تھی۔ آپ نے کاتب ارمیا کے تحریر کردہ معد کے نسب نامے کو تحریف کردہ بیان فرمایا تھا جو یوں تھا۔

"معد بن عدنان ابن اود بن الہمیسع بن سلامان ابن غوص بن برو بن مساویل بن ابی العوام بن ناسل بن حرا ابن یلدارم بن کالح بن ناجم بن ناخور بن ماحی بن عستی بن عنفت بن عبید بن الرعاء بن حمران بن لیس بن ہری ابن بحری بن یلحی بن ارعوا بن عنقاء بن حسان بن عیسی بن اقتاد بن ایہام بن معصر بن ناجب بن رزاح بن سائی بن مربن عوص بن عوام بن قیدر بن اسماعیل بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام"

اس سلسلے میں بھی کہ ارمیاء مذکورہ بالا سفر میں معد بن عدنان کے ہمراہ تھا بہت سے تذکرے پائے جاتے ہیں اور اس بارے میں بھی کہ شام میں اس کے ساتھ کیا گزری۔ متعدد حکایات مشہور ہیں جن کا تذکرہ ہم اپنی پچھلی کتابوں میں کر چکے ہیں۔ مندرجہ بالا نسب نامہ ہم نے یہاں اس لئے درج کر دیا ہے تاکہ ہمارے

قارئین کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب نامے میں اختلاف کا علم ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اپنے نسب نامے کے سلسلے میں مدت مدید کے پیش نظر اسے صرف معد تک بیان کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور اس سے پہلے کے ناموں کے ذکر کی ممانعت فرمائی۔ (مروج الذہب جلد ا ص ۱۹۸ سطر ۳)

نزار بن معد

تاریخ کامل کی جلد ا ص ۳۸ پر ۴۹ پر تحریر ہے۔
ان کی کنیت ابو ایاد بتلائی گئی ہے اور ابو ربیعہ بھی۔ والدہ کا نام معانہ ہے جو جوشم بن جلہمہ بن عمرو بن جرہم کی بیٹی ہیں ان کے سگے بھائی قنص، قنامہ، سالم، جندہ، جناد، جنادہ، قحم، عبیدالرباح، غرف، عوف، شک، قضاعہ تھے۔ قضاعہ کے نام سے معد کی کنیت تھی اور چند ان میں سے فوت ہو گئے اور ان کی نسل نہیں چلی۔

حضرت مضر بن نزار

نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہی کو تفویض ہوا آپ کے تین بھائی اور تھے جن کے نام یہ ہیں۔ ایاد۔ ربیعہ۔ انمار۔ آپ اور ایاد دونوں حقیقی بھائی تھے، ربیعہ اور انمار آپ کے علاتی بھائی تھے۔ یعنی ان کی والدہ دوسری تھی۔ ان کے والد نزار نے بوقت وفات وصیت فرمائی کہ میرے مال میں قبہ ادیم الحمراء (سرخ چمڑے کا خیمہ) اور اس کے مشابہ چیزیں مضر کی ہیں، سیاہ خیمہ اور اس کے مشابہ ایاد کے واسطے ہیں۔ یہ چادر اور اس کے مشابہ انمار کی ہیں۔ اور فرمایا کہ اگر ان کی تقسیم میں دشواری پیش آئے اور اس کے قبول کرنے میں اختلاف ہو جائے تو افعی الجرہمی راہب کے پاس چلے جانا وہ فیصلہ کر دے گا۔ چنانچہ بوقت تقسیم ان میں اختلاف پیدا ہو گیا تو وہ چاروں افعی الجرہمی کے پاس تصفیہ کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں چلتے مضر کی نظر گھاس پر پڑی جو کسی جانور کی چاری ہوئی تھی۔ تو اس نے کہا جس اونٹ نے یہ گھاس کھائی ہے وہ کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا لنگڑا بھی ہے۔ ایاد نے کہا وہ دم کٹا بھی ہے۔ انمار نے کہا وہ چھوٹا ہوا بھی ہے۔ اس گفتگو کے بعد کچھ تھوڑا ہی آگے گئے تھے کہ ان کو ایک شخص جو تیزی سے اونٹنی کو دوڑاتا ہوا آ رہا تھا ملا اور اس نے اپنے گم شدہ اونٹ کے متعلق دریافت کیا۔ مضر نے اس سے پوچھا کیا وہ کانا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ ربیعہ نے پوچھا کیا وہ لنگڑا بھی ہے کہا ہاں۔ ایاد نے پوچھا کیا وہ دم کٹا ہے کہا ہے۔ انمار نے پوچھا کیا وہ چھوٹا ہوا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ بالکل وہی میرا اونٹ ہے بتاؤ وہ کہاں ہے؟ انہوں نے قسم

Presented by www.ziyaraat.net

کھا کر کہا کہ ہم نے تیرا اونٹ کہیں نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کہ جب تم نے اس کی علامتیں ٹھیک ٹھیک بتلا دیں تو میں کیسے یقین کر لوں کہ تم نے نہیں دیکھا۔ اور وہ تمہارے پاس نہیں؟ باوجود ان کے بار بار کہنے کہ ہم نے تیرا اونٹ نہیں دیکھا اور نہ ہمیں معلوم ہے اس نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور ان کے ساتھ ساتھ چلتا گیا یہاں تک کہ وہ سب نجران میں افعی جرہمی کے پاس پہنچے وہاں پہنچ کر اونٹ والے نے جرہمی سے سارا ماجرا سنا کر درخواست کی کہ میرا اونٹ دلوا دیجئے جرہمی نے ان کے انکار کرنے پر پوچھا کہ جب تم نے اس کا اونٹ نہیں دیکھا تو تمہیں اس کے اوصاف کیسے معلوم ہوئے۔ مضر نے کہا میں نے اس کا کانا ہونا اس سے معلوم کیا کہ وہ ایک طرف کی گھاس کھاتا گیا۔ اور دوسری طرف کی چھوڑتا گیا۔ ربیعہ نے کہا میں نے اس کے پاؤں کے نشانات سے معلوم کیا کہ وہ لنگڑا ہے کیونکہ اس کے اگلے پیر کا نشان پورا پڑتا نظر آتا تھا اور دوسرے کا پورا نظر نہیں آتا تھا۔ ایاد نے کہا میں نے مینگنیوں سے اس کا دم کٹا ہونا معلوم کیا ہے۔ کیونکہ اس کی مینگنیاں اکٹھی پڑی ہوئی تھیں۔ اگر اس کی دم ہوتی تو مینگنیاں متفرق گرتیں۔ انمار نے کہا میں نے اس کا چھوٹا ہوا ہونا اس سے معلوم کیا کہ وہ سرسبز اور گنجان جھاڑیوں کو چھوڑتا ہوا گیا ہے۔ اگر وہ چھوٹا ہوا نہ ہوتا تو ان سرسبز اور گنجان جھاڑیوں کو چھوڑتا ہوا ہرگز نہ گزرتا۔ یہ سن کر جرہمی نے اس اونٹ والے سے کہا کہ تیرا اونٹ ان کے پاس نہیں جا اس کو تلاش کر۔ پھر جرہمی نے ان سے ان کے حالات اور آنے کا سبب پوچھا۔ ان کے بتانے پر وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا تم جیسے عقلندوں کو بھلا میرے فیصلہ کی کیا حاجت ہے؟

یہ کہہ کر اس نے کھانے کے لئے کہا۔ انہوں نے کھانا کھایا اور شراب پی۔ بعد میں مضر نے کہا آج کیا اچھی شراب پی ہے مگر کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ ایک قبر کے انگوروں سے نہ بنائی گئی ہوتی۔ ربیعہ نے کہا آج جو گوشت کھایا ہے وہ بڑے ہی مزے کا تھا مگر کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ بکری کتیا کا دودھ پی کر نہ پلی ہوتی۔ ایاد نے کہا ہمارا میزبان کیا اچھا ہے لیکن اے کاش کہ وہ اپنے باپ کا بیٹا ہوتا۔ انمار نے کہا جو باتیں آج ہم نے سنی ہیں ان سے بہتر کبھی نہیں سنیں۔ ان کی اس گفتگو کو سن کر جرہمی کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی اور وہ اٹھ کر اپنی ماں کے پاس آیا اور اپنے باپ کا حال پوچھا اس نے کہا کہ میں جس بادشاہ کے نکاح میں تھی اس کے اولاد نہیں ہوتی تھی مجھے برا معلوم ہوا کہ بادشاہی اس کے گھرانے سے نکل جائے۔ اس لئے ایک شخص کے پاس گئی اور اس سے حاملہ ہو گئی۔ پھر اس نے شراب بنانے والے سے شراب کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا میں نے ایک ڈالی انگور کی تیرے باپ کی قبر پر لگائی تھی یہ ان انگوروں کی شراب ہے۔ پھر اس نے چرواہے سے بکریوں کے متعلق پوچھا تو چرواہے نے کہا کہ اس بکری کو میں نے کتیا کا دودھ پلایا تھا۔ پھر ان کے پاس آکر جرہمی نے مضر سے پوچھا کہ آپ کو شراب کی حقیقت کیسے معلوم ہوئی؟ مضر نے کہا اس وجہ سے کہ اس کے پینے سے مجھے سخت پیاس لگی تھی۔ پھر اس نے ان سے پوچھا کہ مال کی

تقسیم میں تمہارا کیا اختلاف ہے۔ انہوں نے سارا قصہ سنایا۔ جرہمی نے یہ سن کر فیصلہ دیا کہ قبہ حمراء، دینار اور سرخ اونٹ وغیرہ مضر کے ہیں خیمہ سیاہ اور کالے گھوڑے اور خچر وغیرہ ربیعہ کے ہیں۔ بوڑھی خادمہ اور بھیڑ بکری مویشی وغیرہ ایاد کے ہیں۔ زمین اور حمار وغیرہ انمار کے ہیں۔ وہ اس فیصلے پر راضی ہو گئے اور واپس گئے۔

حضرت عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
لَا تَسُبُّوا مُضَرَ فَاِنَّہٗ کَانَ قَدْ اَسْلَمَ — مضر کو برا نہ کہو کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے

(طبقات ابن سعد جلد اول ص ۳۵ الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۴۲۴)

چنانچہ آپ لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے اور دین ابراہیمی پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔ آپ کی زوجہ کا نام رباب بنت حیدہ بن معد بن عدنان ہے۔ آپ کے دو بیٹے مشہور ہیں عیلان اور الیاس۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الیاس ہی سرفراز ہوئے۔ (ذکر حسین جلد ا ص ۴ ص ۹۔ تاریخ طبری جلد ا ص ۴۹ سطر ۱۹)

ابن اثیر جزری تاریخ کامل جلد ا ص ۳۴ سطر ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں

ان کی کنیت ابو عمرو ہے اور ماں کا نام رباب ہے جندہ بن معد کی بیٹی تھیں۔ الیاس کا سگا بھائی الناس ہے اور اسی کا نام عیلان بھی پڑ گیا تھا۔ اس کے گھوڑے کا نام عیلان تھا۔ اسی نسبت سے عیلان کے اس کے نام میں لگا دیتے تھے یا خالی عیلان بھی کہہ دیتے تھے اس نسبتی نام کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ الناس عیلان نامی پہاڑ کی کھو میں پیدا ہوا تھا، اس لئے اس کو بھی عیلان کہنے لگے اور اس نسبت کی اور وجہیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ کہ جب الناس کا انتقال ہوا تو خندف نے انتہائی غم کیا۔ میت کے گھر میں نہیں ٹھہریں اور کسی چھت کے زیر سایہ نہیں آئیں۔ یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئیں اور ان کا سوگ ضرب المثل ہو گیا ہے۔ الناس کا انتقال جمعرات کو ہوا تھا اس لئے خندف جمعرات کی صبح سے لے کر رات تک روتی رہتی تھیں۔

حضرت مدرکہ بن الیاس

آپ کا نام عمرو اور لقب مدرکہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے والد حضرت الیاس اپنے اونٹوں کو لے کر چرانے کے لئے کہیں لے جا رہے تھے۔ راستے میں اونٹوں کی نظر ایک خرگوش پر پڑی۔ تو وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے ان کی تلاش کے لئے آپ گئے اور انہیں ڈھونڈ کر واپس لے آئے اس لئے آپ کا لقب مدرکہ (پانے والا) ہو گیا جو اصل نام پر غالب ہو گیا۔

و کان فیہ نور المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہرا بینا (زرقانی علی المواہب ص ۷۸)

Presented by www.ziyaraat.net

اور آپ کی پیشانی میں نور مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر و روشن تھا۔
حضرت مدرکہ کے بھی پانچ بیٹے مشہور ہیں۔ آپ کی زوجہ کا نام سلمٰی بنت اسلم ہے نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے منتقل ہو کر ان کے بڑے فرزند حضرت خزیمہ کو تفویض ہوا۔ (ذکر حسین ص ۶۴ سطر۱۔ تاریخ طبری جلد۱ ص ۲۸ سطر۶)
تاریخ کامل جلد۱ ص ۳۳ سطر۱۹ پر ہے۔
کنیت ابو اسود ہے اور ان کی ماں کا نام سلمٰی ہے جو اسلم بن الحاف بن قضاعہ کی بیٹی تھیں اور ان کا اخیانی بھائی تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف ہے اور خزیمہ کے سگے بھائی ہیں۔ ہذیل ہیں اور کہا گیا ہے کہ خزیمہ' ہذیل' دونوں کی ماں کا نام سلمٰی ہے۔ جو اسد بن ربیعہ کی بیٹی تھیں۔ یہ خزیمہ وہی ہیں جنھوں نے ہبل بت کو کعبہ پر نصب کیا تھا اور اس لئے یہ بت ہبل خزیمہ کے نام سے منسوب تھا۔ اسلم کے لام پر پیش ہے۔
تاریخ کامل جلد۱ ص ۳۳ سطر۱۰ پر ہے۔
ابو نضر کنیت ہے اور کنانہ کی ماں کا نام عوانہ ہے جو سعد بن قیس عیلان کی بیٹی تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کنانہ کی ماں ہند تھی اور یہ عمرو ابن قیس کی بیٹی تھیں۔ کنانہ کے باپ شریک بھائی اسد اور اسدہ دو بھائی بہن تھے۔ کنانہ کی کنیت ابو جذام و الھون بھی تھی اور ان کی ماں کا نام بھی برہ تھا جو مرہ کی بیٹی تھیں اور یہ برہ نضر کی ماں بھی تھیں اور کنانہ کے بعد وہ اپنی ماں کے وارث ہوئے تھے۔

حضرت نضر بن کنانہ

آپ کا نام قیس تھا۔ چونکہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے بہت زیادہ حسین و جمیل تھے اس لئے لوگ آپ کو نضر کہا کرتے تھے۔ کیونکہ نضر کا معنی تر و تازہ' خوبصورت اور پر رونق ہوتا ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔
تعرف فی وجوھھم نضرۃ النعیم (۳۰/۸) یعنی جنت کے عیش و عشرت اور اس کی نعمتوں کی تر و تازگی اور رونق انکے چہروں میں دیکھتے ہی تم پہچان لوگے کہ یہ لوگ عیش وراحت میں ہیں۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

لا تسبوا قیسا فانہ کان مسلما — **قیس کو برا نہ کہو بلاشبہ وہ مسلمان تھے۔**

(الحاوی للفتاوی جلد۲ ص ۴۲۲)

آپ کی زوجہ کا نام ہے عکرشہ بنت عدوان' آپ کے آٹھ بیٹے تھے نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مالک کو تفویض ہوا۔ (ذکر حسین ص ۶۶ سطر۴۔ تاریخ طبری جلد۱ ص ۴۸ سطر۱)

مالک بن نضر

مالک بن نضر اور مخلد بھی نضر مالک کی والدہ عاتکہ بن عدوان بن عمرو بن قیس بن عیلان تھی اور یہ میں نہیں جانتا کہ مخلد کی ماں بھی یہ تھی یا اور کوئی تھی۔ مالک بن نضر کے ہاں فہر بن مالک پیدا ہوئے اور ان کی ماں جندلہ بنت حارث بن مضاض الجرہمی تھی یہ ابن مضاض اکبر نہیں ہے پھر فہر بن مالک کے چار بیٹے ہوئے غالب بن فہر اور محارب بن فہر اور حارث بن فہر اور اسد بن فہر اور ماں ان کی لیلٰہ سعد بن ہذیل بن مدرکہ تھی۔ جندلہ بنت فہر یعنی یرلوع بن حنظہ بن مالک بن زید مناست بن تمیم اس کی ماں لیلہ بنت سعد تھی۔ (سیرت ابن ہشام جلد۱ ص ۶۳ سطر۲۰)
تاریخ کامل جلد۱ ص ۳۲ سطر۱۰ پر ہے۔
ان کی کنیت ابو الحارث ہے اور ان کی ماں کا نام عاتکہ ہے جو عدوان کی بیٹی تھیں اور وہ حارث بن قیس عیلان (کی شاخ سے ہیں) اور ان کا لقب عکرشہ ہے اور اس کے سوا بھی کہا گیا ہے۔

حضرت فہر بن مالک

آپ کی کنیت ابو غالب اور لقب قریش تھا اور بعض فرماتے ہیں کہ آپ کی والدہ نے آپ کا نام قریش اور والد نے فہر رکھا تھا۔ قریش قرش کی تصغیر ہے۔ قرش اس مچھلی کو کہتے ہیں جو پانی کے اندر جانوروں کو اپنے دانتوں سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے۔ آپ اور آپ کی اولاد کو قریش قوت و طاقت اور شجاعت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کا قبیلہ جملہ قبائل سے طاقتور اور بہادر تھا چنانچہ آپ کے زمانے میں حسان حاکم یمن فوج لے کر مکے پر حملہ آور ہوا' اس کا مقصد یہ تھا کہ کعبہ مکرمہ کو گرا کر اس کے پتھروں کو یمن میں لے جا کر وہاں کعبہ بنائے۔ حضرت فہر مع اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے مقابلے میں نکلے بڑی سخت لڑائی کے بعد آپ کو فتح اور حسان کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار کیا گیا۔ تین سال قید رکھنے کے بعد آپ نے فدیہ لے کر اس کو چھوڑ دیا اور وہ یمن کو واپس جاتے ہوئے راستے میں مرگیا۔ (کامل ابن اثیر ص ۲ ج ۲)
آپ کو مکہ مکرمہ میں پہلے ہی ایک رئیس اور سردار کی حیثیت حاصل تھی مگر اس عظیم الشان فتح کے بعد آپ کی عظمت و شجاعت اور سیادت کا عرب پر سکہ بیٹھ گیا۔
حضرت ابو عبید وامراتین الامتہ فاتح شام از عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ان سے ملتا ہے۔
آپ کی زوجہ کا نام لیلٰی بنت الحارث ہے آپ کے سات بیٹے تھے۔ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے بڑے فرزند حضرت غالب کو تفویض ہوا۔ ذکر حسین ص ۶۷ سطر۱۔ تاریخ طبری جلد۱ ص ۴۵ سطر۱۹)

Presented by www.ziyaraat.net

غالب بن فہر

پھر غالب بن فہر کے دو بیٹے پیدا ہوئے لوئی بن غالب اور تیم بن غالب اور ان دونوں کی ماں سلمٰی بنت عمرو الخزاعی تھی اور تیم بن غالب کی اولاد کو بنو لاورم کہتے ہیں قیس بن غالب کی ماں سلمٰی بن کعب بن عمرو الخزاعی تھی اور یہی سلمٰی لوئی اور تیم غالب کے دونوں بیٹوں کی ماں ہے۔ (سیرت ابن ہاشم جلد ا ص ۴۶ سطر ۲)

تاریخ کامل جلد ا ص ۳۱ سطر ۱۰ پر ہے۔

ان کی کنیت ابو تیم ہے اور غالب کی والدہ کا نام لیلٰہ ہے جو حارث بن سعد بن ہذیل کی بیٹی ہے اور غالب کے سگے بھائیوں کے نام حرث اور محارب اور اسد اور عوف اور جون اور ذئب ہیں۔ حارث اور محارب قریش ظواہر سے تھے۔ ان دونوں میں سے حارث بطحائے مکہ میں منتقل ہو گئے اور قریش بطاح یعنی باشندگان شہر مکہ میں داخل ہو گئے۔

لوئی بن غالب

پھر لوئی بن غالب کے چار اولادیں ہوئیں کعب بن لوئی اور عامر بن لوئی اور عوف بن لوئی اور سامہ بن لوئی۔ چنانچہ کعب اور عامر اور سامہ کی ماں تو ماویہ بنت کعب بن القین بن حبر قبیلہ قضاعہ میں سے تھی۔

کہا جاتا ہے کہ حارث بن لوئی کا ایک بیٹا ہے جس کی اولاد کو بنی جشم بن حارث کہتے ہیں اور یہ لوگ قبیلہ ربیعہ کی شاخ ہزان میں مشہور ہیں۔ سعد بن لوئی کا ایک بیٹا ہے۔ اس کی پرورش کرنے والی عورت کا نام بنانہ تھا اسی کے نام پر اس کی اولاد بنی بنانہ کہلاتی ہے قبیلہ ربیعہ کی شاخ بن شیبان بن ثعلبہ بن عکامہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہیں۔ اور یہ بنانہ قبیلہ بنی قین بن حبر بن شیع اللہ ساسیع اللہ بن اسد بن دبرہ بن همبہ بن جلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ میں سے تھی۔ بعض کہتے ہیں بنانہ بنت نمر بن قاسط ربیعہ میں سے تھی اور بعض کہتے ہیں بنانہ بنت جرم بن ربان بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ تھی اور لوئی بن غالب کا ایک بیٹا خزیمہ بھی تھا۔ جس کی اولاد بنی عائذہ کہلاتی ہے اور عائذہ یمن کی ایک عورت ہے اور یہ بنی عبید بن خزیمہ بن لوئی کی ماں ہے اور لوئی کی سب بیٹیوں کی ماں سوائے عامر بن لوئی کے ماویہ بن کعب بن قیس بن حبر ہے۔ اور عامر بن لوئی کی ماں مخشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لیلٰی بنت شیبان بن محارب بن فہر ہے۔

کنیت ابو لعب ہے اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ ہے جو مخلد بن نضر بن کنانہ کی بیٹی ہیں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے نسب نامہ میں آپ کی قریشی، جدات صحیحہ یعنی دادیان عاتکہ نام کی متعدد ہیں مگر یہ عاتکہ سب سے پہلی ہیں لوئی کے دو بھائی ہیں ایک کا نام تیم الادرم ہے تیم نام ہے اور ادرم صفت ہے ادرم ہر اس شخص کو کہتے تھے جس کی ٹھوڈی میں نقص ہو اور یہ ایسے ہی تھے اس لئے تیم الادرم نام پڑا۔ دوسرے بھائی کا نام قیس ہے اور دونوں بھائیوں کی نسل سے کوئی باقی نہیں رہا تھا اور آخری مرنے والا خالد بن عبداللہ القسری کے زمانے میں مرا ہے اور اس کی میراث کا لینے والا کوئی وارث باقی نہیں رہا تھا ان کی ماں کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ سلمٰی نام کی تھیں جو عمرو بن ربیعہ کی بیٹی تھیں اور یہ رابیعہ یحیی بن حارثہ خزاعی کی شاخ سے ہیں۔ (تاریخ کامل جلد ا ص ۳۰ سطر آخر)

ابن اسحٰق اور ابن الکلبی کے بیان کے مطابق اس کی ماں ماویہ بنت کعب بن القین بن حبر بن شیع اللہ بن اسد و برہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ تھی اس کے دو اور حقیقی بھائی عامر اور سامہ تھے یہی بنو ناجیہ ہیں۔ اس کا ایک دوسرا علاتی بھائی عوف تھا چونکہ اس کی ماں غطفان کی تھی اس لئے اس نے اپنا نسب انہیں سے شامل کیا تھا اس کی ماں نام بارہ بنت عوف بن غنم بن عبداللہ بن غطفان تھا۔

بیان کیا گیا ہے کہ لوئی بن غالب کے مرنے کے بعد یہ اپنے لڑکے عوف کو لے کر اپنی قوم میں چلی گئی وہاں سعد بن ذبیان بن بغیض نے اس سے شادی کر لی **اس** نے عوف کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اسی کی طرف فزارہ بن ذبیان نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا۔ (تاریخ طبری **جلد ا ص** ۴۴ سطر ۱۷)

عرج علی ابن لوی جملک   **ترکک القوم و لا منزل لک**

نبی اکرمؐ کے متعلق بشارت

ابو نعیم سے بتوسط محمد بن حسن بن زبالہ اور بحوالہ محمد بن طلحہ تیمی، محمد بن ابراہیم بن الحارث اور ابی سلمہ مروی ہے کہ ایک دفعہ جمعہ کے دن جسے قریش عروبہ یا یوم العروبہ کہتے تھے کعب نے اپنی قوم قریش کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"سنو! جانو اور سمجھو کہ راتیں گزرتی جا رہی ہیں، دن ویران تک ہوتے جا رہے ہیں، پست زمین ایک نہ ایک دن سب کا بچھونا ہو گی، آسمان بکھر جائیں گے، پہاڑ جو آج آسمان سے باتیں کر رہے ہیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اول و آخر سب برابر ہو جائیں گے، اپنے نام و نسب کی باتیں کرنا چھوڑو، اپنے مستقبل کی فکر کرو، اپنے مال و متاع سے پھل پانے کی کوشش کرو، کیا تم سمجھتے ہو کہ جو چلا گیا پھر لوٹ کر آ جائے گا، یا جو مر گیا سو مر گیا؟ نہیں ایک اور جگہ آئندہ تمہارا گھر ہونے والا ہے، تمہارے گمان غلط ہیں، صحیح باتوں کا خیال کرو کہ انہی کی عزت و حرمت تم پر لازم ہیں، میں تمہیں جلد ہی ایک خوشخبری سناؤں گا جو ایک نبی کریم کے بارے میں ہو گی۔"

Presented by www.ziyaraat.net

اس کے بعد کعب بن لوئی نے حاضرین کو پند و موعظت اور عبرت پر مبنی کچھ اشعار بھی سنائے جو مختلف کتابوں میں آج تک محفوظ ہیں۔

آخر میں کعب بن لوئی نے اسی قبیل کی کچھ اور باتیں قریش کے سامنے کرکے اور انہیں نیک کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے بچنے کی نصیحت کرکے انہیں سیدھی راہ پر چلنے کا مشورہ دیا۔

ابو نعیم کہتے ہیں کہ کعب بن لوئی کی وفات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت میں پانچ سو ساٹھ سال کا فصل ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد۲ ص ۲۴۷ سطر۲)

سامہ بن لوئی کا قصہ

سامہ بن لوئی عمان چلا گیا تھا اور وہیں رہتا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ عامر بن لوئی نے ان کو نکال دیا تھا۔ کیونکہ انکے آپس میں جنگ ہوئی تھی اور سامہ نے عامر کی آنکھ پھوڑ ڈالی تھی اور پھر عامر کے خوف سے عمان کی طرف چلا گیا تھا ایک روز سامہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر جا رہا تھا کہ یکایک اونٹنی نے ایک درخت پر چرنے کے واسطے منہ ڈالا اور فوراً ہی ایک سانپ نے اس کے ہونٹ میں کاٹ کھایا سانپ کے کاٹتے ہی اونٹنی گری اور سامہ کے بھی سانپ نے کاٹ کھایا۔ جب سامہ نے دیکھا کہ اب میں مرتا ہوں تو چند اشعار کہے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

رب کلس ہرقت یا بن لوئی   حذر الموت لم تکن مہراقہ

ترجمہ: اے لوئی کے بیٹے تو نے موت کے خوف سے بہت سے پیالے ایسے لنڈھائے جن کا تو لنڈھانے والا نہ تھا۔

سامہ کی اولاد میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سامہ بن لوئی کی اولاد سے اپنا ہونا بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہی سامہ جو شاعر تھا۔ بعض اصحابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاید آپ نے اس کا یہ شعر سنا ہو گا۔

رب کلس ہرقفت یا بن لوی   حذر الموت لم تکن مہراقہ

آپ نے فرمایا ہاں

عوف بن لوئی کا واقعہ

عوف بن لوئی قریش کے چند لوگوں کے ساتھ سفر کو چلا یہاں تک کہ جب غطفان بن سعدان بن قیس بن عیلان کی زمین میں پہنچا تو منزل پر پہنچنے میں اس کو دیر ہو گئی۔ اور اس کے ساتھی اس سے پہلے پہنچ گئے

اور پہلے اس کو وہاں سے چھوڑ کر آگے چل دیئے اور اس کو ثعلبہ بن سعید ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان اور عوف بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان نے روک لیا اور اپنا بھائی بنا لیا اور وہیں اس کی شادی کر دی جس سے اس کی اولاد اس ملک میں پھیلی

کعب بن لوئی

پھر کعب بن لوئی کے تین بیٹے ہوئے مرہ بن کعب اور عدی بن کعب اور ھصیص بن کعب اور ان کی ماں کا نام وحشیہ بن شیبان بن محارب بن فہر بن مالک بن نضر ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد۱ ص ۶۴ سطر۵)

مرہ بن کعب

پھر مرہ بن کعب کے تین بیٹے ہوئے کلاب بن مرہ اور تیم بن مرہ اور لقیظہ بن مرہ' کلاب بن مرہ کی ماں تو ہند بنت سریر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہے' لقیظہ بارقیہ کی ماں ایک عورت تھی یمن کی قبیلہ بنی اسد کی شاخ بارق میں سے اور کہا جاتا ہے کہ یہی عورت تیم کی ماں بھی تھی اور تیم ہند بنت سریر کلاب کی ماں کا نام ہے۔ بارق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو عدی بن حارثہ بن عمرو بن عمر بن عامر بن حارثہ ابن امری القیس بن ثعلبہ بن مازن بن الاسد بن غوث کی اولاد ہیں اور یہ قبیل شنوہ میں سے تھے اور بارق ان کو اس سبب سے کہتے ہیں کہ یہ برق کے پیرو تھے۔ (سیرت ابن ہشام جلد۱ ص ۶۵ سطر آخر)
تاریخ کامل جلد۱ ص ۳۹ سطر۱۵ پر ہے۔

ان کی کنیت ابو یقظہ ہے اور مرہ کی والدہ کا نام محشیہ ہے جو شیبان بن محارب بن فہر کی بیٹی تھیں اور مرہ کے حقیقی بھائی حصیص اور عدی تھے۔ بعض مورخین نے کہا ہے کہ عدی کی ماں کا نام رقاش ہے جو رکبہ میں نائلہ بن کعب بن حرب بن تمیم بن سعد بن فہم بن عمرو بن قیس عیلان کی بیٹی ہیں۔ (ھصیص کی (ہ) پر پیش ہے اور ص پر زبر ہے اور اس کے بعد یا اور آخر میں ص ہے۔)

(مرہ کے والد کا نام کعب ہے) اور کنیت ابو ھصیص ہے اور کعب کی والدہ کا نام ماریہ ہے جو کعب بن القین بن جسر قضاعی کی بیٹی تھیں۔ کعب کے دو سگے بھائی تھے۔ ایک کا نام عمر اور دوسرے کا نام سامہ تھا اور ان تینوں بھائیوں کا ایک علاتی بھائی بھی تھا جس کا نام عوف تھا اور اس کی ماں باردہ تھی جو عوف بن عمک بن عبداللہ بن غطفان کی بیٹی تھی مگر عوف بن لوئی کی جگہ عوف بن غطفان سے پکارا جاتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عوف بن لوئی اپنی ماں باردہ کے ساتھ غطفان کے پاس چلا گیا تھا وہاں اس نے سعد بن ذبیان سے نکاح کر لیا تھا اور اس نے عوف کو اپنا متبنٰی بنا لیا تھا۔ اور کعب کے دو علاتی بھائی تھے جو باردہ کے علاوہ

Presented by www.ziyaraat.net

اور دوسری عورتوں کے بطن سے تھے ان میں سے ایک بھائی کا نام خزیمہ تھا اور اس کی ماں کا نام عائذہ قریش تھا جو قبیلہ خثعم کے حمس ابن قحانہ کی بیٹی تھی اور دوسرے بھائی کا سعد تھا اور اس کی ماں کا نام بنانہ تھا۔ اور ان میں بدوی یعنی جنگل کے رہنے والے بنی سعد بن ہمام ہیں جو بنی شیبان کی شاخ ہیں اور حاضرہ (یعنی شہری باشندے) قریش کہلاتے ہیں۔

کعب عرب میں بڑے عظیم المرتبہ شخص تھے اسی لئے ان کے یوم وفات سے تاریخ کی تقویم شروع ہوئی تھی جس کا دور اصحاب فیل کی تباہی تک جاری رہا اور پھر واقعہ فیل سے دوسری تاریخ شروع ہوئی۔ کعب ایام حج میں حجاج کو خطبہ سناتے تھے اور ان کے خطبوں میں وہ خطبہ مشہور ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوش خبری دی ہے۔ (تاریخ کامل جلد ا ص ۲۹ سطر آخر)

کلاب بن مرہ

کلاب بن مرہ کے دو بیٹے پیدا ہوئے قصی بن کلاب اور زہرہ بن کلاب اور ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت سعید بن سیل یمن کے قبیلہ خثعم سے تھی اور یہ لوگ بنی دیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے حلیف تھے۔
خثعم کو جعثمہ الاسد اور جعثمہ الازد بھی کہتے ہیں اور جعثمہ بن یشکر بن مبشر بن صعب بن دھمان بن نصر بن زہران بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن اسد ابن الغوث ہے۔
بعض کہتے ہیں کہ جعثمہ بن یشکر بن مبشر بن صعب بن نصر بن زہران بن اسد بن غوث ہے اور ان کو بنی جدرہ بھی کہتے ہیں کیونکہ عامر بن عمرو بن خزیمہ بن جعثمہ نے حرث بن مضاض جرہمی کی لڑکی سے شادی کی تھی اور جرہم کے لوگ کعبہ کے خادم تھے پس عامر نے ان کے ساتھ کعبہ کی ایک دیوار بنوائی۔ اس دن سے ان کے لوگ جادر یعنی دیوار بنانے والے کہنے لگے اور ان کی اولاد جدرہ کہلاتی ہے۔
کلاب کی بیٹی سعد اور سعید کی ماں ہے جو سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوئی کے دونوں بیٹے ہیں اور ماں اس کی فاطمہ بنت سعید بن سیل ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد ا ص ۶۶ سطر ۳)

کلاب بن مرہ

اس کی ماں ہند بنت بن سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ تھی اس کے دو بھائی دوسری ماں سے تھے ان کا نام تیم اور یقظہ ہے۔ ہشام بن الکلبی کے بیان کے مطابق ان کی ماں اسماء بنت عدی بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن یارق تھی۔ البتہ ابن اسحٰق کے بیان کے مطابق ان کی ماں ہند بنت حارثہ البارقیہ ہے) یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ملقظ کی ماں بھی ہند بنت سریر کلاب کی ماں ہے۔ (طبری جلد ا ص

۴۷ سطر ۷)

قریش سے بغض کی سزا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ فلاں شخص نے بنو ثقیف کے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے آپ نے فرمایا! کہ اللہ تعالیٰ اسے تباہ و برباد کرے وہ قریش سے بغض رکھتا ہے۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۴۵ سطر ۷)

قریش مصلح ہیں

جامع الصغیر میں مرفوعاً" حدیث بیان کی گئی ہے کہ قریش لوگوں کی اصلاح کرنے والے ہیں۔ ان سے بڑھ کر لوگوں میں کوئی مصلح نہیں جیسا کہ نمک کھانے کی اصلاح کرتا ہے۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۳۵ سطر ۱۰)

قریش خالص اللہ کے لئے ہیں

اور فرمایا ! قریش خالصتاً" اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو ان کے ساتھ محاربہ کرے یا ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں رسوا کرے۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۳۵ سطر ۱۴)

قریش کی توہین کی سزا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو شخص قریش کی اہانت کا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۳۶ سطر ۲)

قریش کے سات خصائل

حضرت ام ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے سات خصائل ایسے بتائے جو سب کے سب نہ ان سے پہلے کسی کو ملے اور نہ بعد میں کسی کو ملیں گے۔ ان میں نبوت ہے۔ ان میں خلافت ہے۔ ان میں دربانی کعبہ ہے۔ ان میں سقایت ہے۔ ان کی اصحاب فیل پر مدد فرمائی گئی۔ انہوں نے لوگوں سے سات سال پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ان کے حق میں قرآن مجید کی سورت نازل ہوئی۔ اور ان کے سوا کسی کو لا یلاف قریش نہیں کہا گیا۔

Presented by www.ziyaraat.net

آپؐ کا یہ ارشاد کہ قریش نے لوگوں سے سات سال پہلے خدا کی عبادت کی' اور ایک روایت کے مطابق لوگوں سے دس سال پہلے عبادت کی تو بعض نے کہا اس سے بعثت مبارکہ کے ابتدائی سال ہیں تو بے شک قریش پہلے ہیں جنھوں نے آپؐ کی اتباع کی اور آپؐ کے ساتھ بہت زیادہ اذیتیں اٹھائیں اور صبر کیا۔ یہاں تک کہ اوس و خزرج کے قبائل مشرف بہ اسلام ہوئے تو اس کا درمیانی عرصہ دس سال ہے۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۴۴ سطر ۶)

بغض قریش کفر ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قریش کی محبت ایمان اور ان سے بغض کفر ہے۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۳۷ سطر ۲)

قریش متبع ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ قریش کی اتباع کرتے ہیں۔ مسلمان مسلمان قریش کے متبع ہیں۔ اور کافر کافر قریش کی اتباع کرتے ہیں۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۳۷ سطر ۵)

علم امام قریش میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا علم قریش میں ہے۔ اور فرمایا آئمہ قریش میں ہیں۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۳۷ سطر ۱۰)

قریش کا ایک عالم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! قریش کو گالی نہ دو ان میں ایک عالم ہے جو سطح زمین کو علم سے بھر دے گا۔

قریش پر سبقت نہ کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا قریش کو مقدم رکھو اور ان پر سبقت نہ کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ ان پر برتری نہ دکھاؤ۔ یعنی ان پر غلبہ حاصل کرو اور نہ ان پر کثرت کرو۔ اور ایک روایت میں ہے

کہ ان پر بلندی نہ حاصل کرو اور تعلیم میں ان کو ادنیٰ مقام نہ دو اور ان کی تحقیر نہ کرو۔ مقصد یہ کہ ان کی عزت و توقیر کرو۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۳۸ سطر ۱)

قریش سے سرکشی کی سزا

ایک روز حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا! اے لوگو قریش اہل امانت ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے ساتھ سرکشی اور فریب کرے تو اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل گرائے گا یعنی تباہ و برباد کرے اور یہ بہرحال بہتر ہیں۔ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۳۸ سطر ۱۰)

بہتر ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ قریش کے اچھے لوگ دوسرے اچھے لوگوں سے بہتر ہیں۔
اور قریش کے برے لوگ دوسرے لوگوں سے بہتر ہیں۔
اور دوسری روایت میں ہے کہ قریش کے برے لوگ دوسرے برے لوگوں سے زیادہ برے ہیں۔ اور پہلی روایت زیادہ صحیح اور ثابت ہے۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۳۸ سطر آخر)

قریش حاکم ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ قریش اس امر میں حاکم ہیں تو اچھے لوگ ان کے اچھوں کی پیروی کرتے ہیں اور فاجر لوگ ان کے فاجروں کی اتباع کرتے ہیں۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۳۹ سطر ۲)

بطون قریش

قریش کی پچیس نسلیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔
بنوہاشم' بن عبد مناف' بنو مطلب بن عبدمناف' بنو حارث بن عبدالمطلب' بنو امیہ بن عبد شمس' بنو نوفل بن عبدمناف' بنو حارث ابن فہر' بنو اسد بن عبدالعزیٰ' بنو عبدالدار بن قصی' (یہ حاجبین کعبہ ہیں) بنو زہرہ بن کلاب' بنو تیم بن مرہ' بنو مخزوم' بنو یقظہ' بنو مرہ' بنو عدی بن کعب' بنو سہم' بنو جمح' یہاں بطحا (مکہ) کے اہل قریش کی نسلیں جن کی تفصیل ہم اپنی پچھلی کتابوں میں دے چکے ہیں۔ ختم ہوتی ہیں ان کے علاوہ قریش کی باقی نسلیں یہ ہیں۔
بنو مالک بن حنبل' بنو معیط بن عامر بن لوئی' بنو نزار بن عامر' بنو سامہ بن لوئی' بنو ادرم یعنی تیم بن غالب

Presented by www.ziyaraat.net

کی نسل' بنو محارب بن فہر' بنو حارث بن عبداللہ ابن کنانہ' بنو عائذہ یعنی خذیمہ بن لوئی' بنو بنانۃ یعنی سعد بن لوئی کی نسل اور قریش کی جو معلوم نسلیں ہیں ان میں بنی مالک کی وہ نسل جس پر قریش قبائل کی نسلیں ختم ہوتی ہیں۔

جناب فوق بلگرامی تحریر فرماتے ہیں۔

قصی ابن کلاب کے حالات زندگی بالکل حیرت انگیز معلوم ہوتے ہیں۔ اور حقیقتاً ایسے ہی ہیں جیسا کہ تاریخوں سے بڑے بڑے نموداران اور سرداران ملکی کے حالات و واقعات پائے جاتے ہیں۔ یوں تو اس سے پہلے بھی بہت سے لوگوں نے امارت مکہ اور تولیت کعبہ کی خدمات کو انجام دیا ہے۔ مگر حقیقتاً امارت مکہ اور تولیت کعبہ اصول و قواعد کے مطابق قصی کے وقت اور حکم سے قائم ہوئی۔ اسی طرح ملکی رفاہ اور قومی اصلاح کی جو تدبیریں اور ترکیبیں قصی نے جاری کیں اور ان سے اپنے تمام ملک و قوم کو فائدہ پہنچایا وہ میرے سلسلہ بیان میں آئندہ ظاہر ہوں گی۔

ابتدائی حالات

قصی ابن کلاب کے باپ کلاب بن مرہ نے خاندان ازد میں۔ فاطمہ بنت سعد سے شادی کی تھی۔ قبلہ ازد کے لوگ بھی شہر مارب علاقہ یمن سے آکر مکہ میں بس گئے تھے۔ اور قبیلہ بنی الدیل بن کر سے شادی بیاہ کرکے انہیں میں مل جل گئے تھے۔ اسی قبیلہ میں فاطمہ بنت سعد ازدی سے۔ کلاب بن مرہ کی شادی ہوئی جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ فاطمہ کے بطن سے پہلے زہرہ ابن کلاب پیدا ہوئے اور پھر ایک عرصہ کے بعد قصی ابن کلاب کی ولادت ہوئی۔ مگر قصی کے دودھ چھٹنے کے بعد ہی کلاب کا انتقال ہوگیا۔ اور فاطمہ نے ربیعہ ابن خرام قضاعی سے شادی کرلی۔ ربیعہ نے چند دن کے بعد فاطمہ اپنے مسکن و موطن شہر عذرہ علاقہ شام میں ساتھ چلنے کے لئے مجبور کیا اور فاطمہ کو آخر کار جانا ہی پڑا۔ زہرہ ابن کلاب کو۔ چونکہ سن تمیز پہنچ چکے تھے۔ ان کے قبیلہ والوں میں چھوڑ دیا۔ اور قصی کو کمسن ہونے کے باعث ہمراہ لے لیا۔ اور بیعہ اپنے موجودہ شوہر کے ساتھ فاطمہ علاقہ شام میں چلی گئیں۔

علامہ ابن سعد طبقات میں۔ قصی کی وجہ تسمیہ کی نسبت حجاز سے علاقہ شام تک کی مسافت طے کرنے کو اس کے قصی نام رکھے جانے کا خاص سبب قرار دیتے ہیں۔ بہرحال قصی نے شہر عذرہ اور قبیلہ بنی قضاعہ میں پرورش پائی اور ہمیشہ اپنے آپ کو ربیعہ کا بیٹا خیال کیا۔ فاطمہ کے بطن اور ربیعہ کے صلب سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام زراح رکھا گیا۔ ربیعہ نے باوجود اس کے کہ فاطمہ سے اب اس کی صلبی اولاد بھی پیدا ہو چکی تھی قصی پر اپنی اشفاق و اکرام کم نہیں کئے بلکہ سلسلہ ابراہیمی اور خانوادہ اسمٰعیلی ہونے کے باعث ان کی عظمت و حرمت ویسی ہی قائم اور برقرار رکھی۔

قصی کو اپنی حقیقت کی اطلاع

قصی جب سن تمیز کو پہنچے تو ایک دن بنی قضاعہ کے ایک شخص اور ان سے تیراندازی میں ان بن ہو گئی۔ اور فیما بین بات بڑھتے بڑھتے مقابلہ اور مقاتلہ کی نوبت پہنچ گئی۔ اوس مرد قضاعی نے باہمی مکالمہ میں تعریفاً" یہ بھی کہہ دیا کہ تم ہمارے قبیلہ اور وطن سے چلے جاؤ۔ اور اپنے بطن و وطن کی طرف واپس جاؤ۔ ہمارا تمہارا میل جول مناسب نہیں۔ کیونکہ تم ہماری قوم و قبیلہ سے نہیں ہو۔ قصی کو جو اس وقت تک اپنے آپ کو بنی قضاعہ کا ایک فرد خالص سمجھتے تھے۔ اس کی یہ تعریف بہت بری معلوم ہوئی۔ قصہ کو رفع دفع کرکے فوراً اپنی ماں کے پاس آئے۔ اور پوچھنے لگے میرے باپ کا نام کیا ہے۔ ماں نے کہا ربیعہ' قصی بولے اگر یہ سچ ہوتا تو لوگ اس سے انکار نہیں کرتے۔ اب تو ماں سمجھ گئی کہ آج کسی نے حقیقت حال اس سے کہہ دی۔ ماں نے جواب دیا کہ یہ تم سے کس نے کہہ دیا۔ اور جس نے بھی کہا ہو تو میں تم سے کہتی ہوں کہ تم اپنی قوم و وطن کے اعتبار سے اس کہنے والے شخص سے بدرجہا بہتر ہو۔ تم ذاتی شرافت نسبی نجابت اور وطنی مفاخرت میں معترض سے بمراتب اعلیٰ ترجیح و تفصیل کے مستحق ہو۔ تمہارا باپ کلاب ابن مرہ ابن کعب قرشی ہے۔ اور تیرے قبیلے کے لوگ مکہ معظمہ میں بیت اللہ الحرام اور اس کے چاروں گرد آباد ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ قصی کے دل میں قومی غیرت کا وہ غیر متحمل جوش آیا۔ کہ فوراً ماں کے پاس سے یہ کہتے ہوئے۔ اٹھ کھڑے ہوئے کہ قسم خدا کی میں اب یہاں ہرگز نہیں رہوں گا۔ ماں نے کہا کہ اتنا تو ٹھہر جاؤ۔ کہ حجاج کے قافلے یہاں سے روانہ ہوں تو میں تم کو ان کے ساتھ کر دوں کیونکہ تمہارے تنہا جانے سے مجھ کو تمہاری نقصان جان کا اندیشہ ہے۔

قصی بن کلاب

محمد بن عمر الاسلمی نے بحوالہ متعدد علماء اہل مدینہ اور ہشام بن محمد بحوالہ محمد بن السائب الکلبی ہم کو یوں خبر دی۔ کلاب بنمرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک نے فاطمہ کو اپنے حبالہ نکاح میں لے لیا۔ فاطمہ سعد کی بیٹی تھیں۔ ابن سیل' سیل کا اصل نام خیر تھا۔ بن حمالہ بن عوف بن عامر۔ عامر ہی کو جادر کہتے ہیں کہ انہیں نے پہلے پہل جدار (دیوار) کعبہ کی تعمیر کی۔ بن عمر بن جعصہ بن مبشر بن صعب بن دہمان بن نصر بن لازو۔ مارب یعنی (یمن) سے جن دنوں قبائل ازد باہر نکل کے آباد ہوئے انہیں ایام میں جعثمہ بھی نکل آئے۔ اور نبی الدیل میں فروکش ہوئے یعنی دیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ' ان سے پیمان رفاقت (محالفہ) باندھ لیا' باہم رشتہ داریاں ہوئیں ان لوگوں نے جعثمہ کے ہاں تزویج کی اور جعثمہ کو اپنی

Presented by www.ziyaraat.net

لڑکی ۔۔ د دی۔

کلاب بن مرہ کے صلب سے فاطمہ بن سعد کے زہرۃ بن کلاب پیدا ہوئے پھر کچھ زمانے بعد قصی کی ولادت ہوئی جن کا نام زید رکھا گیا۔ کلاب بن مرہ کی وفات پر ربیعتہ بن حرام بن ضمنہ بن عبد بن کبیر بن عذرۃ بن سعد بن زید' کہ قضاعہ کے تھے۔ وہاں آئے اور فاطمہ بنت سعد کو اپنی قوم بنی عذرۃ کے علاقے میں لے آئے۔ جو ملک شام کے سرغا تھے اور تابہ دیار و دما دون سرغ انہیں کا علاقہ تھا۔ زہرہ بن کلاب تو بڑے تھے۔ اپنی قوم ہی میں رہ گئے۔ مگر قصی چھوٹے تھے۔ اور ہنوز ان کا دودھ چھڑایا گیا تھا۔ فاطمہ ان کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ اسی بنا پر نام بھی قصی مشہور ہوا کہ وہ انہیں لے کر اقصائے شام کو چلی گئی تھیں' وہاں ربیعہ کے صلب سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام رزاح پڑا۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۸۷ سطر آخر۔)

قصی ابن کلاب سے پہلے تولیت خانہ کعبہ اور امارت مکہ کے حالات

قبل اس کے کہ ہم خانوادہ ابراہیمی کے اس جلیل القدر اور نام آور بزرگ کے تاریخی حالات شروع کریں مناسبت مقام اور سلسلہ کلام قائم رکھنے کی ضرورت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم تولیت خانہ کعبہ اور امارت مکہ کے متعلق وہ حالات و واقعات جن کو ہم نے حضرت اسماعیلؑ کے وقت لکھ کر چھوڑ دیا ہے۔ بطور اجمال بیان کرکے قصی ابن کلاب تک اس کا سلسلہ پورا اور تمام کر دیں۔

یہاں تک اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ حضرت اسماعیل کے بعد آپ کے بڑے صاجزادے نابت ابن اسماعیلؑ پر امارت مکہ اور تولیت خانہ کعبہ کے منصب تفویض ہوئے۔ مگر جیسا کہ علامہ ارزقی اور قریب قریب تمام مورخین و محققین نے لکھا ہے۔ یہ تمام اختیارات قرابت قریبہ کی وجہ سے بنی جرہم کے دست اقتدار میں دے دیئے گئے۔ علامہ ارزقی کی عبارت یہ ہے۔

و ترک (اسمٰعیل) ولدا من رعلتہ بنت مضاض بن عمر و الجرھمی فقلم مضاض امر ولد اسمٰعیل و کفلھم۔ ذلتہ بنو ابنتہ فلم یزل امر جرھم یعظمہ بمکہ و یستحفل حتی و لو البت و کانوا اولاتہ و حجابہ و ولاۃ الاحکلم بمکتہ

حضرت اسماعیلؑ نے رملہ بنت مضاض بن عمر جرہمی کے بطن سے اولاد عقب چھوڑی۔ مضاض نے وفات اسمٰعیل کے بعد ان کی اولاد کو اپنے ساتھ رکھا ارو ان کی کفالت کی کیونکہ وہ سب ان کے حقیقی نواسے ہوتے تھے۔ اسی وقت سے بنی جرہم کی مکہ میں عظمت قائم ہو گئی یہاں تک تولیت خانہ کعبہ خدمت حجاج اور شہر مکہ کی امارت و حکومت بھی ان کے قبضہ اختیار میں آ گئی۔

علامہ ارزقی نے خانہ کعبہ کی تولیت اور مکہ کی امارت کے متعلق اتنے ہی بیان پر اکتفا فرمائی۔ مگر ہم اس کو کسی قدر تفصیل سے لکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔ تاریخ طبری ابن اثیر رزقانی کے مفصلہ ذیل اقتباسات ملاحظہ

ہوں۔

حضرت اسماعیلؑ کے بیٹوں میں نابت سب سے بڑے تھے۔ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد اپنے آبائی منصب پر فائز ہوئے۔ قبیلہ جرہم جو حضرت ابراہیمؑ کی اجازت سے مکہ میں آباد ہوا تھا۔ نابت اور ان کے تمام معاملات کا نگران ہوا۔ اس لئے کہ حضرت اسماعیلؑ نے بنت مضاض ابن عمر جرہمی سے شادی کر لی تھی۔ اور تمام بنو اسماعیلؑ انہیں کی اولاد تھے۔ اس قرابت قریبہ کے رو سے قبیلہ جرہم نابت اور تمام بنو اسماعیلؑ کا ولی اور قریب تر خیر خواہ مقرر ہوا۔ اور مضاض بن عمر رئیس جرہم کو اسی ذریعہ سے تولیب کعبہ اور امارت مکہ حاصل ہوئی۔

مکہ میں اس وقت دو قبیلے آباد تھے۔ ایک تو بنی جرہم۔ دوسرے بنی قطورہ (عمالیق) بنی قطورہ حضرت ابراہیم کی دوسری بی بی کی اولاد تھے۔ جو یمن سے آ کر مکہ میں بس گئے۔ اس وقت مضاض بن عمر قبیلہ جرہم کے رئیس تھے۔ اور سمیدع بن قطورہ کا امیر مکہ کے حصہ اعلیٰ میں جرہم مع بنو اسماعیلؑ آباد تھے اور وہاں کی حکومت بنی جرہم سے متعلق تھی۔ شہر کے پائیں حصہ میں بنی قطورہ بستے تھے۔ اور وہاں کی امارت ان سے تعلق رکھتی تھی۔ حصول ترجیح اور تفصیل کی بن پر ان دونوں قبائل میں بڑی بڑی خونریزیاں واقع ہوئیں۔ اور بالاخر نتیجہ یہ ہوا کہ مضاض نے سمیدع کو قتل کر ڈالا اور اس کے قبیلے کو سخت شکست پہنچائی۔ اور ہمیشہ کے لئے ایسا کمزور کر دیا کہ پھر انہوں نے جرہمیوں کے مقابلہ میں سر نہ اٹھایا۔ اس فتح یابی کے بعد مضاض ابن عمر جرہمی تمام مکہ کا امر اور حاکم تسلیم کر لیا گیا۔ اور خانہ کعبہ کی تمام خدمات و اختیارات تو اس کے قبضہ اقتدار میں پہلے سے تھے ہی۔

مضاض کے بعد اس کی اولاد میں مدت تک نسلاً" بعد نسلاً" امارت کعبہ اور حکومت مکہ کے تمام اختیارات باقی اور قائم رہے۔ اور بنی اسمٰعیل کچھ تو قرابت قریبہ اور زیادہ تر اپنی مالی اور قومی ضعف اضمحلال کی وجہ سے اپنے موروثی اختیار و اقتدار کے واپس لینے کے لئے جرہمیوں سے برسر مقابلہ نہ ہو سکے۔ یہاں تک کہ بنی جرہم کے اطوار و رفتار میں بمقالہ قدیم روش اور حسن سلوک کے بہت بڑا اختلاف اور فرق آگیا۔ اور ان میں ریاست کی شان اور امارت کی تمکنت آ گئی۔ اور ان کے موجودہ شان و سطوت اور امیرانہ شوکت۔ بنو اسماعیلؑ کے ساتھ قرابت مندانہ اور عزیز دارانہ محبت اور ہمدردی کی جگہ بے دردی اور نفرت کا اظہار کرنے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بنو اسماعیلؑ اور بنو نابت کے کثیر التعداد قبائل۔ و عشائر مختلف اقطاع و حصص ملکی میں جلا وطن ہو ہو کر بدویانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ جیسا کہ تاریخ آل نابت کی تفصیل میں ہم اوپر لکھ کر بتلا آئے ہیں۔ بنو اسماعیلؑ و بنوت نابت کے معدودے چند قبائل وہیں رہ گئے۔ بنو جرہم کے ظلم و تعدی کی خبریں جب تمام دنیا میں عالمگیر ہوئیں۔ تو آس پاس کے تمام علاقوں کے قبائل ان کے خلاف برا نگیختہ ہو گئے۔ یمن کے قبیلہ بنی قحطان کی ایک شاخ جو بنی خزاعہ مشہور تھی۔ بنی جرہم پر حملہ آور ہوئی اور ان کو

Presented by www.ziyaraat.net

شکست دے کر تمام شہر اور اس کے حوالی پر قابض ہو گئی۔
بنی جرہم نے بنی خزاعہ سے شکست پا کر مکہ سے نکل جانے کے وقت یہ حرکت کی کہ عمر ابن حارث جو اس وقت بنی جرہم کا رئیس تھا۔ اس نے اپنی قوم کی صلاح اور مشورت سے ہجر اسود کو اس کے مقام سے اکھاڑ لیا اور ان دونوں سونے کے ہرنوں کو جو اسفند یار فارس نے خانہ کعبہ کے نذر کئے تھے۔ اور وہ بیش بہا زرہیں جو خانہ کعبہ کے خزانہ میں مدت سے محفوظ و مخزوں چلی آتی تھیں۔ نکال کر چاہ زمزم میں پوشیدہ کر دیا اور کنویں کو مٹی ڈال کر ایسا چھپا دیا کہ چاہ زمزم کا کوئی اثر اور نشان باقی نہ تھا۔
عدنان ثانی بنی جرہم کی امارت و حکومت تیسری صدی ق م تک قائم رہی۔ اسی طرح بنی خزاعہ کی حکومت و امارت کا سلسلہ سن عیسوی کے سو برس پہلے تک باقی رہا۔ اس اثناء میں بنی اسماعیلؑ کی قوت روز بروز ضعیف اور کمزور ہوتی گئی۔ ظالم بخت نصر کے حملوں نے جس کی مدافعت کے لئے بنی جرہم اور بنی خزاعہ نے حب وطن اور حفاظت بیت اللہ کے تقاضے اور جذبات سے باہم اتفاق کر لیا تھا مگر ناکامیاب رہے۔ ان کے معاون و محافظ قبیلہ جرہم کی رہی سہی قوتوں کو بالکل زائل کر دیا تھا۔ مگر نظام مشیت نے عدنان دوم کے زمانہ سے بنی اسماعیل کی دوستی کی طرف توجہ فرمائی۔ اور وہ اس طرح کہ عدنان دوم نے جرہم کے ایک رئیس اور متمول شخص کی لڑکی سے شادی کر لی اور مکہ میں اسی ذریعہ سے آہستہ آہستہ اپنا اقتدار اثر بڑھایا۔ اور اتنا کہ ان کے صاحبزادہ معد ثانی کی اولاد و اعقاب اور اعیان و اصحاب حجاز سے نکل کر علاقہ نجد تک پھیل گئے۔

پھر بنی عدنان موجوہ اقتدار کی ترقیوں میں چھ پشت تک خلاف امید روکاوٹ پیدا ہو گئی اور معد ثانی سے لے کر کنانہ ابن خزیمہ تک کوئی ذی اثر اور مقتدر شخص ان میں پیدا نہ ہو سکا۔ مگر بایں ہمہ ان لوگوں میں اگر کوئی ایسی ترقی بھی نمایاں نہیں ہوئی۔ تو کچھ ایسا ضعف بھی پیدا نہیں ہوا ------- ایک سکونی حالت برابر قائم رہی۔ پھر قصی ابن کلاب کے زمانہ میں انہوں نے پورا عروج و اقتدار حاصل کر لیا۔ (اسوۃ الرسول)

مراجعت مکہ مشرفہ

قصی اپنے آپ کو ربیعہ بن حرام سے منسوب کرتے تھے۔ (یعنی ربیعتہ کو اپنا والد کہتے تھے) قبیلہ قضاعہ کے ایک شخص سے جس کا نام رقیع تھا ان کا مناضلہ ہوا۔ ہشام بن الکلبی کہتے ہیں کہ یہ بنی غدرہ کا ایک فرد تھا۔ قصی اس پر غالب آئے۔ منضول کو غصہ آیا۔ دونوں میں شر بڑھا۔ تاآنکہ ناگفتنی باتیں شروع ہوئیں۔ منازعت ہونے لگی۔ رقیع نے کہا۔ تو کچھ ہم میں سے تو ہے نہیں پھر اپنے شہر میں کیوں نہیں جاتا‘ اپنی قوم سے کیوں نہیں جا ملتا؟ وہاں سے لوٹ کے قصی اپنی ماں کے پاس آئے اور پوچھا میرے والد کون

ہیں؟
جواب ملا ربیعہ!
قصی نے کہا: ربیعہ اگر میرے والد ہوتے تو میں نکالا نہ جاتا۔
قصی کی والدہ بولیں۔ تو کیا کہہ دیا؟ واللہ حسن جوار کا بھی پاس نہ کیا۔ حفظ حق کے مراتب بھی مرعی نہ رکھے۔ میرے بیٹے خدا کی قسم تو اپنی ذاتی حیثیت سے اپنے والد کی حیثیت سے اپنے خاندان کی حیثیت سے کہیں زیادہ شریف ہے اور تیرا گھرانا اس سے بہت اشرف ہے۔ کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب فہر بن مالک بن النضر کنانہ القرشی تیرے باپ تھے۔ تیری قوم مکے میں بیت الحرام کے پاس اور اس کے ارد گرد مقیم ہے۔
قصی نے کہا: یہ بات ہے تو خدا کی قسم میں یہاں کبھی نہ ٹھہروں گا۔
ماں بولی: اچھا تو ابھی ٹھہر تا آنکہ حج کا موسم آ جائے۔ اس وقت نکل کے حجاج عرب کے ساتھ ہو لینا‘ کیونکہ میں ڈرتی ہوں تجھے کوئی ضرر نہ پہنچائے۔
قصی ٹھہر گئے۔ جب وہ وقت آیا تو ماں نے قبیلہ قضاعہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ انہیں روانہ کر دیا۔ مکہ پہنچے تو زہرہ (ابن کلاب) ان دنوں زندہ تھے۔ اس وقت زہرہ اور قصی دونوں کے دونوں حج کے شعار میں تھے۔
قصی نے ان کے پاس آ کے کہا۔
"میں تیرا بھائی ہوں۔"
زہرہ کی بصارت جاتی رہی تھی۔ بوڑھے ہو چکے تھے جواب دیا۔ اچھا میرے قریب آؤ۔ قریب پہنچے تو زہرہ نے ان کے جسم پر ہاتھ پھر کر کہا: "خدا کی قسم میں اس آواز کو جانتا ہوں۔ اس شباہت کو پہچانتا ہوں۔"
جب حج سے فراغت ہو چکی تو بنی قضاعہ نے جو قصی کے ساتھ آئے تھے انہیں اپنے ہمراہ لے چلنے کی تدبیر کی۔ یار قضاعہ میں واپس لے چلیں۔ مگر قصی نے کہ ایک طاقتور سخت مزاج‘ ثابت قدم‘ پرجوش اور شباب کی امنگوں سے بھرے ہوئے تھے انکار کر دیا اور مکے ہی میں رہ پڑے۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ حلیل بن جشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ کی دختر جتی کیلئے پیام دیا۔ حلیل کی تُخی الخزاعی انہیں سے مراد ہے اور وہی اس زمانے میں مکہ کی حکومت اور خانہ کعبہ کی حجابت (پردہ داری) کے متولی تھے۔ قصی کے شاہی خاندان سے واقف ہو کر ان کی جانب مائل ہو گئے اور لڑکی بیاہ دی۔ (طبقات ابن سعد جلدا ۸۸ سطرا)

تولیت بیت اللہ

حلیل کی وفات پر ان کے بیٹے۔ المترش‘ جانشین ہوئے کہ ابو عبشان انہیں کی کنیت تھی۔ ہر سال موسم حج

Presented by www.ziyaraat.net

میں اہل عرب ان کو کچھ محصول (مرسوم) دیا کرتے تھے۔ ایک سال اس میں کمی کر دی اور جو دیتے تھے اس میں سے کچھ نہ دیا۔ محترش کو غصہ آیا تو قصی نے ان کی دعوت کی اور خوب پلائی۔ اسی حالت میں کچھ اونٹ دے کر خانہ کعبہ کی تولیت ان سے خرید لی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ ایک مشک بھر شراب دے کر یہ تولیت خریدی تھی۔ محترش راضی ہو گئے اور بیع کرکے مکے کی جانب مقابل جا رہے۔

خداش بن امیۃ الکعبی اور فاطمہؓ خزاعیہ کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیض یافتہ تھیں۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ قصی نے جب حلیل بن جیشہ کی بیٹی حبی کو اپنے عقد ازواج میں لیا اور ان سے لڑکے پیدا ہوئے تو حلیل نے کہا۔

"قصی کے لڑکے میرے ہی لڑکے ہیں۔ میری لڑکی کے لڑکے ہیں۔"

خانہ کعبہ کی تولیت اور مکے کی حکومت کا کام سنبھالنے کی قصی کو وصیت کرکے کہا کہ اس کے لئے تو ہی سزاوار ہے۔"

یہ درمیانی حدیث تو ایک ضمنی روایت تھی اب پھر وہی پہلی روایت شروع ہوتی ہے جو محمد بن عمر بن واقد الاسلمی اور ہشام بن محمد الکلبی سے مروی ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۸۹ سطر ۱۸)

تولیت کعبہ

پھر یہ امر ہمیشہ خزاعہ میں رہا۔ یہاں تک کہ ان کے ہاں جناب قصی نے شادی کی اور ان سے تولیت کعبہ کو حاصل کر لیا۔ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ کہ انہوں نے اسے خزاعہ سے چھینا اور مکہ اور اس کے شرف پر متولی مامور ہوئے۔ اور سقایہ، رفادہ، ندوہ اور لواء اور قیادت کے مناصب بھی ان ہی کے پاس تھے اور ان کے بڑے بیٹے عبدالدار تھے۔ ان سے لوگ محبت کرتے تھے اور جناب عبد مناف ان میں بزرگ سمجھے جاتے تھے۔ کیونکہ انہیں اپنے والد گرامی کے زمانہ ہی سے بزرگی اور شرف حاصل تھا۔ اور ہر مذہب آپ کے شرف کا قائل تھا۔ اور قریش نے ان کے شرف و کرم کے باعث ان کا نام فیاض رکھا ہوا تھا۔

پس جناب قصی نے سقایہ، رفادہ وغیرہ کے تمام اعزاز و وظائف اپنے بیٹے عبدالدار کو اس کے ساتھ محبت کی وجہ سے دیئے اور کہا اے بیٹے! تیرے دیگر بھائی اور چچا زاد تجھ سے یہ چیزیں اس وقت تک نہیں لے سکتے جب تک وہ تجھ پر شرف اور بزرگی نہ حاصل کر لیں۔ تو کعبہ کا دروازہ کھولے گا تو لوگ اس میں داخل ہو سکیں گے۔

تیرے سوا قریش میں کوئی جنگ کا جھنڈا نہیں گاڑ سکے گا۔

تیری سقایت کے علاوہ مکہ معظمہ میں کوئی پانی نہیں پی سکے گا۔

تیرے کھانے کے سوا حج کے دنوں میں کوئی بھی کہیں سے نہیں کھا سکے گا اور اس سے مراد رفادہ ہے۔

اور ان امور میں سے قریش کسی امر کو بغیر تیرے گھر یعنی دار الندوہ کے نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی جنگ کے وقت تیرے سوا کوئی شخص قوم کا قائد بن سکے گا۔

چنانچہ جب عبدالدار کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹوں اور اس کے بھائی جناب عبدمناف میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ تو اس سے مراد بنو عبد مناف یعنی ہاشم، مطلب، عبد شمس اور نوفل ہیں۔ انہوں نے یہ وظائف اپنے چچا عبدالدار کے بیٹوں سے چھین لئے تو لوگ جنگ کے لئے جمع ہو گئے۔

چنانچہ بنو عبدمناف خوشبو کا پیالہ لائے اور اسے مسجد الحرام کے دروازے کے پاس رکھ دیا۔ اس سے ان کی مراد ساتھ آنے والوں سے حلف لینا تھا۔ چنانچہ قریش کی جماعت نے اس میں اپنے ہاتھ ڈبو دیئے۔ جس میں اشارہ تھا کہ وہ ان کے ساتھی ان کے حلیف ہیں۔ بعد ازاں ان کے ساتھ مل کر خوشبو لگائی۔ اور اس جماعت کا نام مطیبین یعنی خوشبو والے رکھا۔

یہ مطیبین ان پانچ قبیلوں پر مشتمل تھے۔

بنو عبد مناف، بنو زہرہ، بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی، بنو تیم بن مرہ، بن حارث بن فہر۔

اور بنو عبدادار نے بنو مخزوم، بنو سہم، بنو جمح، بنو عدی بن کعب قبائل کے ساتھ ان شرائط پر انعقاد و حلف لیا کہ وہ نہ تو انہیں ذلیل کریں گے اور نہ ایک دوسرے کے حلیفوں کو امان دیں گے۔ اس کے بعد وہ شکرے اور نحر کئے ہوئے اونٹوں کا خون پیالے میں بھر کر لائے اور کہا کہ جو شخص اس پیالے میں ہاتھ ڈال کر خون کو چاٹ لے وہ ہم میں سے ہے۔ پھر انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کا نام لاعقہ یعنی خون چاٹنے والے پڑ گیا۔

بعد ازاں ان کی آپس میں ان شرائط پر صلح ہو گئی کہ رفادت، قیادت اور سقایت بنو عبد مناف کے پاس رہے گی اور کعبہ کی دربانی اور لواء عبدالدار کے پاس ہوں گے۔ اور دار الندوہ دونوں میں مشترک ہو گا۔

(سیرت دحلانیہ جلد ۱ ص ۳۳ ط سطر ۱۰)

خانہ کعبہ کی کلید برداری
مکہ کی امارت کعبہ کی تولیت

مغربی محققین کا کیا کہنا۔ انہوں نے صرف اس وجہ سے کہ مکہ کے اکابر علماء و عمائد میں شراب خوری کی عادت ثابت ہو اس قول کو اتنا معتبر سمجھا ہے کہ گویا اسی کو اپنا مختار اور اپنی تحقیق کا معیار قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ اس روایت کے بعد ہی دوسری روایت بھی طبقات اسدی میں موجود ہے۔ جو اس سے زیادہ

Presented by www.ziyaraat.net

قوی اور قریب الامکان اور سریع الفہم ہے۔ مگر اس پر نظر نہیں جاتی۔ ہم ان کے ملاحظہ کے لئے اس کی اصل عبارت ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

حدثنی فاطمہ بنت مسلم الا سلمیہ عن فاطمتہ الخزاعیہ و کانت قدادرکت اصحاب الرسول اللہ صلعم قالا لما تزوج قصی الی حلیل ابن حبشیہ ابنتہ حبی و ولدت لہ اولادہ قال حلیل انما ولد قصی و لدی ہم بنو ابنتی فاوصی ہو لا بتہ البیت و القیام بامر مکتہ الی قصی و قال انت احق بہ

فاطمہ بنت مسلم الا سلمیہ الخزاعیہ سے روایت کرتی ہیں کہ جنہوں نے اصحاب رسول کا زمانہ دیکھا تھا کہ جب قصی نے حلیل ابن جبشیہ کی لڑکی جبی نام سے شادی کی اور اس سے قصی کے بال بچے ہو گئے تو حلیل نے کہا قصی کی اولاد میری ہی اولاد ہے کیونکہ وہ میری بیٹی) کے اولاد اعقاب ہیں پس مرتے وقت تولیت بیت اللہ اور امارت شہر مکہ کا منصب قصی کے لئے وصیت کرگیا اور کہہ گیا کہ وہی ان کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔

ایسے صاف و پاک طریقہ استحصال امارت مکہ اور تولیت کعبہ کی موجودگی میں اس ناپاک ذریعہ کو کسی کی عقل سلیم قبول نہیں کرے گی۔

تولیت کعبہ اور امارت مکہ قصی کا موروثی اور جائز حق تھا

قبل اس کے کہ ہم اپنے سلسلے کو آگے بڑھائیں ہم کو اس مقام پر اتنا لکھ کر دکھلا دینا نہایت ضروری ہے کہ تولیت کعبہ اور امارت مکہ کا منصب جیسا کہ ہم کامل تفصیل اور قوی دلیل سے اوپر لکھ آئے ہیں ذریت اسمٰعیل کا موروثی اور جائز حق تو ضرور تھا۔ لیکن یہ استحقاق اور یہ مناصب منجانب اللہ ان میں سے انہیں نفوس کے ساتھ بطور منصوص مخصوص کیا گیا تھا۔ اس عہدہ جلیلہ کی پوری اہلیت اور صلاحت رکھتے تھے اور ان کی یہ اہلیت اور صلاحیت بھی ودیعت الٰہی کے خاص انتخاب و عنات پر موقوف تھے۔ مشاہدات کثیرہ بتلا رہے ہیں کہ باوجود اس کے کہ یہ استحقاق اور یہ مناصب دوسروں کے قبضہ و اختیار میں چلے بھی جائیں اور غیر مستحقین ان پر غصب' جبر' غلبہ' استیلا یا اور کسی تدبیر اور حکمت عملی سے متصرف بھی ہو جائیں۔ مگر وہ ایک نہ ایک دن انہیں غیر مستحقین سے اپنے اصلی مستحقین کی حقیقت اور اصلیت کے اقرار و اعتراف کرا ہی چھوڑتے تھے۔ ثبوت کے لئے حلیل خزاعی کا واقعہ جو ابھی ابھی لکھا گیا ہے۔ موجود ہے۔ حلیل خزاعی باوجود اس کہ سالہا سال اور پشت ہا پشت سے تولیت کعبہ اور امارت مکہ پر تصرف اور متقابض چلا آتا تھا۔ عرب کے قریب قریب تمام قبائل و عشائر مدت سے بنی خزاعہ کو اس تولیت اور امارت کا جائز حقدار تسلیم کر چکے تھے۔ مگر تاہم جب اس حقیقی مستحق کا سامنا ہو گیا۔ تو آخر حلیل خزاعی کو اتنی مدت مدید کے قبضہ اور تصرف کا اقرار و اعتراف کرنا ہی پڑا۔ اور خود دست بردار ہو کر اپنے بعد قصی کے قبضہ و اختیار

میں واپس کرنا پڑا۔

بنی خزاعہ اور بنی بکر سے مقابلہ اور قصی کی فتح مکہ

حلیل نے واگذاشت حقوق قصی کی وصیت تو کر دی مگر اس کی وصیت پر عمل در آمد نہیں ہوا اور بنی خزاعہ اور بنی بکر نے مل کر قصی کو امارت و تولیت کے منصب پر قابض نہیں ہونے دیا۔ قصی نے ان سے فوری منازعت کو مصلحت نہ سمجھا تھوڑے دن اور صبر کیا۔ یہاں تک کہ چند روزوں میں قصی اور ان کی اولاد نے مکہ اور اس کے اطراف و جوانب اپنے کاروبار تجارت کے ذریعہ سے اپنی مالی حالت ایک حد تک درست کر لی۔ اسی اثناء میں قصی نے تمام قریش اور بنی کنانہ کو جو حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی صحیح النسل اولاد تھے ایک مجمع خاص میں مجتمع کر کے تولیت کعبہ اور امارت مکہ کے متعلق ایک طولانی تقریر کی اور اس میں پوری تفصیل سے بیان کیا کہ قریش اور بنی کنانہ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کی صحیح اولاد ہیں۔ اور قبیلہ بنی خزاعہ اور بنی بکر کے مقابلہ میں امارت اور تولیت خانہ کعبہ کے خاص طور پر مستحق ہیں۔ تو اس بنا پر ہماری موجودگی میں کسی دوسرے کو اس پر قبضہ و تصرف کا کوئی حق حاصل نہیں ہے ان سے پہلے بالمساہلت ان امور کے منتزع کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر وہ بالمساہلت اس کا تصفیہ نہ کر سکیں تو پھر یہ تمام اختیارات ان سے بالمنازعت واپس لئے جاویں۔

یہ سن کر تمام قریش اور بنی کنانہ نے قصی کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اور اس کی اطاعت و متابعت اختیار کر لی۔ اسی روز سے قریش کا نام اس خصوصیت کے ساتھ شہرت پذیر ہوا۔ کیونکہ ان کا اتفاق و اتحاد اسی وقت سے مستحکم ہوگیا۔ اور یہی وہ قوی وجوہ ہیں جو نظر ابن کنانہ اور فہر ابن مالک وغیرہ کے مقابلہ میں قصی کو قریش کے اصلی باعث تسمیہ ہونے کا صحیح ثبوت پہنچاتے ہیں۔ ابن سعد محمد ابن عمر کے اسناد سے طبقات میں لکھتے ہیں۔

لما فرغ قصی و نفی خزاعہ و بنی بکر عن مکہ تجمعت الیہ قریش فسمیت یومئذ قریشا لحال تجمعها و التقرش التجمع (طبقات ج۱ ص۳۸)

جب قصی کو کسی قدر فارغ البالی حاصل ہوئی تو بنی خزاعہ اور بنی بکر نے ان کو قیام مکہ سے منع کیا۔ تب قریشیوں نے اس کے پاس مل کر اجماع کیا۔ اور اسی دن سے ان کا نام قریش مشہور ہوا کیونکہ قریش کے معنی جمع ہونے کے ہیں۔

تاریخوں کے مطالعہ سے یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ بنو اسماعیل کے دل میں تولیت خانہ کعبہ اور امارت مکہ کے نہ لے یا کسی اور وجہ سے اس کسے نکل جانے یا باز رکھے جانے کا بڑا خیال اور ملال پیدا ہوتا تھا۔ جس کو وہ اپنی مجبوری اور ضعف کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ مگر جب کبھی ان کی حالتوں میں ذرا بھی

Presented by www.ziyaraat.net

درستی اور قوت آجاتی تھی تو وہ فوراً غیر قوموں کی قبضہ و اختیار سے اپنے ان حقوق مخصوصہ کے واپس لینے پر آمادہ ہو جاتے تھے نضر ابن کنانہ اور فہر ابن مالک نے بھی اپنے اپنے وقتوں میں اسی امر خاص کے لئے اپنی قوم و قبیلہ کو جمع کیا تھا۔ مگر اس اجماع سے اپنا کام نکال سکا۔ اور نہ فہر ابن مالک اپنے ارادہ میں کامیاب ہو سکا چونکہ مشیت ایزدی اس کامیابی کا سہرا مخصوص طور پر قصی کے سر پر باندھ چکی تھی۔ اس لئے فہر سے چھ پشتوں کے بعد قصی نے اپنی اس آبائی تمنا و مدعا کو خاطر خواہ پورا کیا۔

اتنا لکھ کر ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں قصی نے جب مکہ میں اپنی قوم و قبیلہ کو اس مہم کی انجام دہی پر پورے طور سے راضی اور آمادہ کر لیا تو اس نے اندرونی قوت کے ساتھ اپنی بیرونی طاقت کی درستی کا بھی سامان کیا اور اپنے بھائی زراح ابن ربیعہ کو لکھ بھیجا۔ وہ بھائی کا خط پاتے ہی اپنے قبیلہ سے ایک متعدبہ جمعیت لے کر مکہ میں پہنچ گیا۔ جب قصی اور بکر و بنی خزاعہ میں بالمساہلت کوئی تصفیہ نہ ہوا۔ اور بنی خزاعی میں بالمساہلت کوئی ——— اور بنی بکر کسی طرح قصی کی تولیت اور امارت پر راضی نہ ہوئے تو بالآخر جانبین سے مقابلہ کی نوبت پہنچی۔ مقام الطلح میں سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ طرفین سے کثیر التعداد لوگ مارے گئے۔ آخر جانبین سے مصالحت پیش ہوئی۔ لیعمر ابن عوف حکم ہوئے۔ اور انہوں نے قصی کو تولیت کعبہ اور امارت مکہ معظمہ دلوا دی اور بنی بکر و خزاعہ کا خون بہا بھی قضا سے نہیں دلوایا بلکہ اس کے خلاف بنی بکر و بنی خزاعہ سے قصی کے مقتولین کی دیت دلوا دی اور اسی وجہ خاص سے حجاز میں یعمر ابن عوف کا نام شداخ ہوگیا۔ کیونکہ اس نے بہت خونوں کو رائیگاں کر دیا۔ (اسوۃ الرسول جلد ا ص ۷۶)

قریش نے زور شمشیر سے مکہ کو فتح کیا ہے نہ کسی حیلہ و تدبیر سے

جب قصی کے تمام حالات خاطر خواہ درست ہو گئے تو قصی نے اپنے علاتی بھائی زراح ابن ربیعہ اور اس کے ہمراہ اس کی جمعیت کو ان کے وطن کی طرف رخصت کر دیا اور اسی وقت سے قریش اور بنی ربیعہ کے مابین باہم تعلقات اتحاد اور زیادہ قوی اور مستحکم ہو گئے۔ قوم ربیعہ کے لوگ سالانہ ایام حج میں بلا ناغہ آنے لگے اور قصی کے مہمان رہنے لگے قریش بھی قصی کے ساتھ ان کی قرابت کی رعایت سے بنو ربیعہ کی تعظیم و تکریم کرنے لگے اور جنگ خزاعہ کے وقت سے بنو ربیعہ کو اپنا شریک و معین یقین کرنے لگے۔

ہم نے قصی کے حالات کو اس وجہ سے زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ اکثر محققین و مورخین کا یہ خیال کر لینا کہ قصی ابن کلاب نے امارت مکہ و تولیت کعبہ بے محنت و مشقت صرف اپنے حیلہ و حکمت سے التحرش ابن جلیل کو شراب پلا کر حاصل کر لیا۔ محض بے اصل ہے۔ متذکرۂ بالا مشاہدات تاریخی ثابت کر

رہے ہیں کہ اپنے آبائی قوت و اختیار اور امارت و اقتدار کے حاصل کرنے میں قصی کو کتنی زحمتیں اٹھانی پڑیں۔ اور کتنے سامان فراہم کرنے پڑے۔ یہ ممکن ہے کہ المتحرش کو شراب پلا کر کلید کعبہ لی گئی ہو۔ مگر صرف کنجی مل جانے سے یا ایک المتحرش کے شریک و رفیق بن جانے سے قصی کو امارت مکہ اور تولیت کعبہ حاصل ہونے والی نہیں تھی۔ بنی بکر اور بنو خزاعہ کب اس کو قبول کرتے جیسا کہ وہ خاتمہ جنگ باوجود اس کے حلیل کی وصیت اور المتحرش کی نا اہلیت اور قصی کے ساتھ اس کے ساز و باز سے بھی آگاہ ہو چکے تھے۔ قصی کے استحقاق و مطالبات سے انکار ہی کرتے رہے۔

ان مشاہدات کو پیش نگاہ رکھ کر ایک محقق آسانی سے تصفیہ کرے گا کہ قصی ابن کلاب نے اپنی آبائی حکومت و امارت اور خاندانی عظمت و اقتدار ایک سخت لڑائی کے بعد جیسے کہ عربی قبائل میں لڑائیاں ہوتی ہیں پھر از سر نو حاصل کیا ہے حالات و واقعات مذکورۂ بالائے سے کامل طور پر یہی ثابت ہے کہ ان مشاہد تاریخی کے مقابلہ میں شراب خوری والی روایت اگر مان بھی لی جائے تو قول منفرد ثابت ہوتی ہے جس کی کوئی تفصیل و تصریح ثابت نہیں اس بنا پر اس روایت کو تاریخی واقعہ سمجھنا غلطی ہے۔ (اسوۃ الرسول جلد ا ص ۷۵۴)

رفادہ کا انتظام

رفادہ کا انتظام اس طرح ہوتا تھا کہ ہر سال حج کے زمانے میں قریشی کچھ مال اپنی آمدنی سے نکال کر قصی بن کلاب کو دے دیتے تھے یہ اس سے حاجیوں کے لئے کھانا پکواتا تھا اور جو حاجی غیر مستطیع ہوتے یا ان کے پاس زاد راہ نہ بچا ہوتا' وہ اس کھانے کو کھاتے' قصی نے یہ چندہ ان پر فرض کر دیا تھا اور کہا تھا اے قریش تم اللہ کے ہمسایہ ہو اور اس کے گھر اور حرم والے ہو جائیں اللہ کے مہمان اور بیت اللہ کے زائر ہیں اس لئے کہ وہ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ عزت کے ساتھ ان کی مہمانداری کی جائے تمہیں چاہیئے کہ زمانہ حج میں ان کے لئے کھانے اور پینے کا انتظام کر دو' انہوں نے قصی کا کہا مانا اور اس کے لئے وہ ہر سال اپنے مال میں سے کچھ حصہ علیحدہ کر کے قصی کو دے دیتے تھے وہ اس سے منیٰ کے قیام کے ایام میں حاجیوں کے لئے کھانا پکواتا یہ دستور اس کی قوم میں تمام عہد جاہلیت میں برابر جاری رہا چنانچہ آج تک جاری ہے اور یہ وہ کھانا ہے جو تمام زمانہ حج میں حکومت وقت حاجیوں کے لئے ہر سال منیٰ میں پکواتی ہے۔

الغرض قصی نے اپنی زندگی ہی میں یہ تمام خدمات عبدالدار کے سپرد کر دیں اور پھر خود قصی بھی اس کے کسی انتظام یا حکم میں دخل نہیں دیتا تھا۔ وہ مرا تو اس کے سب بیٹے اس کے فرائض اور خدمات کے متولی ہوئے۔ (تاریخ طبری جلد ا ص ۸۱ سطر آخر)

Presented by www.ziyaraat.net

پانی بھی بنو ہاشم پلواتے تھے

عہدۂ سقایت یعنی پانی پلانے پر بھی جناب عبدمناف کا قبضہ تھا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے جناب ہاشم پھر ان کے بیٹے جناب عبدالمطلب نے فریضہ سقایت ادا کیا۔ پھر جناب عبدالمطلب بن ہاشم بڑے ہوئے تو انہوں نے یہ فریضہ اپنے چچا مطلب کے سپرد کر دیا۔ پھر جب مطلب فوت ہوئے تو نوفل بن عبدمناف نے اپنے بھائی کے بیٹے جناب عبدالمطلب کا حق غصب کر لیا اور ان کے گھر کا صحن یا گھر کے سامنے کا میدان اور مکانات غصب کر لئے۔ حضرت عبدالمطلب نے قبیلہ والوں سے اپنے چچا نوفل کے مقابلہ میں مدد مانگی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم تمہارے چچا کے درمیان مداخلت نہیں کریں گے۔ (سیرت دحلانیہ جلد۱ ص ۷۷ سطر۲)

کھانا کھلانا بنو ہاشم کے حصہ میں تھا

رفادہ اس کھانے کو کھاتے ہیں جسے حاجیوں کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور وہ ایام حج میں ایک جگہ جمع ہو کر کھاتے اور پھر الگ الگ ہو جاتے۔ کیونکہ جناب قصی کے زمانہ میں قریش اپنے مالوں میں سے حج کے وقت حصہ نکالتے اور جناب قصی کی خدمت میں پیش کر دیتے جس کے لئے وہ حاجیوں کے لئے کھانا تیار کرتے جسے مسکین لوگ کھاتے۔

جناب قصی کے بعد ان کے بیٹے جناب عبدمناف پھر ان کے بیٹے جناب ہاشم پھر ان کے بیٹے جناب عبدالمطلب پھر ان کے بیٹے جناب ابو طالب حاجت مند حاجیوں کے لئے کھانے کا اہتمام کرتے رہے۔

حضرت ابو طالبؑ کے بعد ان کے بھائی حضرت عباسؓ نے اس ذمہ داری کا بوجھ اٹھایا چنانچہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء کے زمانوں میں ہمیشہ یہ عہدہ بنو عباس کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ مصر اور بغداد سے ان کی خلافت کا دور ختم ہو گیا۔ (سیرت دحلانیہ جلد۱ ص ۷۶ سطر ۱۲)

قصی بن کلاب کے بیت اللہ کی تولیت قریش کو منتقل کرنے بنی خزاعہ کے اس میں مزاحمت کرنے اور قریش کے حرم میں (جسے اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر منتشر اپنے

بندوں کے لئے جائے امن بنایا) اجتماع کا ذکر

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب قصی کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کی ماں نے عذرہ کے ربیعہ بن حرام سے نکاح کر لیا تھا اور ربیعہ اس کی ماں اور اسے ساتھ لے کر اپنے شہر چلا گیا تھا اور پھر قصی جوان ہو کر مکے لوٹا تھا اور وہاں آ کر خزاعہ کے رئیس بن حبشیہ کی بیٹی حبیٰ سے شادی کر لی تھی۔

اسی زمانے میں بنی خزداعہ کے خزانہ نامی ایک شخص نے یہ سمجھ کر کہ اگر حلیل کی بیٹی حبی کے بطن سے قصی کے کئے بچے ہو گئے تو یقیناً حلیل خانہ کعبہ کی تولیت قصی یعنی اپنے داماد کے نام منتقل کر دے گا اور پھر اسے جو آمدنی ہوتی وہ بھی قصی کے قبضے میں آ جائے گی حلیل کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ خانہ کعبہ کی تولیت پر قصی کے مقابلے میں اس کا زیادہ حق ہے کیونکہ اس کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے جبکہ قصی بنی کنانہ کی نسل سے ہے۔

خزاعہ سے یہ سن کر حلیل نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ ابھی مرا نہیں جا رہا ہے اس لئے یہ قضیہ آئندہ طے کر لیا جائے گا لیکن خزاعہ نے جب بہت زیادہ اصرار کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ وہ یہ کام اپنے زندگی ہی میں کر دے گا۔

خزانہ کی اس بے جا ضد پر حلیل کو غصہ آ گیا اور اس نے خانہ کعبہ کی تولیت اس کے نام منتقل کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

حلیل کے انکار سے خزانہ کا یہ خیال یقین میں بدل گیا کہ حلیل بیت اللہ کی تولیت اور اس کا سارا زر و مال قصی ہی کو دے گا اور اس نے قصی سے لڑائی کی ٹھان لی۔

یہ دیکھ کر حلیل نے مکے میں موجود بنی کنانہ کو جمع کیا اور انہیں یہ قصہ سنایا تو وہ بھی خزانہ کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

اس کے بعد بنی خزاعہ اور بنی کنانہ جہاں جہاں تھے سب آ کر مکے میں جمع ہو گئے اور ان میں باہم سخت جنگ چھڑ گئی اور کئی سال تک جاری رہی۔

آخر کار اس جنگ میں بنی کنانہ کو فتح حاصل ہوئی جس کے نتیجے میں بیت اللہ کی تولیت قصی کے نام ہو گئی۔

اس کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت کبھی بنی خزاعہ اور کبھی بنی کنانہ میں منتقل ہوتی رہی حتیٰ کہ مجاہدین اسلام نے اپنی عدل پسندی اور سچے مذہبی رجحانات کی وجہ سے غلبہ حاصل کر لیا اس وقت خانہ کعبہ کی تولیت بنی ہاشم کے پاس تھی جس کے بعد اسلام عرب میں ہر جگہ پھیلتا چلا گیا اور جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں خانہ کعبہ کو بتوں سے خالی کرا کے ایک بار پھر دین ابراہیمی یعنی اسلام کی تولیت قائم کر کے بیت اللہ کی عزت و حرمت ہمیشہ کے لئے بحال کر دی گئی۔

Presented by www.ziyaraat.net

بہرکیف اتنا یاد رہے کہ قصی نے کبرسنی میں خانہ کعبہ کی تولیت اور اس سے منسلک زیادہ تر اختیارات اپنے سب سے بڑے بیٹے عبدالدار کو دے دیئے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ اختیارات اپنے بھائیوں عبد مناف وغیرہ کو بھی دیئے تھے اور آخر میں جملہ اختیارات عبد مناف کی اولاد بنی ہاشم کے پاس آ گئے تھے جن کے ایک بزرگ جناب عبدالمطلب سے مشرکین قریش اس لئے برسرپیکار ہو گئے تھے کہ ان کے پوتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی تھے انہیں کفر سے کنارہ کشی کرکے اسلام کی دعوت دی تھی۔ تاہم اپنے سامنے آنے والی جملہ مشکلات برداشت کرنے کے بعد آپؐ نے مکہ فتح کیا تو اہل مکہ کے ساتھ جو نرمی برتی گئی بلکہ اس حسن سلوک کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ہے۔ اور اسے تاریخ عالم میں آج تک نقش دوام حاصل ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۵۲۸ سطر ۱)

حضرت عبد مناف بن قصی

آپ کا نام مغیرہ اور کنیت ابو عبد شمس اور لقب عبد مناف ہے۔ مناف انافہ سے ہے جس کے معنی ہیں بلند ہونا' نمایاں ہونا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شرافت و زیادتی کے معنی میں ہے۔ لہٰذا عبد مناف کا مطلب یہ ہو گا کہ ممتاز' بلند اور شریف بندہ۔ (ذکر حسین ص ۷۳ سطر ۱۷۔ طبری جلد ۱ ص ۷۴۳ سطر ۱۳)

قریش کے سربراہ

محمد بن السائب کہتے ہیں: قصی کے انتقال کرنے پر عبد مناف بن قصی ان کے قائم مقام ہوئے۔ قریش کے تمام امور انہیں کے ہاتھ میں تھے۔ قصی نے اپنی قوم کے لئے جن محلات کی داغ بیل ڈالی تھی عبد مناف نے ان کے علاوہ دوسرے محلات کی داغ بیل بھی ڈالی یہ عبد مناف ہی کی خصوصیت تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیہ **وَاَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِین** (اپنے خاندان کے قریب ترین لوگوں کو خدا کے خوف سے ڈراؤ۔) نازل فرمایا تو آنحضرت (صلوات اللہ علیہ) نے مخصوص خاندان عبد مناف ہی کو سرفراز فرمایا یعنی سطوت خداوندی سے ڈرایا۔

ابن عباس کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیہ: **وَ اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِین**: نازل فرمائی تو آنحضرت (علیہ صلواۃ والسلام) مروہ پر چڑھ گئے۔ اور وہاں سے آواز دی یا آل فہر (اے خاندان فہر کے لوگوں کہاں ہو آواز دیتے ہی تمام قریش حاضر ہو گئے۔ (دعوت ذوالعشیرہ کی تفصیل آئندہ آ رہی ہے۔ انشاء اللہ)

ابو لہب بن عبدالمطلب نے کہا: اولاد فہر یہ تیرے سامنے ہے جو کہنا ہے کہہ آنحضرت (سلام اللہ علیہ و برکاتہ) نے فرمایا یا آل غالب' اس آواز پر حارث و محارب فرزندان فہر کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (علیہ التحیات) نے فرمایا یا آل لوی بن غالب' اس آواز پر تیم الادرم بن غالب کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت رحمتہ اللہ و صلوات اللہ نے فرمایا: یا آل کعب بن لوی' اس آواز پر عامر بن لوی کی اولاد واپس گئی۔

(آنحضرت (علیہ السلام) نے فرمایا: یا آل مرۃ بن کعب' اس آواز پر عدی بن کعب کی اولاد اور سہم و جمح ابنائے عمرو بن ہصیص بن کعب کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (برکات اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یا آل کلاب بن مرۃ' اس آواز پر مخزوم بن یقظتہ بن مرہ اور تیم بن مرہ کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (بارک اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یا آل قصی' اس آواز پر زہرہ بن کلاب کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (علیہ الصلوات) نے فرمایا: یا آل عبد مناف' اس آواز پر عبدالدار بن قصی کی اولاد اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کی اولاد اور عبد بن قصی کی اولاد واپس گئی۔

ان سب کے چلے جانے پر ابو لہب نے (آنحضرتؐ سے) کہا: یہ فرزندان عبد مناف تیرے سامنے ہیں اب جو کہنا ہو کہہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۹۹ سطر ۱۰)

توحید کی دعوت

ان اللہ قد امرنی ان انذر عشیرتی الا قربین و انتم الا قربون من قریش و انی لا املک لکم من اللہ خطا و لا من الاخرۃ نصیبا لا ان تقولوا لا الہ لا اللہ فاشھد بھا لکم عند ربکم و تدین لکم بھما العرب و تذل لکم بھا العجم۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قریب ترین خاندان والوں کو ڈراؤں قریش میں قریب ترین تمہیں لوگ ہو' میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ کسی حصے کا مالک بنا سکتا ہوں نہ آخرت میں کوئی بہرہ دلا سکتا ہوں۔ بجز اس کے کہ تم کہو لا الہ الا اللہ اس صورت میں: (آپؐ کا خطبہ ذوالعشیرہ اور وصایت و خلافت علی کا اعلان۔ علانیہ تبلیغ کے ذیل میں مفصل ہے ملاحظہ فرمائیں۔)

اقرار توحید کے نتائج

(۱) میں تمہارے پروردگار کے روبرو تمہارے حق میں شہادت دوں گا۔

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net

(۲) تمام عرب تمہارا ہی دین اختیار کرے گا اور تمہارے ہی طریقہ کی پیروی کرے گا۔
(۳) اس کے کہنے پر تمام عجم تمہارا تابع و مطیع ہو جائے گا۔
ابو لہب نے یہ سن کر کہا: **تبالک فلھذا دعوتنا؟** تو خسارے میں رہے' کیا اسی لئے تو نے ہم لوگوں کو بلایا تھا؟ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے **تبت یدا ابی لھب** نازل فرمایا کہتا ہے **تبت یدا ابی لھب یعنی خسرت یدا ابی لھب** (ابو لہب کے دونوں ہاتھ خسارے میں رہے) مطلب یہ ہوا کہ اے پیغمبر تو خسارے میں نہیں رہا۔ وہ خود ہی غائب و خاسر ہوا۔ کیونکہ انکار توحید کا آخری نتیجہ خسران ہی ہوا کرتا ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد۱ ص ۱۰۲ سطر۲

آپ کے بعد اختلافات

چونکہ آپ کے والد قصی نے مکے کا اقتدار آپ کے بڑے بھائی عبدالدار کو سونپ دیا تھا اس وقت قصی کی ہیبت کی وجہ سے کسی نے اعتراض نہ کیا تھا قصی کی وفات کے بعد دونوں بھائیوں عبدالدار اور عبدمناف کی بھی وفات ہو گئی ان کی وفات کے بعد عبدمناف کے بیٹوں ہاشم' عبدشمس' مطلب' نوفل نے اپنا استحقاق ظاہر کرکے کہا کہ اقتدار ہمارا حق ہے۔ اس پر قریش میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا یہاں تک کہ فریقین سخت لڑائی کے لئے تیار ہو گئے آخر اس بات پر صلح ہو گئی کہ سقایت و رفادۃ (حجاج کو آب زمزم پلانا' اور کھانے وغیرہ کا انتظام کرنا) اور قیادت بنی عبدمناف کو دی جائے۔ اور حجابتہ لواء (خانہ کعبہ کی دربانی اور علم جنگ بلند کرنا) دارالندوہ بدستور بنی عبدالدار کے پاس رہے چنانچہ بنی عبدمناف میں ہاشم سب سے بڑے تھے۔ سقایت و رفادت اور قیادت ان کو ملی اور انہوں نے اپنے فرائض نہایت احسن طریقے سے انجام دیئے۔
(سیرت ابن ہشام جلد۱ ص ۱۴۵۔ طبقات ابن سعد جلد۱ ص ۴۴)
آپ کی زوجہ کا نام عاتکہ بنت مرہ ہے آپ کے چار بیٹے نوفل' المطلب' عبدالشمس' ہاشم تھے۔ نور محمد صلی اللہ علیہ حضرت ہاشم کو تفویض ہوا۔

آپ کی اولاد

پھر عبدمناف کے چار اولادیں ہوئیں۔ ہاشم بن عبدمناف عبدالشمس بن عبدمناف اور مطلب بن عبدمناف

اور ان تینوں کی ماں عاتکہ بنت مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ اور چوتھا لڑکا نوفل بن مناف ہے اور اس کی ماں واقدہ بنت عمرومازینہ اور مازن بن منصور ابن عکرمہ ہے۔
ابو عمر اور تماضر اور قلابہ اور حیہ اور ریطہ اور ام الاخثم اور ام سفیان یہ سب عبدمناف کی اولاد ہیں چنانچہ ابی عمرو اور ریطہ کی ماں تو ثقیف کی ایک عورت تھی اور باقی تمام لڑکیوں کی ماں عاتکہ بنت مرہ بن ہلال تھی اور یہی ہاشم بن عبدمناف کی بھی ماں تھی اور اس ماں صفیہ بنت خوزہ بن مرو بن سلول بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن تھی اور اس صفیہ کی ماں عائذ اللہ بن سعید العشیرہ بن مذحج کی بیٹی تھی۔ (سیرت ابن ہشام جلد۱ ص ۶۶ سطر ۱۸)

ہاشم بن عبدمناف

پھر ہاشم بن عبدمناف کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ عبدالمطلب بن ہاشم اور اسد بن ہاشم اور ابا صیفی بن ہاشم اور فضلہ اور شفا اور خالدہ' ضعیفہ' رقیہ اور حیہ پس عبدالمطلب اور حیہ کی ماں تو سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار ہے اور نجار کا نام تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ہے اور اس کی ماں عمیرہ بنت مخز بن حارث بن ثعلبہ بن ازن بن نجار ہے اور عمیرہ کی ماں کا نام سلمٰی ہے بنت عبدالاشہل نجاریہ اور اسد بن ہاشم کی ماں قیلہ ہے۔ بنت عامر بن مالک خزاعی اور ابی صیفی اور حیہ کی ماں ہند ہے۔ بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجیہ اور فضلہ اور شفا کی ماں قضاعہ میں سے ایک عورت تھی اور خالدہ اور ضعیفہ کی ماں واقدہ بنت ابی عدی المازینہ تھی۔
(سیرت ابن ہشام جلد۱ ص ۶۷ سطر۱۱)
جناب ابن اثیر جزری تاریخ کامل کی جلد۱ کے ص ۱۸ کی سطر ۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔
ہاشم کا اصل نام عمرو ہے اور کنیت ابو فضلہ ہے اور ہاشم بھی ان کو کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ثرید یعنی روٹی کے ٹکڑے کو توڑ کر اور سالن میں ڈال کر اور پکا کر اپنی قوم کو کھلایا تھا اور ابن کلبی کا قول ہے عبدمناف کی اولاد میں ہاشم سب سے بڑے بیٹے اور مطلب سب سے چھوٹے بیٹے تھے اور ان کی ماں کا نام اور عاتکہ مرہ سلمیہ کی بیٹی تھیں۔ عبدمناف کے تیسرے بیٹے نوفل تھے۔ ان کی ماں کا نام واقدہ اور چوتھے بیٹے عبدشمس تھے۔ یہ سب ایک ایک جماعت کے سردار ہیں اور ان کا نام مجیرہ (پناہ دینے والے) پڑ گیا تھا اور یہ سب اولاد عبدمناف پہلے قریشی سردار تھے۔ جنہوں نے فوجی دفاعی طاقت قریش کے لئے مہیا کی تھی اور اسی طاقت کے مہیا کرنے کے لئے حرم حجاز سے باہر (قریبی بلاد میں) پھیل گئے تھے۔ ہاشم نے شاہ روم اور غسانی حاکم شام سے (جو رومیوں کی حکومت میں تھا) گھوڑے مہیا کئے تھے اور

Presented by www.ziyaraat.net

عبد شمس نے نجاشی بادشاہ کے پاس سے جو حبشہ میں تھا گھوڑے حاصل کئے اور نوفل نے شاہان ایران میں عراق سے گھوڑے حاصل کئے۔ اور مطلب نے شہر حمیر سے جو یمن میں واقع ہے گھوڑے حاصل کئے اور یہ (ہاشم کے چاروں بھائی) اپنی قریشی جماعتوں کے ساتھ حجاز و حرم سے باہر قریبی ملکوں میں چلے گئے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان پراگندہ قریشی جماعتوں کو (مکہ) میں جوڑ دیا تھا۔

ہاشم کی وجہ تسمیہ

جناب ہاشم اور آپ کے بھائیوں عبد شمس، مطلب اور نوفل کے بارے میں لوگ کہا کرتے کہ یہ سونا ہیں اور لوگوں کی پناہ گاہ اور ان کا عزو افتخار ہیں اور عرب کے سردار ہیں۔
چنانچہ جب قریش خشک سالی کی وجہ سے شدید بھوک کا شکار ہو گئے تو جناب ہاشم شام کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں سے آٹا خرید کر روٹیاں اور کیک تیار کروائے اور مکہ معظمہ میں آکر اونٹ ذبح کرکے سالن تیار کیا اور اس میں روٹیوں اور کیکوں کے ٹکڑے ڈالتے رہے اور ثرید تیار کرکے تمام لوگوں کو جمع کیا اور پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔
"ہشم" چونکہ روٹیاں توڑنے کو کہتے ہیں اس لئے لوگ آپ کو ہاشم کہنے لگے۔ آپ کو بطحا کا باپ اور بطحا کا سردار بھی کہتے ہیں۔ یہ کھانا یعنی ثرید ہمیشہ تیار ہوتا رہا اور خوشحالی یا تنگی میں کبھی نہ چھوڑا گیا۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۸۲ سطر آخر)
اور بعض نے جناب ہاشم کے لئے کہا:

عمرو العلا ہشم الثرید لقومہ　　ورجال مکتہ مرہلون عجاف

عالی مرتبت، ہاشم نے اپنی قوم کے لئے روٹیاں توڑ کر ثرید بنائی اور مکے کے لوگ اس وقت بھوکے اور کمزور تھے۔

اور دوسرے شاعر نے کہا:

عمر العلا ذو لندی من لا یسابقہ　　مرا السحاب و لا ریح تجاریہ
اجفانہ کالجوابی للو فود اذا　　لبواء بمکتہ ناداھم منادیہ
و اسحلوا خصبوا منہا و قد ملشت　　قوتا لحاضرہ منہم و بادیہ

بلند مرتبہ ہاشم: اتنے عظیم صاحب سخا ہیں کہ ان پر گذرنے والے بادل اور چلتی ہوئی ہوا بھی سبقت حاصل نہ کر سکتی۔ جب بواء مکہ میں ندا کرنے والے لوگوں کے گروہوں کو بلاتا تو اس کا جواب آپ کھانے کے بھرے ہوئے پیالوں سے دیتے اور خشک سالی اور شادابی کے زمانہ میں وفود میں سے اور آبادی والے اس

سے قوت لایموت حاصل کرتے ہیں۔
ایک اور شاعر نے کہا ہے

قل للذی طلب السماحتہ و الندی　　ہلا مررت بال عبد مناف
الرائشون و لیس یوجد رائش　　و القائلون ہلم لا ضیاف

جو شخص سخاوت اور مہربانی کا طالب ہے اس سے کہہ دے کیا تو اولاد عبد مناف کے پاس نہیں گیا۔ وہ ایسے اہل سخا ہیں کہ ان جیسا سخی کہیں نہیں پایا جاتا اور وہ مہمانوں کو روز اپنے پاس خود ٹھہراتے ہیں۔
(سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۱۰۱ سطر ا)

بنی ہاشم و بنی امیہ میں عداوت کی ابتدا

امیہ بن عبد شمس بن عبدمناف بن قصی کو (بربنائے واقعہ مذکورہ ہاشم پر حسد ہوا وہ مالدا رہتے۔ لہٰذا جو ہاشم نے کیا تھا یہ تکلیف وہی خود بھی کرنا چاہا مگر نہ کرسکے اور عاجز آگئے قریش کے کچھ لوگوں نے اس پر شماتت کی تو امیہ کو غصہ آگیا۔ ہاشم کو برا بھلا کہنے لگے اور انہیں مناضرہ کی دعوت دی۔ (اسوۃ الرسول جلد ا ص ۱۰۲)
(مناضرہ، مفاخرت اور اس کا محاکہ عربوں میں دستور تھا کہ جب دو فریقین اپنی اپنی عظمت پر زور دیتے تو اعیان قوم کے مجمع عام میں ثالثوں کو حکم بنایا جاتا۔ اور وہ کسی ایک کے حق میں فیصلہ کرتے اسی کا نام مناضرہ تھا۔ ابتداء میں اس دستور کی حدیں تصفیہ قوت و طاقت سے متجاوز نہ تھیں فریقین جب مقابل ہوتے تو پہلا سوال یہ ہوتا کہ اینا اعز نفرا یعنی تنقیح طلب امر یہ تھا کہ ہم میں ازروئے تعداد و کثرت یا قلت القار غالب کون ہے اور مغلوب کون ہے۔ منافرہ اسی سوال کا جواب دینے کے لئے ہوتا یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔
ہاشم نے اپنی عمرو قدر و منزلت کا خیال کرکے مناضرہ ناپسند کیا مگر قریش نے نہ چھوڑا۔ اور ان کو محفوظ کر لیا۔ (ناچارہ) ہاشم نے امیہ سے کہا کہ میں تیرے ساتھ ساتھ اس شرط سے مناضرہ کرتا ہوں کہ اگر تو مغلوب ہو تو سیاہ آنکھوں کی پچاس اونٹنیاں بطن مکہ میں تجھے ذبح کرکے دینی ہوں گی اور دس برس کے لئے مکہ سے جلا وطن ہونا پڑے گا۔ امیہ نے یہ شرط منظور کر لی، مناضرہ ہوا، بنی خزاعہ کے کاہن کو دونوں نے حکم بنایا۔ جس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ کیا، ہاشم نے امیہ سے وہ مشروط اونٹ لے لئے۔ ذبح کئے اور حاضرین کی ضیافت کی۔ امیہ ملک شام میں نکل گئے اور وہاں دس برس تک مقیم رہے۔
یہ پہلی عداوت تھی جو ہاشم و امیہ کے قبائل میں واقع ہوئی۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۰۲ سطر آخر)

Presented by www.ziyaraat.net

تاریخ کامل کی جلد ا ص ۱۹ سطر ۹ پر ابن اثیر جزری تحریر فرماتے ہیں۔
کہا گیا ہے کہ ہاشم اور عبد شمس دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے ایک پہلے پیدا ہوا اور دوسرا بعد میں اور اس کی ایک انگلی دوسرے جڑواں بچے کی پیشانی سے چسپاں تھی جس کو چیر کر جدا کیا گیا تھا اس سے خون جاری ہو گیا تھا۔ اس سے شگون لیا گیا کہ ان دونوں میں خونریزی کا سلسلہ رہے گا۔ عبد مناف کے انتقال کے بعد سقایہ اور رفادہ کے مہتمم ہاشم ہوئے۔ امیہ بن عبد شمس کو ان کی سرداری اور کھانا کھلانے کے باعث حسد ہو گیا اور وہ بھی ان کی طرح حجاج کو کھلانے پلانے لگا مگر انجام کار عاجز ہو گیا اور قریش نے اسے گالیاں دیں تو وہ اور بھی غضبناک ہو گیا اور ہاشم کو بدنام کرنے لگا اور ان کو منافرہ کے لئے مجبور کر دیا۔ ہاشم کو محاکمہ ناگوار تھا' اس لئے وہ اس سے عمر میں بڑے تھے اور ذی وجاہت تھے۔ مگر قریش نے محاکے پر مجبور کر دیا کہ دونوں میں سے کوئی ایک دس سال کے لئے جلاوطن ہو اور پچاس اونٹ دیئے جائیں۔ امیہ اس محاکے سے خوش تھا دونوں نے خزاعی کاہن کو حکم تسلیم کر لیا جو عمرو بن الحمق کا دادا تھا۔ اس کا قیام عسفان تھا اور امیہ کے ساتھ ہمہمہ بن عبدالعزیٰ فہری بھی تھے جن کی بیٹی امیہ کے نکاح میں تھی۔ کاہن نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا قسم ہے چاندنی والے چاند کی' روشن ستارے کی' برسنے والے کالے بادل کی' ہوا میں اڑنے والے پرندوں کی اور اس ہدایت اور رہبری کی جو مسافروں کو جبکہ بلندی پر چڑھ رہے ہوں یا بلندی سے پستی میں آ رہے ہوں اور وہ ہدایت کوئی پہاڑ دے رہا ہو' ان سب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہاشم اول و آخر ہر دور میں برگزیدہ کارناموں میں امیہ سے سبقت لے گئے ہیں اور ابو ہمہمہ ان حقائق سے باخبر ہیں۔ کاہن نے ہاشم کے حق میں فیصلہ کیا ہاشم نے اونٹوں کو لے لیا اور وہیں ذبح کر دیا اور سب کو کھلا دیا اور امیہ مکہ سے شام کی طرف دس سال کے لئے روپوش ہو گیا۔ یہ پہلی عداوت تھی جو ہاشم اور امیہ میں پیدا ہوئی تھی۔

کہا گیا ہے کہ ہاشم اور مطلب (دونوں بھائی) حسن و جمال کی وجہ سے بدران چودھویں رات کے دو چاند کہلاتے تھے۔ ہاشم کا بیس سال کی عمر میں اور بعض کے نزدیک پچیس سال کی عمر میں مقام غزہ میں (فلسطین) میں انتقال ہوا۔ بنی عبد مناف میں سب سے پہلے انتقال کرنے والوں میں ہاشم تھے پھر عبد شمس کا انتقال مکہ میں ہوا اور اجیاد میں دفن ہوئے اور نوفل کا انتقال عراق کی راہ پر مقام سلمان پر ہوا اور مطلب کا انتقال عراق میں مقام رومان میں ہوا۔ ہاشم کے بعد رفادت اور سقایت ان کے بھائی مطلب کو ملی تھی اس لئے کہ ان کے بیٹے عبدالمطلب اس وقت کم سن تھے۔

طلب حکومت

علی بن یزید بن عبداللہ بن ہب بن زمعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قصی نے عبدالدار کو جو کچھ

دیا تھا' یعنی حجابہ و لواء اور رفادہ و سقایہ و ندوہ فرزندان عبد مناف ہاشم و عبد شمس و مطلب و نوفل نے اتفاق کر کے اولاد عبدالدار کے ہاتھوں سے نکال لینا چاہا۔ کیونکہ ان مناصب کے لئے فرزندان عبدالدار سے کہیں زیادہ وہ اپنے آپ کو مستحق سمجھتے تھے کہ فرزندان عبدالدار پر ان کو شرف بھی حاصل تھا اور قوم میں بھی ان کی عظمت و بزرگی مسلم تھی۔
اس معاملہ کے مدبر و کار پرداز ہاشم بن عبد مناف تھے۔
بنی عبدالدار نے تفویض اختیار کرنے سے انکار کیا اور عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار اس معاملہ میں ان کی کار سازی کو اٹھے۔
قبائل بنی اسد بن عبدالعزیز بن قصی' بنی زہرہ بن کلاب' بنی تیم بن مرہ' و بنی حارث بن فہری نے بنی عبد مناف بن قصی کا ساتھ دیا۔ اور بنی عبدالدار کے ساتھ بنی مخزوم و سہم و جمح و بنی عدی بن کعب ہوئے بنی عامر بن لوی و محارب بن فہری علیحدہ رہے اور فریقین میں سے کسی کے ساتھ نہ ہوئے۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۵ سطر ۹)

مطیبین

دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک نے بجائے خود سخت سے سخت قسمیں کھائیں کہ: اپنی جماعت کو مخذول نہ ہونے دیں گے اور اپنے میں سے کسی کو فریق مقابل کے سپرد نہ کریں گے۔ مابل بحر صوفہ یعنی عہد و پیمان اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک کہ آب دریا بھیڑ اور دنبے کی اون کو تر کر سکے اس زمانے میں قول و قرار کو موکد کرنے کے لئے یہی محاورہ مستعمل تھا۔ مطلب یہ تھا کہ کبھی اس کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے گی۔
بنی عبد مناف اور ان کے طرفداروں نے ایک شاہ کاسہ نکالا جسے خوشبوؤں سے بھر کے خانہ کعبہ کے سامنے رکھ دیا۔ تمام لوگوں نے اس میں اپنے اپنے ہاتھ ڈالے اور حلف اٹھا کے انہیں ہاتھوں سے کعبہ کا مسح کیا کہ یہ پیمان پوری طرح موثق ہو جائے۔ یہی کارروائی تھی جس کے بعد ان لوگوں کا مطیبین پڑا (یعنی خوشبو میں ہاتھ بھرنے والے) (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۰۶ سطر ۴)

احلاف

بنی عبدالدار اور ان کے ساتھیوں نے خون سے بھرا ہوا شاہ کاسہ لے کر اس میں ہاتھ ڈالے اور سب نے

Presented by www.ziyaraat.net

عہد کیا کہ اپنی جماعت کو مخذول و رسوا نہ ہونے دیں۔ مابل بحر صوفۃ (جب تک آب دریا ان کو تر کر سکے) ان لوگوں کے دو مختلف نام پڑے۔

(۱) احلاف (یعنی حلف اٹھانے والے) (۲) لعقۃ الدم (یعنی خون چاٹنے والے) (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۰۶ سطر ۱۵)

مسالمت

جنگ کی تیاریاں ہوئیں۔ دونوں جماعتیں آمادہ جنگ ہو گئیں۔ جنگ آوروں کا تعبیہ ہونے لگا۔ ہر ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ میں پیوست ہو گیا یہ سامان ہو ہی رہا تھا لوگ اس آمادگی کے ساتھ تیار ہی تھے کہ مصالحت کی سلسلہ جنبانی ہوئی اور اس قرار داد پر صلح و آشتی ٹھہری کہ:

(۱) سقایہ و رفادہ بنی عبد مناف بن قصی کو دے دیئے جائیں۔

(۲) حجابہ و لواء دارالندوہ حسب دستور سابق بنی عبدالدار کے پاس رہے اس قرار داد کے مطابق فیصلہ ہو گیا۔ اور وہ لوگ جو درپے حرب و قتال تھے آویزش سے رک گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۰۶ سطر ۵)

دار الندوہ دار الامارہ کی حیثیت میں

فرزندان عبدالدار (ازروئے معاہدہ مذکورہ حجابہ و لواء کے ساتھ) دار الندوہ پر بھی متصرف رہے اور رہتے چلے آئے۔ تاآنکہ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی نے کہ (منصب تولیت انہیں کو حاصل تھا تاآنکہ دارالندوہ کو معاویہ ابن ابی سفیان کے ہاتھ بیچ ڈالا (یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ارض حجاز میں بھی معاویہؓ کی حکومت و سلطنت مسلم ہو چکی تھی) دار الندوہ کو لے کے معاویہؓ نے دار الامارۃ بنا لیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۰۷ سطر ۶)

ہاشم کی تولیت

یزید بن عبدالملک المغیرۃ النوفلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ مصالحت کے بعد یہ ٹھہری کہ ہاشم بن عبد مناف بن قصی سقایہ و رفادہ کے متولی قرار پائے۔ ہاشم فراخ دست آدمی تھے۔ حج کا موسم آتا تو قریش

کے مجمع میں کھڑے ہو کر تقریر کرتے۔

اے جماعت قریش! تم لوگ اللہ کے زیر جوار ہو۔ بیت اللہ والے ہو' اس موسم میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے زائر آتے ہیں۔ جو اس گھر کی حرمت کے ساتھ تعظیم سے پیش آتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اور سب میں بیشتر شایان تکریم وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا مہمان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس نعمت سے مخصوص فرمایا ہے۔ خاص یہ کرامت تمہیں کو عطا کی ہے۔ ایک ہمسایہ اپنے دوسرے ہمسائے کا جتنا لحاظ کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تمہارا پاس و لحاظ کرتا ہے۔ لہٰذا تمہیں بھی اس کے زائروں کی بزر گذاشت مرعی رکھو' جو بکھرے ہوئے بال غبار آلود' ہر ایک کے شہر سے ایسی ایسی لاغر و نحیف سواریوں پر آتے ہیں کہ قمار باری کے تیر کی طرح بے بال و بے پر بے ساز و سامان ہوتے ہیں' چلے ہیں۔ چل کے تھک تھک گئے ہیں۔ جس سے بو آنے لگی ہے۔ کپڑوں میں جوئیں پڑ گئی ہیں توشہ و زاد ختم ہو چکا ہے۔ تم ان کی ضیافت کرو' کھانا کھلاؤ اور پانی پلاؤ۔

قریش اسی بنا پر حاجیوں کی آسائش و راحت رسانی کا اس قدر سامان کرتے کہ گھر والے حسب مقدور معمولی معمولی چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی فراہم کر دیتے۔ ہاشم بن عبد مناف خود بھی ہر سال بہت سامان اسی غرض سے نکالتے اور قریش کے جو لوگ دولت مند تھے وہ بھی اعانت کرتے۔ ہرقل (بادشاہ روم) کے سکے سو سو مثقال ہر شخص بھیجتا۔ ہاشم حوضوں کی تیاری کا انتظام کرتے جن کا محل وقوع مقام چاہ زمزم ہوتا۔ ان میں مکے کے کنوؤں سے پانی لاتے اور بھر دیتے۔ حاجی یہی پانی پیتے تھے۔ یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) سے حاجیوں کی ضیافت کا سامان ہوتا۔ اور مکے و منیٰ (منا) مقام اجتماع حجاج (جمع) و عرفات پر ان کو کھانا کھلایا جاتا' گوشت روٹی' گھی اور چھوارے اور ستو کی ثرید بنا بنا کے دی جاتی۔ سب کے لئے پانی کا انتظام ہوتا اور باوصف اس کے کہ حوضوں میں پانی کی کمی ہوتی پھر بھی منا میں سب کو پانی پلوایا جاتا۔ مناسک حج سے فارغ ہو کر منا سے جب لوگ واپس آئے تو اس وقت ضیافت ختم ہوتی اور لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۰۷ سطر ۱۴)

سفر تجارت

وہ پہلے شخص ہیں کہ سال میں دو مرتبہ قریش کے لئے (بغرض تجارت) سفر کے طریقے نکالے۔

ایک سفر تو جاڑوں میں کرتے تھے (یعنی رحلۃ الشتاء) جس میں یمن و حبشہ تک جاتے' حبشہ میں اس کے فرمانروا) نجاشی کے پاس پہنچتے جو ان کی بزر گذاشت کرتا اور انہیں عطیات دیتا۔

دوسرا سفر گرمیوں کا تھا۔ (رحلۃ الصیف جس میں شام تک جاتے' غزہ تک پہنچتے' کبھی کبھی انقرہ تک (واقع

Presented by www.ziyaraat.net

انا طول۔ روم جسے عوام آج بھی انگورہ کہتے ہیں) پہنچ جاتے قیصر روم کی پیش گاہ در آتے جو ان کی بزر گذاشت اور انہیں عطیات دیتا۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۰۳ سطر ۱۱)

تجارتی معاہدے

عبداللہ بن نوفل بن الحارث کہتے ہیں' ہاشم ایک شریف آدمی تھے۔ قیصر سے قریش کے لئے انہیں نے یہ عہد لیا تھا کہ امن و امان حفاظت کے ساتھ سفر کر سکیں' سڑکوں اور راستوں پر اپنا مال و اسباب لے کر گزریں تو کرایہ و محصول نہ دینا پڑے۔ قیصر نے یہ اجازت نامہ لکھ دیا۔ اور نجاشی (فرمانروائے حبشہ) کو بھی لکھا کہ قریش کو اپنے ملک میں داخل ہونے دیں یہ لوگ تجارت پیشہ تھے اور اسی لئے ان ممالک میں سفر کرنے کی انہیں ضرورت لاحق تھی (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۰۸ سطر ۱۳)

عقد نکاح

قریش کے ایک قافلے کے ساتھ جو کہ تجارتی مال و اسباب سے مملو تھا۔ ہاشم بھی ہو لئے راستہ مدینہ پر سے گزرتا تھا' قافلہ سوق النبطہ فروکش ہوا (سوق النبط) نبی قوم کا بازار یہاں ایسے بازار میں پہنچے جو سال میں ایک ہی مرتبہ لگتا اور سب لوگ اس میں مجتمع ہوتے قافلے والوں نے خرید و فروخت کی اور داد دستد ہوئی۔

ایک مقام پر کہ سربازار واقع تھا۔ اہل قافلہ کو ایک عورت نظر پڑی ہاشم نے دیکھا کہ اس عورت کو جو چیزیں خریدنی ہیں ان کے متعلق احکام دے رہی ہے۔ یہ عورت دور اندیش مستقل مزاج صاحب جمال نظر آئی ہے۔

ہاشم نے دریافت کیا یہ بیوہ ہے یا شوہر دار؟

معلوم ہوا بیوہ ہے۔ احیحہ بن الجلال کے عقد نکاح میں تھی۔ عمرو و معبد' دو لڑکے بھی اس کے صلب سے پیدا ہوئے۔ پھر اس نے جدا کر دیا۔ اپنی قوم میں عزیز و شریف ہونے کے باعث یہ عورت اس وقت کسی کے نکاح میں نہ آتی جب تک یہ شرط نہ ہو جاتی کہ اس کی عنان اختیار اسی کے ہاتھ میں رہے گی۔ کسی شوہر سے نفرت و کراہت آتی تو اس سے جدا ہو جاتی (یعنی خود اس کو طلاق دے دیتی اس کا نام سلمٰی تھا' بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔

ہاشم نے اس کو پیغام دیا۔ ان کی شرافت و نسب کا جب حال معلوم ہوا تو وہ راضی ہو گئی اور ان کے نکاح

میں آ گئی۔ ہاشم اس کے پاس آئے اور دعوت ولیمہ کی تیاری کی قافلے کے لوگ جو وہاں تھے سب کو بلایا۔ تعداد میں یہ چالیس قریشی تھے۔ بنی عبد مناف و بنی مخزوم و بنی سہم کے کچھ لوگ بھی ان میں تھے۔ قبیلہ خزرج (اہل مدنیہ) کے بعض افراد کو بھی دعوت دی اور سب کے ساتھ چند روز وہاں مقیم رہے۔
سلمہ حاملہ ہوئیں' عبدالمطلب پیدا ہوئے' جن کے سر میں شیبہ تھا۔ (یعنی سر میں کچھ بال سفید تھے۔) اسی مناسبت سے ان کا نام شیبہ رکھا گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۰۸ سطر ۲۲)

ہرقل کی بیٹی کی پیشکش

مواہب لدینہ اور اس کی شروح میں ہے کہ جناب ہاشم کے رخ انور میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور اقدس کی شعاع چمکتی تھی اور اس کی ضیاء تجلیاں بکھیرتی تھی۔ چنانچہ کتب سابقہ کے علماء آپ کو دیکھتے تو آپ کے ہاتھ چوم لیتے اور کوئی چیز آپ کو تعظیم دیئے بغیر آپ کے پاس سے نہ گزرتی تھی۔ اور آپ کے پاس عرب کے قبائل اور علماء کے وفود اپنی بیٹیوں کو لے کر آتے اور آپ کی زوجیت کے لئے پیش کرتے۔ یہاں تک کہ روم کا بادشاہ ہرقل اپنی بیٹی کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا اور کہا! میں اپنی بیٹی کو لایا ہوں جس سے بڑھ کر خوبصورت لڑکی کسی ماں نے نہیں جنی اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کسی کو حسین میں نے دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ آپ اسے زوجیت میں قبول فرمالیں تو مجھ پر یہ آپ کا جود و کرم ہو گا۔
اس سے ان کی مراد حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور اقدس کا حصول تھا۔ جس کے اوصاف انہوں نے انجیل میں دیکھے تھے۔ چنانچہ جناب ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی پیش کش مسترد کر دی۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۸۶ سطر ۱۲)

وفات اور وصیت

ہاشم مع اپنے ہمراہیوں کے وہاں سے شام کو روانہ ہوئے۔ غزہ میں پہنچے تھے کہ بیماری کی شکایت پیدا ہوئی۔ لوگ ٹھہر گئے اور اس وقت تک ٹھہرے رہے کہ ہاشم نے وفات پائی۔ غزہ ہی میں ان کو دفن کیا گیا۔ اور ان کا ترکہ لے کر ان کے لڑکوں کے پاس واپس آئے۔ کہا جاتا ہے کہ ابو رہم بن عبدالعزیٰ العامری کہ عامر بن لوی کے خاندان سے تھے۔ اور ان دنوں خود بیس برس کے لڑکے تھے۔ فرزندان ہاشم کے پاس یہ ترکہ لے کر آئے تھے۔

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: ہاشم بن عبد مناف نے اپنے بھائی مطلب بن عبد مناف کو اپنا وصی بنایا

Presented by www.ziyaraat.net

تھا۔ یہی باعث ہے کہ بنی ہاشم و بنی .. مطلب آج تک ایک ہیں اور بنی عبد شمس و بنی نوفل فرزندان عبد مناف (بھی اسی طرح) اب تک (یعنی تابعہد مصنف) ایک دست ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۰۹ سطر ۱۸)

انبساط و افتخار مصطفیٰ

بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باب شیبہ پر تشریف فرما ہیں اور وہاں سے ایک شخص یہ کہتا ہوا گذرا۔

یا ایہا الرجل المحول رحلہ الا نزلت بآل عبد الدار

ہبلتک امک لو نزلت برحلھم منعوک من علم و من اقتار

اے شخص تو سواری پر چکر کاٹ رہا ہے۔ کیا تو آل عبدالدار کے پاس نہیں اترا۔
اگر تو ان کے ہاں اترتا تو تیرے جسم پر گوشت کی تہیں چڑھ جاتیں اور تیری محتاجی اور تنگی دور ہو جاتی۔
حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا! کیا شاعر نے ایسے ہی کہا ہے جیسے یہ شخص کہہ رہا ہے؟
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا شاعر نے ایسا نہیں کہا بلکہ اس نے کہا ہے۔

یا ایہا الرجل المحول رحلہ الا نزلت بآل عبد مناف

ہبلتک امک لو نزلت برحلھم منعوک من علھم و من اقراف

الخالطین غنیہم ۔ ۔ یعود فقیرھم کالکافی

یعنی اے سواری پر چکر لگانے والے کیا تو اولاد عبد مناف کے پاس نہیں اترا۔
اگر تو ان کے ہاں اترتا تو تیرے جسم پر گوشت کی تہیں چڑھ جاتیں اور تیری اور تیرے اہل و عیال کی تنگی دور ہو جاتی۔
ان کے اصحاب دولت مند اور اصحاب ثروت حاجت مندوں کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی محتاجی دولت مندی میں بدل جاتی ہے۔
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر تبسم فرمایا اور کہا کہ ہم نے اس کے اشعار کو ایسے ہی سنا ہے۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۸۵ سطر ا)

سخاوت ہاشم

نیز یہ کہ جناب ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مہمان نواز، حقوق کی ادائیگی کرنے والے اور خوفزدہ کی جائے امان تھے۔

چنانچہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آتا تھا تو آپ صبح اٹھ کر کعبے کی طرف پشت کر کے مسند لگواتے اور آنے والوں کا دروازے پر استقبال کرتے۔ اور جب لوگ جمع ہو جاتے تو آپ خطبہ ارشاد فرماتے اور اپنے خطاب میں کہتے۔

اے گروہ قریش! بے شک تم لوگ عرب کے سردار، حسین چہروں اور بڑی عقلوں والے ہو اور اوسط العرب یعنی بزرگ نسب والے ہو اور عرب کے ساتھ رشتہ ارحام میں قریب تر ہو۔
اے گروہ قریش! بے شک تم بیت اللہ شریف کے ہمسائے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں ولایت کعبہ سے بزرگی دی اور دیگر اولاد اسماعیل کے برعکس تمہیں اس کی قربت اور ہمسائیگی کے لئے مخصوص فرمایا۔
تمہارے پاس زائرین خدا کے اس گھر کی تعظیم کے لئے اس کے مہمان بن کر آتے ہیں تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کی مہمان نوازی کے زیادہ مستحق ہو۔ پس تم ان مہمانوں اور زائرین کعبہ کا اکرام کرو۔
خدا کی قسم! یہ کعبہ شریف ہے۔ اگر میرے پاس وافر مال ہوتا تو میں اکیلا اس کا تمام بوجھ برداشت کرتا۔ جو اس کے لئے تمہاری طرف سے بھی کافی ہوتا۔ تاہم میں اس کے اخراجات اپنے پاکیزہ اور حلال مال سے نکالتا ہوں۔ میں یہ مال ظلم و زیادتی اور قطع رحمی سے حاصل نہیں کرتا اور نہ ہی اس میں حرام مال کو داخل ہونے دیتا ہوں۔
لہٰذا تم میں سے جو شخص اس میں اپنا حصہ شامل کرنا چاہے تو بحرمت کعبہ شریف میں تمہیں کہتا ہوں کہ وہ ایسا ہی مال لائے اور زائرین کعبہ کی تکریم کے لئے لایا جانے والا مال ظلم و زیادتی، قطع رحمی سے حاصل کیا ہوا اور غصب کا مال نہ ہو۔
چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق، لوگ اپنے اموال میں سے زائرین کعبہ شریف کے لئے اپنے ایسے ہی اموال لانے کی کوشش کرتے اور دار الندوہ میں جمع کرتے۔

باعث عزت و افتخار

اس سلسلہ میں حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم جناب ابو طالب کے اشعار میں سے چند

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net

نقل کئے جاتے ہیں جو انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت سرائی کرتے ہوئے کہے۔

اذا اجتمعت یوما قریش لمفخر ۔ مناف سرہا و ضمیمہا
و ان حصلت انساب عبد منافہا ۔ ہاشم اشرافہا وقبلیہا
و ان فخرت یوما فان ۔ ہو المصطفیٰ من سرہا و کریمہا

جب قریش مفاخرت کے لئے جمع ہوں تو ان میں قابل فخر ہستی اور ان کے قائد اور خلاصہ جناب عبدمناف ہیں۔
اور اگر جناب عبدمناف کی بزرگی اور شرف دیکھنا ہو تو وہ جناب ہاشم میں موجود ہے۔
اور اگر اس روز بنو ہاشم کے لئے کوئی چیز وجہ افتخار و عزت ہے تو وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۸٦ سطر آخر)

اولاد

ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ہاشم بن عبدمناف کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔
(۱) شیبۃ الحمد' انہیں کو عبدالمطلب کہتے ہیں' یہ اپنے مرتے دم تک قریش کے سردار رہے۔
(۲) (الف) رقیہ بنت ہاشم' ہنوز لڑکی ہی تھیں۔ اٹھان بھی نہ ہوا تھا کہ انتقال کر گئیں اور ان دونوں بہن بھائی کی ماں سلمیٰ تھیں۔ بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار' ان کے دونوں ماں جائے بھائی عمرو و معید تھے ابنائے اجتہ بن الجلاح بن الحریش بن جحجبا بن کلفتہ بن عوف بن عمر بن عوف بن الاوس
(۳) ابو صیفی بن ہاشم' ان کا نام عمرو تھا' یہ سب میں بڑے تھے۔
(۴) صیفی بن ہاشم ان دونوں بھائیوں کی ماں ہند تھیں' بنت عمرو بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن الخزرج۔ ان کے ماں جائے بھائی مخرمہ تھے۔ ابن المطلب بن عبدمناف بن قصی۔
(۵) اسد بن ہاشم' ان کی ماں قیلہ تھیں۔ ملقب بہ جزدر بنت عامر بن مالک بن جذیمہ کہ انہیں کو المصطلق بھی کہتے ہیں' وہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔ (مصطلق کے معنی خوش آواز ہیں)
(٦) فضلہ بن ہاشم۔ (۷) (ب) شفا بنت ہاشم۔
(۸) (ج) رقیہ بنت ہاشم۔ ان تینوں کی ماں امیہ تھیں۔ بنت عدی بن عبداللہ بن دینار بن مالک بن سلامان

بن سعد کہ قبیلہ قضاعہ کے تھے۔ ان دونوں ماں جائے بھائی نفیل و عمرو تھے۔ نفیل بن عبدالعزیٰ العدوی و عمر بن ربیعتہ بن الحارث بن حبیب بن حزیمتہ بن مالک بن جبل بن عامر بن لوی۔ (۹) (د) ضعیفتہ بنت ہاشم۔
(۱۰) (ھ) خالدہ بن ہاشم' ان کی ماں ام عبداللہ تھیں جن کا نام واقدۃ بنت بی عدی۔
(۱۱) (و) حنہ بن ہاشم' ان کی ماں عدی تھیں' بنت حبیب بن الحارث بن مالک بن حبطبط بن جشم بن قصی کہ انہیں کو تھیمت کہتے ہیں۔ (طبقات ابن سعید جلد ا ص ۱۰ سطر ۳)

حضرت عبدالمطلب ابن ہاشم کی امارت

حضرت عبدالمطلب کا اصلی نام شیبہ شعیبہ نام رکھے جانے کی وجہ ابن سعد اور ابن ہشام وغیرہم یہ بتلاتے ہیں۔

علقست سلمی بعبد المطلب فولدتہ و فی راسہ شیبہ فسمی شیبہ۔ ص ۳٦

ہاشم سے سلمیٰ کو عبدالمطلب کا حمل رہ گیا جب وہ پیدا ہوئی تو ان کے سر میں سفید (بھورے) بال تھے۔
اس وجہ سے ان کا نام شیبہ ہوا۔
عبداللہ کے والد کا نام عبدالمطلب بن ہاشم تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا ہیں۔ آپ کا پیدائشی نام شیبہ ہے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ پیدائش کے وقت آپ کے سر پر سفید بال تھے جو شیب یعنی بڑھاپے کی نشانی ہیں اسی مناسبت سے شیبہ نام رکھا گیا تھا شیبہ کی والدہ سلمیٰ ہیں جو قبیلہ (خزرجیہ تجاریہ کے) عمرو بن زید خزرجی کی صاحبزادی ہیں۔ یہ خزرج بن بنی نجار کی شاخ ہے۔ شیبہ کی کنیت ابو الحارث ہے اور عبدالمطلب نام پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد محترم ہاشم شام کی تجارت پر متعین ہوئے تھے۔
اور جب مدینہ پہنچے تو عمرو بن لبید خزرجی نجاری کی صاحبزادی سلمیٰ پر ان کی نظر پڑی اور وہ پسند آگئیں تو ان سے نکاح کر لیا۔ مگر سلمیٰ کے والد نے عقد نکاح میں شرط کرا لی تھی کہ اولاد سلمیٰ کے میکے میں پیدا ہوگی۔ بہرحال عقد نکاح کے بعد ہاشم شب باشی کے بغیر شام روانہ ہو گئے۔ اور واپسی پر سلمیٰ کے گھر میں شب زفاف منائی گئی۔
پھر بیوی کے ساتھ مکہ روانہ ہو گئے اس اثناء میں بیوی حاملہ ہو چکی تھیں اور پیٹ بڑھ رہا تھا۔ حسب وعدہ ہاشم نے بیوی کو میکے بھیج دیا اور خود شام کی طرف روانہ ہو گئے اور (فلسطین کے علاقہ میں) مقام غزہ میں انتقال ہو گیا اور مدینہ میں سلمیٰ کے بطن سے شیبہ بن ہاشم پیدا ہوئے اور وہیں ننھیال میں سات برس تک رہے' پھر حارث ابن عبدمناف کے خاندان کا کوئی شخص مدینہ سے گزر رہا تھا اس نے وہاں شیبہ کو لڑکوں

Presented by www.ziyaraat.net

کے ساتھ تیر اندازی کرتے دیکھا اور جب شیبہ کا تیر نشانہ پر ٹھیک بیٹھتا تو کہتے میں ابن ہاشم ہوں سردار بطحاء (مکہ) کا بیٹا ہوں اور شیبہ کے اس فقرے پر حارثی شخص مذکور نے شیبہ سے دریافت کیا تو کون ہے اس نے جواب دیا میں ہاشم بن عبد مناف کا بیٹا ہوں۔ اور جب وہ حارثی شخص مکہ آیا تو مقام حجر میں مطلب سے مل کر کہا اے ابا الحارث میں نے مدینہ میں آپ کے بھتیجے کو لڑکوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا ہے۔ ایسے لڑکے کا چھوڑنا اچھا نہیں ہے۔ مطلب نے کہا اب میں گھر نہیں جاؤں گا جب تک اس کو لے نہ آؤں پھر حارثی نے اونٹنی مہیا کی اور وہ اس پر مدینہ روانہ ہو گئے۔ مدینہ میں دن ڈھلے پہنچے اور بھتیجے کو لڑکوں میں گیند کھیلتے دیکھ کر قرائن سے پہچان چکے تھے کہ یہی میرا بھتیجا ہے۔ پھر اس سے پتہ نشان پوچھا اور اپنا پتہ نشان دے کر اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھا لیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماں کی اجازت سے لائے اور سیدھے مکہ میں چاشت کے وقت پہنچے تھے۔ قریشی اپنی مجلسوں میں جمع تھے اور پوچھتے جاتے تھے کہ مطلب تمہارے پیچھے کون سوار ہے۔ مطلب سب سے یہی کہتے رہے ہذا عبدی (یہ میرا غلام ہے)

پھر ایک جوڑا خرید کر پہنایا اور بنی عبدمناف کی شام کی مجلس میں ساتھ لے گئے اور اعلان کیا کہ یہ ہاشم کا بیٹا میرا بھتیجا ہے۔ اس دن کے بعد شیبہ مکہ کی گلیوں میں پھرتے رہتے اور مطلب کے قول کی وجہ سے سب اس کو عبدالمطلب کہہ کر پکارتے تھے۔ پھر ان کے باپ کی جائیداد ان کو بتلا کر ان کے قبضہ میں دے دی مگر مطلب کی وفات کے بعد عبدالمطلب کے دوسرے چچا نوفل بن عبدمناف کے گھر کے صحن میں حائل ہوئے اور پھر صحن پر قابض ہو گئے۔ عبدالمطلب سربر آوردہ قریشیوں سے ملے اور چچا کے مقابلے میں طالب امداد ہوئے۔ مگر سب نے جواب دے دیا کہ ہم چچا بھتیجے کے قصے میں دخل نہیں دے سکتے ہیں۔ عبدالمطلب نے مجبور ہو کر اپنے ماموؤں کو جو قبیلہ بنی نجار سے تھے اپنا حال لکھ کر بھیج دیا ابو سعید نجاری اسی سواروں کے ساتھ فوراً مکہ پہنچے عبدالمطلب نے ان کا استقبال کیا اور کہا ماموں جان گھر تشریف لے چلئے، ابو سعید نے کہا پہلے میں نوفل سے ملوں گا۔ چنانچہ مقام حجر کی مجلس میں جہاں سرداران قریش جمع ہوتے تھے پہنچ کر نوفل کے سر پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور قسم کھا کر کہا یا تو صحن ہمارے بھانجے کو لوٹا دے ورنہ یہ تلوار تیرے جسم میں پیوست ہو گی۔ نوفل نے بھی قسم کھا کر کہہ دیا کہ میں بہ رب کعبہ (کہتا ہوں) صحن واپس کر دوں گا۔ ابو سعید نے حاضرین جلسہ کو گواہ بنایا اور پھر اپنے بھانجے عبدالمطلب سے کہا اب گھر چلو تین دن ان کے پاس قیام کیا اور عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ واپس ہو گئے۔ اس واقعہ نے عبدالمطلب کو بیدار کر دیا اور وہ دوسرے قبائل سے معاہدوں کے لئے مجبور ہو گئے۔ بشیر بن عمرو اور ورقاء بن فلان اور بنی خزاعہ کے طاقتور قبائل سے سے کعبہ کے اندر بیٹھ کر معاہدے کئے اور ان جملہ حلیفوں نے ایک عہد نامہ لکھ دیا جس میں عبدالمطلب کو رفادہ اور سقایہ کی سرداری دی گئی جس سے ان کی عظمت، شان اور بلندی شرف میں بہت اضافہ ہوگیا۔

نوٹ : رفادہ و سقایہ کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ حجاج کی کھانے اور پانی سے مدد کی جائے۔ ایام جاہلیت میں قریشی باہم چندوں سے بڑی رقم جمع کر لیتے تھے۔ پھر کھانے کے لئے غلہ اور شراب کے لئے مویز خرید لیتے تھے مویز سے نبیذ تیار کرتے تھے۔

شیبہ یا عبدالمطلب

پھر ہاشم سے بھی ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے شیبہ رکھا اور ہاشم ایک عرصہ وہاں رہ کر بیوی اور بیٹے کو چھوڑ کر مکہ چلے آئے۔ پھر بہ مقام غزہ ملک شام میں ان کا انتقال ہوا۔ شیبہ جب اپنی ماں سلمیٰ کے پاس رہتے ہوئے جواں ہوئے تو ان کے چچا عبدالمطلب ان کو لینے کے لئے مدینہ آئے سلمیٰ نے اپنے فرزند کے بھیجنے سے انکار کر دیا۔ مطلب نے کہا جب تک تم میرے بھتیجے کو میرے ساتھ روانہ نہ کرو گی میں ہرگز یہاں سے نہ جاؤں گا۔ ہم لوگ اپنی قوم میں نہایت عزت دار اور معزز ہیں اور اپنی قوم اور شہر کے کل انتظامات ہم ہی کو کرنے پڑتے ہیں۔ یہ ہمارا فرزند یہاں غیر قوم میں مسافرانہ رہتا ہے اس کا اپنی قوم میں رہنا اس کے واسطے زیادہ مناسب ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں اس قبیل سے کہیں اور پھر شیبہ سے کہا کہ تجھ کو میرے ساتھ چلنے میں کیا انکار ہے۔ شیبہ نے عرض کیا، میں ہر طرح سے آپ کا مطیع و فرمانبردار ہوں۔ مگر والدہ صاحبہ کی اجازت بھی ہر امر میں مقدم سمجھتا ہوں۔ آخر سلمیٰ نے اپنے فرزند شیبہ کو مطلب کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی اور مطلب اپنے ساتھ اونٹ پر شیبہ کو سوار کر کے مکہ کی طرف روانہ ہوئے جس وقت یہ مکہ میں داخل ہوئے اور لوگوں نے شیبہ کو ان کے پس پشت سوار دیکھا تو کہنے لگے کہ مطلب نے غلام خریدا ہے۔ اس کو اپنے ساتھ لائے ہیں۔ جب مطلب نے یہ گفتگو سنی تو فرمایا تم کو خرابی ہو تم نہیں جانتے کہ یہ میرا بھتیجا شیبہ ہے اس کو میں اس کی ماں کے پاس سے لایا ہوں یہ میرا غلام نہیں ہے مگر اس روز سے عام طور پر شیبہ کا نام عبدالمطلب ہی مشہور ہو گیا۔

عبدمناف کا اصل نام مغیرہ تھا اور ان کی اولاد میں سے پہلا وہ شخص جو سفر میں فوت ہوا ہاشم ہے جس نے مقام غزہ ملک شام میں انتقال کیا پھر عبدشمس مکہ میں راہی ملک بقا ہوا اور پھر مطلب نے مقام رومان یمن میں وصال پایا پھر نوفل موضع سلمان زمین عراق میں عالم جاودانی کو رخصت ہوا۔

عبدالمطلب

محمد بن عمر بن واقد الاسلمی کہتے ہیں : مطلب بن عبدمناف بن قصی بن کلاب، ہاشم اور عبدشمس دونوں سے

Presented by www.ziyaraat.net

بڑے تھے۔ قریش کے لئے نجاشی سے انہیں نے تجارتی عہد نامہ حاصل کیا تھا۔ اور اپنی قوم میں شریف تھے' سردار تھے' اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی' جود و کرم کے باعث قریش انہیں الفیض کہتے تھے (یعنی فیاض) ہاشم کے بعد سقایہ و رفادہ کے وہی متولی ہوئے' وہ اس باب میں کہتے ہیں:

و ابلغ لدیک بنی ہاشم　　　بما قد فعلنا و لم نومر

(ہم نے جو کچھ کیا ہے اور بغیر کسی حکم کے جو کام ہم سے ہوا ہے بنی ہاشم کو اپنے پاس بلا کے اس کی اطلاع دے دے۔)

المنا لنسقی حجیج الحرا　　　م از ترک المجد لم یوتر

(ایسی حالت میں کہ مجد و شرف متروک ہو چکا تھا ہم نے حاجیان بیت الحرام کو پلانے کا انتظام کیا۔

نسوق الحجیج لا بیاتنا　　　کانھم بقر تحشر

(حاجیوں کو ہم اپنے گھروں میں اس طرح کھینچ لاتے ہیں کہ گویا وہ اجتماعی طور پر گائے بیل ہیں جو بے عذر کھنچے چلے آتے ہیں۔)

ثابت بن المنذر بن حرام کہ حسانؓ بن ثابت شاعر (جناب نبویؐ) کے والد تھے۔ عمرہ کے لئے (مدینہ مبارکہ سے) مکہ میں آئے' یہاں مطلب سے ملے جو ان کے دوست تھے (باتوں باتوں میں) ان سے کہا:۔
اگر تو اپنے بھتیجے شیبہ کو ہمارے قبیلہ میں دیکھتا تو (اس کے شکل و شمائل میں) تجھے خوبی و خوبروئی و ہیبت و شرافت نظر آتی' میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ماموں زاد بھائیوں میں تیر اندازی کر رہا ہے کہ نشان آموزی کے دونوں تیرے میرے کف دست جیسے مقدار کے ہدف میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جب وہ تیر نشانہ پر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے۔ **انا ابن عمر و العلیٰ** (میں بلند مرتبہ عمرو کا فرزند ہوں)
مطلب نے کہا: میں تو جب تک وہاں نہ جاؤں اور اس کو ساتھ نہ لاؤں اتنی بھی تاخیر نہیں کر سکتا کہ شام ہو جائے (یعنی اتنی عجلت ہے کہ آج کے دن تمام ہونے کا انتظار کرنا بھی ممکن نہیں۔)
ثابت نے کہا: میری رائے میں اسے نہ تو سلمیٰ تیرے سپرد کرے گی اور نہ اس کے ماموں تجھے لے جانے دیں گے۔ اگر تو اسے وہیں رہنے دے کہ اپنے ننھیال میں اس وقت تک رہے کہ خود بخود تیرے پاس برضا و رغبت آ جائے تو اس میں تیرا کیا حرج ہے؟
مطلب نے کہا وابو اوس! میں تو اسے وہاں نہ چھوڑوں گا کہ اپنی قوم کے ماثر و فضائل سے بیگانہ بنا رہے' تجھے یہ تو معلوم ہی ہے کہ اس کا حسب و نسب و مجد و شرف سب کچھ اس کی قوم کے ساتھ ہے۔
مطلب مکے سے نکل کر چلے اور مدینے میں پہنچ کے ایک گوشے میں فروکش ہوئے شیبہ کو دریافت کرتے رہے حتیٰ کہ اپنے ننھیالی لڑکوں میں تیر اندازی کرتے ہوئے وہ مل گئے۔ مطلب نے دیکھا تو باپ کی شباہت ان میں نظر آئی' پہچان لیا۔ آنکھیں اشکبار ہوئیں گلے سے لگایا۔ حلہ یمانی پہنایا اور کہنے لگے۔

عرفت شبتہ د النجار قد حفلت　　　ابنا وٗ ھا حولہ بالنبل قنتضل

(میں نے شیبہ کو پہچان لیا اور ایسی حالت میں پہچانا کہ قبیلہ بنی نجار کے لڑکے اس کے اردگرد تیز اندازی کے لئے مجمع کئے ہوئے تھے۔)

عرفت اجلادہ منا و شیمتہ　　　ففاض منی علیہ و ابل سبل

(میں نے پہچان لیا کہ اس کا زور بازو و طور و طریق ہم ہی میں سے ہے اور یہ پہچان کر میری آنکھیں اس پر آنسوؤں کے ڈونگرے برسانے لگیں۔)
سلمیٰ نے پیغام بھیج کر مطلب کو اپنے ہاں فروکش ہونے کی دعوت دی جس کے جواب میں مطلب نے کہا:
میری حالت اس (تکلف) سے بہت ہی سبک واقع ہوئی ہے۔ میں جب تک اپنے بھتیجے کو نہ پاؤں گا۔ اور اسے اس کے شہر و قوم میں نہ لے جاؤں گا اس وقت تک گرہ نہیں کھولنا چاہتا۔
سلمیٰ نے کہا میں تو اس کو تیرے ساتھ بھیجنے کی نہیں۔
سلمیٰ نے اس جواب کے ساتھ مطلب کے ساتھ درشتی و خشونت ظاہر کی تو انہوں نے کہا ایسا نہ کر میں تو بغیر اس کے ساتھ لئے واپس جانے والا نہیں۔ میرا بھتیجا سن شعور کو پہنچ چکا ہے اور غیر قوم میں ہے اور اجنبی ہے۔ ہم　لوگ اس خاندان کے ہیں کہ ہماری قوم کی شرافت اور اپنے قومی شہر میں قیام کرنا یہاں کی اقامت سے اس لئے بہتر ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو بہرحال تیرا ہی لڑکا ہے۔
سلمیٰ نے جب دیکھا کہ شیبہ کو ساتھ لئے بغیر مطلب (اپنی کوشش میں) کمی کرنے والے نہیں ہیں تو ان سے تین دن کی مہلت طلب کی اور اب مطلب بھی نقل مکانی کرکے انہیں کے ہاں فروکش ہو گئے۔ تین دن تک ٹھہرنے کے بعد شیبہ کو لے کر چل کھڑے ہوئے اور بہ روایت ہشام بن محمد (اس موقع پر) مطلب نے یہ شعر پڑھے۔

ابلغ بنی النجار ان جئتھم　　　انی منھم و ابنھم و انحمین

(بنی نجار کے پاس آنا تو ان سے کہہ دینا کہ میں بھی اور ان کا لڑکا بھی یہ جماعت کی جماعت سب انہیں میں سے ہیں۔)

روابتھم قوما اذا جئتھم　　　ھود القائی و احبوا حسیسی

(میں نے دیکھا کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس آئے تو وہ میری ملاقات کے خواہشمند ہوتے ہیں اور میری آہٹ سے بھی الفت رکھتے ہیں۔)
ان دونوں شعروں کی روایت تو ہشام بن محمد نے اپنے والد سے کی ہے۔ اب آگے پھر وہی محمد بن عمر والی روایت شروع ہوتی ہے۔

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net

آبائی میراث اعزازی

مطلب بن عبد مناف نے تجارت کی غرض سے یمن کا سفر کیا تھا۔ وہاں مقام اومان میں انتقال کر گئے۔ ان کے بعد رفادہ و سقایہ کے عبدالمطلب ابن ہاشم متولی ہوئے اور یہ مناصب ہمیشہ انہیں کے ہاتھ میں رہے۔ حاجیوں کو کھانا کھلاتے' پانی پلاتے' کے میں کئی حوض بنوائے تھے کہ انہیں سے حاجیوں کو سیراب کرتے۔ جب زمزم سے پانی پلانے کا آغاز ہوا تو کے میں حوضوں کے ذریعہ پانی پلانے کا دستور بند ہو گیا اور عبدالمطلب نے حجاج کو زمزم ہی سے پانی پلوانا شروع کیا۔ اس کا سر آغاز اس وقت سے ہوا جب زمزم کو از سرنو کھود جاری کیا ہے۔ یہی پانی عرفات تک پہنچاتے تھے اور وہاں بھی سب کو پلواتے تھے۔

چشمہ زمزم

زمزم اللہ تعالیٰ کی جانب سے پانی پینے کے لئے تھا۔ خواب میں کئی مرتبہ' عبدالمطلب کو بشارت ہوئی۔ کھودنے کا حکم ملا۔ اور وہ جگہ بھی بتا دی گئی (ایک رات بحالت۔ رویا) کہا گیا۔
طیبہ کو کھود ڈالا۔
انہوں نے پوچھا طیبہ کیا ہے؟
دوسرے دن پھر آ کے کہا: برہ کو کھود
انہوں نے پوچھا: برہ کیا ہے؟
تیسرے دن وہ اپنی خوابگاہ میں استراحت کر رہے تھے کہ خواب میں ایک شخص آ کے کہتا ہے۔ مضنونہ کو کھود۔ انہوں نے پوچھا۔
مضنونہ کیا ہے بیان کر تو کیا کہتا ہے ؟
چوتھی شب میں پھر آ کے کہا: احفر زمزم (زمزم کو کھود)
انہوں نے پوچھا: وما زم زم (زمزم کیا ہے؟)
جواب دیا: **لا تنزح ولا تذم' تسقی الحجیج الا عظم و ھی بین الفرث و الدم عند نقرۃ الغراب الا عصم**
(زمزم وہ ہے کہ نہ اس کا پانی ختم ہو گا نہ اس کی مذمت کی جا سکے گی۔ حاجیوں کو خاطر خواہ وہ سیراب کرے گا۔ یہ گندگی اور خون کے درمیان اس جگہ واقع ہے جہاں غراب اعصم منقار سے کرید تا رہتا ہے۔ غراب اعصم: وہ کوا جس کے دونوں پاؤں اور چونچ سرخ رنگ کے ہوں اور اس کے پروں میں کچھ سفیدی ہو اس زمانہ میں اسی رنگ کا ایک کوا مقام زمزم پر آ کر بیٹھتا تھا۔ زمزم تو باقی نہ رہا تھا البتہ اس کی جگہ قریش

قربانی کیا کرتے تھے اور اسی باعث سے وہ کوّا وہاں سے ہٹتا نہ تھا۔
محمد بن عمر کہتے ہیں ذبح کی جگہ سے جہاں گندگی اور خون جمع رہتا ہے غراب اصم وہاں سے ہٹتا ہی نہ تھا۔
و ھی شرب لک ولو لدک من بعدک : (اسی خواب میں عبدالمطلب کو یہ بھی بشارت ہوئی کہ یہ تیرے پینے کے لئے اور تیری اولاد کے پینے کے لئے ہے۔)
عبدالمطلب نے زمین کھودنے' مٹی پھینکنے' پانی نکالنے کے سامان و آلات لئے اور اپنے بیٹے حارث بن عبدالمطلب کو ساتھ لیا کہ اس وقت تک بجز ان کے اور کوئی دوسرا لڑکا نہ تھا۔ کدال اور پھاوڑے سے زمین کھوتے تھے۔ مٹی کو برتن میں بھر دیتے تھے۔ جسے حارث اٹھا اٹھا کر باہر ڈال دیتے تھے۔ تین دن تک کھودتے رہے جس کے بعد زمزم کا نشان ملا۔ عبدالمطلب نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور کہا:
ھذا الطوی اسماعیل (یہ وہی زمزم ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے جاری ہوا تھا اور بعد کو پٹ گیا۔)

تحکیم

اب قریش نے بھی جان لیا تھا کہ عبدالمطلب نے پانی تک دسترس حاصل کر لی لہذا سب نے آ کر کہا: ہمیں بھی اس میں شریک کرو۔
عبدالمطلب نے کہا میں تو شریک کرنے والا نہیں' یہ امر میرے ہی ساتھ مخصوص ہے تمہارا اس میں لگاؤ نہیں' تم اس معاملہ میں جسے چاہو ثالث مقرر کر لو کہ اس سے محاکمہ کریں اور وہ فیصلہ دے۔
قریش نے کہا: ہذیم' کہ قبیلہ بن سعید کی کاہنہ ہے یہ کاہنہ مقام معان میں مقیم تھی جو شام کے نواح میں واقع ہے۔
آخر سب لوگ اسی کے ہاں چلے' عبدالمطلب کی معیت میں اولاد عبد مناف سے بیس آدمی تھے اور قریش نے بھی اپنے قبائل میں سے بیس آدمی لئے تھے۔ شام کے راستہ میں جب یہ لوگ فقیر' یا اس کے قریب پہنچے تو سب کے ہاں پانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا (فقیر ایک سوکھے نالے کے مخزن کا نام تھا جس میں کبھی پانی رہا ہو گا مگر ان دنوں مدتوں سے خشک پڑا تھا۔)
تشنگی کا غلبہ ہوا تو سب نے عبدالمطلب سے کہا: کیا رائے ہے؟ جواب دیا یہ موت ہے۔ بہتر ہے کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے لئے ایک ایک گڑھا (قبر) کھود رکھے۔ جب کوئی مرے تو ساتھ والے اسے دفن کر دیا کریں۔ حتیٰ کہ آخر میں صرف ایک شخص رہ جائے کہ اسے ضائع ہونے کی موت مرنا پڑے۔ (یعنی مرنے کے بعد پیچھے کوئی اس کی قبر میں دفن کرنے والا نہ ہو) یہ صورت اس سے آسان ہے کہ تم سب کے سب

Presented by www.ziyaraat.net

مرجاؤ اور کوئی کسی کو دفن نہ کرسکے۔ سب لوگ اسی رائے کے مطابق ٹھہر گئے اور بیٹھ کے موت کا انتظار کرنے لگے۔

قدرتی فیصلہ

عبدالمطلب نے یہ دیکھ کہ سب کے سب موت کے منتظر بیٹھے ہیں لوگوں سے خطاب کیا۔
خدا کی قسم خود کو اپنے ہاتھوں سے اس طرح تہلکے میں ڈالنا تو بڑی عاجزی و بے بسی کی بات ہے۔ ہم کیوں نہ چلیں پھریں قدم بڑھائیں (بیٹھے کیوں رہیں) شاید اس علاقے میں کہیں نہ کہیں اللہ تعالیٰ ہمیں پانی عطا فرمائے۔ یہ سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے' عبدالمطلب بھی اپنے سامان کے پاس آئے۔ اور سوار ہو کر چلے' سواری چلی ہی تھی کہ اس کے سم کے نیچے سے ایک چشمہ آب شیریں نمودار ہوا۔ عبدالمطلب اور ان کے ہمراہیوں نے تکبیر کہی اور سب نے پانی پیا۔ قریش کے بھی افراد قبائل کو بلا کے کہا: **هسلموا الى الماء الزواء فقد سقانا الله** (یہ لو آب زلال و صافی' کہ خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیراب فرمایا ہے۔ سب نے پانی پیا اور پلایا اور کہا:
قد قضى لک علينا' الذى سقاک هذا الماء بهذه الفلاة هو الذى سقاک زم زم لو الدر لا تحاصمک فيها ابدا
(حقیقت یہ ہے کہ ہمارے خلاف تیرے حق میں فیصلہ ہو چکا جس نے اس دشت میں تجھے یہ پانی عطا فرما کے سیراب کیا ہے۔ اسی نے آب زم زم بھی تجھے عنایت فرمایا ہے۔ خدا کی قسم ہم اس باب میں کبھی تجھ سے مخاصمت نہ کریں گے۔)
یہ سن کے عبدالمطلب نے مراجعت کی' ساتھ ہی وہ سب لوگ بھی واپس آئے کاہنہ تک کوئی نہ گیا' اور زم زم کو عبدالمطلب کے لئے چھوڑ دیا۔

دوسری روایت

معتمر بن سلیمان التیمی کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو ابو مجلز سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ خواب میں کسی نے عبدالمطلب سے آ کے کہا: کھودو عبدالمطلب نے پوچھا کہاں؟ جواب ملا وہاں عبدالمطلب نے اس پر عمل نہ کیا تو پھر خواب میں آ کر ان سے کہا گیا: کھود اس جگہ کھود جہاں گندگی ہے جہاں دیمک ہے جہاں قبیلہ خزاعہ کی نشست گاہ ہے۔
عبدالمطلب نے کھودا تو ایک ہرن ملا' ہتھیار ملا اور بوسیدہ کپڑے ملے۔

قوم نے جب مال غنیمت دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا عبدالمطلب سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اس حالت میں عبدالمطلب نے منت مانی کہ اگر ان کے دس لڑکے ہوئے تو ایک کو قربان کریں گے۔
جب دسواں پیدا ہو چکے اور عبدالمطلب نے عبداللہ کو قربان کرنا چاہا تو قبیلہ بنی زہرہ نے روک دیا اور کہا: عبداللہ کے اور اتنے اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالو' قرعہ ڈالا تو سات مرتبہ عبداللہ پر قرعہ پڑا اور ایک مرتبہ اونٹوں پر۔
سلیمان کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ سات کی تعداد ابو مجلز نے کہی تھی یا نہیں آخر کو یہ ہوا کہ عبدالمطلب نے عبداللہ کو تو رہنے دیا اور اونٹوں کی قربانی کی۔
یہاں تک تو ابو مجلز کی روایت تھی' اب آگے پھر محمد بن عمر کی روایت شروع ہوتی ہے۔

زم زم کی کھدائی

ایک دفعہ عبدالمطلب مقام حجر میں سو رہے تھے کہ خواب میں کسی نے زمزم کے کھودنے کا حکم دیا۔
ابن اسحاق نے کہا' اس کے کھودنے کی جو ابتداء عبدالمطلب نے کی' اس کے متعلق یزید بن ابی حبیب مصری نے مرثد بن عبداللہ یزنی سے اور انہوں نے عبداللہ بن زریر الغافقی سے روایت بیان کی کہ انہوں نے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کو حدیث زم زم بیان کرتے سنا جس میں عبدالمطلب کو اس کے کھودنے کا اشارہ کیے جانے کا ذکر ہے۔
علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' عبدالمطلب نے کہا میں مقام حجر میں سو رہا تھا۔ کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور کہا۔ طیبہ کو کھودو۔ میں نے پوچھا طیبہ کیا ہے؟ یہ سنتے ہی وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ دوسرا دن ہوا تو میں اپنی آرام گاہ لوٹا اور سو گیا۔ پھر خواب میں اشارہ ہوا۔ کہا برہ کو کھودو۔ میں نے پوچھا برہ کیا چیز ہے؟ یہ سنتے ہی اشارہ کرنے والا میرے پاس سے چلا گیا۔ تیسرا دن ہوا میں اپنی آرام گاہ میں آیا اور سو گیا۔ پھر اشارہ کرنے والا خواب میں آیا اور کہا۔ مضنونہ کو کھودو۔ میں نے پوچھا مضنونہ کیا ہے؟ پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ پھر جب چوتھا روز ہوا' میں اپنی آرام گاہ کو لوٹا اور سو گیا تو وہ پھر میرے پاس خواب میں آیا اور کہا زمزم کھودو۔ میں نے پوچھا زمزم کیا چیز ہے؟ اس نے کہا۔ جو کبھی نہ سوکھے گا اور اس کا پانی کم نہ ہو گا۔ وہ حج کرنے والے بڑے بڑے گروہوں کو سیراب کرے گا۔ وہ اس وقت لید اور خون کے درمیان غراب اعصم کے گھونسلے کے پاس چیونٹیوں کی بستی کے قریب ہے۔

اصل مقام کا نشان

ابن اسحاق نے کہا کہ جب انہیں اس کے حالات بتا دیئے گئے' اصل مقام کی رہنمائی کر دی گئی اور انہوں

Presented by www.ziyaraat.net

نے جان لیا کہ وہ بالکل سچ ہے۔ تو سبج کدال لی۔ ساتھ ان کا لڑکا حارث تھا۔ جس کے سوا اس وقت تک ان کے اور کوئی لڑکا نہ تھا اور کھودنا شروع کیا۔ جب عبدالمطلب پر وہ چیزیں ظاہر ہوئیں جو اس میں تھیں تو انہوں نے تکبیر کہی اور قریش نے جان لیا کہ انہوں نے مقصد پا لیا۔ چنانچہ وہ پاس آکر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اے عبدالمطلب! یہ باولی تو ہمارے باپ اسمٰعیل کی ہے۔ ہمارا بھی اس میں ضرور کچھ نہ کچھ حق ہے۔ ہمیں بھی اس میں شریک کر لو' انہوں نے کہا: ایسا تو میں نہ کروں گا۔ یہ چیز تو ایسی ہے کہ اس سے مجھے ممتاز کیا گیا ہے نہ کہ تمہیں۔

عبدالمطلب اور قریش میں جھگڑا

قریش نے عبدالمطلب سے کہا: ہمارے ساتھ انصاف سے کام لو۔ ہم تو اس معاملے میں جھگڑا کئے بغیر تمہیں نہ چھوڑیں گے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا۔ اچھا اپنے اور میرے درمیان کسی ایسے شخص کو جسے تم چاہو حکم (ثالث) مقرر کر لو۔ قریش نے بنی سعد ہذیم کی کاہنہ کا نام پیش کیا اور عبدالمطلب نے اسے منظور کر لیا۔

ثالث کی تلاش

راوی نے کہا کہ وہ کاہنہ شام کے بلند حصوں میں رہتی تھی۔ اس لئے عبدالمطلب اور ان کے ہم جد یعنی عبدمناف نیز قریش کے ہر قبیلے سے ایک ایک شخص' یہ سب سوار ہو کر کاہنہ کی طرف چلے۔ راوی نے کہا: اس وقت راستے میں بے آب و گیاہ میدان تھے۔ غرض یہ لوگ نکلے۔ جب حجاز و شام کے درمیانی میدانوں میں سے کسی میدان میں تھے تو عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کے پاس پانی ختم ہو گیا اور سب کو اتنی پیاس لگی کہ ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ قریش کے بعض قبیلوں میں سے کسی کے پاس پانی تھا بھی تو انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ ہم تو خود بھی بے آب و گیاہ بیابان میں ہیں اور ہمیں بھی اسی آفت کا خوف لگا ہوا ہے۔ جو تم پر اس وقت پڑی ہے۔ جب عبدالمطلب نے قوم کا یہ برتاؤ اور نیز اپنے ساتھیوں کی جانوں کے لئے خوف و خطر دیکھا تو کہا اب تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا جو آپ مناسب خیال فرمائیں ہم اس کی پیروی کریں گے۔ آپ جو مناسب سمجھیں' حکم دیں۔ عبدالمطلب نے

کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے لئے اس قوت سے جو اس میں اس وقت ہے ایک ایک گڑھا کھودے کہ جب کوئی مرے تو ساتھی اسے اس کے کھودے ہوئے گڑھے میں ڈال کر چھپا دیں۔ یہاں تک کہ آخر میں ایک شخص رہ جائے گا۔ بہ نسبت سارے قافلے کی بربادی کے ایک شخص کا بے گور و کفن رہنا مضائقہ نہیں' غرض ان میں سے ہر شخص اٹھا اور اپنے لئے ایک ایک گڑھا کھود لیا۔ پھر سب کے سب پیاسے موت کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ عبدالمطلب نے ہمراہیوں سے کہا خدا کی قسم! اس طرح اپنے آپ کو موت کے آگے ڈال دینا کچھ دوڑ دھوپ نہ کرنا اور سعی و کوشش عمل میں نہ لانا بڑی کمزوری ہے۔ چلو کسی طرف چلو' شاید اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی بستی میں پانی دلا دے۔ آخر وہ سب وہاں سے نکلے ان کے ساتھ جو قریش کے جو لوگ تھے وہ انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں اب کیا کرتے ہیں۔ عبدالمطلب سواری کی طرف بڑھے۔ جب سوار ہو چکے اور اونٹنی انہیں لے کر اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ عبدالمطلب اور اس کے ساتھیوں نے پانی پیا اور سفر کے لئے بھر بھی لیا۔ پھر قریش کو بلایا اور کہا لو ہمیں اللہ تعالیٰ نے پانی عنایت فرمایا ہے پیو اور بھر لو۔ اب وہ بھی آئے' پانی پیا اور بھر لیا۔ اس کے بعد قریش نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہمارے خلاف اور تمہارے حق میں فیصلہ ہو گیا ہے۔ اے عبدالمطلب! اب ہم آپ سے زم زم کے بارے میں کبھی نہ جھگڑیں گے۔ جس ذات نے اس بے آب و گیاہ صحرا میں پانی سے سیراب کیا۔ بے شبہ اسی نے تمہیں زم زم عنایت فرمایا ہے۔ پس سیدھے اپنے چشمے کی طرف لوٹ چلو۔ چنانچہ عبدالمطلب بھی لوٹے اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ سب لوٹ آئے۔ قریش عبدالمطلب اور زمزم کے درمیان حائل ہونے سے باز آگئے۔

دوسری روایت

ابن اسحاق نے کہا یہ وہ روایت تھی جو مجھے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کے ذریعے سے زمزم کے بارے میں پہنچی۔ بعض لوگوں کو عبدالمطلب سے اس طرح روایت کرتے بھی سنا ہے۔ کہ جب زمزم کھودنے کا حکم دیا گیا تو ان سے یوں کہا گیا۔

ثم ادع بالماء الروی غیر الکدر   یسقی حجیج اللہ فی کل مبر

لیس یخاف منہ شیٔ ما عمر

پھر پانی کے بہت ہونے اور گدلا نہ ہونے کی دعا کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حجاج کو مناسک حج میں سیراب کرتا رہے گا اور اس کے سبب سے عمر بھر کسی چیز کا خوف نہ رہے گا۔

زمزم کا اجراء

جب عبدالمطلب سے مذکورۂ بالا کلام کہا گیا تو وہ قریش کی طرف نکلے اور کہا تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ

Presented by www.ziyaraat.net

مجھے تمہارے لئے زم زم کھودنے کا حکم دیا گیا ہے انہوں نے دریافت کیا' کیا تمہیں بتایا گیا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ عبدالمطلب نے کہا' نہیں انہوں نے کہا تو آپ اپنی اس آرام گاہ کی جانب پھر جائیے۔ جہاں آپ کو اس کے متعلق بتایا گیا ہے۔ جو کچھ بتایا گیا ہے اگر وہ صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو اس کی اور بھی وضاحت کی جائے گی۔ اور اگر وہ شیطان کی جانب سے ہے تو دوبارہ لوٹ کر نہ آئے گا۔ عبدالمطلب اپنی آرام گاہ کی جانب گئے اور سو گئے۔ پھر اشارہ کرنے والا آیا اور اس نے کہا: زمزم کھود' اگر تو نے اسے کھود لیا تو نادم نہ ہو گا۔ یہ تیرے جد اعلیٰ کی میراث ہے۔ وہ کبھی نہ سوکھے گا اور نہ اس کا پانی کبھی کم ہو گا۔ وہ بڑے بڑے ایسے حجاج کو سیراب کرے گا جو لوگوں سے الگ رہنے والے شتر مرغ کے سے ہوں گے۔ جو تقسیم نہیں کیا جاتا۔ اس کے پاس نذر کرنے والے فقراء کے لئے اپنی نذریں گزاریں گے۔ وہ تیری اولاد کے لئے میراث ہو گا جس سے (تجھے) مضبوط تعلق ہو گا۔ یہ ان دوسری چیزوں کا سا نہیں' جنہیں تو جانتا ہے اور وہ لید اور خون کے درمیان ہے۔

ابن اسحاق نے کہا' لوگوں کا کہنا ہے جب عبدالمطلب سے زمزم کھودنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے پوچھا' وہ کہاں ہے؟ ان سے کہا گیا' چیونٹیوں کی بستی کے پاس ہے۔ جہاں کوا کل چونچ مارے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ ان میں سے کون سی بات حقیقت میں ہوئی تھی۔ عبدالمطلب صبح اٹھے ساتھ ان کا بیٹا حارث بھی تھا اس وقت حارث کے سوا کوئی اور بیٹا نہ تھا۔ چیونٹیوں کے بستی انہوں نے پائی۔ اس کے پاس ہی کوے کو چونچ مارتے دیکھا۔ یہ مقام اساف و نائلہ دونوں بتوں کے درمیان تھا۔ جہاں قریش جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ انہیں یقین ہو گیا اور اٹھ کھڑے ہوئے کہ جہاں کھودنے کا حکم ملا ہے وہاں کھودیں۔ جب ان کا یہ اہتمام دیکھا تو قریش بھی وہاں آ کھڑے ہوئے اور کہا اللہ کی قسم' میں تو اس حکم کی تعمیل کروں گا۔ جو مجھے دیا گیا ہے۔ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ ٹلنے والے نہیں تو انہیں کھودنے کے لئے چھوڑ دیا اور ان سے دست کش ہو گئے۔ زیادہ نہ کھودا تھا کہ اندر کی چیزیں ان پر ظاہر ہو گئیں اور عبدالمطلب نے تکبیر کہی۔ سب نے جان لیا کہ انہوں نے سچ کہا تھا۔ جب وہاں زیادہ کھدائی ہوئی تو سونے کے دو ہرن پائے یہ دونوں ہرن وہ تھے جنہیں جرہم نے مکہ سے نکلتے وقت دفن کر دیا تھا۔ انہوں نے اس میں نہایت سفید تلواریں اور زرہیں بھی پائیں تو قریش نے کہا۔

تیروں پر فیصلہ

اے عبدالمطلب! ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں شریک اور حق دار ہیں۔ انہوں نے کہا: ایسا نہیں بلکہ تم

مجھ سے منصفانہ معاملے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس میں تیر ڈالیں گے۔ قریش نے کہا: یہ تم کس طرح کرو گے؟ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ کعبتہ اللہ کے لئے دو تیر مقرر کروں گا۔ اپنے لئے دو تیر اور تمہارے لئے دو ر تیر۔ پھر جس کے دو تیر جس کسی چیز پر نکلیں' وہ چیز اس کی ہو گی۔ اور جس کے لئے دو تیر نہ نکلیں اسے کچھ نہ ملے گا۔

قریش نے کہا آپ نے انصاف کی بات کہی۔ پھر ان سب نے دو زرد تیر کعبتہ اللہ کے لئے' دو کالے تیر عبدالمطلب کے لئے اور دو سفید تیر قریش کے لئے مقرر کر دیئے (یہ تیر اس شخص کو دیئے) جو ہبل کے پاس تیر ڈالنے کے لئے تھا۔ ہبل کعبتہ اللہ کے اندر ایک بت تھا جو ان بتوں میں سب سے بڑا تھا۔ ابو سفیان بن حرب نے جنگ احد کے روز اسی بت کو پکارا تھا اور کہا تھا (اعل هبل) یعنی اے ہبل! اپنے دین کو غالب کر۔ عبدالمطلب اللہ عزوجل سے دعا کرنے کھڑے ہو گئے اور تیر والے نے تیر ڈالے تو دونوں زرد تیر دونوں ہرنوں پر کعبتہ اللہ کے لئے نکلے۔ عبدالمطلب کے دونوں سیاہ تیر تلواروں اور زرہوں پر نکلے' اور قریش کے دونوں تیر کسی چیز پر نہ نکلے۔ عبدالللب نے تلوار کو تو کعبتہ اللہ میں دروازے کے طور پر لگا دیا اور دروازے میں سونے کے دونوں ہرن نصب کر دیئے کہتے ہیں یہ پہلا سونا تھا جس سے کعبتہ اللہ کو مزین کیا گیا۔ پھر عبدالمطلب نے زمزم سے حجاج کو پانی پلانے کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا۔

طوی و بذر

ابن ہشام نے کہا زمزم کے کھودے جانے سے پہلے قریش نے مکہ میں بہت سے باؤلیاں کھودی تھیں۔ جیسا کہ زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق کی روایت ہم سے بیان کی ہے۔ عبد شمس بن عبد مناف نے الطویٰ نامی باؤلی کھودی جو مکہ کے بلند حصے میں محمد بن یوسف الثقفی کے گھر "البیضاء" کے پاس ہے۔ ہاشم بن عبد مناف نے بذر نامی باؤلی مقام المستنذر کے پاس کوہ خندمہ کے نکڑ اور شعب ابی طالب کے دہانے پر کھودی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ جب یہ باؤلی کھودی گئی تو ہاشم نے کہا تھا' میں یہ باؤلی ایسی بناؤں گا کہ اس کا پانی ہر شخص کو پہنچ سکے۔

سقی اللہ امواها عرفت مکانها　　　جراها و ملکوما و بذر و الغمرا

اللہ تعالیٰ ان باولوں سے سیراب کرے' جن کے مقامات تم جانتے ہو۔ ان کے نام جراب' ملکوم' بذر اور غمر ہیں۔

Presented by www.ziyaraat.net

سجلہ اور دوسری باولیاں

ایک باولی سجلہ نامی بھی کھودی گئی۔ یہ المطعم بن عدی بن نوفل بن عبدمناف کی تھی۔ جس کا پانی آج بھی لوگ پیتے ہیں۔ بنی نوفل کا بیان ہے کہ مطعم نے اسے اسد بن ہاشم سے خریدا تھا۔ بنی ہاشم کہتے ہیں کہ جب زمزم نکل آیا تو یہ باولی مطعم کو بطور تحفہ دے دی تھی۔ بنی ہاشم زمزم کی بدولت ان تمام باولیوں سے بے نیاز ہو گئے۔

امیہ بن عبدشمس نے اپنے لئے الحفر نامی ایک کنواں کھود لیا تھا۔ بنی اسد بن عبدالعزیٰ نے شفیہ نامی باؤلی کھودائی۔ جو بنی اسد کی باؤلی کہلاتی ہے۔ بنی عبدالدار نے ام احراد نامی کنواں کھدوایا۔ بنی جمح نے السنبلہ نامی باؤلی کھدوائی۔ جو حلف بن وھب کی باولی کہلاتی ہے۔ بنی سہم نے الغمر نامی کنواں کھودا جو سہم کا کنواں مشہور ہے۔ چند ایسی باولیاں بھی تھیں جو مکہ کے باہر کھدی ہوئی تھیں۔ یہ قریش کے بڑے بوڑھے مرہ بن کعب اور کلاب بن مرہ کے زمانے سے بھی پہلے کی ہیں۔ ان میں ایک باؤلی کا نام مرم ہے جو مرۃ بن کعب بن لوی کی باؤلی کہلاتی ہے۔ خم نام ایک باؤلی بنی کلاب بن مرۃ کی طرف منسوب ہے۔ الحفر نامی بھی ایک باؤلی ہے۔ حذیفہ بن غانم بن عدی بن کعب بن لوی کے ایک شخص نے (جس کا نام ابن ہشام ابو ابی جہم بن حذیفہ بتایا) یہ شعر کہا۔

و قدما غنینا قبل ذلک حقبتہ　　　و لا نسقی الا بخم او الحفر

ہم یا تو خم نامی باؤلی سے پانی پیتے ہیں یا حفر نامی باولی سے۔ اس سے سینکڑوں سال پہلے سے ہمیں دوسری باولیوں کی احتیاج نہیں رہی۔

فضیلت زمزم

ابن اسحٰق نے کہا: پھر زمزم پرشعر کے تمام کنوؤں سے بڑھ گیا۔ حجاج اسی سے پانی پینے لگے۔ لوگ اسی کی طرف رجوع ہو گئے۔ کیونکہ وہ مسجد حرام میں تھا اور اسے تمام پانیوں میں برتری حاصل تھی۔ یہ اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کا کنواں تھا۔ بنی عبدمناف اسی کے سبب سے قریش اور سارے عرب پر فخر کرتے تھے۔ چونکہ بنی عبدمناف ایک ہی خاندان' ایک ہی گھرانے کے لوگ تھے' ان میں کی کسی شاخ کی برتری دوسری شاخوں کے لئے بھی برتری تھی اور ان کی کسی شاخ کی فضیلت دوسری شاخوں کے لئے بھی درجہ فضیلت تھی۔ اس لئے مسافر بن ابی عمرو ابن امیہ جو عبدشمس بن عبدمناف) نے قریش پر اور سقایہ و رفادہ کی تولیت و انتظام اور ان کے ہاتھوں زمزم کے ظہور پر فخر کرتے ہوئے کہا ہے۔

و ورثنا المجد من ابا　　　ئنا فنمی بنا صعدا

ہم نے اپنے بزرگوں سے بزرگی ورثے میں پائی ہے اور ہمارے پاس آکر بزرگی کی بلندی اور زیادہ ہو گئی ہے۔

الم نسق الحجیج و ننـ　　　حر الدلا فتہ الرفدا

کیا ہم حاجیوں کو پانی نہیں پلاتے رہے؟ کیا ہم موٹی تازی بہت دودھ دینے والے اونٹنیاں ذبح نہیں کرتے رہے؟

و نلقی عند تصریف اک　　　و من فا خالد ابدا

اگر ہم ہلاک بھی ہو جائیں (تو کوئی حرج نہیں) کیونکہ ہم (اپنی جان کے) مالک تو ہیں نہیں اور کون ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

و زمزم فی اذو متنا　　　و نفقاء عین من حسدا

اور زمزم کی تولیت ہمارے ہی بزرگوں میں رہی ہے جو شخص سے ہم سے حسد کرے اس کی آنکھ پھوڑ ڈالیں گے۔

و ساقی الحجیج ثم للخبر ہاشم　　　و عبد مناف ذلک السید الفہری

عبد مناف بنی فہری کا سردار حجاج کو پانی پلانے والا اور روٹی کو چورنے والا ہے۔

طوی زمزما عند المقام فاصبحت　　　سقایتہ فخرا علی کل ذی فخر

اس نے زمزم کو مقام ابراہیم کے پاس پتھروں سے بنایا تو اس کا یہ کنواں ہر فخر کے قابل شخص پر فخر کرنے کے قابل ہو گیا۔

ابن ہشام نے کہا: ان اشعار میں حذیفہ بن غانم نے عبدالمطلب بن ہاشم کی مدح کی ہے اور یہ دونوں شعر اس کے ایک قصیدے کے ہیں' جسے انشاء اللہ ہم مناسب مقام پر ذکر کریں گے۔

چاہ زمزم کی کھدائی کی تجدید

چاہ زمزم کی کھدائی از سرنو اس وقت ہوئی جب خانہ کعبہ کی تولیف اور اس کی نگرانی جرہم سے جس نے اسے پاٹ دیا تھا۔ ایک مدت مدید اور عرصہ بعید کے بعد جناب عبدالمطلب کے سپرد ہوئی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جیسا ان سے یزید بن حبیب مصری نے مرثد بن عبداللہ مزنی اور عبداللہ بن زرین الغافقی کے حوالے سے جنھوں نے زمزم کی از سرنو کھدائی کا ذکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سن کر بیان کیا اس کی کھدائی جناب عبدالمطلب کے حکم سے ہوئی تھی۔

Presented by www.ziyaraat.net

اس سلسلے میں جو واقعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے والد ابی طالب بن عبدالمطلب سے سن کر بیان فرمایا یہ ہے کہ ایک روز جناب عبدالمطلب اپنے حجرے میں سونے والے تھے کہ انہیں غیب سے ایک آواز آئی: اپنی پاک چیز کو کھودو۔ یہ آواز انہیں دوسرے دن پھر آئی۔ تو انہوں نے غیب سے آواز دینے والے سے پوچھا۔ کونسی پاک چیز؟ تو انہیں آواز آئی۔ "سوکھی پاک چیز۔" جب انہوں نے تیسرے دن وہی آواز سنی اور اس "سوکھی پاک چیز" کی وضاحت چاہی تو انہیں جواب ملا کہ "اپنے سوکھے کنویں کو نہر میں بدل دو۔" اور پھر صاف آواز آئی۔ "زمزم کو"

اس تیسرے روز جناب عبدالمطلب بخوبی سمجھ گئے کہ ان سے چاہ زمزم کی دوبارہ کھدائی کے بارے میں کہا جا رہا ہے جسے جرہم نے پٹوا دیا تھا اور اس کے بعد انہوں نے اس کی از سرنو کھدائی کا حکم دے دیا۔

جیسا کہ حضرت علیؑ نے بیان فرمایا کہ جس روز ان کے دادا جناب عبدالمطلب نے زمزم کی دوبارہ کھدائی کا حکم دیا تو ان سے قریش نے تعاون نہیں کیا اور اس روز چونکہ ان کے ساتھ ان کے بیٹے حارث کے سوا کوئی دوسرا نہیں تھا اور وہ خود بھی کبرسنی کو پہنچ گئے تھے اس لئے ان دونوں باپ بیٹوں سے مل کر بھی اس جگہ کھدائی کرنا ناممکن تھا جس کی جناب عبدالمطلب کو نشاندہی کی گئی تھی۔

بہرکیف انہوں نے قریش کے لوگوں کو برضا و رغبت اس کی کھدائی پر یہ کہہ کر آمادہ کرنا چاہا کہ اس سے سارے قریش کے علاوہ ان تمام اہل عرب کو بھی فائدہ پہنچے گا جو خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کے لئے مکہ آتے ہیں تو انہوں نے یہ شگوفہ چھوڑا کہ جب بنو جرہم میں زمزم کے بارے میں باہم تنازعہ ہوا تھا اور اس وقت خانہ کعبہ کی تولیت کے علاوہ زمزم کی نگرانی بھی ان کے سپرد تھی تو ان سے یہ فیصلہ ہوا تھا کہ زمزم کو ہمیشہ کے لئے پاٹ دیا جائے اور اس بات کو ایک زمانہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب صرف عبدالمطلب کی نشاندہی پر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں زمزم کی نشاندہی ٹھیک کی ہے۔

آخر کار یہ طے پایا کہ اس جگہ کی نشاندہی کے لئے بنی سعید بن ہزیم کی اس کاہنہ کے پاس چلا جائے جو نواحی شام کے کسی گاؤں میں رہتی تھی اور اس زمانے میں بہت مشہور تھی۔

جناب عبدالمطلب یہ دیکھ کر کہ قریش کو زمزم کی دوبارہ کھدائی پر آمادہ کرنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان کی بات مان لی جائے قریش کے لوگوں کے ساتھ جن میں بنی ہاشم اور بنی امیہ کے علاوہ قریش کے دوسرے قبائل کے کچھ لوگ بھی شامل تھے۔ شام کے اس گاؤں کی طرف چل دیئے۔ لیکن راستے میں خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ سب کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو وہ پیاس سے تڑپنے لگے اور یہ دیکھ کر کہ وہ سب کے سب کہیں پیاسے نہ مرجائیں کسی نہ کسی طرح مکے کی طرف واپسی کا ارادہ کیا تو پہلے عبدالمطلب ہی اپنی سواری کے قریب پہنچے اور ان کے علاوہ دوسرے سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں زمین سے پانی ابل رہا ہے۔

یہ کرشمہ قدرت دیکھ کر انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ ضرور کوئی غیبی طاقت جناب عبدالمطلب کے ساتھ ہے اور وہ ان کے ساتھ مکے واپس آکر ان کی بتائی ہوئی جگہ پر کھدائی کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

اس طرح نہ صرف یہ کہ اس کے بعد یہ قدرتی چشمہ فیض پھر جاری ہو گیا اور زمزم کی نگرانی' اس سے حجاج کعبہ کو پانی پلانے اور ان کی مہمانداری کی ذمہ داری بلکہ خانہ کعبہ کی تولیت بھی انہی کے سپرد کر دی گئی۔

دفینہ قدیمہ

محمد بن عمر کہتے ہیں جس وقت قبیلہ جرہم نے محسوس کیا کہ مکے سے اب ان کو چلا جانا چاہیئے تو ہرن سات قلعی تلواریں اور پانچ مکمل زرہیں دفن کر دیں تھیں جن کو عبدالمطلب نے برآمد کیا۔

عبدالمطلب کا شیوہ خدا پرستی تھا۔ ظلم و ستم و فسق و فجور کو اعظم المنکرات سمجھتے تھے۔ انہوں نے دونوں غزال کہ سونے کے تھے کعبے کے سامنے چڑھا دیئے تلواریں خانہ کعبہ کے دونوں دروازوں پر لٹکا دیں کہ خزانہ کعبہ محفوظ رہے۔ اور کنجی اور قفل سونے کا بنا کر لگا دیا۔

ابن عباس کہتے ہیں: یہ غزال قبیلہ جرہم کا تھا۔ عبدالمطلب نے جب زم زم کی کھدائی شروع کی تو غزال (ہرن) اور قلعی تلواریں بھی (کھود کے) نکالیں۔ ان پر قداح ڈالے تو سب کعبے کے لئے نکلیں۔ یہ سونے کی چیزیں تھیں جو کعبے کے دروازے پر چڑھا دیں مگر قریش کے تین شخصوں نے ایکا کرکے انہیں چرا لیا۔

(طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۱۹ سطر ۱۲)

محالفہ

ہشام بن محمد نے اپنے والد سے' عبدالمجید بن ابی عبس سے' اور ابو المقوم وغیرہم سے روایت کی ہے کہ ان سب نے بیان کیا کہ تمام قریش میں عبدالمطلب سب سے زیادہ خوش رو اور سب سے زیادہ بلند و بالا' سب سے زیادہ برد باد و متحمل مزاج' سب سے زیادہ فیاض اور سب سے زیادہ ان مہلکات سے دور رہنے والے شخص تھے جو لوگوں کی حالت و حیثیت بگاڑ دیا کرتے ہیں کبھی ایسا اتفاق نہیں پیش آیا کسی بادشاہ نے انہیں دیکھ کے ان کی تعظیم و تکریم نہ کی ہو اور ان کی سفارش نہ مانی ہو۔ وہ جب تک زندہ رہے قریش کے سردار بنے رہے' قبیلہ خزاعہ کے کچھ لوگوں نے آ کے ان سے کہا **عن قوم متجاورون فی الدار هلم فلها نعک** (ہم سب لوگ گھر کے اعتبار سے آپس میں ہمسایہ و ہم جوار ہیں یعنی آؤ محالفہ یعنی باہمی امداد و نصرت کا عہد پیمان کر لیں۔

Presented by www.ziyaraat.net

عبدالمطلب نے یہ درخواست قبول کرلی اور سات شخصوں کو لے کر چلے جو اولاد مطلب (ابن عبد مناف) و ارقم بن نضلہ بن ہاشم و ضحاک و عمرو فرزندان ابو صیفین بن ہاشم تھے' اس میں سے نہ تو فرزندان عبد شمس میں سے کوئی شریک ہوا اور نہ نوفل کی اولاد میں سے کسی نے شرکت کی۔

عبدالمطلب اپنی جماعت کو لئے ہوئے دار الندوہ میں آئے۔ جہاں دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کی مدد مواسات کے لئے عہد و پیان کئے اور ایک عہد نامہ لکھ کے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔

عبدالمطلب اس باب میں لکھتے ہیں:

ساوصی زبیرا ان توالت منیتی　　　باصاک ما بینی و بین بنی عمرو

اگر میری موت آئی تو میں زبیر کو وصیت کر جاؤں گا کہ میرے اور فرزندان عمر خزاعی کے درمیان جو معاہدہ تھا وہ اس پر قائم رہے اور ٹوٹنے نہ دے۔

و ان یحفظ الحلف الذی سن شیخہ　　　و لا یلحدن فیہ بظلم ولا عذر

میں وصیت کر جاؤں گا کہ اس کے بزرگ نے جو عہد کیا ہے اس کی حفاظت کرے اور ایسا نہ ہو کہ کسی طرح کے ظلم و عذر کے باعث اس کی خلاف ورزی ہو۔

ہم حفظوا الال القدیم و حالفوا　　　اباک فکانوا دون قومک من فہر

(اے زبیر! خاندان فہر کہ وہی تیری قوم والے ہیں ان سب میں سے یہی لوگ ہیں کہ انہوں نے پرانی قسم کی حفاظت کی اور تیرے باپ کے حلیف بنے۔

اسی بنا پر عبدالمطلب نے اپنے بیٹے زبیر بن عبدالمطلب کو اس عہد و پیان کی وصیت کی زبیر نے ابوطالب سے اور ابو طالب نے یہی وصیت عباسؓ ابن عبدالمطلب سے کی تھی۔ (طبقات ابن سعد جلد۱ ص ۱۲۰ سطر۳)

خضاب

ہشام بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سے مدینہ کے ایک شخص نے جعفر بن عبدالرحمٰن بن المسور بن مخرمہ سے روایت کی جو اپنے والد (عبدالرحمٰن بن السور) سے راوی تھی۔ ان دونوں راویوں کا بیان یہ ہے کہ جس قریشی نے پہلے پہل وسمے سے خضاب کیا وہ عبدالمطلب بن ہاشم تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ عبدالمطلب جب یمن جاتے تو ایک حمیری سردار کے گھر اترتے' عبدالمطلب سے اس نے کہا: اگر تو ان سفید بالوں کا رنگ بدل دے تو پھر جوان نظر آئے۔

عبدالمطلب نے اجازت دی تو اس حکم سے پہلے مہندی کا خضاب لگایا گیا۔ پھر اس پر وسمہ چڑھایا گیا۔

عبدالمطلب نے کہا' ہمیں اس میں بطور زاد سفر کے تھوڑا خضاب دے دینا۔

میزبان نے بہت سا خضاب ان کے ساتھ کر دیا۔ شب میں وہ مکہ پہنچے اور دن میں باہر نکلے تو ان کے بال ایسے نظر آئے کہ جیسے کوے کے سیاہ پر ہوں۔ نتیلہ بنت خباب بن کلیب نے کہ عباس بن عبدالمطلب کی ماں تھیں۔ یہ دیکھ کر کہا! شیبتہ الحمد ا یہ اگر ہمیشہ رہ جائے تو خوبصورتی ہے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا۔

و لو دام لی ھذا السواد حمدتہ　　　لکان بدیلا من شباب قد انصرم

یہ سیاہی اگر میرے لئے ہمیشہ رہتی تو میں اس کی تعریف کرتا اور اس صورت میں یہ اس جوانی کا بدلہ ہوتی جو ختم ہو چکی ہے۔

تمتعت منہ و الحیاۃ قصیرۃ　　　و لا بد من موت نتیلہ او ھرم

میں نے اس سے فائدہ اٹھایا مگر زندگی تھوڑی ہے اور اے نتیلہ آخر کار مرنا یا بوڑھا ہونا ضروری ہے۔

و ما ذا الذی یجدی علی المرء خفضہ　　　و نعمتہ یوما اذا عرشہ انہدم

(انسان کو اس کی فراخی و نعمت بھلا کیا نفع پہنچا سکتی ہے جبکہ ایک دن اس کے تخت کو منہدم ہونا ہی ہے۔)

فموت جہیز عاجل لا شوی لہ　　　احب الی من مقالہم حکم

(ان حالات میں لوگوں کی دانش آرائی سے زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ موت ہے جو آراستہ ہو۔ جلد آئے اور اس میں کسی قسم کی آسانی و سنگی نہ ہو۔)

یہی واقعہ تھا جس کے بعد اہل مکہ سیاہ خضاب کرنے لگے۔ (طبقات ابن سعد جلد۱ ص ۱۲۲ سطر۱)

منافرہ

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں کہ مجھ سے دو شخصوں نے روایت کی ہے جن میں ایک تو قبیلہ بنی کنانہ کے ایک صاحب تھے جنہیں ابن ابی صالح کہتے تھے اور دوسرے ایک ذی علم تھے جو مقام رقہ کے باشندے اور قبیلہ بنی اسد کے آزاد غلام تھے۔ ان دونوں صاحبوں کا بیان یہ ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم و حرب بن امیہ کے درمیان (سفر حبشہ کے دوران میں) منافرے کی ٹھہری اور دونوں نے نجاشی' حبشی' (بادشاہ حبشہ) کو حکم قرار دیا۔ لیکن اس نے اس میں بیچ میں پڑنے اور فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ناچار نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح' بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب کی جانب رجوع کرنا پڑا اور وہی حکم بنائے گئے۔ لیکن انہوں نے حرب سے یہ کہا۔ تنافر رجلا ھو اطول منک قامتہ۔ و اعظم منک ھامتہ و اوسم منک وسامتہ' و اقل منک لامتہ' و اکثر منک ولدا و اجزل منک صفدا و اطول منک مذودا۔ کیا تو ایسے شخص سے منافرہ

Presented by www.ziyaraat.net

کرتا ہے جو تجھ سے زیادہ بلند و بالا ہے۔ تجھ سے زیادہ بڑے سروالا ہے۔ تجھ سے زیادہ وجیہہ ہے' موحیات ملامت و ہول و خوف میں تجھ سے بہت کم ہے' تجھ سے زیادہ کثیر الاولاد ہے' تجھ سے زیادہ جزیل العطاء کریم و جواد ہے' تجھ سے زیادہ اس کی زبان لانبی ہے۔ (یعنی فصیح اللسان ہے۔)

نفیل نے بمقابلہ حرب کے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا' اس پر حرب نے کہا: ان من انتکاث الزمان ان جعلناک حکما یہ زمانے کا نقص و ابراہم ہے' یعنی خراب و فساد و نیرنگی روزگار کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ ہم نے تجھ کو حکم بنایا۔

محمد بن السائب کہتے ہیں' جب تک منافرہ نہیں ہوا تھا اور نفیل بن عبدالعزیٰ کو کہ عمرؓ بن الخطاب کے داد تھے حکم نہیں بنایا تھا اس وقت تک عبدالمطلب ہی حرب بن امیہ کے ہمنشین و ہمدم تھے۔ جب نفیل نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا تو حرب و عبدالمطلب دونوں جدا ہو گئے اور حرب عبداللہ ابن جوعان کے ندیم و ہمراز ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۲۳ سطر ۱)

عبدالمطلب اور حرب بن امیہ

دور جاہلیت میں حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف' حضرت عبدالمطلب کا مصاحب تھا اور آپ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ اس یہودی نے تہامہ کے کسی بازار میں حرب بن امیہ کو کوئی سخت جملہ کہا تو حرب نے اسے قتل کرنے کے لئے اس پر حملہ کر دیا۔

جب اس امر کا علم حضرت عبدالمطلب کو ہوا تو آپ نے حرب بن امیہ کی مصاحبت ترک کر دی۔ اور اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اسے ایک اونٹنی اس یہودی کے چچا زاد بھائی کو نہ دلا دی۔ پھر آپ نے عبداللہ بن جدعان تمی کو اپنا مصاحب بنا لیا۔

پناہ عبدالمطلب

مروی ہے کہ قریش کا کوئی سردار یا کوئی دوسرا شخص کھلے یا تنگ راستے میں حرب کے آگے نہ چلتا تھا یہاں تک کہ وہ آخر پر گزرتا یا پہلے گزر جاتا۔ اور کسی میں طاقت نہ تھی کہ اس سے پہل کرتا۔

ایک مرتبہ بنی تمیم کے ایک شخص کو حرب اس کے عقب سے آ کر ملا تو تمیمی اس سے آگے بڑھ گیا۔ حرب نے اس سے کہا!میں حرب بن امیہ ہوں۔ تمیمی نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور اس کے آگے سے گذر گیا۔ حرب نے کہا۔ میں تجھ سے مکہ مین نپٹ لوں گا یا یہ کہ مکہ میں تیری موت کا وقت آ چکا ہے۔

بندہ نے براہین الطالب فی المناقب کے سلسلے کی پہلی جلد خلقت نورانیہ کے ص۲۶ پر حضرت جابر سے متعدد روایات تحریر کی ہیں اور ان روایات کے ذیل میں کتب خاصہ و عامہ کے متعدد حوالہ جات سپرد قلم کئے ہیں۔

گنجی' شافعی' محمد بن یوسف متوفی ۶۵۸ھ کوئی معمولی عالم نہیں ہیں۔ مصطفیٰ القسطنطینی نے کشف الظنون میں گنجی شافعی کو شیخ و حافظ تحریر فرمایا ہے جبکہ اس وقت شیخ عالم تبحر اور استاد کامل کو کہتے تھے۔ اور حافظ اسے کہا جاتا تھا جسے کم از کم ایک لاکھ احادیث اور ان کے رجال اور اسانید پر عبور حاصل ہو۔

علماء مذکورہ کے علاوہ ابن صباغ مالکی نے گنجی شافعی کو شیخ اور حافظ کہا ہے۔

گنجی شافعی نے پہلی عبارت کے آغاز میں ولادت حضرت علیؑ در کعبہ کا ذکر تحریر فرمایا ہے اور اس کے بعد انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے نام کے بارے میں حضرت ابو طالبؑ کے اشعار تحریر فرمائے ہیں جن کا مفصل ذکر آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔

موصوف نے اس کے بعد حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی روایت تحریر فرمائی ہے اور حضرت جابر کے بارے میں شیخ عبدالحق دہلوی اکمال فی اسماء الرجال کے ص ۳۳۲ کالم نمبرا سطر ۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی عمر ۹۴ سال تھی اور سب صحابیوں کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

کتب شیعہ کی مشہور حدیث لوح کے مطابق آپ نے پانچ اماموں کی زیارت فرمائی۔

اس حدیث کے آغاز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: کہ اے جابرؓ! تم نے اچھے مولود کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو اچھے مولود سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ متکلم کی نسبت سے کلام کی عظمت و رفعت کا اندازہ ہوتا ہے مثلاً اگر کسی کو میں اچھا کہوں تو اس کا الگ مقام ہے۔ اگر کسی کو مجتہد اچھا کہے تو اس کی رفعت کا الگ مقام ہے تو اگر کسی کو افضل المرسلین فرما دے تو اس کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ اور بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ حضرت علیؑ تو وہ خوش نصیب ہیں جنہیں خدا نے بھی خیر (اچھا) فرمایا ہے بندہ نے اپنے مطبوعہ رسالے خیر البریہ میں آیات قرآن کریم اور احادیث رسول سے اس کی وضاحت کر دی ہے اور براہین الطالب فی المناقب علی بن ابی طالب کی جلد ۳۳ بھی اس اہم ترین موضوع کے لئے مختص کر دی ہے۔ بہرحال خدائے ذوالجلال اور حضور اکرمؐ دونوں نے حضرت علی علیہ السلام کو خیر (اچھا) فرمایا ہے۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ جسے آج ہم اچھا کہہ رہے ہیں ضروری نہیں کہ وہ کل کو بھی اچھا رہے وہ برا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ ہم مستقبل کے عالم نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جسے ہم اچھا کہہ رہے ہیں کہ واقعی اچھا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے مقام پر برا ہو لیکن ہم قوم۔ زبان۔ رنگ اور مذہب و دین کا لحاظ کرکے اسے اچھا کہہ رہے ہوں۔ لیکن جسے خدا و مصطفےٰ اچھا کہیں وہ آج بھی اچھا ہے اور کل کو بھی اچھا ہو گا۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کی ولادت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے

Presented by www.ziyaraat.net

ساتھ تشبیہ دی ہے جس کا مفصل ذکر آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔
اس کے بعد حضور اکرمؐ نے اپنی اور حضرت علیؑ کی خلقت نورانیہ کا ذکر فرمایا ہے جس کا ذکر بندہ کی کتاب خلقت نورانیہ کے ص ٦٦ پر ہو چکا ہے۔
اس کے بعد آپ نے فرمایا ہے کہ میری اور علیؑ کی والدہ کا رحم اچھا رحم ہے۔ اس سے آپ دونوں کی بھی عظمت واضح ہوتی ہے اور آپ کی والدات کی تھی۔ اور یہ خود ثنائی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ بت پرستی کے ماحول میں یہ بیبیاں توحید پرست رہیں اور زمانے کی تمام نجاستوں اور خباثتوں سے محفوظ رہیں۔ اور آپ کو بچے بھی کیا خوب دیئے ایک سید الانبیاء تو دوسرا سید الاولیاء۔

مفتاح الفتوح ص ۴۰۔ الفصول المہمہ ص ۱۲ سطر ۱۳۔ شرح حدیدی جلد ۱ ص ۵ سطر ۸۔ اثبات الوصیت ص ۱۲۹ سطر ۱۱۔ شواہد النبوت ص ۱۶۰ سطر ۱۵۔ ص ۲۸۰ سطر ۱۰۔ روضتہ الشہداء ص ۱۳۲ سطر ۱۷۔ اوراق غم ص ۱۴۶ سطر ۱۸۔ تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۳۱۵۔ شرح شفا ملا علی قاری ص ۱۵۱ سطر ۳۔ سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۱۱۷۔ مدارج النبوت جلد ۲ ص ۵۳۱۔ روضہ ندیہ ص ۵۔ کوکب دری ص ۲۲۵ سطر ۲۳۔ ازالتہ الخفاء جلد ۳ ص ۳۴۷۔ قرۃ العینین ص ۱۳۸ سطر آخر۔ نزھتہ المجالس ص ۴۵۴ سطر ۲۳۔ غایتہ المواعظ ص ۹۸ جلد ۲ سطر ۲۹۔ نزل الابرار ص ۴۶ سطر ۹۔ عبقریتہ الامام ص ۲۸ سطر ۱۔ الامام صوت العدالت الانسانیت ص ۷۶ سطر ۶۔ المشرع الروی ص ۶۳۔ نور الابصار ص ۶۸ سطر ۷۔ سفینتہ الاولیاء ص ۲۲ سطر ۸۔ وسیلتہ النجات ص ۶۱ سطر ۴۔ تحفہ اثناء عشریہ ص ۷۹ سطر ۱۵۔ پر بھی حضرت علیؑ کا کعبے میں پیدا ہونا تحریر ہے۔ مزید سند کی تحقیقی تالیف وجہ اللہ در بیت اللہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ولادت علیؑ اور غیر مسلم

عبد المسیح انطاکی (جو کہ شامی عیسائیوں میں اہم مقام رکھتے ہیں) وہ حضرت علی علیہ السلام کی بارگاہ میں اپنا نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ (قصیدۂ انطاکی ص ۶۱ مطبع رعمیس مصر ۱۹۲۰ء)

ولی ذکری الکعبتہ الزهرا مولدہ　　لکاف لی العرب العرباء کعبہا
لی رحبتہ الکعبتہ الزهراء قد انشقت　　انور طفل و ضاًت لی مصانیہا
قالوا بن من فاجیبوا لہ ولد　　من نسل ہاشم من سمی زراریہا
ھنوا ابا طالب الجواد والدہ　　والام فاطمتہ ھیو ھنیہا

یعنی: اللہ کے گھر میں ایک نومولود بچے کے چہرے کی چھٹ پھیل گئی ہے اور ایک مرتبہ اس کے در و دیوار کو روشن کر دیا۔ لوگ دریافت کرتے ہیں کہ یہ کس کا بیٹا ہے؟ ان کو آگاہ کر دو کہ یہ بنی ہاشم کے خاندان کی بلند

ترین نسل کا مبارک مولود ہے۔ اس کے باپ سخی اور جواد ابو طالب کو اس فرزند کی تہنیت پیش کرو اور چلو چل کر اس کی والدۂ محترمہ فاطمہ بنت اسد کو مبارک باد دیں۔
جناب عبد المسیح انطاکی صاحب خود ہی اپنے مذکورہ اشعار کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ:
ہمارے سردار (علی) کی پیدائش محققین کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے ۳۰ سال بعد ہوئی اور اس حساب سے آپ کی پیدائش ۶۰۱ عیسوی میں ہوئی اور ولادت کے مسعود خصوصیات میں سے یہ ہے کہ حضرت علیؑ بیت اللہ کے اندر پیدا ہوئے اور آپ کی پیدائش سے باپ چچا سبھی لوگ ہی خوش ہوئے والدہ نے حیدر کہہ کر پکارا جس کی معنی شیر کے ہیں۔ گویا مقصد یہ تھا کہ اپنے باپ کے نام پر نام رکھیں۔
ندائے عدالت انسانی (ترجمہ الامام علی صوتہ العدالتہ الانسانیتہ ص ۲۹ سطر ۸ مکتبتہ الھمدانی لاہور)
صحیح روایات میں کچھ ایسی حکایتیں وارد ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ فطری حالات بھی محمدؐ اور علیؑ کی ہم آہنگی میں مساعد کرتے ہیں اور واقعات و ماحول کی اس طرح تشکیل کرتے تھے کہ علی سے ایسے خصوصیات ظاہر ہوں جن میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔
ایک یہ کہ علیؑ کعبے میں پیدا ہوئے جو مسلمانوں کا قبلہ اول ہے اور ولادت ایسے زمانے میں ہوئے جب دعوت اسلام صرف محمد صلعم کی روح میں پل رہی تھی اور آپ نے ابھی اسے ظاہر نہیں کیا۔
ڈاکٹر ڈونلڈسن عقائد شیعہ ص ۲۴ مصر۔
آپ جمعے کی صبح کو پیدا ہوئے اور آپ رسول اکرمؐ سے تیس سال چھوٹے تھے اور آپ کی پیدائش کعبے کے اندر ہوئے۔
مسلم علماء نے تو ولادت حضرت علی علیہ السلام در کعبہ کا ذکر کرنا ہی تھا کیونکہ کوئی پہلا مانتا ہے تو کوئی چوتھا۔ لیکن ولادت حضرت علیؑ اتنی مشہور تھی کہ غیر مسلم محققین نے بھی اسے اپنی معتبر کتب میں تحریر فرمایا۔
چنانچہ ان میں سے ایک عبد المسیح انطاکی ہیں جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے متعلق ایک فصیح و بلیغ قصیدہ کہا ہے جس کا ہر ایک شعر وضاحت کے لئے اپنے دامن میں ایک ضخیم کتاب لئے ہوئے ہے۔
عبد المسیح انطاکی نے اپنے اس قصیدے میں تسلیم فرمایا ہے کہ:
☆ حضرت علی علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر ایسا نور چمکا جس نے کعبہ کے در و دیوار کو منور کر دیا۔
☆ حضرت علی علیہ السلام عرب کے مشہور خاندان ہاشم کی بلند ترین نسل سے تھے۔
☆ حضرت علی علیہ السلام کے باپ اپنے زمانے میں سخی اور جواد کے القاب سے مشہور و معروف تھے۔
عبد المسیح انطاکی کے علاوہ لبنان کے مشہور و معروف عیسائی محقق جارج جرداق نے بھی اپنی کتاب الامام صوۃ العدالتہ الانسانیہ میں ولادت حضرت علیؑ در کعبہ کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اسے حضرت علیؑ کی وہ خصوصیت

Presented by www.ziyaraat.net

بیان کیا ہے جس میں کوئی اور ان کا شریک و سہیم نہیں۔
ان دونوں محققین کے علاوہ ڈاکٹر ڈونلڈسن نے بھی تسلیم فرمایا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی ولادت کعبے کے اندر ہوئے۔

یہ شرف کسی اور نے نہ پایا

حاکم نیشاپوری م ۴۰۵ المستدرک جلد ۳ ص ۴۸۳ سطر ۱۱ حیدر آباد دکن۔
آپ سے پہلے اور بعد میں کعبے میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔
الخوارزمی موفق بن احمد م ۶۱۵ھ مناقب ص ۲۲۷
آپ کے سوا خانہ کعبہ میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ یہ وہ فضیلت ہے جس سے خدا نے آپ کو مختص کیا ہے عظمت و رفعت اور مرتبے کی بلندی کے لئے۔
شیخ سعدی م ۶۹۱ھ

کے را میسر نہ شد ایں سعادت　　بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

شاہ بو علی قلندر م ۷۲۴ھ (صراط مستقیم ص ۸۹ چکوال)

برج امامت را شرف فخر رسولان سلف　　ذاتت گہر کعبہ صدف ایں آبرو حاصل را

مالکی، ابن صباغ م ۸۵۵ھ۔ الفصول المہمہ ص ۱۳ سطر ۱۳ نجف
حضرت علیؑ کے سوا خانہ کعبہ میں کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔ یہ وہ فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنجناب کو اسی سے اجلال منزلت اور اعاء مرتبت اور اظہار کرامت کے لئے مختص فرمایا ہے۔
المسعودی، علی بن حسین ۳۴۶ھ اثبات الوصیتہ ص ۱۲۹ سطر آخر نجف۔
آپ سے پہلے اور بعد میں آپ کے سوا کوئی بھی کعبے میں پیدا نہیں ہوا۔
الواعظ الکاشفی روضتہ الشہداء ص ۱۳۴ سطر　　نو لکشور ۱۸۷۳ء
امام ابو داؤد نباکتی کہتے ہیں کہ جناب امیر المومنینؑ سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ وہ کعبے میں پیدا ہوا ہو۔
آخوند میر م ۹۴۲　　حبیب السیر باب ولادت علی (کوکب دری ص ۲۲۴)

شد ادور و بیت الحرامش صدف　　کسے را میسر نہ شد ایں شرف

کشفی محمد صالح، کوکب دری ص ۲۲۶ سطر ۱۔ امامیہ کتب خانہ لاہور۔
جناب امیرؑ سے پہلے اور ان کے بعد کسی شخص کو یہ شرف نصیب نہیں ہوا کہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوا ہو۔

دہلوی، شاہ ولی اللہ م ۱۱۷۶ھ　　ازالتہ الخفاء جلد ۳ ص ۲۵۱ بھارت۔
حضرت علیؑ سے پہلے اور بعد میں کعبے میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔
دہلوی، شاہ ولی اللہ　　م ۱۱۷۶ ازالتہ الخفاء جلد ۳ ص ۲۵۱
حضرت علیؑ سے پہلے اور بعد میں کعبے میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔
دہلوی، شاہ ولی اللہ　　قرۃ العینین ص ۱۳۸ سطر آخر۔ پشاور۔
الصفوری، عبدالرحمٰن نزہتہ المجالس ص ۴۵۴ سطر ۲۶ دار المعارف مصر۔
حضرت علیؑ کو انکی والدہ نے کعبے کے اندر پیدا کیا یہ وہ فضیلت ہے جو صرف ان سے مختص ہے۔
بدخشی، میرزا معتمد خان،　　نزل الابرار قلمی ص ۴۴ سطر ۱۰۔ (نسخہ در پنجاب یونیورسٹی لاہور)
تحقیق حضرت علیؑ بیت الحرام میں پیدا ہوئے اور آپ سے پہلے اور بعد میں یہاں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ یہ وہ فضیلت ہے کہ جس سے خدا نے صرف آپ ہی کو مختص کیا۔
جارج جرداق الامام علیؑ صوت العدالتہ الانسانیتہ بیروت۔
صحیح روایات میں کچھ ایسی حکایتیں وارد ہوئیں جو ثابت کرتی ہیں کہ فطری حالات بھی محمد اور علی کی ہم آہنگی میں مساعدت کرتے تھے اور واقعات و ماحول کی اس طرح تشکیل کرتے تھے کہ علی علیہ السلام سے ایسے خصوصیات ظاہر ہوں جن میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہ ہو۔ ایک یہ کہ علیؑ کعبے میں پیدا ہوئے جو مسلمانوں کا قبلہ ہے۔
الشبلنجی، محمد مومن　　نور الابصار ص ۶۸ سطر ۷ عبدالواحد مصر۔
آپ سے پہلے کوئی بھی بیت الحرام میں پیدا نہیں ہوا۔
عبدالفتاح الامام علی بن ابی طالب جلد ۱ ص ۳۴ سطر ۹۔ مکتبہ العرفان بیروت۔
حضرت علیؑ کی ولادت ایسی ہے کہ ایسی کسی اور بچے کی نہیں ہوئی۔
محمد مبین فرنگی وسیلتہ النجات ص ۶۰ سطر ۱۰　گلشن فیض لکھنؤ
روایت کیا گیا ہے کہ پیدا ہوئے آپ جوف کعبہ میں اور سوائے ان کے کوئی جوف کعبہ میں پیدا نہیں ہوا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے مخصوص کیا ان کو ساتھ فضیلت کے اور مشرف کیا کعبے کو ساتھ اس شرافت کے۔
الشافعی، القصنال، محمد بن علی　　فضائل امیر المومنین ص ۴۰
کعبے میں علیؑ کے سوا کوئی پیدا نہیں ہوا۔
محمد بن علی بن محمد فاضل　　معدن العلوم ص ۲۶۰
حضرت علیؑ سے پہلے اور بعد میں کسی کو بھی یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ وہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوا ہو۔
اشرف علی بن عبدالعلی　　ریاض الجنان ج ۱ ص ۱۱ بمبئی ۱۲۷۷ھ کراچی
ان کی ولادت کعبے میں ہوئی اور وہ پہلی ہستی ہیں جو کہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئیں اور ان کے سوا کسی کی بھی کعبے

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net

میں پیدائش نہیں ہوئی۔

منور حسین   درر افکار ص ۶ سطر ۱۷ پیر کی لاہور

حضرت علیؑ بیت اللہ شریف میں پیدا ہوئے یہ بزرگی آج تک کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔

محمد حسین چشتی   نیل المطالب ص ۳ سطر ۲   انوار احمدی الہ آباد

حضرت علیؑ سے پہلے اور بعد میں کوئی بھی کعبے میں پیدا نہیں ہوا۔

ادارہ   حضرت علیؑ ص ۹ سطر ۲ ویسٹ پاک پبلشنگ لاہور

دنیا میں یہ شرف صرف آپ ہی کو حاصل ہے

سیماب نذر احمد   اسد اللہ ص ۲۱ سطر ۷ شیخ برکت علی لاہور

آپ کی پیدائش کو کیا یہ فضیلت کم ہے کہ آپ عین بیت اللہ میں پیدا ہوئے

ص ۲۰ سطر ۵

اس سے پیشتر آج تک کوئی شخص خدا کے گھر یعنی بیت الحرام میں پیدا نہیں ہوا تھا اور نہ آئندہ کوئی ہوگا۔ یہ شرف صرف آپ ہی کو حاصل ہوا۔

عبدالمسیح انطاکی

حضرت علیؑ کی ولادت در کعبہ یہ متفقہ امور اور خصائص امام میں سے ہے اور آپ سے پہلے اور بعد میں اس خصوصیت میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔

نوشاہی، محمد لطیف زار   مولائے کائنات ص ۱۳ سطر ۷ معارف نوشاہیہ راجگڑھ لاہور

خانہ خدا میں ولادت زہے نصیب یہ ایک انفرادی اعزاز ہے جو اس نور حق کو عطا ہوا۔

صائم چشتی   مشکل کشاء جلد ۱ ص ۷۹ سطر ۷ آخر چشتی کتب خانہ فیصل آباد

یہ آپ کا خاص اعزاز ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے مخصوص تھا اور اس میں کوئی شخص بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں۔

عبدالحی   حدیقۃ الاحباب ص ۳۱۵ سطر ۶ مطبع محمدیہ بنگلور

کعبے میں کسی کی ولادت نہ ہوئی۔ سبحان اللہ یہ عز و شرف انہیں کو خاص ہے اور کسی کو نہ ملا۔

شاہ ظہیر احمد   ظہیر البشیر ص ۱۸ سطر ۲   طبع بدایوں ۱۹۰۸ء

اور سوائے آپ کی ذات اقدس کے اور کوئی جوف کعبہ میں پیدا نہیں ہوا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس شرف خاص سے کعبے کو مشرف فرمایا ہے۔

شرر عبدالحلیم   ابو الحسنین ص ۳ سطر ۴ دلگداز پریس کٹرہ بزن بیگ ۱۹۲۵ء

حضرت علیؑ کعبے میں پیدا ہوئے جو آپ کے اعلیٰ ترین فضائل میں ہے۔

نعمت اللہ لاہوری   برھان الصداقت ص ۲۰ احمدیہ پریس لاہور

یہ شرف کسی پیغمبر ماسلف کو عطا نہیں ہوا

آلوسی   شرح قصیدہ عینیہ ص ۱۵ مصر

یہ دنیا کا مشہور ترین واقعہ ہے اور جناب کے سوا کسی دوسرے کی پیدائش کو یہ شہرت حاصل نہیں ہوئی اور نہ اس پر تمام کا اتفاق ہونے پایا ہے۔

بلھوری، عابد علی، محمد ذکی ایم اے   پاک کہانیاں ص ۱۹ سطر ۲

بجز مولا کے کعبے میں پیدا نہیں ہوا۔

دہلوی، عبدالحمید خان   سیر الخلفاء، بحوالہ رسولہ مولوی دہلی جلد ۸ نمبر ۲ ۲۲ شعبان ۱۳۴۷ھ

آپ سے پہلے خاص بیت اللہ شریف کی چار دیواری کے اندر کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔

عبدالباقی   الحسین ص ۱۹   مصر

ان سے پہلے اور ان کے بعد کوئی مولود بھی کعبے میں پیدا نہیں ہوا۔

بہاری، محمد عبدالتین   الفقیہ ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء امرتسر

یہ شرف صرف آپ ہی کو حاصل ہے

حکیم پیر حیدری القادری   حضرت علیؑ مرتضیٰ ص ۳ مسلم پریس کراچی

صرف آپ ہی دنیا میں پہلے اور آخری مولود ہیں جن کو خانہ کعبہ میں ولادت کا فخر حاصل ہے۔

محمد یوسف   قدح حسین و مدح یزید پر محققانہ نظر ص ۲۱۹ کراچی

آپ سے پہلے بیت الحرام میں کوئی اور پیدا نہیں ہوا۔

صدیق بن حسن   تکریم المومنین ص ۹۹ سطر ۲ مفید عام آگرہ ۱۳۰۷ء

ان سے پہلے کوئی بیت الحرام کے اندر مولود نہیں ہوا تھا۔

ڈاکٹر شاہ محمد قادری   مصباح المقربین ص ۱۴ سطر ۱۰ مسلم پریس لاہور

یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو کسی پیغمبر کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔ محض جناب امیر کو وصی سید المرسلین ہونے کے باعث یہ شرف حاصل ہوا۔ ورنہ حضرت ہارون جیسے نائب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی کو بھی یہ خصوصیت نصیب نہیں ہوئی۔

مرتضیٰؑ مصطفیٰؐ کی گود میں

مترجم عبدالجلیل صدیقی   سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۷۰ سطر ۱۶ شیخ غلام علی لاہور

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net

ابن اسحاق نے کہا۔ مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد بن جبیر بن ابی الحجاج سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ تھی کہ جب قریش پر قحط کی آفت آئی اور ابو طالب بہت بچوں والے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے چچا عباس سے' جو بنی ہاشم میں سب سے زیادہ خوش حال تھے' فرمایا: اے عباس! آپ کا بھائی ابو طالب بہت بال بچوں والا ہے اور اس قحط کی وجہ سے لوگوں پر جو مصیبت آئی ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو پس میرے ساتھ چلو کہ اس کا بوجھ کچھ ہلکا کریں۔ اس کے بچوں میں سے ایک کو میں لے لیتا ہوں اور ایک کو آپ لے لیں کہ ان کی دیکھ بھال کریں عباس نے کہا۔ پھر ہم دونوں ابو طالب کے پاس گئے اور کہا۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ پر بچوں کا جو بار ہے' اس میں سے اس وقت تک کے لئے کچھ ہلکا کر دیں کہ اس آفت سے لوگ نجات پائیں جس میں وہ مبتلا ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو (اور) جو چاہو کرو۔ (ابن ہشام نے کہا) یہاں پر ابن ہشام کو مغالطہ ہوا ہے۔ طالب اور ہیں اور عقیل اور۔ عقیل ہی کو طالب بھی کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو لے لیا اور انہیں اپنے ساتھ رکھا۔ عباس نے جعفر کو لے لیا اور اپنے ساتھ رکھا۔ پس علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ہی کے ساتھ رہے' یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے پاس نبوت کا پیام بھیجا تو علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیروی کی اور ایمان لائے۔ آپ کی تصدیق کی اور جعفر عباس ہی کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ اسلام اختیار کیا اور ان سے بے نیاز ہو گئے۔

عرب میں قحط اور تربیت حضرت علیؑ

تاریخ طبری جلد ۲ ص ۳۱۳ سطر۱۔ اثبات الوصیتہ ص ۱۴۱ سطر۷۔ دلائل النبوت بیہقی جلد۱ ص ۴۱۵ سطر۱۰۔ مناقب خوارزمی ص ۱۷ سطر۳۔ الروض الانف جلد۱ ص ۱۶۳ سطر۱۲۔ تاریخ کامل جلد ۲ ص ۲۰۔ زاد المعاد ص ۲۹۸ سطر۶۔ شرح حدیدی جلد۱ ص ۵ سطر۱۴۔ مطالب السول ص ۳۷ سطر۱۶۔ ذخائر العقبیٰ ص۵۸ سطر۳۔ تاریخ اسلام ذہبی جلد۱ ص ۷۸ سطر۶۔ سیرت ابن کثیر جلد۱ ص۴۲۹ سطر۱۔ عیون الاثر جلد۱ ص ۹۲ سطر۱۰۔ البدایہ و النہایہ جلد ۳ ص۲۵ سطر۲۔ نہایت الارب جلد۶ ص۱۸۱ سطر۶۔ تاریخ ابن خلدون قسم اول جلد ۲ ص۷۱۵ سطر۶۔ الفصول المہمہ ص ۱۴ سطر۱۱۔ اصابہ جلد ۴ ص۲۶۹ سطر۱۰۔ سیرت حلبیہ جلد۱ ص۲۵۵ سطر آخر۔ روضہ ندیہ ص۸ سطر۱۷۔ سیرت دحلانیہ جلد۱ ص۲۰۱ سطر۷۔ نور الابصار ص۶۸ سطر۲۱۔ روضتہ الصفا جلد ۲ ص ۳۴ سطر۲۳۔ روضتہ الشہداء ص۱۳۶ سطر۶۔ نور الیقین ص۲۹ سطر۷۔ شرح مواہب لدنیہ جلد۱ ص ۲۴۰ سطر۷۔ نزہتہ المجالس ص ۴۵۴ سطر۱۸۔ عبقریتہ الامام ص۱۰ سطر۱۲۔ تحفتہ الاحوذی جلد ۴ ص۳۲۵ سطر۷۔ ازالتہ الخفا مقصد ۳ ص۲۵۱ سطر۲۰۔ مع المصطفیٰ ص۲۲ سطر۷۔ معارج النبوت جلد ۳ ص۱۵ سطر۱۔ تاریخ ابو الفداء جلد۱ ص۱۱۶ سطر۱۔ سیرت سید المرسلین

جلد۱ ص۱۷۰ سطر۹۔ جواہر السیرۃ النبویہ ص۴۰ سطر۱۹۔ صور من حیات الرسول ص۱۳۰ سطر۱۔ تاریخ الاسلام حسن جلد۱ ص۷۹ سطر۱۹۔ تاریخ ابن وردی جلد۱ ص۱۶ سطر۶۔ شباب قریش ص۴۶ سطر۵۔ کتاب الاکتفاء ص۳۳۹ سطر۵ جلد۱۔ بیت الصدیق ص۲۸۰ سطر۱۶۔ الریاض المستطابہ ص۱۴۷ سطر۲۔ زعماء اسلام ص۵۵ سطر۱۲۔ شجر الاولیاء ص۲۲۷ سطر۱۲۔ المشرع الروی ص۴۳ سطر۲۔ وسیلتہ النجات ص۶۵ سطر۱۰۔ مجالس تعب جلد اق۱ ص۲۹۔ بلوغ الادب ص۱۹۷ سطر۸۔ انسائیکلو پیڈیا پنجاب یونیورسٹی جلد ۲/ ۱۴ ص۲۵ کالم۱ سطر۱۰۔

طبری' ابن جریر م ۳۱۰۔ تاریخ الامم و الملوک (فارسی) جلد ۴ ص۳۷۷ سطر۲۴ نو لکشور

آنحضرتؐ حضرت علیؑ کے مربی تھے اور ہمیشہ پرورش کرتے رہے اور حضرت علیؑ ہمیشہ جناب خدیجہ کے گھر میں رات دن رسول پاکؐ کے ساتھ رہے۔

مسعودی' ابو الحسن علی اثباۃ الوصیتہ ص۱۳۰ سطر۱۱۔ المطبعۃ الحیدریہ النجف ۱۹۵۵ء

حضرت علیؑ علیہ السلام بعثت رسول اکرمؐ سے پہلے حضورؐ کی گود میں تھے۔ حضور اکرمؐ ان کو وہی غذا دیتے تھے جو وہ خود تناول فرماتے تھے اور رسول اکرمؐ خود حضرت ابو طالب کی گود میں پرورش پائے تھے۔ حضرت ابو طالب ان کو غذا کھلاتے تھے اور ان کی کفالت کرتے تھے۔

رازی' فخر الدین ۶۰۶ھ اربعین ص ۴۵۴ سطر۷ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن

تحقیق حضرت علی علیہ السلام نے حضور اکرمؐ کی تربیت میں نشوونما پائی۔ جناب کا کھانا پینا حضور اکرمؐ کے ساتھ ہوتا تھا اور آپ کو یہ نعمت بدلے کے طور پر حاصل ہوئی تھی۔

رازی' فخر الدین ۶۰۶ اربعین ۴۶۵ سطر۲۰ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۳ھ

حضرت علیؑ طلب علم میں انتہائی تمنا و خواہش رکھتے تھے اور حضور اکرمؐ علی کی تربیت اور اکتساب فضائل کی ہدایت میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے تو حضرت علیؑ صغر سنی سے ہی حضور اکرمؐ کی گود میں پرورش پاتے رہے۔

جزری' ابن اثیر ۶۳۰ھ اسد الغابہ جلد ۴ ص۱۷ سطر۸ مکتبہ اسلامیہ طہران ۱۳۸۴ھ

جو انعامات خدا نے حضرت علیؑ پر فرمائے تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت علیؑ نے قبل از اسلام رسول اکرمؐ کی گود میں پرورش پائی تھی۔

اکمال الدین م ۶۵۲ھ مطالب السول ص۳۹ سطر۵ مطبعہ جعفری لکھنؤ ۱۳۰۲ھ

اللہ تعالیٰ نے آفاق میں پھیلے ہوئے انوار نبوت سے حضرت علیؑ کو ایسے پاکیزہ نفس سے نوازا ہے جو ان تمام روشنیوں سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور ان تمام صفات کو قبول کرکے مکارم اخلاق کے سانچے میں ڈھالتا ہے اور ان کی ضیاء کی بدولت کفر کی کدورتوں اور نفاق کے کینوں سے پاک و پاکیزہ ہے اور ان کی وجہ سے شرک کی تاریکیوں اور جھوٹ کی آلائشوں سے دور ہے۔

معتزلی' ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۲۵۱

Presented by www.ziyaraat.net

حضور اکرمؐ حضرت علیؑ کو اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ طفولیت کے زمانے سے آپ کی فریفتگی کا یہ عالم تھا کہ تھوڑی دیر کے لئے بھی اپنے سے جدا کرنا گوارا نہ فرماتے تھے۔

معتزلی ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۵ سطر ۱۸ مصر

حضور اکرمؐ نے بالکل اسی طریقہ سے حضرت علیؑ پر احسان فرمایا' ان پر شفقت فرمائی۔ آپ پر نیکی کی اور آپ کی اچھی تربیت کی جس طرح وفات عبدالمطلب کے بعد حضرت ابو طالب نے آپ کو گود میں لے کر فرمائی تھی۔

خوارزمی' ابو المئوید ۵۶۸ھ مناقب ص ۳۱ سطر آخر۔ ناصر خسرو طہران ۱۹۶۵ء

جناب علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسالت مآبؐ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ کہو کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت کرو میں نے جناب کے فرمانے کے موافق یہ کہا اور ان الفاظ کو اور بڑھایا کہ نہیں مجھے میں توفیق مگر خدا کے ساتھ اسی پر توکل کرتا ہوں۔ اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے ابو الحسن تجھے علم مبارک ہو تو نے علم کو پی لیا ہے جو حق ہے اس کے پینے کا اور نوش کیا تو نے اسے جو کہ حق ہے اس کے نوش کرنے کا۔ ارجح ص ۱۳۴ سطر ۷۔ کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۸' ۱۱۵۹۔ حلیتہ الاولیاء جلد ۱ ص ۶۵۔ الریاض جلد ۲ ص ۲۲۱ ینابیع المودۃ ص ۱۱۹۔

دمشقی' ابو الفداء' ابن کثیر ۷۷۴ھ البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۳۳۴ سطر ۱۰ سعادۃ مصر ۱۳۴۸ھ

جب تک حضور اکرمؐ مکہ میں رہے حضرت علیؑ ان کے ساتھ رہے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی زندگی ہی میں حضور اکرمؐ کے گھر میں کفالت پاتے رہے۔ کیونکہ بعض حالات میں غربت اور کثرت عیال کی وجہ سے حضرت ابو طالب کی مالی حالت کمزور تھی۔ پھر زمانہ ہجرت تک آپ کے نان و نفقہ کی ذمہ داری حضور اکرمؐ کے ذمے رہی۔

عسقلانی' ابن حجر ۸۵۲ھ فتح الباری جلد ۷ ص ۱۷ سطر ۱۵ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور

سیرت نبویہ کے قحط والے قصے کے پیش نظر حضرت علیؑ کی تربیت بچپن ہی سے حضور اکرمؐ نے فرمائی۔ آپ نے عالم طفلی ہی سے ان کو اپنے پاس رکھا اور مرتے دم تک ان کو جدا نہ کیا۔

عسقلانی' ابن حجر' ۸۵۲ھ الاصابہ جلد ۲ ص ۵۰۱ سطر ۸ مصطفیٰ محمد مصر ۱۳۵۸ھ

پس حضرت علیؑ نے حضور اکرمؐ کی گود میں پرورش پائی اور ان سے کبھی جدا نہ ہوئے۔

دہلوی' ولی اللہ ازالتہ الخفاء جلد ۳ ص ۲۶۰ سطر ۱۱ مطبع صدیقی بریلی

پھر جب عنایب خداوندی شامل حال ہوئی تو حضرت علیؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر تربیت دے دیا جس سے قرابت کو چار چاند لگ گئے۔

دہلوی' ولی اللہ ازالتہ الخفا جلد ۳ ص ۲۴۷ سطر ۹ انڈیا۔

آپ پر کم سنی ہی سے خدا کی عنایت شامل حال ہوئی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کفالت میں لے لیا اسی وجہ سے آپ سن بلوغ سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

بس ایسی ہی عبارات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں مزید تفصیلات بندہ کی تحقیقی کتاب مسلم اول میں ملاحظہ فرمائیں۔ ینابیع المودت ص ۱۱۲۔ اتمام الوفا ص ۲۶۷ سطر ۱۰۔ مورد الصفا ص ۲۸ سطر ۸۔ امتاع الاسماع جلد ۱ ص ۱۷ سطر ۹۔ الفصول المہمہ ص ۱۵ سطر ۱۷۔ عبقریتہ الامام ص ۱۷ سطر ۱۲۔ مع المصطفیٰ ص ۲۲ سطر ۵۔ الدراستہ ص ۶۱ سطر ۵ ثورۃ الاسلام ۵۸۷ سطر ۱۲۔ عظمت الرسول ص ۱۰۲ سطر ۱۰۔ وسلیتہ النجات ص ۴۳ سطر ۵۔ الامام صوت العدالت الانسانیتہ جلد ۱ ص ۶۱ سطر ۱۔ اقتباس الانوار ص ۴۸ سطر ۲۳

استدلالات

ان روایات سے واضح ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حضرت علی علیہ السلام کی تربیت حضرت علیؑ کے لئے خدائے ذوالجلال کا ایک خاص انعام تھا۔

حضرت ابو طالب نے اپنی گود حضور اکرمؐ کے حوالے کر دی تھی اور کیا احسان کا بدلہ حضور اکرمؐ نے چکایا کہ انہوں نے اپنی گود حضرت ابو طالب کے فرزند کے لئے وقف کر دی اور کتنا فرق ہے پرورش پانے والوں میں کہ حضور اکرمؐ کو سید البطحاء کی گود نصیب ہوئی اور حضرت علیؑ کو سید الانبیاء کی۔

ماہرین نفسیات اور مشاہدات زمانہ کے مطابق یہ بات طے ہے کہ جو جذبات و تاثرات و عادات عالم طفلی میں حاصل ہو جاتے ہیں ان کا اثر دور دور تک رہتا ہے جو نیک یا بد خیالات بچے کے ذہن میں جگہ لے لیتے ہیں ان کا باقی عمر میں نکلنا مشکل ہو جاتا ہے چنانچہ جس بچے کی تربیت خدا کے احکام اور رسول خدا کے خصوصی انتظامات کے تحت ہوئی ہو اس کی مثل کون ہو سکتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے دعووں اور اعمال نے بعد میں واضح کر دیا کہ حضرت علی علیہ السلام پر جو غوامض و نکات وحدانیت اور اسرار و صفات الٰہیہ عالم طفلی میں واضح ہوئے تھے لوگ ان سے آخر عمر تک محروم رہے۔

جس طرح ولادت در کعبہ میں حضرت علی علیہ السلام منفرد تھے اسی طرح ختم المرسلین کی گود میں تربیت فرمانے میں بھی آپ ممتاز تھے۔

جس بچے کو کھیلنے کے لئے آغوش محمد مصطفیٰؐ اور چوسنے کے لئے زبان مصطفیٰؐ ملی ہو دنیا کا کوئی دوسرا فرزند اس کے مقابلے میں کس طرح آ سکتا ہے۔

والدین اپنے بچے پر اپنا سب کچھ نثار کر دیتے ہیں لیکن جس اہتمام سے حضور اکرمؐ نے چچا زاد بھائی کے ہوتے ہوئے حضرت علیؑ کی تربیت فرمائی اس طرح دنیا کا کوئی حقیقی ماں باپ بھی نہیں کر سکتا۔

ہر غریب و امیر ماں باپ کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ ان کا بچہ خوش رہے اور وہ اسے خوش دیکھنے کے لئے قیمتی

Presented by www.ziyaraat.net

سے قیمتی کھلونے لے کر آتے ہیں لیکن کوئی کتنا بھی رئیس ہو وہ اپنے بیٹے کے دل کو بہلانے کے لئے افضل الانبیاء' سید المرسلین کا سینہ نہیں لا سکتا وہ اپنے بچے کی غذا کے لئے حضور اکرمؐ کا لعاب دہن نہیں لا سکتا۔

حضرت ابو طالب نے ایک دفعہ جناب ختمی مرتبت سے دریافت کیا کہ اے محمدؐ آپ اپنا لعاب دہن علیؑ کے منہ میں کیوں ڈالتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا اے چچا! یہ لعاب دہن میں نہیں ڈال رہا بلکہ ایمان و حکمت کے خزانے ودیعت کر رہا ہوں تو جو بچپن میں ایمان و حکمت کے خزانوں کا مالک بن چکا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ بچپن میں اسلام لایا کچھ زیب نہیں دیتا

حضرت علی علیہ السلام چار' پانچ سال کی عمر کے تھے کہ حضور اکرمؐ کی گود میں آئے لیکن مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ اس سے پہلے بھی حضور اکرمؐ کو حضرت علیؑ سے اتنی محبت تھی کہ حضور اکرمؐ ایک دن میں کئی کئی بار حضرت علیؑ کو دیکھنے کے لئے جاتے تھے کیونکہ اسی بچے نے بڑے ہو کر رسول اکرمؐ کے خوابوں کو پورا کرنا تھا اور باطل کی قوتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنا تھا۔

براہین الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب کی جلد ۲۵ میں بالتفصیل ثابت کیا جائے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ تیرا گوشت میرا گوشت ہے اور تیرا خون میرا خون ہے کیونکہ یہ گوشت و پوست رسول اکرمؐ ہی کی زبان چوس چوس کر پروان چڑھا تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ ماں باپ کے علاوہ کوئی بھی بچے کو مادری و پدری محبت نہیں دے سکتا لیکن حضور اکرمؐ نے جس طریقے سے مولود کی پرورش فرمائی کہ شاید ہی کوئی مادر پدر دے سکے۔ نبیوں کے سردار ------ اپنے ہاتھوں سے نہلاتے۔ اپنے پاس لٹاتے۔ اپنے دست مبارک سے کھانا کھلاتے۔ سخت چیز کو اپنے منہ سے چبا کر دیتے۔ اپنے ہاتھ سے جھولا جھلاتے۔ لوری دیتے۔ اور غیر معمولی محبت و گرم جوشی کا اظہار فرماتے۔ یہ انتظامات کس بچے کو نصیب ہوں گے اگر ہو بھی جائیں تو منتظم انبیاء کا سردار رسولوں کا تاجدار تو نہیں ہو گا۔

تربیت دو طرح کی ہوتی ہے۔ جسمانی بھی اور روحانی بھی۔ جسمانی تربیت تو شاید کسی اور کو ایسی مل جائے لیکن روحانی تربیت ایسی نہ کسی کو ماضی میں ملی ہے نہ مستقبل میں مل سکتی ہے بس اسی تربیت کا ہی تو اثر تھا کہ اپنے اور بیگانے مجمعوں میں حضرت علی علیہ السلام نے کئی بار سلونی سلونی قبل ان تفقدونی کا چیلنج فرمایا حالانکہ چیلنج کرنے سے پہلے مدعی سب کچھ سوچتا ہے کہ کہیں ایسا مسئلہ نہ پوچھ لے جس کا مدعی کو علم نہ ہو۔ ایسا دعویٰ صرف اور صرف وہی کر سکتا ہے کہ جسے پیدا ہوتے ہی تمام علوم ودیعت کر دیئے گئے ہوں ورنہ کسی علوم کے مالک کبھی بھی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

آپ نے گذشتہ عبارات میں ملاحظہ فرمایا کہ مورخین نے تحریر فرمایا کہ یہ صرف قحط کی وجہ سے ہوا یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے اس کا صحیح علم تو یا تو خدا کو ہے یا اس وقت کے لوگوں کو یا محققین کو۔ لیکن اس میں چند امور غور طلب ہیں۔

کیا واقعی حضرت ابو طالبؑ جیسا سید البطحاء محض اتنا غریب ہو گیا تھا کہ اپنے دو بچوں کی کفالت تک نہ کر سکتا تھا؟

کیا دوسرے لوگوں کے مقابلے میں واقعی حضرت ابو طالب کی اولاد زیادہ تھی؟ حالانکہ تواریخ سے ثابت ہے کہ بعض حضرات کے ہاں درجنوں بچے تھے۔

کیا قحط کی یلغار صرف بنی ہاشم کے لئے تھی کیا وجہ تھی کہ دوسرے قبائل اس سے متاثر نہ ہوئے۔

دو بچوں کا اس سادگی کے زمانے میں کتنا بوجھ تھا۔ کہ رسول اکرمؐ کی تربیت کرنے والا ان دو بچوں کے بوجھ کو برداشت نہ کر سکا۔

جو چچا حضور اکرمؐ کا بوجھ نہ اٹھا سکے آج وہ واقعی اتنے امیر ہو گئے تھے کہ حضرت ابو طالب کا بوجھ تقسیم کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح دشمنان علی و خاندان ابو طالب نے حضرت کے دوسرے مناقب کا انکار کیا ہے یا انہیں کم کرنے کی کوشش کی ہے یہاں بھی انہوں نے حضرت علیؑ کے اس خصوصی اعزاز کو کم کرنے کی کوشش کی ہے کہ قحط آگیا تھا اور حضرت ابو طالب غریب ہو گئے تھے اور حضور اکرمؐ نے ترس کھا کر حضرت علیؑ کو لے لیا بھلا اس میں کون سی فضیلت ہے اس میں تو سراسر حضرت علیؑ کے باپ کی توہین ہے کہ وہ اپنے بچوں کی کفالت نہ کر سکا لیکن مورخین نے اس قحط کو حضرت علیؑ کے لئے نحوست قرار نہیں دیا بلکہ حضرت علیؑ کے لئے نعمت عظمیٰ قرار دیا ہے اور اس تنگدستی نے آپ کو دامن رحمت کے سائے اور مہبط وحی کی آغوش میں پہنچا دیا۔

دراصل حضورؐ نے محبت کی وجہ سے اور مستقبل کے حالات دیکھتے ہوئے خود حضرت علیؑ کو لے لیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت علیؑ نے بڑے ہو کر ان کا جانشین اور ناصر و مددگار بننا ہے۔ لہٰذا پہلے ہی دن سے اسے اپنی آغوش میں لے لیا جائے اور اسے اپنے رنگ میں ڈھال دیا جائے تاکہ اگر وہ کبھی آپ کے بستر پر سو جائے تو دیکھنے والے پہچان نہ سکیں کہ محمدؐ سو رہا ہے یا علیؑ سو رہا ہے۔

ماں باپ سے بچھڑ کر فطری طور پر بچے اداس ہو جاتے ہیں لیکن حضور اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو اتنا پیار دیا کہ حضرت علیؑ کو اپنے ماں باپ کا خیال تک نہ آتا تھا۔

خدائے ذوالجلال نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اخلاق کا نمونہ بنا کر بھیجا تھا۔ اور خلق عظیم کے اس مجسمے نے واقعی عرب کی کایا پلٹ دی تو جو تیس' چالیس سال کی عمریں گزارنے کے بعد حضور اکرمؐ سے آن کر ملے حالانکہ اس عمر میں تبدیلی بہت مشکل ہوتی ہے لیکن پھر بھی اتنی تبدیلی آئی کہ حضور اکرمؐ کی محفل میں بیٹھنے والے اللہ کے محبوب انسان بن گئے تو جو بچہ پیدا ہوتے ہی صغیر السنی کے عالم میں حضور کی گود میں آگیا تھا اور حضور اکرمؐ نے اپنے لعاب دہن کے ساتھ اس کی جسمانی و روحانی تربیت کی تھی اگر وہ بڑا ہو کر خدا کی مرضیوں کا مالک اور قسیم جنت و نار ہو گیا تو اس میں تعجب کیسا۔

Presented by www.ziyaraat.net

گذشتہ عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح پرندہ اپنے پوٹے میں جمع شدہ غذا جوں کی توں اپنے بچے کے منہ میں منتقل کرتا ہے اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کے تفویض کردہ علوم جوں کے توں حضرت علیؑ کے سپرد کر دیئے۔ اور یہ بچہ صرف انہیں علوم تک محدود نہیں رہا بلکہ اس نے ہر ایک دروازے سے مزید ایک ایک ہزار دروازے کھول دیئے۔

جب بچہ کسی مربی کے ہاں تربیت پاتا ہے یا کسی استاد کے پاس پڑھتا ہے تو اپنے آقا و استاد کے افعال کی نقل کرتا ہے اور انہیں اپنے دل و دماغ میں جگہ دیتا ہے۔ اسی طرح حضرت علیؑ نے بھی حضور اکرمؐ کے تمام طور و اطوار اپنے آپ میں ڈھال دیئے۔ گویا حضرت علی علیہ السلام سیرت مصطفیٰ کا عکس ہیں۔ اگر کسی نے سیرت محمدی کو دیکھنا ہے تو وہ حضرت علی علیہ السلام کو دیکھے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا کہ:

جس نے حضرت اسرافیل کو اس کی ہیبت میں حضرت میکائیل کو اس کے رتبے میں حضرت جبرائیل کو اس کی جلالت میں۔ حضرت آدم کو اس کے علم میں حضرت نوحؑ کو اس کے خدا سے خوف کرنے میں۔ حضرت ابراہیم کو خلیل خدا ہونے میں۔ حضرت یعقوب کو حزن و ملال میں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی مناجات پروردگار میں۔ حضرت ایوب کو اس کے صبر میں۔ حضرت یحییٰ کو اس کے زہد میں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی عبادت میں۔ حضرت یونس علیہ السلام کو اس کی پرہیزگاری میں۔ حضرت محمدؐ کو اس کے کمال حسب و خلق میں دیکھنا چاہئے تو اسے چاہئے کہ وہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے۔ کیونکہ اس میں پیغمبروں کی نوے خصلتیں پائی جاتی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں جمع کی ہیں اور اس کے سوائے اور کسی میں ان کو جمع نہیں کیا۔

(مناقب علی کی جلد ۳۲ میں عبارات مع حوالہ جات تحریر کی جائیں گی۔)

ہر مربی کوشش کرتا ہے کہ تربیت پانے والا اس کی عادات سیکھے۔ اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تربیت کر کے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے رنگ میں ایسا ڈھالا کہ:

روح ایک تھی پیکر بدلے ہوئے۔ نور ایک تھا فانوس بدلے ہوئے۔ نماز ایک تھی نمازی بدلے ہوئے۔ تصویر ایک تھی ذہن بدلے ہوئے۔

ایک سی شکلیں۔ ایک سی ملتی جلتی آوازیں۔ رنگ وہی ڈھنگ وہی۔ بود وہی کیف وہی۔ صورت وہی سیرت وہی۔ گوشت ایک پوست ایک۔ خون ایک نور ایک۔ تصویر ایک تدبیر ایک۔ قول ایک فعل ایک۔ حکم ایک۔ فیصلہ ایک۔ ابتداء ایک انتہا ایک۔ ظاہر ایک باطن ایک۔ منزل ایک مقصد ایک۔

علیؑ کا علم علم محمدؐ۔ علی کی شجاعت شجاعت محمدؐ۔ علیؑ کا زہد زہد محمدؐ۔ علیؑ کی حکمت حکمت محمدؐ۔ علیؑ کا رنگ وہی۔ علی کا ڈھنگ وہی۔ علی کی ذات وہی۔ علی کی صفات وہی۔ علی کی ریاضت وہی۔ علی کی عبادت وہی۔ علی کا جلال وہی۔ علی کا کمال وہی

محمدؐ نبی اللہ علیؑ ولی اللہ۔ ایک شرق آفتاب دوسرا شرق ماہتاب۔ ایک پر نبوت ختم دوسرے پر امامت کا آغاز۔

ایک شہر علم دوسرا باب علم۔ ایک سید الانبیاء دوسرا ناصر الانبیاء۔ ایک اللہ کی پہچان دوسرا مومن و منافق کی پہچان۔

دعویٰ محمدؐ کا شہادت علیؑ کی۔ نبوت محمدؐ کی امامت علیؑ کی۔ طریقت محمدؐ کی حقیقت علیؑ کی۔ اطاعت محمدؐ کی محبت علیؑ کی۔

حضرت علیؑ بالکل حضرت محمد مصطفیٰؐ کی مثل ہو گئے۔ ذرا شب ہجرت مکہ میں در مصطفیٰ پر تشریف لایئے۔ بستر تھا محمدؐ کا سونے والا تھا نور محمدؐ۔ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر پہنچتا تھا وہاں حضرت علی علیہ السلام کا سر تھا۔ جہاں حضور اکرمؐ کی پشت ہوتی تھی وہاں حضرت علیؑ کی پشت تھی۔ جہاں حضور اکرمؐ کے پاؤں ہوتے تھے وہاں حضرت علیؑ کے پاؤں تھے۔ سونے کا انداز وہی تھا۔ چادر اوڑھنے کا طریقہ وہی تھا۔ سانس کی آواز وہی تھی۔ چادر سے وہی نور سرک رہا تھا۔ ساری رات مشرکوں نے گردنیں بڑھا بڑھا کر۔ ٹکٹکی لگا لگا کر نظریں جما جما کر۔ ایڑیاں اٹھا اٹھا کر دیکھا لیکن پہچان نہ سکے کہ محمدؐ سویا ہوا ہے یا علیؑ۔

اگر آپ نے بزرگوں کے طور و اطوار دیکھنے ہوں تو ان کے بچوں کو دیکھ لیں لہٰذا اگر آپ نے حضور اکرمؐ کی سیرت دیکھنی ہو تو ان کی گود میں تربیت پانے والے حضرت علیؑ کو دیکھیں۔

جن کی آنکھ میں مروت۔ دل میں محبت۔ مزاج میں سخاوت۔ میدان میں شجاعت۔ مومنوں پر نرم۔ منافقوں پر گرم۔ مساکین پر مہربان۔ یتیموں کے نگہبان۔ بولنے کا انداز پیارا۔ چلنے کا طریقہ نیارا۔ فیصلوں میں عدالت۔ اقوال میں حکمت۔

حکمت کا دفتر۔ معرفت کا خزانہ۔ نصائح کا گنجینہ۔ طبیعت میں انکسار۔ اعمال میں اطاعت پروردگار۔ دشمنوں میں خود دار۔ لہجے میں نرمی۔ حق کے لئے گرمی۔ مشوروں میں بے نیاز۔ سلاطین حکومت کے مشیر خاص۔ گفتگو پر مغز۔ بات پر اثر۔ شگفتہ طبع۔ اچھی وضع۔ تکلم میں منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ دل کے غنی۔ شمشیر کے دھنی۔ سینہ حکمت کا خزانہ۔ زبان علم کا چشمہ۔ الفاظ فصاحت کا دریا۔ معانی بلاغت کا سمندر۔

اگر مسند علم پر دیکھو تو علیؑ سے بڑا کوئی عالم نہیں۔ محراب میں دیکھو تو ان سے بڑا کوئی عابد نہیں۔ میدان شجاعت میں دیکھو تو ان سے بڑا کوئی شجاع نہیں۔

آپ کسی کے جتنا قریب جائیں گے اگلے کے دل میں خود بخود محبت ہو جائے گی آپ جتنے قریب ہوں گے وہ اتنا ہی نزدیک ہو گا اور ایک ایسی منزل آ جاتی ہے کہ دونوں ایک دوسرے میں مکمل مل جاتے ہیں بلکہ ایک دوسرے میں فنا ہو جاتے ہیں تو جو بچہ رسول اکرمؐ کی گود میں پلا ہو کیا ان کے درمیان میں محبت نہ پیدا ہو گی۔ کیا وہ دونوں ایک دوسرے میں مکمل مل نہ گئے ہوں گے یقیناً ایک دوسرے میں ایسے فنا ہو گئے ہوں گے کہ محمدؐ کی پہچان علیؑ بن گیا ہو گا اور علیؑ کی پہچان محمد بن گئے ہوں گے۔

حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰؐ کو حضرت علیؑ سے اس لئے بھی محبت تھی کہ وہ چچا کا بیٹا تھا۔ اس لئے بھی محبت

Presented by www.ziyaraat.net

تھی کہ وہ ایک انسان تھا۔ اس لئے بھی محبت تھی کہ اس کی ولادت کعبے میں ہوئی تھی۔ اس لئے بھی محبت تھی کہ اس کی ولادت پر عجیب و غریب آثار نمودار ہوئے۔ اس لئے بھی محبت تھی کہ وہ محسن کا فرزند تھا۔ اس لئے بھی محبت تھی کہ اس کی تربیت آپ کی گود میں ہوئی تھی۔ اس لئے بھی محبت تھی کہ آپ کے خاندان اور آپ کی امت کا راہنما تھا۔ جہاں پر اتنے اسباب جمع گئے ہوں وہاں محبت کے کتنے آثار ہوں گے۔

مربی بچے کی تربیت میں کوتاہی نہیں برتتا۔ اگر بچے نے بڑے ہو کر خاندان کا بوجھ اٹھانا ہو تو اس کی تربیت پر طور زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ تو اگر ایک خاندان کے بوجھ اٹھانے والے پر خاص توجہ دی جاتی ہے تو جس نے بڑے ہو کر خاتم الانبیاء و المرسلین کا وزیر بننا ہو تو اور آپ کے پردہ فرمانے کے بعد نہ صرف آپ کے خاندان بلکہ خدا کی ساری مخلوق کی راہنمائی کرنا ہو تو فرمایئے اس کی تربیت کس شان سے ہو گی۔ اور جب تربیت کرنے والا معصوم ہو' نور ہو' عالم الغیب ہو' جو مستقبل کے سارے واقعات حال کی طرح دیکھ رہا ہو اور اس بچے کی حالات کی ویڈیو کیسٹ دیکھ رہا ہو تو بھلا وہ نبیؐ اس علیؑ کی تربیت میں کوئی کمی رہنے دے گا؟

مربی بچے کی تربیت کے لئے اچھا ماحول تلاش کرتا ہے۔ جب پڑھنے کے قابل ہو جائے اس کے اچھے سکول کا انتظام کرتا ہے۔ جب سکول سے آئے تو مناسب ترین ٹیوشن کا انتظام کرتا ہے۔ مقصد کیا بچہ لائق و فائق ہو۔ تو ایک گھر کے سربراہ بننے والے کے لئے تو ایسے خصوصی انتظامات تو ساری کائنات کے متولی کی تربیت کے لئے کیا کوئی انتظام نہ ہوا ہو گا؟

خدائے ذوالجلال نے اپنے ولی کی تربیت کے لئے سب سے عظیم خاندان اور اس عظیم خاندان میں عظیم گھر اور عظیم گھر کے عظیم فرد کا انتخاب فرمایا۔ اور ساتھ فرشتوں کی بھی ڈیوٹی لگائی۔ کوئی جھولا جھلائے۔ کوئی دل بہلائے۔

کسی کتاب میں نہیں ملتا کہ حضرت علی علیہ السلام نے کسی بھی مدرسہ میں داخلہ لیا ہو۔ یا کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے ہوں۔ لیکن یہ حضور اکرمؐ کی زبان تھی جو کہ مدرسہ بھی تھی' کالج بھی اور یونیورسٹی بھی۔ اور اس یونیورسٹی سے اس طرح فارغ ہوئے کہ پردوں میں چھپے ہوئے ہاتھ علم کی ہتھیلی کی طرح واضح اور عیاں ہو گئے۔

جناب سید علی حیدر صاحب فرماتے ہیں کہ شاید ہی دنیا میں کسی بچے نے ایسی تربیت پائی ہو جیسی علی نے پائی۔ آنکھ کھولی تو آغوش رسول میں بچپن گزارا تو کبھی رسولؐ کی گود میں کبھی رسولؐ کے دوش پر۔

تربیت دینے والے اور تربیت پانے والے دونوں کے انہماک سے اعلیٰ مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ پیغمبرؐ کی محبت و شفقت کا انداز یہ کہ حقیقی بیٹوں سے بھی زیادہ علیؑ سے محبت فرماتے اور علی کی وارفتگی پیغمبرؐ کا یہ عالم کہ اتباع الفیصل اثر اصعہ جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے ہوتا ہے اسی طرح علیؑ دن رات ایک لمحے کے لئے رسولؐ سے جدا نہیں ہوئے۔ اس قلبی روابط و اتحاد' اس باہمی وابستگی سے ظاہر ہے۔ علی پیغمبرؐ کی تعلیمات

یہودی جانتے ہیں مگر

معافی بن زکریا نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرنے والے ایک یہودی عالم سے پوچھا! کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کس بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا تھا؟
اس نے کہا! خدا کی قسم اے امیر المومنین یہودی جانتے ہیں کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ مگر وہ آپ عربوں سے حسد کرتے ہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد میں سے ذبیح اللہ ہوں۔ پس وہ اس کا انکار کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۱۷۷ سطر آخر)

آپؐ کے چچوں کی تعداد

جاننا چاہیئے کہ بعض علماء نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ بارہ ہیں۔ اور پہلے دس بیٹوں میں غیداق' قثم' اور عبدا لکعبہ کا اضافہ کرکے حضرت عبدا لمطلب کے کل بیٹوں کی تعداد تیرہ بتاتے ہیں۔ جبکہ حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما دونوں کی ولادت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذبح کے واقعہ سے بعد ہوئی ہے۔
چنانچہ ذبح کے وقت حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلم وسلم کے والد گرامی جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذبح کے وقت ان کے علاوہ حضرت عبدا لمطلب کے دس بیٹے موجود تھے۔
اور بعض نے کہا کہ غیداق اور جمل دونوں نام ایک بیٹے کے ہیں۔ اور اسی طرح عبدا لکعبہ اور مقوم دونوں نام ایک صاجزادے کے ہیں۔ جبکہ قثم کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ اور اس وقت صرف آپ کے نو چچا تھے۔ اور حضرت عبدا لمطلب کے دسویں بیٹے حضرت عبداللہ تھے۔ یعنی ان کے بیٹوں کی کل تعداد دس تھی۔ (سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۱۱۵ سطر ۴)

عبدالمطلب کو اللہ تعالیٰ نے جو بزرگی دی

حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے اوصاف میں سے چاہ زمزم کو کھودنا بھی تھا۔ اور اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ عمرو بن حرث جرہمی کی قوم نے جب اللہ تعالیٰ کے حرم میں نافرمانی کی تو لوگوں نے انہیں عذاب الہٰی کے نازل ہونے کے ڈر سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ اپنے نفیس اموال کی طرف آیا جو کہ سونے کے دو ہرنوں' تلواروں' زرہوں اور حجر اسود پر مشتمل تھا۔ اور کہا کہ حجر اسود اپنے مقام پر ہی تھا۔

Presented by www.ziyaraat.net

اور باقی سامان اس نے چاہ زمزم میں رکھ دیا۔ اور تیزی کے ساتھ کنویں کو بند کر دیا اور اپنی قوم کو ساتھ لے کر یمن کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس وقت سے زمزم لاپتہ تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کے لئے خواب میں اس کے تمام حجابات اٹھا دیئے اور انہوں نے زمزم کو دیکھ لیا۔ اور دیکھی ہوئی نشانیوں کے مطابق کھدائی شروع کر دی۔

طیبہ کو کھود' زمزم کو کھود

ابن اسحاق اپنی سند سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں' کہا کہ! حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا! میں حجر یعنی کعبہ شریف میں سو رہا تھا کہ میرے پاس آنے والے نے آکر کہا! طیبہ کو کھود ڈال۔
میں نے پوچھا! طیبہ کیا ہے؟ تو وہ چلا گیا۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو میں کعبے شریف میں پہلو کے بل لیٹ کر سو گیا تو وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ برہ کو کھود ڈال۔
میں نے پوچھا! برہ کیا ہے۔ تو وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ پھر جب تیسرا دن ہوا اور میں لیٹ کر سو گیا تو اس نے میرے پاس آکر کہا! مضنونہ کو کھودیں۔
میں نے پوچھا! مضنونہ کیا ہے؟ تو وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ پھر جب میں چوتھے دن وہاں پر آکر سویا تو وہ میرے پاس آیا اور کہا! زمزم کو کھود ڈال۔
میں نے پوچھا! زمزم کیا ہے؟ اس نے کہا زم زم وہ ہے کہ نہ اس کا پانی ختم ہو سکے گا۔ نہ اس کی مذمت ہو سکے گی۔ حاجیوں کی خوب پیاس بجھائے گا۔ اور وہ غلاظت اور خون کے درمیان اس مقام پر موجود ہے جس جگہ کو سفید پنجوں والا کوا چونچ سے کرید تا رہتا ہے۔ اور اس کے نزدیک چونٹیوں کی بستی ہے۔
اگلے دن جناب عبدالمطلبؓ اپنے بیٹے حارث کو لے کر گئے تو اساف اور نائلہ کے درمیان چیونٹیوں کی بستی موجود پائی۔ اساف اور نائلہ دو بت تھے جن کے پاس لوگ جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ اور دیکھا کہ ذبیحوں کی غلاظت اور خون کے درمیان کوا چونچ مار رہا ہے۔ یعنی دونوں مقامات کو کرید رہا ہے۔

برہ کیا ہے؟

کہا کہ برہ! فتح موحدہ ہے اور تشدید مہملہ سے ہے۔ اس کا یہ نام کثیر فائدوں اور اس کے وسیع پانی کی وجہ سے ہے۔ اور یہ نام زم زم پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ یہ ابرار کے لئے فائدہ مند ہے۔ اور فجار کو نقصان دیتا ہے۔

زم زم کا نام مضنونہ کیوں ہے؟

زمزم کا دوسرا نام مضنونہ ہے۔ کیونکہ یہ کافر کے ساتھ بخل کرتا ہے اور منافق اس سے سیر نہیں ہوتا۔ اور یہ مرفوع حدیث میں ہے۔

من شرب من زمزم فلیتضلع فانها فرق ما بیننا و بین المنافقین لا یستطیعون ان یتضلعوا منها (رواہ دار قطنی)

اور جو شخص بھی زمزم پیتا ہے۔ وہ سیراب ہو جاتا ہے۔ تو بے شک ہمارے اور منافقوں کے درمیان یہ فرق ہے کہ وہ اس سے سیراب ہونے کی طاقت نہیں رکھتے یعنی سیراب نہیں ہو پاتے۔
جناب زبیر بن بکار حضرت عبدالمطلبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں کہا گیا! مضنونہ کو کھود ڈالیں۔ یہ سوائے آپ کے لوگوں پر بخیل ہے۔ یعنی چھپا ہوا ہے۔ اور ان کا یہ قول کہ
لا تنزف ای لا یفرغ ماؤها و لا یلحق قعرها
اس کا پانی نہیں نکالا جا سکے گا یعنی ختم نہیں کیا جا سکے گا اور نہ ہی اس کی گہرائی تک پہنچا جا سکے گا۔ اور ان کا قول **و لا تذم** کہ اس کی مذمت نہ کی جائے گی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا پانی کم نہیں پاؤ گے۔ جیسا کہ عرب تھوڑے پانی کو بئرُ الذمہ یعنی مذمت والا کنواں کہتے ہیں۔
اور غراب اعصم تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی ہے کہ وہ سفید پنجوں والا کوا ہے۔

زم زم مل گیا

ابن ابی شیبہؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبدالمطلبؓ نے زم زم کے مقام کو نشانیوں سے پہچان لیا کہ یہی ٹھیک جگہ ہے تو دوسرے دن اپنے بیٹے حارث کے ساتھ کدال لے کر تشریف لائے۔ اس وقت سوائے جناب حارثؓ کے آپ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔
بہرحال! آپ نے اس جگہ کی کھدائی شروع کر دی۔ اور مسلسل تین روز تک کھدائی کرتے رہے۔ پھر جب تیسرے دن آپ کو زم زم کا کنارہ مل گیا تو آپ نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے فرمایا۔ **هذا الطی اسماعیل** یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا وہی کنواں ہے۔

خدا کا فیصلہ

لوگوں نے کھڑے ہو کر کہا ہمیں بھی اس میں شریک کریں' کیونکہ یہ کنواں ہمارے باپ اسماعیل "علیہ

Presented by www.ziyaraat.net

السلام" کا ہے اور ہمارا اس پر حق ہے۔
آپ نے فرمایا! میں اس کام میں تم میں سے کسی کو بھی شریک نہیں کروں گا۔ یہ میرے ہی لئے مخصوص ہے اور تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔
انہوں نے کہا! ہمارے ساتھ انصاف کریں ہم اسے صرف آپ کے لئے نہیں چھوڑ سکتے یہاں تک کہ ہم اس سلسلہ میں آپ سے جھگڑا کریں گے۔
آپ نے فرمایا! میرے اور اپنے درمیان جسے چاہیں منصف مقرر کر لیں۔
انہوں نے کہا! ہم سعد بن ہزیم قبیلہ کی کاہنہ کو منصف مقرر کرتے ہیں۔
آپ نے فرمایا! ہمیں منظور ہے۔
وہ کاہنہ شام کے علاقے میں تھی۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اپنے ساتھ نبی عبدمناف کے لوگوں کو لے کر سوار ہو گئے۔ اور دوسری طرف قریش کے تمام قبائل کے لوگ بھی سوار ہو کر نکلے۔
یہاں تک کہ حجاز اور شام کے درمیان بیابان میں پہنچے تو حضرت عبدالمطلب اور آپ کے ساتھیوں کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ چنانچہ ان پر پیاس کی شدت غالب آگئی اور انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔
حضرت عبدالمطلب نے قریش کو فرمایا! ہمیں پانی پلاؤ تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ ہم کامیابی کی طرف بڑھ رہے ہیں یا یہ کہ ہم آپ پر آنے والی مصیبت سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم بھی اس کا شکار نہ ہو جائیں۔
پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ اور اس خوف کا اندازہ لگایا جو آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر طاری تھا۔ اور ان سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔
انہوں نے کہا! ہماری رائے اس کے سوا کچھ نہیں آپ کی اتباع کریں جو آپ چاہیں حکم دیں۔
آپ نے فرمایا! اپنی قبریں کھود لیں اور ایک دوسرے کو دفن کرتے رہیں۔ یہاں تک کہ آخر پر صرف ایک آدمی رہ جائے جو ضائع ہو جانے کی موت مرے۔ کیا سوار ہونا اس سے آسان نہیں کہ بیٹھ جائیں اور اسی پیاس کی حالت میں موت کا انتظار کریں۔
پھر آپ نے فرمایا! خود کو یوں موت کے ہاتھوں میں دے دینا تو بڑی بے بسی کی بات ہے۔ ہمیں زمین پر ضرب لگانا چاہئے یعنی ہمیں قدم بڑھانا چاہئے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کسی علاقے میں پانی عطا کر دے۔ یہ کہتے ہی آپ سوار ہو گئے۔ پس جب آپ کی سواری اٹھی تو اس کے سم کے نیچے سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلبؓ اور آپ کے ساتھی نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے سواریوں سے اتر آئے۔ اور سب

نے پانی پر پیاس بجھائی اور مشکیزے بھر کر قبائل قریش کو بلایا اور کہا ادھر پانی کی طرف آؤ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں پلایا ہے۔ اور تم بھی پیو۔
قریش نے وہاں پانی کا چشمہ دیکھا تو حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں عرض کیا کہ زم زم کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فیصلہ آپ کے حق میں دے دیا ہے۔ اب ہمارا آپ کے ساتھ اس کے لئے کبھی جھگڑا نہیں ہو گا۔ اور کہا! جس ذات نے آپ کو اس وسیع تر بیابان میں پانی پلایا ہے۔ اسی نے آپ کو زم زم پلایا ہے۔ آپ اپنی بھلائی والی سقایت کی طرف لوٹ چلیں۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلبؓ اور باقی سب لوگ بغیر کاہنہ سے ملاقات کئے واپس لوٹ آئے۔ (سیرت دحلانیہ جلد ۱ ص ۹۹ سطر ۱)

استسقا

عبدالرحمٰن بن موہب بن رباح الاشعری قبیلہ بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ ان کے لڑکے سے ولید بن عبداللہ بن جمیع الزہری روایت کرتے ہیں' یہ لڑکا اپنے والد عبدالرحمٰن کے حوالے سے راوی ہے کہ مخزمہ بن نوفل الزہری کہتے تھے میں نے اپنی ماں رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبدمناف سے کہ عبدالمطلب کی لِدہ (یعنی ہمجولی) تھیں۔ یہ روایت سنی ہے۔
رقیہ مذکورہ بیان کرتی تھیں۔
قریش پر ایک مرتبہ خشک سالیاں گزریں جو مال و منال سب (اپنے ساتھ) لے گئیں اور جان پر آبنی میں نے انہیں دنوں ایک شخص کو خواب میں کہتے سنا:
یا معشر قریش' ان هذا النبی المبعوث منکم و هذا ابان خروجه و به یاتیکم الحیا و الخصب فانظر وا رجلا من اوسطکم نسبا طوالاً عظاما ابیض مقرون الحاجبین' اهلب الاشفار' جعدا سهل الخدین' رقیق العرنین' فلیخرج هو و جمیع ولده' و لیخرج منکم من کل بطن رجل' فتطهر و او تطیبوا ثم استموا الرکن ثم ار تواو اس ابی قلیس ثم یتقدم هذا الرجل فیستسقی و توء ضون فانکم ستسقون۔

نبی موعود کی بشارت

رقیہ کو خواب میں جو بشارت ہوئی اس کا مفہوم یہ تھا:
یہ پیغمبر جو مبعوث ہونے والا ہے تم ہی لوگوں میں سے ہو گا۔ اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے اسی کے طفیل تمہیں فراخی و کشائش نصیب ہو گی۔ دیکھو' ایسا شخص تلاش کرو جو تم سب میں اوسط النسب یعنی نہایت

Presented by www.ziyaraat.net

شریف خاندان کا ہو' بلند بالا ہو' بڑا ہو' بھاری بھرکم ہو' سفید رنگ گورا چٹا ہو۔ اس کی بھویں جٹی ہوں' پلکیں دراز ہوں' گھونگھروالے بال ہوں' رخسار بہت بھرے بھرے ہوں' ناک پتلی ہو (یا ناک کا بانسا پتلا ہو) وہ نکلے۔ اس کی اولاد نکلے اور تم میں سے ہر ایک گھرانے کا ایک ایک شخص نکلے سب کے سب طہارت کرو۔ خوشبوئیں لگاؤ رکن حرم کو بوسہ دو کوہ قیس کی چوٹی پر چڑھ جاؤ' وہ شخص آگے بڑھے استسقاء کے لئے دعا کرے اور تم سب آمین کہو۔ ایسا کرو گے تو سیراب کئے جاؤ گے۔ (یعنی دعا قبول ہوگی اور باران رحمت نازل ہو گا۔) (طبقات ابن سعد جلد ا ص ٣٦ سطر ١٧)

آنحضرتؐ اجتماع استسقاء میں

رقیہ نے اس خواب کا واقعہ لوگوں سے بیان کیا۔ سب نے دیکھا تو یہ صفت اور یہ حلیہ جو خواب میں بتایا گیا تھا کہ عبدالمطلب کا حلیہ تھا۔ سب لوگ انہیں کے پاس جمع ہو گئے۔ ہر گھرانے سے ایک ایک شخص نکلا' جو حکم ملا تھا بجا لائے پھر ابو قیس پر چڑھ گئے۔ ساتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی تھے کہ اس وقت لڑکے ہی تھے عبدالمطلب آگے بڑھے اور دعا کی۔

لا ھم ھو لاء عبیدک و بنو عبیدک و اماء ک و بنات امائک و قد نزل بنا ماتری و تتابعت علینا ھذہ السنون فنھبت بالنطلف و الخف و اشفت علی الانفس فلذھب عنا الجدب و ائتنا بالحیاء و الخصب

دعائے باران رحمت

یا اللہ یہ تیرے بندے ہیں۔ یہ تیرے بندہ زادے ہیں۔ یہ تیری لونڈیاں ہیں۔ یہ تیری کنیز زادیاں ہیں۔ تو دیکھ رہا ہے کہ ہم پر کیا مصیبت نازل ہے۔ یہ خشک سالیاں ایسی پڑیں کہ ان تمام جانوروں کو ہلاک کر ڈالا جو پنجے اور سم رکھتے تھے اور اب تو جانوں پر آبنی ہے۔ یا اللہ ہم سے اس قحط کو دفع کر ابر رحمت برسا اور فراخی عطا فرما۔

لوگ ہنوز واپس بھی نہ چلے تھے کہ (اس قدر مینہ برسا' اتنی بارش ہوئی' کہ وادیاں جاری ہو گئیں' نالے بہنے لگے' سیلاب آگیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کے طفیل میں ان سب کو سیرابی نصیب ہوئی۔ اسی ذیل میں رقیہ بنت ابو صیفی بن ہاشم بن عبدمناف کہتی ہیں۔

بشیبتہ الحمد اسقی اللہ بلدتنا
و قد فقدنا الحیاء و اجلود المطر

عبدالمطلب کے طفیل میں اللہ تعالے نے ہمارے شہر کو سیراب کیا حالانکہ کیفیت یہ تھی کہ ابر باراں کو ہم

کھو چکے تھے اور مینہ بسرعت روانہ ہو چکا تھا۔

فجاد بالماء جونی لہ سبل
دان فعاشت بہ الا نعام و الشجر

آخر ایسے ابر تاریک نے پانی برسایا جو مینہ سے لبریز تھا اور اس بارش کے باعث حیوانات و نباتات جی اٹھے۔

منا من اللہ بالمیمون طائرہ
دخیر من بشرت یوما بہ مضر

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس بابرکت اور نیک طالع کے باعث یہ احسان ظہور پذیر ہوا جو ان سب لوگوں سے بہتر ہے جن کی کبھی قوم مضر کو بشارت ہوئی تھی۔

مبارک الا مر یستسقی انعلم بہ
ملقی الا نام لہ عدل و لا خطر

وہ کہ خود مبارک ہے اس کے امور مبارک ہیں' اس کی بدولت باران رحمت نازل ہوتا ہے۔ وہ بے نظیر ہے اور خلائق میں کوئی اس کا عدیل و سہیم نہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ٧ ١٢ سطر آخر)

واقعہ ابرہہ

عثمان بن ابی سلیمان' عبدالرحمٰن بن لبلیمانی' عطا بن یسار' ابو زرین العقیلی' مجاہد اور ابن عباسؓ جن کے بیانات آپس میں مخلوط ہو گئے روایت کرتے ہیں کہ نجاشی (فرماں روائے حبشہ) نے ابو صحم اریا لو چار ہزار فوج دے کے یمن بھیجا تھا۔ ارباط نے ملک کو تسخیر کر لیا۔ اہل ملک کو ذلیل کر ڈالا۔ ان پر غالب آگیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہوں کو محتاج بنا دیا اور فقیروں کی خوب تذلیل کی۔

جو حالات اس نتیجے سے مرتب ہوئے ان کی بنا پر حبشہ کا ایک شخص کہ اسے ابو یکسوم ابرہتہ الاشتر کہتے تھے اٹھ کھڑا ہوا اور اہل یمن کو اپنی اطاعت کی دعوت دی' لوگوں نے یہ دعوت قبول کر لی تو اس نے ارباط کو مار ڈالا اور یمن پر متصرف ہو گیا۔

موسم حج کے دنوں میں ابرہہ نے دیکھا کہ لوگ حج بیت اللہ کا سامان کر رہے ہیں۔

پوچھا یہ لوگ کہاں جاتے ہیں؟

جواب ملا حج بیت اللہ کے لئے مکے جاتے ہیں۔

دریافت کیا: وہ (یعنی بیت اللہ) کس چیز سے بنایا گیا ہے؟

جواب ملا: پتھر سے۔ پھر پوچھا: اس کی پوشش کیا ہے؟

کہا: یہاں سے جو دھاری دار کپڑے جاتے ہیں وہی اس کی پوشش کے کام آتے ہیں۔

ابرہہ نے کہا: مسیح کی قسم تمہارے لئے اس سے اچھا گھر تعمیر کروں گا' آخر یہ عمارت اس نے تعمیر کر لی۔

Presented by www.ziyaraat.net

(طبقات ابن سعد جلدا ص ۱۲۹ سطر۴)

کعبۂ یمن

ابرہہ نے اہل یمن کے لئے سفید و سرخ و زرد و سیاہ پتھروں کا ایک گھر بنایا جو سونے چاندی سے مجلی اور جواہر سے مرصع تھا' اس میں کئی دروازے تھے جن میں سونے کے پتر اور زرین گل میخیں جڑی تھیں اور بیچ بیچ میں جواہر تھے اس مکان میں ایک بڑا سا یاقوت احمر لگا ہوا تھا۔ پردے پڑے تھے۔ عود مندلی (یعنی مقام مندل جو خوشبویات کے لئے مشہور تھا) وہاں لوبان' اگر' عود' سلگاتے رہتے تھے۔ دیواروں پر اس قدر مشک ملا جاتا تھا کہ سیاہ ہو جاتیں حتی کہ جواہر بھی نظر نہ آتے۔

لوگوں کو اس مکان کے حج کرنے کا ابرہہ نے حکم دیا۔ اکثر قبائل عرب کئی سال تک اس کا حج کرتے رہے۔

عبادت و خدا پرستی و زہد و پارسائی کے لئے متعدد اشخاص اس میں معتکف بھی تھے اور مناسک یہیں ادا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد جلدا ص ۱۲۹ سطر۲۰)

بیت اللہ کا انتقام

نفیل الخثعمی نے نیت کر رکھی تھی کہ اس عبادت خانے کے متعلق کوئی مکروہ حرکت کرے گا اس میں ایک زمانہ گزر گیا' آخر ایک شب میں جب اس نے کسی کو جنبش کرتے نہ دیکھا تو اٹھ کر نجاست و غلاظت اٹھا لایا۔ صومعہ قبیلے کو اس سے آلودہ کر دیا اور بہت سی گندگی جمع کر کے اس میں ڈال دی۔

ابرہہ کو اس کی خبر ملی تو سخت غضبناک ہوا اور کہنے لگا۔

عرب نے فقط اپنے گھر (کعبتہ اللہ) کے لئے غضب میں آ کر یہ کارروائی کی ہے۔ میں اس کو ڈھا دوں گا۔ اور ایک ایک پتھر کو توڑ ڈالوں گا۔ (طبقات ابن سعد جلدا ص ۱۳ سطر۳)

حرم پر لشکر کشی

نجاشی کو ابرہہ نے لکھ کر اس واقعہ کی اطلاع دی اور اس سے درخواست کی کہ اپنا ہاتھی جس کا نام محمود تھا بھیج دے۔ یہ ہاتھی ایسا تھا کہ عظمت و جسامت و قوت کے لحاظ سے روئے زمین پر کسی نے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی۔ نجاشی نے اسے ابرہہ کے پاس بھیج دیا۔

جب ہاتھی آ گیا تو ابرہہ لوگوں کو لے کے نکلا (یعنی فوج لے کر مکہ مشرفہ پر چڑھائی کر دی) ساتھ میں حمیرہ کے بادشاہ اور نفیل بن حبیب الخثعمی بھی تھے۔ حرم کے قریب پہنچے تو ابرہہ نے فوجوں کو حکم دیا کہ لوگوں کے بھیڑ بکریاں (وغیرہ) لوٹ لیں' اس حکم کے مطابق سپاہیوں نے چھاپا مارا اور عبدالمطلب کے کچھ اونٹ پکڑ لئے۔ (طبقات ابن سعد جلدا ص ۱۳۰ سطر۳)

خدا اپنے گھر کا محافظ ہے

نفیل عبدالمطلب کا دوست تھا۔ اونٹوں کی نسبت عبدالمطلب نے اس سے گفتگو کی تو اس نے ابرہہ سے عرض کی۔

اے بادشاہ تیرے حضور میں ایسا شخص آیا ہے جو تمام عرب کا سردار' فضل و عظمت و شرف میں سب پر فائق ہے۔ لوگوں کو اچھے اچھے گھوڑوں پر سوار کراتا ہے۔ عطیات دیتا ہے کھانے کھلاتا ہے۔ اور جب تک ہوا چلتی ہے (یعنی علی الدوام) یہی اس کا وتیرہ و شیوہ ہے۔

نفیل نے اس تقریب کے ساتھ عبدالمطلب کو ابرہہ کے حضور میں پیش کیا۔ اس نے عرض دریافت کی تو کہا:

ترد علی اہلی (غرض یہ ہے کہ میرے اونٹ مجھے واپس مل جائیں) ابرہہ نے کہا

مادری ما بلغنی عنک الا الغرور و قد ظننت انک تلکمنی فی بینکم ھذا الذی موشر فکم (میری رائے میں تیرے متعلق جو اطلاع مجھے ملی وہ محض دھوکے پر مبنی تھی۔ میں تو اس گمان میں تھا کہ تو مجھ سے اپنے اس گھر کے متعلق گفتگو کرے گا۔ جس کے ساتھ تم سب کی عزت و شرف وابستہ ہے۔)

عبدالمطلب نے جواب دیا: **اردد علی اہلی' و دونک و البیت' فان لہ ربا سیمنعہ** (تو مجھے میرے اونٹ واپس دے' بیت اللہ کے ساتھ جو چاہے کر۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ اس گھر کا ایک پروردگار ہے۔ وہ خود ہی عنقریب اس کی حفاظت کرے گا۔

ابرہہ نے حکم دیا کہ عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیئے جائیں' جب اونٹ مل گئے تو عبدالمطلب نے ان کے سموں پر چمڑے چڑھا دیئے' ان پر نشان کر دیئے ان کو قربانی کے لئے مخصوص کر کے حرم میں چھوڑ دیا کہ انہیں پکڑیں گے تو پروردگار حرم غضب ناک ہو گا۔

طیر ابابیل

عبدالمطلب حراء پر چڑھ گئے' ساتھ میں عمر بن عاید بن عمران بن مخزوم' مطعم بن عدی اور ابو مسعود ثقفی

Presented by www.ziyaraat.net

تھے۔ عبدالمطلب نے اس موقع پر جناب الٰہی میں عرض کی۔

لا ھم ان المرء یمنع رحلہ　　فامنع حلالک

یا اللہ انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے تو اپنے متاع و سامان کعبے کی حفاظت کر)

لا یغلبن صلیبھم و محالھم　　غدو امحالک

اور ان کی صلیبیں اور ان کے فریب و حیلے تیری قوّت پر قدرت غالب نہیں آ سکتے۔

ان کنت تارکھم و قبلتنا فامر بدالک

اگر تو انہیں چھوڑ دینے والا ہے کہ ہمارے قبیلے کے ساتھ جو چاہیں کریں تو تجھ کو اختیار ہے۔

سمندر سے چڑیوں کے غول آگے بڑھے ہر ایک چڑیا تین تین سنگریزے لئے ہوئے تھیں دو تو دونوں پاؤں اور ایک چونچ میں۔ یہ پتھر چڑیوں نے ان پر گرانے شروع کئے جس چیز تک یہ پتھر پہنچتے ان کو توڑ پھوڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور اس جگہ دانے نکل آتے' یہ پہلی بیماری چیچک تھی جو ظہور پذیر ہوئی۔ جتنے تلخ درخت تھے (یا جن کے پھل کڑوے تھے) ان پتھروں نے سب کی بیخ کنی کر ڈالی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک سیلاب آیا جو ان سب کو بہا کر لے گیا اور سمندر میں ڈال دیا۔

اصحاب فیل

ابرہہ اور جتنے لوگ اس کے ساتھ باقی رہ گئے تھے سب کے سب بھاگ نکلے' ابرہہ کا ایک ایک عضو جسم سے کٹ کٹ کر گرتا جاتا تھا۔

نجاشی کا ہاتھی فیل محمود رک گیا تھا۔ اس نے یہ دلیری و جرات نہ کی کہ حرم پر حملہ کرتا۔ اس لئے بچ گیا۔ لیکن دوسرے ہاتھی نے یہ گستاخی کی تھی۔ سنگبار ہو گیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دو نہیں بلکہ تیرہ ہاتھی تھے۔

اب حرا سے عبدالمطلب نیچے اتر آئے' حبشہ کے دو شخصوں نے حاضر ہو کر ان کے سر کو بوسہ دیا اور عرض کی

ان کنت اعلم (تو خوب جانتا تھا) (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۳۱ سطر ا)

اولاد عبدالمطلب

محمد بن السائب کہتے ہیں: عبدالمطلب کے بارہ لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں:

(۱) حارث یہ عبدالمطلب کے سب سے بڑے لڑکے تھے انہیں کے نام سے وہ اپنی کنیت کرتے تھے (یعنی ابو الحارث) یہ اپنے باپ (عبدالمطلب) کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ ان کی صفیہ تھیں بنت جنیدب ابن حجیر بن زباب بن جلیب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ۔

(۲) عبداللہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد تھے۔

(۳) زبیر جو ایک شریف شاعر تھے' عبدالمطلب نے انہیں کی وصیت کی تھی (یعنی اپنا وصی انہیں کو بنایا تھا۔)

(۴) ابوطالب جن کا نام عبدمناف اور عبدالکعبہ تھا۔

(۵) الف: ام حکیم جن کا نام البیضاء تھا۔ (۶) ب: عاتکہ (۷) ج: برہ (۸) د: امیمہ

(۹) ھ: اروی ان سب کی والدہ فاطمہ تھیں' بنت عمرو بن ابن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ بن کعب بن لوی

(۱۰) حمزہؓ کہ شیر خدا اور عمِ رسولؐ خدا تھے۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور احد میں شہید ہوئے۔

(۱۱) المقوم

(۱۲) حجل جن کا نام مغیرہ تھا۔

(۱۳) صفیہ ان سب کی ماں ہالہ تھیں۔ بنت وہیب بن عبدمناف ابن زہرۃ بن لاب اور ہالہ کی ماں عبلتہ تھیں' بنت المطلب بن عبدمناف ابن قصی

(۱۴) عباسؓ ایک شریف و دانشمند اور ہیبت والے و رعب والے بزرگ تھے۔

(۱۵) ضرار کہ ازروے جمال و سخاوت نوجوانان قریش میں ممتاز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل فرمائی ہے انہیں دنوں وہ انتقال کر گئے۔

(۱۶) قثم بن عبدالمطلب' یہ بھی لاولد تھے ان سب کی ماں نتیلہ تھیں' بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید مناۃ بن عامر کہ وہی ضحیان تھے۔ ابن سعید بن الخزرج بن تیم اللہ المفر بن قاسط بن ہنب بن قاصی بن و عمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعتہ بن نزار بن معد بن عدنان

(۱۷) ابو لہب بن عبدالمطلب جن کا نام عبدالعزیٰ تھا اور ابو عتبہ ان کی کنیت تھی' حسن و جمال کے باعث عبدالمطلب نے ابو لہب اس کی کنیت رکھی تھی۔ فیاض آدمی تھے ان کی ماں لبنیٰ تھیں' بنت حاجر بن عبدمناف ابن ضاطر بن حبشیتہ بن سلول بن کعب بن عمرو کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔ لبنیٰ کی ماں ہند تھیں بنت عمر بن کعب بن سعد تیم بن مرہ اور ہند کی ماں سوواء تھیں بنت ندہرۃ بن کلاب۔

(۱۸) الغیداق بن عبدالمطلب جن کا نام مصعب تھا' ان کی ماں ممنعہ تھیں بنت عمرو بن مالک بن مومل بن

Presented by www.ziyaraat.net

سوید بن اسعد بن مشنوء بن عبد ابن جبیر بن عدی ابن سلول بن کعب بن عمرو کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے اور انہیں کے ماں جائے بھائی عوف . تھے ابن عبد عوف بن عبد بن الحارث ابن ندہرۃ یہی عوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی عبدالرحمن بن عوف کے والد تھے۔

کلبی کہتے ہیں کہ تمام عرب میں فرزندان عبدالمطلب کی طرح کسی ایک باپ کی اولاد بھی نہ تھی اور نہ کوئی ایسا تھا جو ان سے زیادہ شریف و جسیم و بلند بینی' روشن پیشانی ہو۔

قرۃ بن جل بن عبدالمطلب انہیں کے متعلق کہتے ہیں:

اعدد ضرار عاودت فتی ندا　　و اللیث حمزۃ و مدد العبتلسا

اگر کسی فیاض نوجوان کا شمار کرنا ہے تو ضرار کو شمار کر' شیر مرد حمزہ کو شمار کر اور عباس کو شمار کر۔

و عدد زبیرا و المقوم بعدہ　　و الصتم حجلا و الفتی الرااسا

زبیر کو اور اس کے بعد مقوم کو جل کو شمار کر جو نوجوان سردار ہے۔

و القرم عیدنا نعد حجا حجا　　سادوا علی رغم العدو و الناسا

بہادر غیداق کو شمار کر کہ یہ سب عظمائے قوم ہیں اور بر زعم دشمن ان کو سب کی سرداری حاصل ہو چکی ہے۔

والحارث الفیاض و لی ماجدا　　ایام نازعہ الھلم الکلسا

فیاض حارث کو شمار کر جو ایسا بہادر تھا کہ جام مرگ پینے کے دنوں میں اس نے دنیا سے مجد و شرف کے ساتھ منہ موڑا۔

صالی الا نلم عمومتہ کعومتی　　خیر اولا کا نلسنا اناسا

جیسے چچا میرے ہیں تمام مخلوق میں ویسے اچھے چچا کسی کے نہیں اور نہ جیسے لوگ ہم میں ہیں ویسے کسی خاندان میں ہیں۔

فرزندان عبدالمطلب میں عباس' ابو طالب' حارث' ابو لہب' کی اولاد تو چلی اور اگرچہ حمزہ' مقوم' زبیر اور جل کی صلبی اولاد بھی تھی مگر سب کا خاتمہ ہو گیا اور باقی جتنے تھے سب لا ولد رہے۔

بنی ہاشم میں کثرت تعداد پہلے تو حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں رہی پھر ابو طالب کی اولاد میں منتقل ہو گئی۔ لیکن آخر بنی عباس میں یہ کثرت آگئی۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۳۳ سطر ا)

مسودہ کا صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۲ موجود نہیں ہے۔

طبقات ابن سعد

اس باب میں جو روایتیں اور خبریں ہم کو ملی ہیں ان میں اختلاف ہے کوئی تو کہتا ہے کہ وہ عورت ورقہ بن

نوفل کی بہن قتیلہ تھی' بنت نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی' اور کوئی کہتا ہے فاطمہ بنت مرا الخثعمیہ تھی۔

عروہ بن زبیر' محمد بن صفوان اور سعید بن محمد بن جبیر کہتے ہیں۔

(یہ عورت جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب پر پیش کیا تھا) ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بن نوفل تھی وہ دیکھ کے اپنے لئے بر (شوہر) پسند کرتی تھی۔

عبداللہ بن عبدالمطلب ایک دن اتفاقاً قتیلہ کے پاس سے گزرے اس نے اپنی ذات سے انہیں تمتع حاصل کرنے کے لئے بلایا اور ان کا کنارہ دامن پکڑ لیا عبداللہ نے انکار کیا کہ مجھے واپس آ جانے دے۔ وہاں سے جلدی نکل کے آمنہ بنت وہب کے پاس آئے اور ان سے ملے چنانچہ حمل ٹھہر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کا بطن میں استقرار ہوا' بعد کو اس عورت کے پاس لوٹے تو اس کو منتظر پایا' پوچھا۔

تو نے مجھ پر جو پیش کیا تھا آیا اس پر راضی ہے؟

اس نے کہا

نہیں' تو یہاں سے گزرا تھا تو تیرے چہرے میں ایک نور چمک رہا تھا۔ اب واپس آیا ہے تو وہ نور ندارد ہے' بعض لوگ بجائے اس کے یہ روایت کرتے ہیں کہ قتیلہ نے (عبداللہ سے) کہا۔

جس طرح گھوڑے کی پیشانی چمکتی ہے اسی طرح جب تو یہاں سے گزرا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان چمک تھی۔ ایک تابندگی درخشاں تھی اب جو واپس آیا ہے تو چہرے میں وہ بات نہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: جس عورت نے عبداللہ بن عبدالمطلب پر جو بات پیش کی تھی وہ ورقہ بن نوفل کی بہن اور خاندان اسد بن عبدالعزیٰ کی ایک عورت تھی۔

ابو الغیاض الخثعمی کہتے ہیں۔

عبداللہ بن عبدالمطلب قبیلہ خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جسے فاطمہ بنت مر کہتے تھے۔ یہ بہت ہی نوخیز و نوجوان و باعصمت و عفیف و پاکدامن عورت تھی اور اس نے کتابیں بھی پڑھی تھیں' نوجوانان قریش میں اس کے چرچے تھے۔ عبداللہ کے چہرے میں اس کو نور نبوت نظر آیا تو پوچھا: تو کون ہے؟ عبداللہ نے حقیقت بیان کی تو کہا: کیا تو مجھ سے متمتع ہونے پر راضی ہے؟ میں تجھے سو اونٹ دوں گی۔ عبداللہ نے اس کی طرف دیکھ کے کہا

اما الحرام فالممات دونہ　　و الحل لا حل فاستبینہ

(فعل حرام تو ممکن نہیں' بجائے اس کے مرجانا قبول ہے اور حلال کی کوئی صورت نہیں کہ اس کی سبیل

Presented by www.ziyaraat.net

نکلے۔)

لکیف بالا مر الذی قنوینہ پھر وہ امر کیونکر ہو جو تیری نیت ہے۔

عبداللہ اس کے بعد آمنہ بنت وہب کے پاس جا کے رہے پھر جو (فاطمہ) خثعمیہ اور اس کے حسن و جمال کا خیال آیا کہ اس نے ان پر کیا بات پیش کی تھی تو اس کے پاس آئے مگر اب کے مرتبہ اس کی وہ توجہ نہ دیکھی جو پہلی بار دیکھی تھی۔ پوچھا۔

تو نے جو مجھ سے کہا تھا کیا اب اس پر بھی راضی ہے۔

فاطمہ نے جواب دیا: **قد کان ذالک مرۃ فالیوم لا۔** وہ ایک مرتبہ کی بات تھی اب نہیں یہ مقولہ اسی وقت سے ضرب المثل مشہور گیا۔

اس نے یہ بھی پوچھا: میرے بعد تو نے کیا کیا؟

عبداللہ نے کہا: میں اپنی بیوی آمنہ بنت وہب سے ملا۔

اس نے کہا: خدا کی قسم میں ایسی عورت نہیں جس کے چال چلن میں شک و شبہ کی گنجائش ہو۔ بات یہ ہے کہ میں نے تیرے چہرے میں دیکھا کہ نور نبوت چمک رہا ہے چاہا تھا کہ یہ نور مجھ میں آ جائے مگر خدا نے نہ چاہا اور اس نے اس کو وہیں منتقل کر دیا جہاں ہونا تھا۔

فاطمہ نے عبداللہ پر جو پیش کیا تھا اور عبداللہ نے اس سے انکار کیا تھا نوجوانان قریش کو بھی اس کی خبر ملی، انہوں نے اس سے تذکرہ کیا تو اس نے کہا۔

انی رایت مخیلتہ عرضت
فتلا لات بحنا تم القطر

میں نے دیکھا کہ ایک گھٹا سامنے ہے جو تیرہ و تار یعنی بابرکت ابر باراں سے روشن ہو گئی ہے۔

فلما نہا نور یضی لہ
ما حولہ کاضاءۃ الفجر

اس کے پانی میں ایک ایسا نور ہے جس سے اس کے اردگرد اسی طرح روشنی ہو رہی ہے جس طرح صبح صادق کی روشنی ہوتی ہے۔

و رایتہ شرفا ابوء بہ
ما کل قادح زندہ یوری

میں نے دیکھا کہ یہ ایک ایسی عزت ہے جو مجھے حاصل کرنی چاہئے لیکن ہر شخص جو چقماق جھاڑتا ہے ضروری نہیں کہ وہ کامیاب ہی ہو۔

للہ ما زہر یہ سلبت
ثوبیک ما استلبت و ما تدری

قبیلہ بنی زہرہ کی وہ خاتون کیسی خوش نصیب ہے جس نے اے عبداللہ تجھ سے یہ دولت حاصل کر لی اور تجھے خبر تک نہ ہوئی۔

اسی سلسلہ میں اس نے یہ بھی کہا:

بنی ہاشم قد غادرت من اخیکم
امینتہ اذ للباہ یعتلجان

اے بنی ہاشم تمہیں خبر بھی ہے تمہارے بھائی کا نور وضوء چھوٹی سی آمنہ نے اس سے لے لیا ہے۔

کما غادر المصباح بعد خبوہ
فتائل قلمیثت لہ بدھان

اس کی مثال ایسی ہے جس طرح چراغ کے بجھ جانے کے بعد بتیاں اس کے روغن میں تر رہتی ہیں۔

و ما کل ما خوی الفت من تلادہ
بحزم و لا فاتہ لتوان

انسان جو کسی متاع کہن پر حاوی ہو جائے تو یہ ہمیشہ یہ اس کے حزم دور اندیشی کا نتیجہ نہیں سمجھنا چاہئے اور جو بات اس سے رہ گئی اس کو اس کی سستی و غفلت پر محمول نہ کرنا چاہئے۔

فاجمل اذا طالبت امرا فانہ
سیکفیکہ جدان ایصطر عان

جب تو کسی امر کا طلبگار ہو تو اس میں خوبی اور خوش اسلوبی کو ملحوظ رکھ کہ دو باہم آویز نصیبوں کے نتائج تجھے کفایت کریں گے۔

سیکفیکہ اما ید مقضعلہ
و اما ید مبسوطتہ ببنان

جو مٹھی بند ہے یا جو ہاتھ کھلے ہوئے ہیں ان میں سے کوئی تیرے لئے کافی ہو گا اور عنقریب کافی ہو گا۔

و لما قصت منہ امینتہ ما قضت
نبا بصری عنہ و کل لسانی

(چھوٹی سی آمنہ نے جب فراغت حال کر لی تو پھر اس نوجوان کی جانب سے میری بصارت کندا اور زبان گونگی ہو گئی۔ یعنی اس واقعہ کے بعد اس کی طرف مجھ کو رغبت نہیں رہی۔

ابو یزید مدنی کہتے ہیں:

مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد عبداللہ قبیلہ خثم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس نے دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک ایسا نور تاباں ہے کہ اس کی چمک آسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے عبداللہ سے کہا:

ھل لک فی (آیا تو مجھ سے تمتع اٹھانے میں راغب ہے؟)

عبداللہ نے کہا

نعم حتی ارمی الجمرہ (ہاں مگر میں پہلے رمی جمرات کر لوں۔)

عبداللہ نے یہ کہہ کے رمی جمرات کے مناسک ادا کئے پھر اپنی بیوی آمنہ بنت وہب کے پاس گئے۔ پھر وہ خثعمیہ عورت یاد آئی تو وہاں پہنچے۔ اس نے پوچھا۔

ھل اتیت امراۃ بعدی (کیا میرے بعد تو کسی عورت کے پاس گیا ہے۔)

عبداللہ نے کہا:

نعم امراتی امینتہ بنت وہب (ہاں اپنی بیوی آمنہ بنت وہب کے پاس)

Presented by www.ziyaraat.net

خثعمیہ نے کہا:

فلا حاجتہ لی لیک انک مررت و بین عنیک نور ساطع الی اسماء فلماوقعت علیھا ذھب فاخبرھا انھا حملت خیر اھل الارض

(اب مجھے تیری ضرورت نہیں جب تو یہاں سے گذرا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور تابناک تاباں تھا۔ جب اس سے ملا تو نور جاتا رہا۔ اس کو اطلاع دے دے کہ وہ بہترین اہل زمین کی حاملہ ہے۔) (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۳۶ سطر ۱۵)

جناب عبداللہ کی شادی

عبدالمطلب اس فدیہ قربانی کے بعد جناب عبداللہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے قربان گاہ سے واپس ہو رہے تھے کہ (راستے میں کعبہ اللہ کے قریب) نوفل بن اسد کی بیٹی اور ورقہ بن نوفل کی بہن ام قتال کی نظر عبداللہ پر پڑی اور وہ بیت اللہ کے قریب کھڑی تھیں جمال ان کا دیکھا کہا عبداللہ کدھر تشریف لئے جا رہے ہو آپ نے جواب دیا میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ہوں۔ پھر ام قتال نے کہا اگر آپ میرے ساتھ اسی وقت ہم بستر ہوں تو اتنے ہی اونٹ پیش کروں گی جتنے اونٹوں کی قربانی آپ کے والد نے آپ کے نام پر دی ہے۔ عبداللہ نے جواب دیا میں تو اپنے والد کے تابع ہوں اور ان کی مرضی کے خلاف نہیں چل سکتا ہوں اور نہ (ان کو) چھوڑ سکتا ہوں۔ عبدالمطلب عبداللہ کو لئے ہوئے وہب بن عبدمناف بن زہرہ کے پاس جو قبیلہ بنی زہرہ کے سردار تھے تشریف لائے اور بی بی آمنہ بنت وہب مذکورہ سے شادی کر دی۔ بی بی آمنہ بنت وہب کی والدہ برہ تھیں جو عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی کی صاحبزادی تھیں اور برہ کی والدہ ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں اور ام حبیب کی والدہ برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب تھیں اور بی بی آمنہ کے گھر میں عقد ازدواج کی تکمیل کے بعد جناب بی بی آمنہ کا جناب عبداللہ سے زفاف ہوا اور سید الانبیاء و خاتم رسالت (ان کے) حمل میں آئے دوسرے دن عبداللہ بی بی آمنہ کے گھر سے واپس ہوئے اور ام قتال کے پاس گئے جو ایک دن پہلے خود کو پیش کر رہی تھی اور اس سے کہا کہ تو خود کو آج کیوں پیش نہیں کرتی۔

ام قتال نے کہا کل آپ کے چہرے پر ایک نور تھا اور آج وہ نور غائب ہے اس لئے اب مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے اس نے ورقہ بن نوفل سے سنا تھا کہ (قریشی) امت میں آل اسماعیل سے ایک نبی پیدا ہونے والے ہیں اور اسی طرح ایک اور کاہنہ کا قصہ ہے جب عبدالمطلب عبداللہ کی شادی کی نیت سے عبداللہ کو لے کر نکلے تو قبیلہ خثعم کی ایک کاہنہ فاطمہ بنت مرجو اپنے قبیلوں میں مشہور تھی اس کے پاس

سے گذر ہوا اس نے عبداللہ کے چہرے پر ایک نور دیکھا تو عبداللہ سے کہا اگر تم اسی وقت میرے ساتھ ہم بستر ہو تو سو اونٹ دوں گی جناب عبداللہ نے جواب دیا۔

اما الحرام فالممات دونہ
و الحل لاحل فاستبینہ
فکیف بالامر الذی تبغینہ
یحمی الکریم عرضہ و دینہ

حرام کاری سے موت بہتر ہے اور
کا کوئی محل نہیں ہے پس اس حقیقت سے باخبر رہ۔ وہ کام جس کی تو طالب
ہے وہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے
جبکہ مجھ جیسا شریف النسب دین اور آبرو کی حفاظت میں ہو۔

پھر عبداللہ نے کاہنہ سے کہا میں تو اپنے والد کے تابع ہوں اور ان کے پاس سے ہٹنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ پھر عبدالمطلب بیٹے کو لئے ہوئے بی بی آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ کے گھر پہنچے اور وہاں بی بی آمنہ سے شادی کر دی اور تین یوم قیام کے بعد واپس ہوئے تو پھر خثعمیہ کاہنہ کے پاس سے گذر ہوا اور عبداللہ نے اس سے اپنی طرف سے وہ بات کہی جو خثعمیہ نے کہی تھی کہ کیا تو اس کام کی خواہش رکھتی ہے جس کا اظہار پہلے کر چکی ہے اس نے کہا میں بدنام عورت نہیں ہوں میں نے آپ کے چہرے پر نور دیکھا تھا اس لئے میری خواہش تھی کہ وہ نور مجھے مل جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ وہ نور کسی اور عورت کو ملے اب یہ بتائیے کہ مجھ سے ملنے کے بعد آپ نے کیا کیا عبداللہ نے جواب دیا کہ میرے والد محترم نے میری شادی آمنہ بنت وہب سے کر دی ہے۔

اور فاطمہ بنت مر نے حسب ذیل اشعار کہے ہیں۔

انی رایت مخیلتہ لمعت
فتلا لست بحنا تم القطر
فسمبا بھا نور یضیء بہ
ما حولہ کا ضاء ۃ البدر
و رایت سقیاھا حیا بلد
وقعت بہ و عمارۃ القفر
فرجوا تہ فخر ابوء بہ
ما کل قادح زندہ یوری

Presented by www.ziyaraat.net

میں نے ایک برس پڑنے والے چمکیلے ابر کو دیکھا۔ جو یکایک چمکنے اور کالے گھرے بادلوں سے برسنے لگا۔ اس کے حسین چمکیلے انوار چودھویں رات کے چاند کی طرح ہیں جن سے اردگرد روشن ہو گئے ہیں میں نے دیکھا تھا کہ اس کی بارش جس شہر پر اور جس پر نازل ہو گی اس کو سبزہ زار اور مرغزار بنا دے گی پس میں نے امید لگائی تھی کہ اس فخر کو اپنی طرف پلٹا لوں گی لیکن ہر شخص اپنے چقماق کی رگڑ سے آگ روشن کرنے پر قادر نہیں ہوتا ہے۔

للہ ما زھریہ سلبت منک الذی سلبت و ما تدری

اللہ بھلا کرے زہری قبیلے کی بی بی کا کہ اس نے وہ چیز تجھ سے اے عبداللہ چھین لی ہے جس کا تجھے علم نہیں ہے۔

اور اسی بارے میں فاطمہ بنت مرنے یہ شعر بھی کہے ہیں۔

بنی ہاشم قد غادرت من اخیکم
امینتہ اذ للباء یعتر کان
کما غادر المصباح عند خودہ
فتائل قدر بلت لہ بدھان
فما کل ما یحوی الفتی ملا ذہ
لعزم و لا ما فا تہ لتوان
فاجمل اذا طالبت امرا فانہ
سیکفیکم جدان یعتلجان
سیکفیکہ اما ید مقفعلہ
و اما ید مبسوطہ بنان
و لما حوت منہ امینتہ ما حوت و لما حو
حوت منہ فخر اما الفلک شالی

اے بنی ہاشم تمہارے بھائی سے ایک امانت دار عورت نے جبکہ وہ دونوں جوش ہم بستری کے معرکے میں تھے قیمتی امانت خود حاصل کر لی اور ان کو خالی چھوڑ دیا ایک شعر کا ترجمہ ہے جس طرح چراغ گل ہونے کے وقت خود تو پھڑک کر گل ہو جاتا ہے اور تیل میں ڈوبی ہوئی بتیاں جن سے چراغ روشن تھا بے نور رہ جاتی ہیں۔ ہر وہ جوان مرد جس کے قبضے میں کوئی پناہ گاہ آ جائے اس کی کوشش سے نہیں ہے اور اگر ہاتھ سے نکل جائے تو اس کی سستی کا نتیجہ نہیں ہے۔ اے نوجوان مقصد کے حاصل کرنے میں خوبصورت راہ اقتصاد پردہ دو قسم کی خوش نصیبیاں ہیں جو علاج اور تدبیر سے تجھے کامیاب بناتی ہیں کسی خوش نصیب کے

لئے مفلوج انگلیوں والا ہاتھ کافی ہو گا یا کھلی انگلیوں والا ہاتھ کافی ہو گا۔
ہر حال میں امینہ آمنہ جس چیز پر قابض ہوئی ہے وہ بڑے فخر و مباہات کی چیز ہے اور میں اس مرتبے کے لائق نہیں ہوں۔

اور اس روایت کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ عورت جس کے پاس سے عبداللہ کا گزر ہوا تھا وہ اس کاہنہ کے علاوہ کوئی اور عورت تھی اور صحیح علم اللہ بزرگ و برتر کو ہے۔ زہری کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے عبداللہ کی شادی کے بعد ان کو کھجوریں خریدنے کے لئے مدنیہ روانہ کیا تھا اور وہیں انتقال ہو گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ملک شام میں تھے اور قریشی قافلہ کے ساتھ واپس ہو رہے تھے اور بحالت مرض مدینہ پہنچ کر ٹھہر گئے اور انتقال کر گئے اور نابغہ جعدی کے گھر میں دفن کئے گئے۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور اٹھائیس سال بھی بتائی جاتی ہے۔ (تاریخ کامل جلد ۱ ص ۶ سطر ۸)

البدایہ والنہایہ

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ رسم نذر کی ادائیگی کے بعد جناب عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف چل دیئے۔ راستے میں خانہ کعبہ کے قریب انہیں ایک عورت ملی جس کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی میں قصی کی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی بن کی بہن ام قتال تھی۔

اس عورت نے ان دونوں باپ بیٹوں یعنی عبدالمطلب اور عبداللہ کو ساتھ ساتھ وہاں سے گزرتے دیکھا تو عبداللہ سے پوچھا: عبداللہ تم کہاں جا رہے ہو؟ وہ بولے۔ مجھے میرے والد اپنے ساتھ لئے جا رہے ہیں' جہاں بھی یہ لے جائیں گے وہیں چلا جاؤں گا۔

وہ عورت یعنی ام قتال نے عبداللہ سے کہا: کیا تم کوئی قربانی کے اونٹ ہو کہ تمہیں نکیل پکڑ کے جہاں کوئی چاہے لے جائے؟

عبداللہ نے جواب دیا: یہ میرے والد ہیں' نہ میں ان کی حکم عدولی کر سکتا ہوں نہ ان سے جدائی برداشت کر سکتا ہوں۔

بہرکیف یہ کہہ کر عبداللہ اپنے والد عبدالمطلب کے ساتھ آگے بڑھ گئے جو انہیں لے کر وہب بن عبدمناف بن زہرہ کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کے پاس گئے جو ان دنوں اپنے قبیلے بنی زہرہ کے سردار تھے اور ان سے درخواست کی کہ وہ عبداللہ کو اپنی فرزندی میں لے لیں یعنی اپنی بیٹی آمنہ سے ان کی شادی کر دیں۔

Presented by www.ziyaraat.net

چونکہ دونوں خاندانوں کا تعلق آخر میں بنی اسماعیل ہی تک جاتا تھا اس لئے وہب بن عبد مناف نے اپنی بیٹی آمنہ کی شادی جو اپنے قبیلے میں "سیرت النساء" کہلاتی تھیں عبدالمطلب کے بیٹے سے بخوشی و خوشدلی کر دی۔

کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب حضرت آمنہ بنت وہب کو رخصت کرا کے اس مکان میں لائے جوانہوں نے ان کے لئے لیا تھا اور وہیں حضرت آمنہ کے شکم مبارک میں وہ حمل قرار پایا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت با سعادت پر منتج ہوا۔

اس استقرار حمل کی اطلاع پاک کر ایک عورت اس مکان میں آئی تو اس وقت عبداللہ وہاں موجود نہ تھے۔

مالک مکان نے اس عورت سے پوچھا: کچھ یاد ہے کہ تم نے عبداللہ سے کیا تمنا کی تھی؟

عورت نے پوچھا "کونسی تمنا؟"

مالک بولا: کونسی تمنا! ارے تم کل کی بات آج بھول گئیں۔

عورت بولی: کل کی بات آج کیسے یاد رکھ سکتی ہوں جب کہ عبداللہ کے پاس کل والی چیز ہی نہیں ہے۔ تو آج مجھے اس سے کیا مطلب؟

کہتے ہیں کہ شادی کے بعد عبداللہ کی پیشانی جس نور سے شادی سے قبل چاند کی طرح چمکتی تھی وہ ان کی پیشانی سے حضرت آمنہ کے شکم مبارک میں منتقل ہو گیا تھا اور اس عورت کی مراد عبداللہ کی پیشانی کے اسی نور سے تھی۔

جب ام قتال کے بھائی ورقہ بن نوفل کو حضرت آمنہ کے شکم مبارک میں عبداللہ سے استقرار حمل کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا کیونکہ اس سے قبل جو کتابیں وہ پڑھا کرتا تھا ان میں لکھا تھا کہ اس کی قوم میں ایک عظیم المرتبت نبی پیدا ہو گا۔ اس نبی کی رسالت کی عظمت کا ذکر قرآن مجید میں بھی ان الفاظ میں آیا ہے۔ کہ اَللّٰہُ اَعلَمُ حَیثُ یَجعَلُ رِسَالَتَہ یعنی (اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اس کی رسالت کا محل کون سا ہے اور وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے۔ (۶: ۱۲۴)

وہ عورت جس نے عبداللہ سے پوچھا تھا کہ عبداللہ تم کہاں جا رہے ہو اور وہ عورت بھی مالک سے جس کی گفتگو کا ذکر سطور بالا میں آیا ہے ام قتال ہی تھی اور وہی حضرت عبداللہ سے سب عورتوں سے زیادہ شادی کی مشتاق تھی۔

ام قتال ہی تھی جسے عبداللہ کی آمنہ بنت وہب زہریہ سے شادی کا سب عورتوں سے زیادہ ملال ہوا تھا۔

بیہقی یونس بن بکیر کے توسط اور ابن اسحٰق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ام قتال نے عبداللہ کی آمنہ بنت وہب کے ساتھ شادی اور آمنہ کے شکم مبارک میں اس سے استقرار حمل کی خبر سن کر نہایت حسرت آمیز شعر کہے تھے۔

ابوبکر محمد بن جعفر بن سہل الخرائطی کہتے ہیں کہ ان سے علی بن حرب، محمد بن عمارہ القرشی، مسلم بن خالد الزنجی اور ابن جریج نے عطاء بن ابی رباح اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا کہ ابن عباس نے بتایا کہ جب عبداللہ اپنے والد عبدالمطلب کے ساتھ قبیلہ زہریہ کی طرف جا رہے تھے تو انہیں راستے میں ایک کاہنہ فاطمہ بنت مرالخثعمیہ ملی اور اس نے ان کے چہرے پر نور نبوت دیکھ کر ان کے ساتھ شادی کی خواہش کا اظہار کیا اور اس کے لئے انہیں سو اونٹوں کی پیشکش بھی کی لیکن وہ اس کے جواب میں دو شعر اسے سنا کر اپنے والد کے ساتھ آگے بڑھ گئے اور ان کے ساتھ قبیلہ زہریہ میں وہب بن عبد مناف کے پاس چلے گئے جہاں ان کے والد نے عبد مناف کی بیٹی آمنہ سے ان کی شادی کا پیغام دیا جو قبول کر لیا گیا اور آمنہ بنت وہب سے عبداللہ کی شادی ہو گئی۔

اس روایت کے آخر میں بیان کیا گیا ہے کہ جب اس کاہنہ فاطمہ بنت مر کو عبداللہ سے آمنہ کی شادی اور آمنہ کے شکم مبارک میں اس شادی کے نتیجے میں استقرار حمل کی خبر ہوئی تو وہ رو پڑی اور اپنی ناکامی پر ام قتال کی طرح بہت سے حسرت آمیز اشعار کہے جو کتب تواریخ میں اب تک محفوظ ہیں۔

امام ابو نعیم الحافظ اپنی کتاب "دلائل النبوۃ" میں یعقوب بن محمد زہری کے توسط سے عبدالعزیز بن عمران، عبداللہ بن جعفر، ابن عون، مسعود بن مخرمہ اور ابن عباس کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ عبدالمطلب ایک دفعہ گرمی کے موسم میں مکے سے یمن کا سفر کر رہے تھے تو راستے میں حبر کے پاس جس کا تعلق قوم یہود سے تھا کچھ دیر کے لئے ٹھہر گئے اور وہیں اہل کتاب میں سے ایک شخص نے ان سے کہا: عبدالمطلب! کیا آپ مجھے اپنے بدن کے کچھ حصے دیکھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟

اس کے جواب میں عبدالمطلب بولے: "ضرور بشرطیکہ وہ ستر عورت میں سے نہ ہوں۔"

وہ شخص بولا: "اگر آپ میرے سامنے اپنے ایک ہاتھ کی ہتھیلی کھولیں۔"

عبدالمطلب نے اپنے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی اس کے سامنے کر دی جسے وہ کچھ دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ان کے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کھلوائی اور اسے بھی خاصی دیر تک دیکھنے کے بعد بولا:

"آپ کے ایک ہاتھ میں نبوت اور دوسرے میں حکومت کے آثار پائے جاتے ہیں۔"

اس کے بعد اس شخص نے عبدالمطلب سے کہا کہ "نبوت کے آثار جہاں تک میں نے دیکھا ہے آپ سے بنی زہرہ کی طرف منتقل ہوتے نظر آتے ہیں۔"

عبدالمطلب نے پوچھا: "وہ کیسے؟"

اس نے کہا: "یہ تو مجھے معلوم نہیں۔" پھر عبدالمطلب سے پوچھا: "کیا آپ کی شاغہ ہے؟"

عبدالمطلب نے پوچھا: "شاغہ کیا؟"

وہ بولا: "زوجہ۔"

Presented by www.ziyaraat.net

عبدالمطلب نے کہا: "آج کل تو کوئی نہیں ہے۔"
یہ سن کر وہ شخص بولا: "تو پھر تم جب اس سفر سے واپس مکے جاؤ تو وہاں بنی زہرہ میں شادی کر لینا۔"
چنانچہ جب عبدالمطلب یمن سے مکے واپس آئے تو انہوں نے ہالہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہری سے شادی کر لی جن کے بطن سے حمزہ اور صفیہ پیدا ہوئے۔
اس کے بعد انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کی آمنہ بنت وہب سے شادی کی جن کے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت ہوئی۔
جب عبداللہ کی آمنہ بنت وہب سے شادی کی خبر قریش کو ہوئی تو وہ یک زبان ہو کر بولے۔
"لو بھئی عبداللہ تو اپنے باپ سے بھی بازی لے گیا۔" (البدایہ و النہایہ جلد۱ ص ۵۵۴ سطر۱)
روایت ہے کہ جب عبداللہ کا عقد آمنہ سے ہو گیا دو سو عورتیں ان کی حسرت میں ہلاک ہو گئیں اور جب وقت آیا کہ وہ نور عبداللہ کی جانب منتقل ہو اس قدر روشن و درخشاں ہوا کہ کسی کی طاقت نہ تھی کہ رات کے وقت ان کے روئے تاباں پر نظر کر سکے وہ جس پتھر یا درخت کی جانب سے گزرتے تھے وہ سب آپ کی طرف سجدہ میں گر پڑتے تھے اور حضرت کو سلام کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ نے سوئے بہشت رحلت فرمائی جناب رسالت ماب صلعم کی عمر مبارک دو ماہ کی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ سات مہینے کے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ اور جب حضرت آمنہ کی وفات ہوئی حضرتؐ کا سن مبارک چار سال کا تھا۔ ایک روایت ہے کہ حضرت چھ سال کے تھے اور ایک روایت کے مطابق دو سال چار مہینے کے تھے۔ ان کا انتقال ابوا میں ہوا جو مکہ و مدینہ کے درمیان ایک منزل ہے۔ اور جب حضرت عبدالمطلبؓ نے وفات پائی تو آپ کی عمر آٹھ سال دو مہینے دس روز کی تھی۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۹۱ سطر ۱۸)

عبداللہ کی وفات

محمد بن کعب اور ایوب بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں:
قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام میں تجارت کے لئے جا رہا تھا۔ عبداللہ بن عبدالمطلب بھی نکلے اور غزہ تک گئے۔ اہل قافلہ تجارت سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو مدینے سے گزرے عبداللہ اس وقت بیمار تھے کہا کہ میں اپنے ننھیال بنی عدی النجار کے لوگوں میں رہ جاتا ہوں' وہاں وہ ایک مہینے تک ٹھہرے اور لوگ چلے گئے اور مکہ پہنچے عبدالمطلب نے عبداللہ کی نسبت دریافت کیا تو کہا۔
وہ بیمار تھے' ہم انہیں ان کے ننھیال یعنی خاندان عدی ابن النجار میں چھوڑ آئے۔

عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا۔ تو عبداللہ وفات پا چکے تھے۔ اور نابغہ کے گھر میں دفن ہوئے تھے' نابغہ عدی بن النجار کے ایک فرد تھے اور ان کا گھر (جس میں عبداللہ دفن ہوئے) وہ ہے کہ جب تم اس محلہ میں داخل ہو گئے تو تمہارے بائیں جانب ایک چھوٹی سی عمارت پڑے گی۔
ننھیال والوں نے حارث سے عبداللہ کی بیماری' ان کی تمریض و تیمار داری کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ ہم انہیں دفن کر چکے' حارث یہ سن کر واپس آئے' عبدالمطلب کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو خود ان کو اور عبداللہ کے بھائی بہن سب کو سخت صدمہ ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بطن مادر میں تھے' عبداللہ نے پچیس برس کی عمر میں وفات پائی۔
محمد بن عمر الواقدی کہتے ہیں:
عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات اور ان کی عمر کے متعلق جتنی روایتیں ہیں ان سب میں صحیح ترین قول ہمارے نزدیک یہی ہے۔
زہری کہتے ہیں:
عبدالمطلب نے عبداللہ کو مدینے میں سوکھے چھوارے لینے بھیجا تھا۔ مدینہ ہی میں وہ انتقال کر گئے۔
محمد بن عمر کہتے ہیں:
ثابت ترین روایت پہلی ہے۔
ابو عبداللہ محمد بن سعد کہتے ہیں۔
عبداللہ کی وفات کی نسبت ہم سے ایک روایت اور بھی کی گئی ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہے۔
ہشام نے اپنے والد محمد بن السائب اور عوانہ بن الحکم' دونوں صاحبوں سے روات کی ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب نے اس وقت وفات پائی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۸' ۲۹ مہینے کے ہو چکے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ (۷) مہینے کے ہو چکے تھے۔
محمد بن سعد کہتے ہیں:
ثابت ترین روایت پہلی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطن مادر ہی میں تھے کہ عبداللہ انتقال کر گئے۔
محمد بن عمر بن واحد الاسلمی کہتے ہیں:
عبداللہ بن عبدالمطلب نے ام ایمن کو پانچ اوارک اونٹوں کو اور بھیڑوں کے ایک مختصر گلے کو ترکے میں چھوڑا جس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارث ہوئے' اوارک ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کی خوراک درخت اراک (پلو) ہے۔ ام ایمن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ گری نصیب ہوئی ان کا نام برکتہ تھا۔

Presented by www.ziyaraat.net

آمنہ بنت وہب اپنے شوہر عبداللہ بن عبدالمطلب کے مرثیے میں کہتی ہیں

فا جانب البطحاء من ابن ہاشم　　و جاور لحدا خارج جانی الغماغم

فرزند ہاشم کی وفات کے باعث کنارہ بطحاء کا نام و نشان تک مٹ گیا' نوحہ و بکا و گریہ و غوغا غیر متمیز شور میں باہر نکل کے وہ ایک لحد کا مجاور ہو گیا۔

دعتہ المنایا دعوۃ فاجابہا　　و ما ترکت فی الناس مثل ابن ہاشم

موت نے اسے دعوت دی اور اس نے وہ دعوت قبول کر لی' انسانوں میں کسی ایک کو بھی موت نے ایسا نہ چھوڑا جو فرزند ہاشم جیسا ہوتا۔

عشیتہ راحو یحملون سریرہ　　تعاورہ اصحابہ فی التراحم

شب میں اس کا تابوت اٹھا کے چلے تو اس کے ساتھیوں نے انبوہ میں تابوت کو دست بدست لیا۔

فان یک غالتہ المنایا وریبہا　　فقد کان معطاء کثیر التراحم

اگر وہ مر گیا تو کیا ہوا' اس کے آثار خیر تو نہیں مرے' کیونکہ وہ نہایت درجہ فیاض اور بہت ہی رحم دل تھا۔

آپ کی ولادت سے پہلے علامات

حضرت عبدالمطلب کا خواب

خرگوش نے شرف النبوۃ میں لکھا ہے کہ ابو طالب سے مروی ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ ایک درخت ان کی پشت پر اگا ہوا ہے جس کی چوٹی آسماں تک ہے اور اس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں اور اس کی روشنی ضیاء و شمس سے سات گنا زیادہ ہے اور عرب و عجم اسے سجدہ کر رہے ہیں اور قریش کا ایک گروہ اسے قطع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جب وہ لوگ قریب آئے تو ایک خوبصورت جواں نے انہیں پکڑ لیا اور ان کی کمریں توڑ دیں اور آنکھیں نکال دیں۔ حضرت عبدالمطلب نے یہ خواب قریش کی کاہنہ سے بیان کیا اس نے کہا تعبیر یہ ہے کہ تمہارے صلب سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جو شرق و غرب کا مالک ہو گا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب کا خواب

عباس بن عبدالمطلب نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں حضرت عبداللہ کو دیکھا کہ ان کے نتھنے سے ایک سفید پرندہ نکلا وہ اڑتا ہوا مشرق سے مغرب تک چلا گیا اور پھر خانہ کعبہ پر آ بیٹھا تمام قریش نے اس کو سجدہ

کیا۔ اسی وقت مابین زمین و آسماں ایک نور پیدا ہوا جو مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔ بنی مخزوم کی کاہنہ سے تعبیر پوچھی اس نے کہا عبداللہ کے صلب سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جو مشرق اور مغرب کے لوگوں کو اپنا تابع بنائے گا۔

حضرت عبدالمطلب کا دوسرا خواب

حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک سفید چمکتی زنجیر نکلی جس کی چار طرفیں تھیں ایک کنارہ مشرق میں پہنچا دوسرا مغرب میں اور ایک سرا آسمان سے جا ملا اور دوسرا زمین کے اندر چلا گیا۔ پھر وہ نور سمٹ کر ایک درخت بن گیا جس کی شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی تھیں اور مشرق و مغرب تک چھائی ہوئی تھیں اور ایک نور ان سے ساطع تھا۔ میں اس کے درخت کے نیچے بیٹھا تھا اور میرے مقابل دو آدمی تھے یعنی نوح و ابراہیم جو اس درخت کے سایہ میں تھے۔ یہ واقعہ کاہن سے بیان کیا گیا تو اس نے آنحضرتؐ کی ولادت کی بشارت دی۔

سطیح کی بشارت

کسریٰ نے نعمانؒ بن منذر کو لکھا کہ کسی عالم کو بھیجے اس نے عبدالمسیح بن نفیلہ غامی کو بھیجا۔ کسریٰ نے ایک خواب بیان کر کے اس سے تعبیر چاہی اس نے کہا ملک شام میں میرا ماموں سطیح کاہن ہے وہ بتا سکتا ہے۔ اس نے کہا جا کر اس کو لے آ۔ عبدالمسیح جب وہاں پہنچا تو سطیح پر نزع کا عالم طاری تھا۔ جب آنکھ کھولی تو عبدالمسیح سے کہا تجھے بادشاہ نے ایک خواب کی تعبیر کے لئے بھیجا ہے جس میں اس نے دیکھا تھا کہ اس کے محل میں زلزلہ آیا ہے اور آتش خانوں کی آگ سرد پڑ گئی ہے اے عبدالمسیح وہ وقت آ گیا کہ ساوہ جھیل خشک ہو جائے اور آتش کدہ فارس کی آگ بجھ جائے۔ یہ علامت ظہور نبی آخر الزماں کی ہے۔

کسریٰ اور فرشتہ

زہری نے روایت کی ہے کہ اللہ کا ایک فرشتہ کسریٰ کے پاس آیا اور کہا اسلام قبول کر ورنہ اس عصائے سلطنت کو توڑ دے اس نے کہا ٹھہر ٹھہر۔ فرشتہ چلا گیا اس نے اپنے دربانوں سے کہا کہ اس شخص کو کیوں آنے دیا انہوں نے کہا ہمیں تو خبر نہیں کہ کدھر سے آیا۔ اگلے سال فرشتہ پھر آیا اور وہی کہا تیسری بار پھر

Presented by www.ziyaraat.net

آیا اور وہی کہا اس نے کہا ٹھہر ٹھہر۔ فرشتہ نے عصا توڑ دیا اور چلا گیا چند روز بعد اس کے بیٹے نے حملہ کرکے اسے قتل کردیا۔

علامات

آباء نبی کی پیشانیوں میں نور نبوت کی جلوہ گری تھی۔ جب ابرہہ ہاتھیوں کو لے کر کعبہ کو گرانے کے لئے آیا تو عبدالمطلب اس سے ملے اور ان کے جو اونٹ اس کی فوج نے پکڑ لئے تھے ان کی واگزاشت کے لئے کہا۔ اس نے کہا تم نے اپنے اونٹ تو مانگے اور اس گھر کے متعلق کچھ نہ کہا جس کے ڈھانے کے لئے میں آیا ہوں فرمایا میں اونٹوں کا مالک ہوں اس گھر کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ نے اونٹ واپس کردیئے۔ حضرت عبدالمطلب قریش کے پاس آئے اور حال بیان کیا اور کعبہ کی زنجیر پکڑ کر خدا سے دعا مانگی۔ اس وقت کعبہ سے ایک نور ظاہر ہوا آپ نے قوم سے فرمایا اب اپنے گھر کو جاؤ۔ قسم خدا کی میری جبین سے جب یہ نور ظاہر ہوا ہے میں نے فتح پائی ہے۔ اس وقت بھی وہی کیفیت ہے۔ آپ کو دیکھ کر ہاتھی نے سجدہ کیا فرمایا اے محمود ہاتھی نے سرہلایا فرمایا تو جانتا ہے تجھے کیوں لائے ہیں۔ ہاتھی نے سرہلا کر کہا نہیں۔ فرمایا اس لئے لائے ہیں کہ تیرے رب کا گھر گرائیں کیا تو ایسا کرے گا اس نے سرہلا کر کہا نہیں۔

عرب کی ایک خاتون فاطمہ بنت مرہ تھی ایک روز حضرت عبداللہ اس کی طرف سے گزرے اس نے کہا تم وہی ہو جن کے باپ نے فدیہ کے سو اونٹ دیئے تھے۔ فرمایا ہاں اس نے کہا اگر ایک بار تم مجھ سے ہم بستر ہو تو میں سو اونٹ نذر کروں۔ حضرت عبداللہ یہ سن کر وہاں سے چلے گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کی تزویج جناب آمنہ سے کردی جب نور رسالت حضرت آمنہ کی طرف منتقل ہوگیا اور حضرت عبداللہ پھر اس عورت کی طرف سے گزرے تو اس نے توجہ نہ کی۔ آپ نے پوچھا اب تیری گرویدگی کیوں نہیں۔ اس نے کہا اب آپ کی پیشانی میں وہ نور نہیں جس کی خواہش تھی۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص ۷ سطر ۳)

حمل آمنہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتی تھیں۔
ہم لوگ سنا کرتے تھے کہ آمنہ بنت وہب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حاملہ ہوئیں تو کہتی

تھیں:
مجھے یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ میں حاملہ ہوں' نہ ویسی گرانی کا احساس ہوا۔ جیسی عورتوں کو ہوا کرتی ہے البتہ نئی بات ایام کی بندش تھی وہ گاہے بند ہو جاتے گاہے عود کر آتے۔
ایک مرتبہ میں سوتے جاگتے کی درمیانی حالت میں تھی کہ ایک آنے والے نے آکے مجھ سے کہا:
تو نے محسوس بھی کیا کہ تو حاملہ ہے؟
میں نے گویا اس کا یہ جواب دیا۔
میں کیا جانوں۔
اس نے کہا:
"تو اس امت کے سردار اور پیغمبر کی حاملہ اور یہ واقعہ یعنی استقرار حمل دوشنبہ ہوا ہے۔"
آمنہ کہتی ہیں کہ یہی بات تھی جس نے مجھ کو حمل کا یقین دلایا۔ پھر ایک زمانہ تک سکوت رہا تا آنکہ ولادت کا وقت قریب آیا تو وہی پھر آیا اور اس نے کہا:
کہہ: **اعیذہ بالصمد الواحد من شر کل حاسد** (میں ایک حاسد کے شر سے اس بچہ کے لئے خدائے واحد و صمد سے پناہ مانگتی ہوں۔)
آمنہ کہتی ہیں:
میں (اس تعلیم کے مطابق یہی کہا کرتی تھی' عورتوں سے تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا اپنے دونوں بازوؤں اور گلے میں لوہا لٹکا لے' لوہا لٹکا تو لیا مگر چند ہی روز لٹکا رہا پھر میں نے اس کو کٹا ہوا پایا۔ تو پھر نہ لٹکایا۔)
زہری کہتے ہیں:
آمنہ کہتی تھیں کہ میں حاملہ ہوئی تو ——— وضع حمل تک کسی قسم کی مشقت نہ پائی۔
اسحاق بن عبداللہ کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ کہتی تھیں کہ بارہا میں حاملہ ہوئی میرے لڑکے ہوئے لیکن اس سے زیادہ بھیڑ بکریوں کا کوئی بچہ بھاری نہ رہا ہوگا۔
محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں:
یہ قول (یعنی اسحاق بن عبداللہ کا بیان مذکور الصدر) من جملہ تو ان باتوں کے ہے جو ہمارے نزدیک مجہول ہیں اور اہل علم اس سے واقف نہیں' آمنہ بنت وہب اور عبداللہ بن عبدالمطلب کے بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوسرا لڑکا ہی نہیں ہوا۔
ابو جعفر محمد بن علی کہتے ہیں: آمنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حامل ہی تھیں کہ انہیں حکم ملا "احمد نام رکھنا۔" (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۴۰ سطر ۱۲)

Presented by www.ziyaraat.net

نزول رحمت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی رحمت کے نزول کے لئے قمری سال کے تیسرے مہینہ یعنی ربیع الاول کو منتخب فرمایا۔ ربیع الاول کے معنی ہیں پہلی بہار۔ درحقیقت یہی وہ پہلی بہار ہے کہ جس میں ریاض حق پرسی۔ عقید تمندوں کی بستی۔ بادہ خواران مئے حب محمدؐ کی مستی۔ بلکہ گلستان عالم کی بہارستان ہستی میں بہار آئی۔ ایسی بہار کہ جس سے نور وحدت کی کلی چٹکی۔ نسیم صبح رحمت کی مہک باغ فردوس تک پہنچی۔ اور مشیت الٰہی کی ادا بدلی۔ گلستان عالم کی فضا بدلی۔ زمانے کی ہوا بدلی۔ نوع انسان کا بخت چمکا۔ اور تخت رحمت پر جلوہ فگن ہو کر عرش سے فرش تک رحمت اللعلمین کی سواری آئی۔

اس میں شک نہیں کہ چرخ نیلی فام کے نیچے بارہا ایسی بہاریں آئیں جن کے تذکرہ سے روح میں تازگی اور شگفتگی آنے لگتی ہے اس نیلگوں شامیانہ فلک کے زیر سایہ ایسی بزم آرائیاں ہوئیں جن کی آرائش و زیبائش کو دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ لیکن جو بہار اب شروع ہونے والی تھی۔ جس بزم آرائی کا سامان اب ہو رہا تھا یہ اپنی نوع کی وہ روح پرور پہلی بہار تھی۔ وہ لازوال بزم آرائی تھی کہ جس کے انتظار میں چرخ کہن سال نے مدتوں کروٹیں بدلیں۔ سیارگار فلک ازل سے جس کی آمد کے واسطے چشم براہ تھے۔ یہی وہ روح افزاء بہار تھی جس کے لئے خلیل اللہ دعائیں کرتے رہے۔ کلیم اللہ کے دل میں اسی کی تمنا رہی۔ روح اللہ اسی کی آمد کی بشارتیں سناتے رہے۔

اگر نگاہ بصیرت سے دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ کارکنان قضاء و قدر کی یہ بزم آرائیاں۔ عناصر کی جدت طرازیاں مہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آدمؑ کی خلقت' نوحؑ کی نوحہ گری' ابراہمؑ کی توحید' ایوبؑ کا صبر' یعقوبؑ کی بے قراری۔ یوسفؑ کا حسن' داوٗدؑ کی عدالت' سلیمانؑ کی حکومت' خضرؑ کا علم اور لقمان کی حکمت' موسیٰؑ کی ہیبت اور معجزہ نمایاں' عیسیٰؑ کا زہد اور جاں نوازیاں یہ جو کچھ بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک' سید لولاک' مدار خلقت افلاک' وجہ تخلیق کائنات' باعث تنویر شبہات' کاشف راز حیات' کلید اسرار کائنات' مجسمہ خالق و مساوات' ختم رسل' ہادی سبل' مولائے کل' مسلم اول' مرسل آخر' سوار اشہب دوران' فروغ دیدۂ امکان' رونق بزم یزداں' متاع عالم امکاں' حریم حرم کے نگہ بان' الفقر فخری کے سلطان' نور خدا بشکل انساں' سید الثقلین' والی دارین' شہنشاہ کونین' نبی الحرمین' جد الحسن و الحسین' نازش ارضا و سما' سرخیل انبیاء' محبوب کبریا' ودیعت الٰہی کے نایاب گوہر' مشیت الٰہی کے لاجواب جوہر' منتظم نظام قضا و قدر' سید الوریٰ' خیرالبشر' گوہر گنجینہ' علم و کمال' آئینہ جوہر حسن و جمال' خلیلؑ اور ذبیحؑ کی دعا۔ بشارت موسیٰ کے مدعا' نوید عیسیٰ کے اقتضاء' احمد مجتبیٰ' حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التیحتہ

و الثناء کی بزم آرائی کے لئے تھا۔ خاتم الانبیاء کے دربار کی سجاوٹ کے لئے تھا۔

بہرکیف یہی وہ بزم آرائی تھی۔ یہی وہ اولین بہار روح افزاں تھی کہ جس کی آمد پر ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گرے۔ طاق کسریٰ شق ہوا۔ شان عجم' شوکت روم اور اوج چین کے قصرہائے فلک بوس پیوند زمین ہو گئے۔ بت پرست بت شکن بن گئے۔ بت اور بت کدے خاک میں مل گئے۔ یہودیت کا تار و پود بکھر گیا۔ شجر نصرانیت کے خزاں دیدہ پتے ایک ایک کرکے جھڑ گئے۔ مجوسیت کی شیرازہ بندی ٹوٹ گئی۔ جہالت و گمراہی کا اندھیرا چھٹ گیا۔ اطراف و اکناف عالم میں نور توحید کا اجالا پھیل گیا۔

یہی وہ ساعت سعید تھی یہی وہ وقت نیک تھا جبکہ غار حرا میں چمکنے والا نور جس سے شمس و قمر کو ضیا ملی۔ زحل اور عطارد و مشتری اور مریخ بقعہ نور بنے۔ وہی نور جبین انسانیت کے اقبال کا ستارہ بن کر افق مکہ پر طلوع ہوا۔ سرزمین حجاز کی عظمت بڑھی۔ مکہ معظمہ اور اللہ تعالیٰ نے لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ فرما کر اس شہر کی قسم کھائی۔ اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ میرے حبیب! تم اس شہر میں مقیم ہو۔ تمہارے یہاں مقیم ہونے کی وجہ سے اس کی عزت و عظمت میں اضافہ ہو گیا۔ (حیات مقدسہ)

ولادت حضرت محمد مصطفیٰؐ

جاننا چاہئے کہ علمائے امامیہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت سترھویں ماہ ربیع الاول کو ہوئی' اور دوسرے لوگ بارہویں ربیع الاول جانتے ہیں اور انہیں میں سے بعض آٹھ یا دس ربیع الاول کے قائل ہیں اور ان میں سے شاذ و نادر ماہ رمضان میں سمجھتے ہیں۔ حضرت کی والدہ ایام تشریق میں درمیان جمرہ کے مقام پر عبداللہ بن عبد المطلب کے گھر حاملہ ہوئیں اور حضرتؐ کی ولادت مکہ معظمہ میں شعب ابی طالب میں محمد بن یوسف کے مکان میں داہنی جانب کے حجرہ میں واقع ہوئی اور ہارون رشید کی ماں خیزران نے اس حجرہ کو مکان سے باہر نکال کر مسجد بنا دیا جس میں لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ اور عامہ کہتے ہیں کہ روز دو شنبہ کو حضرتؐ پیدا ہوئے اور نوشیرواں کی بادشاہی کے سات سال باقی تھے۔ بعض کا قول ہے کہ ہرمزبن نوشیرواں کی بادشاہی کے زمانہ میں آنحضرتؐ کی ولادت ہوئی۔ طبری کا قول ہے کہ نوشیرواں کی حکومت کے بیالیس سال گزرے تھے۔ اس قول کی موید وہ روایت ہے جو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں بادشاہ عادل کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ بیان کرتے ہیں کہ شباط رومی کی بیس اور بعض کا قول کا ہے کہ پہلی یا بیس یا اٹھائیس تاریخ شباط رومی کی تھی اور اہل فارس کے مہینے دے کی سترہویں تاریخ تھی اور حمل قمر سے ستارہ عقرب طالع تھا اور ابو معشر کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت کا طالع جدی بیسویں درجہ میں تھا اور زحل و مشتری برج عقرب میں تھے۔ مریخ اپنے خانہ میں برج حمل میں تھا اور سورج شرف حمل میں تھا اور زہرہ شرف

Presented by www.ziyaraat.net

برج حوت میں تھا اور عطارد بھی حوت میں تھا۔ چاند بھی پہلے میزان میں اور راس جوزا میں تھا اور ذنب قوس میں۔ اور حضرتؐ اپنے مکان میں پیدا ہوئے بعد میں وہ مکان عقیل بن ابی طالب کو دے دیا۔ عقیل نے اس کو محمد بن یوسف حجاج کے بھائی کے ہاتھ فروخت کر دیا اس نے اس کو اپنے مکان میں شامل کر لیا۔ ہارون کا زمانہ آیا تو اس کی ماں خیزراں نے اس کو محمد بن یوسف کے مکان سے الگ کر کے مسجد بنا دیا وہ اب تک اسی حال پر باقی ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور ابن بابویہ نے بیان کیا ہے کہ آنخضرت کی والدہ اٹھارہویں ماہ جمادی الاخری شب جمعہ کو حاملہ ہوئیں۔ پھر بسند معتبر حضرت ابو طالب سے روایت کی ہے کہ عبدالمطلب نے فرمایا کہ میں ایک رات حجر اسمٰعیل میں سویا ہوا تھا ناگاہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ صبح کو بیدار ہوا تو مجھے راہ میں ایک کاہن نے دیکھا کہ میں کانپ رہا تھا۔ اور میرے سر کے بال میرے کاندھے پر پڑے ہوئے ہل رہے تھے۔ اس نے مجھ میں تغیر مشاہدہ کیا تو پوچھا کہ بزرگ عرب کو کیا امر درپیش ہوا کہ اس کا رنگ ایسا متغیر ہو گیا ہے۔ کیا کوئی حادثہ واقع ہوا ہے؟ میں نے کہا آج میں حجر اسمٰعیل میں سویا ہوا تھا خواب دیکھا کہ ایک درخت میری پشت سے روئیدہ ہوا اور اس قدر بڑھا کہ آسمان تک بلند ہو گیا اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں جا پہنچیں۔ اور اس درخت سے ایک نور نکلا جو آفتاب نور سے ستر گنا زیادہ تھا اور عرب و عجم اس درخت کو سجدہ کر رہے تھے۔ اس کا نور اور اس کی بلندی ہر آن بڑھتی جاتی تھی۔ قریش کی ایک جماعت چاہتی تھی کہ اس درخت کو اکھاڑ دیں' جب اس کے پاس جانا چاہتے تھے ایک نوجوان نہایت پاکیزہ صورت عمدہ لباس پہنے ہوئے ان کو پکڑتا اور ان کی پشت توڑ دیتا' اور ان کی آنکھیں نکال دیتا تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ بلند کر کے چاہا کہ اس کی ایک شاخ کو توڑ لوں تو اس جوان نے مجھے آواز دی کہ اس میں آپ کا حصہ نہیں ہے۔ میں نے کہا درخت تو میرا ہے اور میرا ہی حصہ اس میں نہیں ہے۔ اس نے کہا اس میں ان لوگوں کا حصہ ہے جو اس درخت سے لپٹے ہوئے ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر میں خوفزدہ بیدار ہوا۔ جب اس کاہن نے یہ خواب سنا اس کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ بولا کہ اگر آپ سچ کہتے ہیں تو آپ کی صلب سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جو مشرق و مغرب کا مالک ہو گا اور پیغمبر ہو گا۔ تو عبدالمطلب نے ابو طالب سے کہا کہ وہ جوان جو اس کی مدد کر رہا تھا۔ کوشش کرو کہ تم ہو۔ لہٰذا ابو طالب ہمیشہ آنخضرتؐ کی نبوت کے بعد اس خواب کا تذکرہ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ واللہ وہ درخت ابو القاسم امین تھے۔ (جس جوان کا ذکر اس روایت میں کیا گیا ہے اس سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔)

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب مامون پر حکیم ایزد خورہ کا علم نجوم میں کمال ظاہر ہوا تو ایک روز اس سے کہا کہ تو باوجود اس علم و دانائی کے ہمارے پیغمبر پر ایمان کیوں نہیں لاتا۔ اس نے کہا میں ان پر کیونکر ایمان لا سکتا ہوں۔ حالانکہ ان کا دروغ مجھ پر ثابت ہو چکا ہے۔ کیونکہ وہ ایسے طالع میں پیدا ہوئے ہیں جس میں کوئی پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ حکیموں میں سے ایک شخص موجود تھا اس نے کہا کہ میں اس کے

طالع سے واقف ہوں کہ وہ راست گو ہیں کیونکہ حکماء نے اتفاق کیا ہے کہ ان کا طالع مشتری' عطارد' زہرہ اور مریخ ہے اور جو اس طالع میں پیدا ہوتا ہے اس کو اسی وقت مر جانا چاہئے اگر زندہ رہ بھی جائے تو ساتویں روز مر جائے گا۔ لیکن وہ پیغمبر اسی ساعت میں پیدا ہوئے۔ اور ترسٹھ سال زندہ رہے اور یہ بھی ان کے معجزوں میں سے ہے یہ سن کر وہ مسلمان ہو گیا اور مامون نے اس کا نام ایزد خواہ (یعنی) ماشاء اللہ رکھا۔ غرض نظر مشتری علم و حکمت، زیرکی، دریاست' وغیرہ کی علامت ہے اور نظر عطارد لطافت و ظرافت و ملاحت و فصاحت و حلاوت کی علامت ہے اور زہرہ کی تاثیر صاحب و خوش مزاجی و بشاشت و حسن و طیب و جمال کی علامت ہے۔ اور مریخ شہادت قہر و غلبہ و قتال کی نشانی ہے لہٰذا آنخضرتؐ میں خدا نے تمام فضیلتوں کو جمع کر دیا تھا۔ اور بعض منجموں نے بیان کیا ہے کہ پیغمبروں کا طالع سنبلہ و میزان ہے اور آنخضرتؐ کا طالع میزان تھا۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت کا طالع سماک رامح تھا۔

بسند معتبر ابن بابویہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ میرے والد عباس نے بیان کیا ہے کہ جب میرے بھائی عبداللہ پیدا ہوئے ان کے چہرہ پر آفتاب کے نور کی طرح ایک نور تھا۔ میرے پدر بزرگوار عبدالمطلب نے فرمایا کہ میرے اس فرزند کی شان بلند ہو گی۔ پھر میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ عبداللہ کی ناک سے ایک سفید پرندہ نکلا اور پرواز کر کے مشرق و مغرب تک پہنچا۔ پھر واپس آ کر بام کعبہ پر بیٹھا۔ اس وقت قریش کے تمام لوگوں نے اس کو سجدہ کیا اور حیرت سے اس کو دیکھنے لگے ناگاہ ایک روشنی ہوئی جو آسمان و زمین اور مشرق و مغرب پر چھا گئی۔ میں بیدار ہوا تو ایک کاہنہ سے دریافت کیا جو بنی مخزوم سے تھی اس نے کہا اے عباس اگر تمہارا خواب سچا ہے تو عبداللہ کے صلب سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کے تابع اہل مشرق و مغرب ہوں گے۔ عباس کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہمیشہ میں عبداللہ کے لئے زوجہ کی فکر میں تھا تا آنکہ آمنہ سے ان کا عقد ہوا۔ وہ زنان قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھیں۔ جب حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت رسالت مآبؐ پیدا ہوئے۔ میں نے ان کی دو آنکھوں کے درمیان ایک نور لامع دیکھا میں نے ان کو گود میں لیا تو ان کے جسم سے بوئے مشک آ رہی تھی اور میں نے نافہ مشک کے مانند معطر دیکھا۔ آمنہؑ نے مجھ سے کہا جب مجھے درد زہ شروع ہوا تو میں نے اپنے گھر میں بہت سے آوازیں سنیں جو آدمیوں کے آوازوں سے مشابہ نہ تھیں پھر میں نے سندس بہشت کا ایک علم دیکھا جو یاقوت کے چھڑ میں لگا ہوا تھا جس نے زمین و آسمان کو پر کر دیا تھا اور ایک نور آنخضرتؐ کے سر سے بلند تھا جس نے آسمان کو روشن کر رکھا تھا اس میں میں نے شام کے قصر دیکھے جو نور کی زیادتی کے سبب آگ کے شعلے معلوم ہو رہے تھے اور اپنے چاروں طرف اسفرود کے مانند پرندے دیکھے جو میرے گرد اپنے بازوؤں کو کھولے ہوئے تھے اور شعیرۂ اسدیہ کو دیکھا جو گزرتا ہوا کہہ رہا تھا کہ اے آمنہ کاہنوں اور بتوں کو تمہارے فرزندوں سے کیا کیا دیکھنا نصیب ہو گا۔ پھر میں نے ایک بلند قامت جوان کو دیکھا جو سب

Presented by www.ziyaraat.net

سے زیادہ خوبصورت اور بہترین لباس پہنے ہوئے تھا میں نے سمجھا کہ عبدالمطلب ہیں وہ میرے پاس آئے اور میرے فرزند کو گود میں لے کر اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں دیا ان کے ساتھ ایک سونے کا طشت تھا جو زمرد سے مرصع تھا اور سونے کی کنگھی بھی تھی۔ انہوں نے میرے بچہ کا شکم چاک کیا اور اس کا دل نکالا پھر اس کو چاک کرکے ایک سیاہ نقطہ نکال کر پھینک دیا پھر حریر سبز کی ایک تھیلی نکالی اور اس تھیلی میں سے ایک طرح کی سفید گھاس نکالی اور اس کو دل میں بھر دیا اور دل کو اپنے مقام پر رکھ کر شکم مبارک پر ہاتھ پھیرا اور حضرتؑ سے باتیں کیں آپ نے ان کے جوابات دیئے۔ میں ان کی باتیں نہ سمجھ سکی سوائے اس قدر کہ انہوں نے کہا خدا کے حفظ و امان و حمایت میں رہو یقیناً میں نے تمہارے دل کو ایمان و علم و یقین و شجاعت سے بھر دیا۔ تم بہترین خلق ہو خوشا حال اس کا جو تمہاری متابعت کرے اور وائے ہو اس پر جو تمہاری مخالفت کرے۔ پھر دوسری تھیلی نکالی جو حریر سفید کی تھی۔ اس میں سے ایک انگوٹھی نکالی اور حضرتؑ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر کی جس کا نقش ابھر آیا اور کہا میرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ تمہارے سینہ میں روح قدس پھونک دوں۔ غرض انہوں نے روح آنحضرتؐ کے جسم میں پھونکی اور ایک پیراہن ان کو پہنایا اور کہا کہ یہ دنیا میں تمہارے لئے تمام آفتوں سے امان ہے۔ اے عباس یہ وہ امور تھے جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ عباس کہتے ہیں کہ میں نے حضرتؐ کے شانوں کو کھولا اور مہر کے نقش کو پڑھا اور ہمیشہ یہ باتیں پوشیدہ رکھتا تھا یہاں تک کہ میں بھول گیا۔ اور جب مشرف باسلام ہوا تو حضرتؐ نے خود مجھ کو یاد دلایا۔

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ابلیس علیہ اللعنۃ ساتویں آسمان تک جایا کرتا تھا اور اخبار سماوی سنا کرتا تھا۔ جب حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اس کو تین آسمانوں تک جانے کی ممانعت کر دی گئی، لیکن چوتھے آسمان تک جایا کرتا تھا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اس کو تمام آسمانوں سے روک دیا گیا اور شیطانوں کو تیرہائے شہاب سے مار کر بھگایا جانے لگا تو قریش نے دیکھ کر کہا کہ دنیا ختم ہونے اور قیامت آنے کا وقت آگیا جیسا کہ ہم نے سنا ہے جو اہل کتاب ذکر کیا کرتے تھے۔ عمر بن امیہ جو اہل جاہلیت میں سب سے زیادہ صاحب علم اور جاننے والا تھا بولا کہ وہ مشہور ستارے جن سے لوگوں کو گرمی و سردی کے زمانہ کا پتہ چلتا ہے اگر ان میں سے ایک ستارہ ٹوٹ کر گر پڑے تو سمجھنا چاہئے کہ تمام مخلوق کے ہلاک ہونے کا وقت آگیا اور اگر وہ ستارے اپنے مقام پر برقرار ہوں اور دوسرے ظاہر ہوں تو کسی عجیب و غریب امر کے ظاہر ہونے کی علامت ہے۔ جس روز صبح کو آنحضرتؐ پیدا ہوئے دنیا میں جہاں جہاں بت تھے منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور کسریٰ بادشاہ عجم کے محل کو زلزلہ ہوا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ اور دریائے ساوہ جس کو پوجتے تھے خشک ہو گیا اور نمک ہو گیا۔ اور وادی سماوہ جس میں کبھی پانی نہ تھا جل تھل ہو گیا اور آتشکدہ فارس جو ہزاروں سال سے روشن تھا اور کبھی خاموش نہیں ہوا تھا بالکل بجھ گیا اسی رات علمائے مجوس نے جو بڑے علم والے تھے خواب میں دیکھا کہ چند اونٹ صبعی عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہوئے دریائے دجلہ سے گزرے اور ان کے شہروں میں داخل ہو گئے اور طاق کسریٰ درمیان سے ٹوٹ کر دو حصہ ہو گیا ہے اور دجلہ کا پانی اس کے محل میں جاری ہے۔ اور اسی رات ایک نور حجاز کے چاروں طرف سے ظاہر ہوا اور تمام عالم میں پھیل گیا اور ہر بادشاہ کے تخت اس کی صبح کو سرنگوں ہو گئے تھے اور تمام بادشاہ گونگے ہو گئے تھے اور بات نہیں کر سکتے تھے۔ اور کاہنوں کا علم زائل ہو گیا تھا اور تمام ساحروں کا سحر باطل ہو گیا اور ہر کاہن اور اس کے ہمزاد کے درمیان جدائی ہو گئی اور قریش تمام عرب میں بزرگ مانے گئے۔ لوگ ان کو آل خدا کہنے لگے کیونکہ وہ خانہ خدا کے ہمسایہ تھے۔ آمنہؑ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ پیدا ہوئے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور سر آسمان کی جانب بلند کیا اور چاروں طرف نظر کی آپ کے جسم سے ایک نور ساطع ہوا جس نے تمام چیزوں کو روشن کر دیا۔ اس کی روشنی میں میں نے شام کے محل دیکھے اور اسی روشنی کے درمیان میں نے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا کہ بہترین خلق پیدا ہوا اس کا نام محمدؐ رکھو۔ جب آنحضرتؐ کو عبدالمطلب کے پاس لائے تو آپ نے ان کو گود میں لے کر فرمایا کہ میں اس خدا کا شکر و حمد کرتا ہوں جس نے مجھے ایسا خوشرو فرزند عطا فرمایا جو گہوارہ میں تمام اطفال پر سیادت و بزرگی رکھتا ہے۔ پھر ان کو ارکان کعبہ کے اسماء کی تعویذ پہنائی اور حضرتؐ کے خصائل میں چند اشعار نظم کئے۔ اس وقت شیطان نے اپنی اولاد کو آواز دی، وہ سب اس کے پاس جمع ہوئے۔ اور پوچھا کس امر نے تم کو مضطرب و پریشان کیا ہے۔ اس نے کہا تم پر وائے ہو شروع رات سے اس وقت تک

Presented by www.ziyaraat.net

زمین و آسمان میں تغیر دیکھ رہا ہوں ضرور کوئی بہت بڑا حادثہ زمین میں واقع ہوا ہے۔ کیونکہ جب سے آسمان پر جناب عیسیٰ گئے ہیں آج تک ایسا تغیر نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا جاؤ اور جستجو کرو کہ کیا حادثہ رونما ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ سب منتشر ہو گئے۔ پھر واپس آکر کہا ہم کو تو کوئی بات نہیں معلوم ہوئی۔ اس ملعون نے کہا اس امر کا معلوم کرنا میرا کام ہے پھر وہ ملعون روانہ ہوا اور تمام دنیا میں گشت کرتا ہوا کعبہ کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ فرشتے اس کے چاروں طرف جمع ہیں۔ اس نے بھی کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا۔ فرشتوں نے للکارا کہ اے ملعون واپس جا۔ وہ وہاں سے بھاگا اور چھوٹا ہو کر کنجشک کے مانند بن گیا۔ اور کوہ حرا کی جانب سے داخل ہوا۔ جناب جرائیل نے ڈانٹ کر کہا نکل جا۔ اس نے کہا اے جرائیل بس اتنا بتا دو کہ آج رات زمین پر کون سا امر واقع ہوا ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج رات پیدا ہوئے ہیں۔ پوچھا کیا مجھے بھی ان سے کچھ فائدہ ہو گا فرمایا نہیں۔ اس نے کہا کیا ان کی کرامت میں میرا کچھ حصہ ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس وقت وہ بولا کہ میں راضی ہوں۔

دوسری حدیث میں روایت ہے آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حمل سے حاملہ ہوئی مجھ میں حمل کے کچھ آثار ظاہر نہ ہوئے اور وہ کیفیتیں جو عورتوں کو عام طور پر حمل میں درپیش ہوتی ہیں مجھ کو نہیں ہوئیں۔ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آ کر کہتا ہے کہ آپ بہترین انسان سے حاملہ ہوئی ہیں۔ جب حضرتؐ کی ولادت کا وقت آیا تو آپ بہت آسانی سے پیدا ہوئے کہ مجھ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ حضرتؐ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور نیچے آ گئے۔ اس وقت ایک ہاتف کی آواز آئی کہ آپ نے بہترین بشر کو جنا اس کو خدا کی پناہ میں ہر ظالم اور صاحب حسد کے شر سے دے دیجئے۔ اور دوسری روایت کے مطابق یہ کہا کہ جب حضرتؐ پیدا ہوں تو کہئے **اعیذ بالواحد من شر کل حاسد و کل خلق ما رد یاخذ بالمرا صدلی طرق الموارد من قائم و قاعد۔** غرض حضرتؐ پیدا ہونے کے بعد ایک روز میں اس قدر بڑھتے تھے جس قدر دوسرے لڑکے ایک ہفتہ میں نہیں بڑھتے۔ اور ایک ہفتہ میں اس قدر بڑے ہوتے تھے کہ دوسرے ایک مہینہ میں بڑے ہوتے ہیں۔

لیث بن سعد سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ معاویہ کے پاس بیٹھا تھا کعب الاحبار بھی موجود تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے اپنی کتابوں میں آنحضرتؐ کی ولادت کے آثار و صفات کیسے پائے۔ کیا آنحضرتؐ کی فضیلت تم نے دیکھی ہے؟ تو کعب نے معاویہ کی طرف رخ کیا تاکہ یہ اندازہ کرے کہ وہ اس کے بولنے پر راضی ہے یا نہیں۔ تو خدا نے معاویہ کی زبان پر جاری کر دیا اس نے کہا اے ابو اسحاق جو کچھ تم نے دیکھا ہے اور جو کچھ تم جانتے ہو بیان کرو۔ کعب نے کہا میں نے بہتر کتابیں پڑھی ہیں جو آسمان سے نازل ہوئی ہیں اور دانیالؑ کے صحیفے بھی پڑھے ہیں ان تمام کتابوں میں آنحضرتؐ اور ان کی عترت کی ولادت کا تذکرہ ہے اور ان تمام کتابوں میں ان کا نام بہت واضح طور پر موجود ہے۔ اور کسی پیغمبر

کی ولادت کے وقت سوائے جناب عیسیٰ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرشتے نازل نہیں ہوئے اور سوائے جناب مریم و حضرت آمنہؓ کے کسی کے واسطے آسمانوں کے پردے نہیں ہٹائے گئے۔ اور بجز حضرت عیسیٰ اور محمد صلعم کے کسی کے حمل کے وقت کسی عورت پر فرشتے موکل نہیں ہوئے۔ اور حضرت رسالت مآبؐ کے حمل کی علامت یہ تھی کہ جس رات حضرت آمنہؓ حاملہ ہوئیں ساتویں آسمان پر ایک منادی نے ندا کی کہ آپ کو خوشخبری ہو کہ در شاہوار نطفہ خاتم الانبیاءؐ آپ کے صدف عصمت و جلالت میں قرار پایا اور تمام زمینوں میں بھی اس مژدہ مسرت افزاء کی منادی کی گئی کہ کوئی چلنے والا اور پرواز کرنے والا ایسا نہ تھا جس کو آنحضرتؐ کی ولادت کی اطلاع نہ ہوئی ہو۔ آنحضرتؐ کی ولادت کی رات ستر ہزار قصر یاقوت سرخ کے اور ستر ہزار قصر مروا رید کے بنائے گئے۔ جن کے نام قصور ولادت رکھے گئے۔ اور تمام بہشتوں کو آراستہ کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ خوش ہو اور اپنے مقام پر بالیدہ ہو کہ تمہارے دوستوں کا پیمبرؐ پیدا ہوا یہ سن کر ہر بہشت کو ہنسی آئی اور قیامت تک وہ ہنستی رہیں گی۔ اور میں نے سنا ہے کہ دریا کی مچھلیوں میں سے ایک طموسا نامی مچھلی ہے جو سب سے بڑی ہے جس کی ہزار دمیں ہیں جس کی پیٹھ پر سات لاکھ ایسی گائیں بیک وقت چلتی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دنیا سے بڑی ہے اور ہر ایک کے ستر ہزار سینگیں زمرد سبز کی ہیں اور اس مچھلی کو ان گائیوں کے چلنے کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ وہ حضرتؐ کی ولادت سے خوش و مسرور ہو کر حرکت میں آئی۔ اگر خداوند اس کو ساکن نہ کرتا تو تمام دنیا پلٹ جاتی۔ اور میں نے سنا کہ اس روز کوئی پہاڑ ایسا نہ تھا جس نے دوسرے پہاڑ کو خوشخبری نہ دی ہو اور سب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی آوازیں بلند کر رہے تھے۔ اور تمام پہاڑ آنحضرتؐ کی وجہ سے ابوقبیس کے احترام میں جھکے ہوئے تھے اور تمام درخت حضرتؐ کی ولادت کی خوشی میں مع اپنی شاخوں اور پھلوں کے خداوند عالم کی تقدیس و تسبیح کر رہے تھے۔ اور آسمان و زمین کے درمیان مختلف نوروں کے ستر ستون نصب کئے گئے جس میں سے کوئی ایک دوسرے کے مشابہ نہ تھا اور حضرت آدمؑ کی روح کو حضرتؐ کی ولادت کی خوشخبری دی گئی تو حضرتؐ کا حسن فرط مسرت سے ستر گنا بڑھ گیا۔ اور موت کی تلخی اس وقت ان کے حلق سے زائل ہو گئی۔ اور حوض کوثر میں خوشی سے تلاطم پیدا ہوا اور اس نے ستر ہزار قصر در و یاقوت کے آنحضرتؐ پر نثار کرنے کے لئے اپنی تہہ میں سے نکال کر باہر ڈال دیئے اور چالیس روز تک شیطان زنجیروں سے باندھ کر قلعہ میں قید کر دیا گیا اور اس کا تخت چالیس روز کے لئے پانی میں غرق کر دیا گیا اور بت سرنگوں ہو گئے اور ان کی زبانوں سے فریاد و واویلا کی آوازیں ظاہر ہونے لگیں اور کعبہ سے آواز بلند ہوئی کہ اے آل قریش تمہاری طرف ثواب کی خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا آیا اور اس کے ساتھ عزت ابدی اور بے انتہا فائدہ ہے اور وہی خاتم پیغمبران ہے۔ اور ہم نے کتابوں میں پایا ہے کہ اس کی عترت اس کے بعد دنیا کے تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہے اور جب تک ان میں سے ایک بھی موجود رہے گا دنیا والے عذاب خدا سے

Presented by www.ziyaraat.net

امان میں رہیں گے۔ معاویہ نے پوچھا اے ابو اسحاق اس کی عترت کون لوگ ہیں۔ کعب نے کہا فرزندان فاطمہؑ ہیں۔ یہ سن کر معاویہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اپنے ہونٹ دانتوں سے کاٹنے لگا اور اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ پھر کعب نے کہا ہم نے کتابوں میں پڑھا اور دیکھا ہے اس کے ان دونوں فرزندوں کے اوصاف میں جن کو ظالمین شہید کریں گے اور وہ دونوں فاطمہؑ کے فرزند ہیں ان کو بدتریں مخلوق خدا شہید کریں گے۔ معاویہ نے پوچھا ان کو کون لوگ قتل کریں گے؟ اس نے کہا قریش میں سے ایک شخص شہید کرے گا۔ یہ سن کر معاویہ غصہ میں بیتاب ہو کر بولا اگر خیریت چاہتے ہو تو میرے پاس سے چلے جاؤ' تو ہم لوگ چلے آئے۔

بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنینؑ نے حضرت ابو طالب کے پاس آ کر آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشخبری دی اور ولادت سے متعلق تعجب خیز باتیں کریں۔ ابو طالب نے فرمایا تیس سال کے بعد ایک فرزند تمہارے بطن سے بھی پیدا ہو گا جو بجز پیغمبری کے تمام کمالات میں اس کے مانند ہو گا۔

شیخ کلینی نے بسند معتبر انہیں حضرت سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت فاطمہؑ بنت اسد جناب آمنہؑ کے پاس موجود تھیں تو ایک نے دوسرے سے کہا جو کچھ میں دیکھتی ہوں تم بھی دیکھ رہی ہو؟ وہ بولیں کیا دیکھ رہی ہو؟ کہا یہ نور جو چمک رہا ہے اور تمام مشرق و مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی اثناء میں حضرت ابو طالبؑ آئے اور بولے کیا تعجب کی بات ہے تو فاطمہؑ بنت اسد نے اس نور کا ذکر کیا حضرت ابو طالب نے فرمایا کیا چاہتی ہو کہ تم کو خوشخبری دوں وہ بولیں ضرور فرمایئے۔ ابو طالبؑ نے کہا تم سے بھی ایک لڑکا پیدا ہو گا جو اس کا وصی ہو گا۔

دیگر روایت ہے کہ ابو طالب نے ساتویں روز آنحضرتؐ کا عقیقہ کیا اور اپنے تمام خاندان کو مدعو کیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کیسا کھانا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ احمدؐ کے عقیقہ کا ولیمہ ہے۔ لوگوں نے پوچھا ان کا نام احمدؐ کیوں رکھا؟ فرمایا اس لئے کہ اہل آسمان ان کی مدح کریں گے۔

کلینی اور شیخ طوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بسندہائے معتبر امام محمد باقر و امام جعفر صادق صلوات اللہ علیہما سے روایت کی ہے کہ جس رات جناب رسولؐ خدا پیدا ہوئے اسی کی صبح کو علمائے اہل کتاب میں سے ایک شخص قریش کی مجلس میں آیا جس میں ان کے بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ ان میں ہشام اور ولید مغیرہ کے بیٹے اور عاص بن ہشام' ابو زجرہ بن ابی عمرو بن امیہ و عتبہ بن ربیعہ بھی تھے۔ اس عالم یہود نے کہا آیا آج رات تمہارے قبیلہ میں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے؟ ان لوگوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا ضرور ایک لڑکا پیدا ہونا چاہئے جس کا نام احمدؐ ہو گا اور اس میں ایک علامت مثل ایک گھاس کے جو سیاہی مائل ہوتی ہے' ہونا چاہئے۔ اہل کتاب کی خاص طور سے یہودیوں کی ہلاکت اسی کے ہاتھ سے ہو گی۔ ممکن ہے وہ لڑکا پیدا

ہوا ہو اور تم لوگوں کو اطلاع نہ ہو۔ وہ لوگ متفرق ہوئے تو لوگوں سے دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے فرزند پیدا ہوا ہے۔ پھر ان لوگوں نے اس عالم یہود کو بلایا اور کہا ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا کہ میرے بیان کرنے سے پہلے یا بعد میں پیدا ہوا؟ کہا پہلے ہی۔ اس نے کہا مجھے اس کے پاس لے چلو میں اس کو دیکھوں گا۔ وہ لوگ جناب آمنہؑ کے پاس اس کو لے گئے اور کہا اپنے بچہ کو باہر لاؤ کہ ہم بھی دیکھیں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میرا بچہ دوسرے بچوں کی طرح نہیں ہے بلکہ اس نے پیدا ہوتے ہی اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور سر جانب آسمان بلند کیا تو ایک نور اس سے ظاہر ہوا جس کے روشنی میں میں نے بصرہ کے قصر شام میں دیکھے اور ایک ہاتف ہوا میں کہہ رہا تھا کہ سید امت پیدا ہوا لہٰذا کہو **اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد** (میں اس کو تمام حاسدوں کے شر سے خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں) اور اس کا نام محمدؐ رکھو۔ یہ سن کر اس عالم یہود نے کہا اس بچہ کو مجھے دکھاؤ۔ آمنہؑ اس کے سامنے آنحضرتؐ کو لائیں اس نے آپ کی پشت اور شانوں کو کھولا اور مہر نبوت مشاہدہ کی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا لوگوں نے آنحضرتؐ کو حضرت آمنہؑ کی گود میں دے دیا اور کہا خدا تم کو فرزند مبارک کرے۔ جب اس عالم کو ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ تجھ کو کیا ہوا' اس نے کہا پیغمبری بنی اسرائیل سے قیامت تک کے لئے برطرف ہو گئی۔ خدا کی قسم یہی وہ ہے جو ان لوگوں کو ہلاک کرے گا۔ جب اس نے دیکھا کہ قریش اس کی گفتگو سے بہت خوش ہو رہے ہیں تو بولا کہ خدا کی قسم وہ تم پر ایسی ہیبت طاری کرے گا کہ اہل مشرق و مغرب یاد کریں گے۔

ابن شہر آشوب اور صاحب کتاب انوار وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ کی ولادت کا وقت آیا مجھ پر ایک خاص قسم کی دہشت طاری ہوئی۔ میں نے ایک سفید طائر کو دیکھا جس نے میرے دل پر اپنے پر ملے تو وہ خوف مجھ سے زائل ہو گیا۔ پھر میں نے کچھ عورتوں کو دیکھا جو مثل درخت کے قد آور تھیں وہ میرے پاس آئیں ان سے مشک و عنبر کی خوشبو آ رہی تھی اور وہ نہایت پاکیزہ کپڑے بہشت کے پہنے ہوئے تھیں۔ وہ مجھ سے باتیں کرنے لگیں۔ ان کی گفتگو انسانوں سے مشابہ نہ تھی۔ ان کے ہاتھوں میں سفید بلور کے پیالے تھے جن میں بہشت کے شربت بھرے ہوئے۔ انہوں نے کہا اے آمنہ اس کو پیو۔ تم کو بہترین اولین و آخرین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خوشخبری ہو۔ میں نے اس میں سے کچھ شربت پیا تو جو نور میرے چہرہ پر تھا مشتعل ہو گیا اور میرے تمام جسم پر چھا گیا۔ اور ایک سفید چیز ریشم کے مانند میں نے دیکھی جو زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے تھی اور ایک ہاتف کی آواز میں نے سنی جو کہہ رہا تھا کہ عزیز ترین مردم کو لو۔ اور چند مردوں کو دیکھا جو ہوا پر تھے اور ہاتھوں میں صراحیاں لئے ہوئے تھے۔ پھر میں نے مشرق و مغرب تک زمین کو دیکھا اور ریشم کے چند علم دیکھے جو یاقوت سرخ پر بندھے ہوئے کعبہ کی چھت پر نصب تھے اور زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے تھے۔ جب حضرتؐ پیدا ہوئے تو کعبہ کی جانب رخ کر کے سجدہ

Presented by www.ziyaraat.net

کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے۔ پھر ایک سفید ابر آسمان سے نیچے آیا اور حضرتؐ کو چھپا لیا۔ پھر ایک ہاتف کی آواز آئی کہ حضرتؐ کو مشرق کی مغرب کی سیر کراؤ اور تمام دریاؤں کو دکھاؤ تاکہ تمام خلائق آپ کے نام اور صورت اور حلیہ سے مطلع ہو جائے۔ پھر ابر برطرف ہوا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہیں جو دودھ سے زیادہ سفید ہے جس کے نیچے سبز ریشم کا گدا بچھا ہوا ہے۔ اور مروارید کی چند کنجیاں آپ کے ہاتھ میں ہیں اور کوئی کہہ رہا ہے کہ محمدؐ کو نصرت و سود مندی اور پیغمبری کی کنجیاں مل گئیں پھر ایک دوسرا ابر آسمان سے نیچے آیا اور آنحضرتؐ کو پہلے سے زیادہ میری آنکھوں سے پوشیدہ کر دیا۔ پھر دوسری آواز کان میں آئی کہ محمدؐ کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ اور جن و انس اور پرندوں اور درندوں اور روحانیوں پر پیش کرو اور ان کو صفائے آدمؑ، رقت نوحؑ، خلت ابراہیمؑ، زبان اسمٰعیلؑ، جمال یوسفؑ، بشارت یعقوبؑ و صدائے داؤدؑ و زہد و یحییٰؑ اور کرم عیسیٰؑ صلوات اللہ علیہم کرو۔ جب وہ ابر زائل ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرتؐ کے ہاتھ میں ایک ریشمی کپڑا تھا جو بہت مضبوطی سے لپیٹا گیا تھا اور کوئی کہہ رہا تھا کہ محمدؐ نے تمام دنیا اپنے قبضہ تصرف میں لے لی۔ پھر میں نے تین آدمیوں کو دیکھا ان کے چہرے ایسے نورانی تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ سورج طلوع ہوا ہے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کی ایک صراحی تھی اور مشک کا نافہ۔ دوسرے کے ہاتھ میں زمرد سبز کا ایک طشت تھا جس کے چار سرے تھے۔ وہ ہر طرف سے مروارید سے مرصع تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ اے خدا کے ولی یہ دنیا ہے اس کو لے لو تو حضرتؐ نے اس کے درمیان کو اختیار فرمایا کسی نے کہا آپ نے کعبہ کو اختیار فرمایا۔ تیسرے شخص کے ہاتھ میں ایک سفید ریشمی کپڑا لپیٹا ہوا تھا جس کو کھول کر اس نے ایک انگوٹھی نکالی جس کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ پھر آنحضرتؐ کو سات مرتبہ اس پانی سے غسل دیا جو صراحی میں تھا۔ پھر اس انگوٹھی سے آنحضرتؐ کے دونوں شانوں کے درمیان نقش کیا اور آپ سے گفتگو کی۔ حضرتؐ نے اس کا جواب دیا۔ پھر ان میں سے ہر ایک نے تھوڑی تھوڑی دیر حضرتؐ کو اپنے پروں میں لیا اور وہ جس نے حضرتؐ کے ساتھ یہ امور انجام دیئے رضوان خازن جنت تھا۔ پھر وہ حضرتؐ سے یہ کہہ کر چلے گئے کہ اے دنیا و آخرت کی عزت کے مالک آپ کو خوشخبری ہو۔

دوسری سند سے روایت ہے عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں شب ولادت آنحضرتؐ کعبہ کے نزدیک سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ کعبہ اپنی بنیاد سمیت زمین سے اکھڑ کر مقام ابراہیم کی جانب سجدہ میں گر پڑا۔ پھر سیدھا ہو کر بولا اللہ اکبر! میرے اور محمد مصطفےٰؐ کے پروردگار نے مشرکین و کفار کی نجاست سے اب مجھے پاک کر دیا۔ اور تمام بت کانپتے ہوئے منہ کے بل گر پڑے۔ پھر میں نے دیکھا کہ بہت سے طائر کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور مکہ کے پہاڑ کعبہ کی طرف جھکے اور ایک ابر سفید آمنہ کے حجرہ کے قریب موجود ہے۔ میں خانہ آمنہ کی طرف دوڑا اور پوچھا کہ میں خواب میں ہوں یا بیدار ہوں؟ آمنہ نے کہا آپ بیدار ہیں۔ تو میں

نے دریافت کیا کہ وہ نور کیا ہوا جو تمہاری پیشانی میں جلوہ افروز تھا؟ آمنہ نے کہا وہ اس فرزند میں ہے جو مجھ سے پیدا ہوا ہے اس کو چند پرندے لئے ہوئے ہیں مجھے نہیں دیتے۔ اور یہ ابر اس کی ولادت کے وقت سے مجھ پر سایہ فگن ہے۔ میں نے کہا میرے بچے کو لاؤ میں بھی دیکھوں۔ آمنہ نے کہا تین روز تک وہ طائر بچہ کو مجھے نہ دیں گے کہ آپ دیکھیں یہ سن کر میں نے اپنی تلوار نکالی اور کہا میرے بچہ کو لاؤ ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا آمنہ نے کہا وہ حجرہ میں ہے آپ جائیں اور وہ۔ جب میں نے چاہا کہ حجرہ میں داخل ہوں ایک شخص باہر آیا اور بولا آپ واپس جائیے جب تک تمام فرشتے اس کی زیارت نہ کر لیں کوئی انسان اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ سن کر میں کانپ گیا اور واپس آیا۔

روایت ہے کہ حضرتؐ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ عبدالمطلبؓ کہتے تھے کہ میرا یہ فرزند عظیم مرتبہ والا ہے۔ امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ پیدا ہوئے تو تمام بت جو کعبہ کے گرد رکھے ہوئے تھے، منہ کے بل گر پڑے اور شام ہوتے ہی ایک آواز آسمان سے آئی ۔ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (آیت ۸۱ پ۱۵، سورہ بنی اسرائیل) (حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹ جانے والا ہی تھا۔) اس رات تمام دنیا روشن ہو گئی اور ہر پتھر اور ہر درخت بزبان حال خوشی کا اظہار کر رہے تھے اور زمین و آسمان میں جو کچھ ہے تسبیح خدا میں محو ہو گئے اور شیطان بھاگا بھاگا پھر رہا تھا کہتا تھا کہ امتوں میں سب سے بہتر خلائق میں سب سے اعلیٰ بندوں میں سب سے زیادہ عزت والے اور تمام عالم میں سب سے زیادہ بزرگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔

شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں امام موسیٰؑ کاظم سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت شکم مادر سے زمین پر تشریف لائے بایاں ہاتھ زمین پر رکھا اور داہنا ہاتھ آسمان کی جانب بلند کیا اور اپنے لبوں کو توحید کے ذکر میں حرکت دی اور زبان مبارک سے ایک نور ساطع ہوا جس کی روشنی میں اہل مکہ نے قصرہائے بصرہ اور اس کے چاروں اطراف کو شام میں دیکھا اور یمن کے سرخ قصر اور اس کے نواحی اور اصطخر فارس کے سفید قصر اور اس کے اطراف و جوانب کو دیکھا اور آنحضرتؐ کی ولادت کی رات دنیا روشن ہو گئی۔ یہاں تک کہ جن و انس و شیاطین خوفزدہ ہوئے اور کہنے لگے کہ زمین پر کوئی عجیب بات حادث ہوئی ہے اور فرشتوں کو دیکھا کہ فوج در فوج زمین پر آتے ہیں اور آسمان پر جاتے ہیں۔ اور تسبیح خدا کر رہے ہیں اور ستارے حرکت میں ہیں اور ہوا میں تیر رہے ہیں۔ یہ تمام آنحضرتؐ کی ولادت کی علامتیں تھیں۔ ابلیس ملعون نے چاہا کہ آسمان پر جائے اور ان عجیب باتوں کا سبب معلوم کرے۔ اس کے لئے آسمان سوئم پر ایک جگہ تھی جہاں وہ اور تمام شیاطین جا کر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے جب وہ سب وہاں پہنچے تو شہاب کے تیروں سے مار کر ان کو بھگا دیا گیا۔

ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت کی رات ایوان کسریٰ کو لرزہ ہوا اور اس کے چودہ

Presented by www.ziyaraat.net

کنگرے گر پڑے۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا ارو آتشکدہ فارس جس کی وہ لوگ پرستش کرتے تھے گل ہو گیا۔ اور فارس کے سب سے بڑے عالم نے خواب میں دیکھا کہ چند فربہ اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہوئے دریائے دجلہ عبور کر کے بلاد عجم میں منتشر ہو گئے۔ کسریٰ نے جب یہ عجیب کیفیت دیکھی اپنے سر پر تاج رکھ کر تخت پر بیٹھا اور اپنے امرا و ارکان دولت کو جمع کیا (اور محل کے کنگروں سے گرنا) اور جو کچھ دیکھا تھا ان سے بیان کیا، اسی اثناء میں آتشکدہ فارس کے خاموش ہونے کی اطلاع آئی جس سے اس کا غم و اندوہ اور بڑھ گیا۔ پھر اس عالم نے بھی کہا اے بادشاہ میں نے بھی ایک عجب خواب دیکھا ہے اور وہ خواب بیان کیا۔ بادشاہ نے پوچھا اس کی تعبیر کیا ہے؟ اس نے کہا کہ کوئی واقعہ مغرب میں ضرور ہوا ہو گا۔ کسریٰ نے نعمان بن منذر کو جو عرب کا بادشاہ تھا خط لکھا کہ عرب کے ایک عالم کو میرے پاس بھیج دو کہ اس سے ایک اہم مسئلہ دریافت کروں گا۔ یہ خط دیکھ کر اس نے عبدالمسیح بن عمرو غسانی کو بھیج دیا۔ اس سے وہ تمام واقعات بیان کئے گئے۔ عبدالمسیح نے کہا مجھے اس خواب اور اس کے رموز کا علم نہیں مگر میرا خالو سطیح شام میں رہتا ہے وہ اس کی تعبیر بتا سکتا ہے۔ کسریٰ نے کہا اس سے جا کر دریافت کرو اور مجھے اطلاع دو۔ عبدالمسیح جب اس کے پاس پہنچا وہ موت سے ہمکنار تھا۔ اس نے سلام کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ تو چند اشعار پڑھے جن میں ظاہر کیا کہ میں دور سے بہت تکلیف اٹھا ایک بزرگ کے پاس کچھ معلوم کرنے آیا ہوں اور اب ناامید ہو گیا۔ سطیح نے جب یہ سنا اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا عبدالمسیح ایک شتر پر سوار ہو کر منازل طے کرتا ہوا سطیح کے پاس اس وقت آیا جب وہ ضریح کے پاس منتقل ہو رہا ہے اور اس کو بادشاہ ساسان نے بھیجا ہے تاکہ قصر کے زلزلہ، آتشکدہ کے گل ہو جانے، سب سے بڑے عالم کے خواب اور درائے ساوہ کے خشک ہو جانے کے بارے میں معلوم کرے۔ اے عبدالمسیح وہ وقت آ گیا ہے جب کہ قرآن کی تلاوت بہت کی جائے گی اور وہ پیغمبر مبعوث ہو گا جو ہر وقت ایک چھوٹا عصا اپنے ہاتھ میں رکھے گا اور ساوہ کی نہریں پر آب ہو جائیں گی اور ساوہ سمندر خشک ہو جائے گا، ملک شام و عجم ان کے بادشاہوں کے قبضہ سے نکل جائے گا اور قصر و کسریٰ کے کنگروں کی تعداد کے مطابق جو گر گئے ہیں ان کے بادشاہ بادشاہی کریں گے اس کے بعد ان کی حکومت زائل ہو جائے گی اور جو کچھ ہونے والا ہے ضرور ہو کر رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ دار فانی سے رخصت ہو گیا۔ اس کے بعد عبدالمسیح نہایت سرعت کے ساتھ بادشاہ کے پاس عجم میں واپس آ گیا اور سطیح کی تمام گفتگو بیان کیا۔ کسریٰ نے کہا جب تک ہم میں سے چودہ افراد بادشاہی کریں گے بڑی مدت گزر جائے گی۔ غرض ان میں سے دس بادشاہوں نے چار سال میں بادشاہی کی اور چار شخصوں نے عثمان کے زمانہ تک حکومت کی اور بیخ و بنیاد سے مٹ گئے۔ سطیح سیل عرم میں پیدا ہوا تھا اور ذونواس بادشاہ کے زمانہ تک زندہ رہا۔ جس کی مدت تیس قرن سے زیادہ ہوئی اور ہر قرن میں تیس سال ہوتے ہیں۔

قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ لوگوں نے ابن عباس سے سطیح کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے کہا کہ خدا نے اس کو صرف گوشت ہی بنایا تھا جس کو خرما کی ٹہنیوں پر رکھ کر جہاں چاہتے تھے لے جاتے تھے۔ اس کے جسم میں سوائے سر اور گردن کے کہیں ہڈیاں اور پٹھے نہ تھے۔ اس کو گردن کے حصہ میں لپیٹ دیا کرتے تھے جس طرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے۔ اس کا کوئی عضو سوائے زبان کے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ درخت کی چھال سے ٹاٹ کے مانند ایک چیز تیار کر کے اس پر رکھ کر مکہ میں لایا گیا تھا۔ قریش کے چار اشخاص اس کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کی زیارت کو آئے ہیں ہم کو آپ کے کمال علم کی خبر پہنچی ہے۔ لہٰذا مجھ کو ان باتوں سے آگاہ کیجئے جو ہمارے زمانہ میں اور ہمارے بعد ہونے والی ہیں۔ سطیح نے کہا اے عرب والو تم میں علم و فہم نہیں ہے۔ لیکن تمہارے پیچھے ایسا گروہ پیدا ہو گا جو ہر طرح کے علوم حاصل کرے گا۔ بتوں کو توڑ ڈالے گا۔ اہل عجم پر غالب ہو گا اور ان کے مال و متاع غنیمت میں حاصل کرے گا ان لوگوں نے پوچھا وہ کیسی جماعت ہو گی۔ اس نے کہا کعبہ کے مالک کی قسم تمہارے بعد وہ لوگ پیدا ہوں گے جو خدا کی واحدانیت کے ساتھ اس کی عبادت کریں گے۔ اور شیاطین اور بتوں کی عبادت ترک کر دیں گے۔ پوچھا وہ کس کی نسل سے ہوں گے اس نے کہا عبدمناف کے شریف ترین لوگوں کی نسل میں ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا کس شہر سے خروج کریں گے۔ اس نے کہا اسی خدا کی قسم جو ہمیشہ باقی ہے اسی شہر مکہ سے خروج کریں گے اور لوگوں کو رشد و ہدایت اور خدائے واحد کی عبادت کی جانب رہنمائی کریں گے۔

سید ابن طاؤس نے اپنی سند سے وہب ابن منبہ سے روایت کی ہے کہ کسریٰ بادشاہ عجم نے ایک دیوار دجلہ پر بنوائی تھی جس میں بہت روپیہ صرف کیا تھا اس میں ایک نشت گاہ بنوائی جس کا مثل کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس کا دربار عام تھا۔ جس میں تاج پہن کر تخت پر بیٹھتا تھا۔ اس کی مجلس میں تین سو ساٹھ جادوگر، کاہن اور منجم حاضر رہتے تھے۔ ان میں عرب کا ایک منجم سائب نامی بھی تھا جس کو حاکم یمن باذان نے اس کے پاس بھیجا تھا۔ اس کے احکام میں غلطیاں بہت کم ہوتی تھیں۔ جب کسریٰ کو کوئی معاملہ درپیش ہوتا تھا انہی لوگوں سے مشورہ کرتا تھا۔ جب آنحضرتؐ پیدا ہوئے یا مبعوث ہوئے کسریٰ صبح کو بیدار ہوا تو دیکھا کہ محل کا طاق درمیان سے ٹوٹ کر دجلہ میں بہہ گیا ہے اور اس قصر میں پانی جاری ہو گیا ہے یہ دیکھ کر بولا میری بادشاہی زائل ہو چکی، اور بہت غمگین ہوا۔ پھر منجموں اور کاہنوں کو بلا کر ان سے واقعہ بیان کیا، اور کہا غور و فکر کر کے اس حادثہ کا سبب مجھ سے بیان کرو۔ سائب بھی ان میں موجود تھا۔ وہ سب کے سب باہر آئے، خوب غور و حوض کیا۔ سوچتے رہے مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اپنی عقل، نجوم اور کہانت سب کچھ بیکار نظر آنے لگی۔ سحر، کہانت اور علم نجوم سب باطل ہو گیا تھا۔ سائب اس رات ایک ٹیلہ پر بیٹھا ہوا تھا اور حیران تھا کہ ناگہاں اس نے ایک بجلی دیکھی جو حجاز کی طرف سے چمک رہی تھی۔ وہ بڑھتے بڑھتے تمام مشرق

Presented by www.ziyaraat.net

و مغرب پر چھا گئی۔ صبح ہوئی تو اس نے اپنے پیر کے نیچے ایک سبز باغ دیکھا۔ کہنے لگا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس کا مقتضا یہ ہے کہ حجاز کی طرف سے ایک بادشاہ ظاہر ہو گا جس کی بادشاہی مشرق تک پہنچے گی۔ زمین اس کے سبب بادشاہ کے زمانہ سے زیادہ آباد ہو گی۔ غرض وہ تمام کاہن اور منجم وغیرہ یکجا ہوئے۔ کہنے لگے کہ ہم کو تو اب سحر و کہانت وغیرہ باطل معلوم ہوتے ہیں ہمارے علم برطرف ہو گئے شاید کوئی آسمانی امر حادث ہوا ہو گا۔ ممکن ہے کوئی پیغمبر مبعوث ہوا ہو یا عنقریب ہو گا اور اس بادشاہ کی حکومت اس کے سبب زائل ہو جائے گی۔ لیکن اگر ہم بادشاہ سے بیان کر دیں تو وہ ہمیں مار ڈالے گا لہٰذا ہم اس سے یہ راز پوشیدہ رکھیں گے۔ دوسرے طریقوں سے ظاہر ہی ہو جائے گا۔ یہ مشہور کرکے کسریٰ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے غور و فکر کیا سمجھ میں یہ آیا کہ آپ کے قصر اور دجلہ کے دیوار کی بنیادیں نحس ساعتوں میں رکھی گئی تھیں لوگوں نے ساعت دریافت کرنے میں حساب میں غلطی کی تھی' اسی سبب سے یہ خرابی پیدا ہوئی ہے لہٰذا نیک گھڑی اختیار کرکے اس میں اس کی بنیاد رکھنی چاہیئے تاکہ آئندہ ایسا نہ ہو۔ غرض ایک ساعت نیک اختیار کرکے اس میں دجلہ پر دیوار تعمیر کی گئی اور آٹھ مہینے میں مکمل کر دی گئی جس میں بے دریغ مال صرف کیا گیا۔ پھر ایک نیک ساعت معلوم کرکے بادشاہ اس کے بالا خانہ پر بیٹھا عمدہ فرش بچھایا گیا اور طرح طرح کے پھول اس کے گرد لگائے گئے۔ جب وہ اس میں اطمینان سے بیٹھا' قصر کی بنیاد اکھڑ گئی اور وہ محل سمیت دریا میں ڈوب گیا۔ لوگوں نے اس کو پانی سے اس وقت نکالا جبکہ اس میں کچھ جان باقی تھی۔ وہ صحیح و تندرست ہوا تو اس نے منجموں اور کاہنوں کو جمع کیا اور کہا میں نے تم کو اپنا مقرب بنایا ہے' بے دریغ مال و متاع دیتا ہوں اور تم میرے ساتھ مذاق کرتے ہو اور فریب دیتے ہو۔ پھر تقریباً" سو آدمیوں کی گردنیں اڑا دیں۔ اور لوگوں نے کہا اے بادشاہ جس طرح ہم سے پہلے لوگوں سے حساب میں غلطی ہو گئی تھی ہم سے بھی ہو گئی۔ اب پھر حساب کرتے ہیں اور اسی کے مطابق قصر کی تعمیر کرائیں گے۔ پھر آٹھ مہینے تک بے حساب مال خرچ کرکے دوبارہ قصر تعمیر کیا گیا۔ لیکن بادشاہ کو اطمینان سے اس میں بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ ایک سوار آیا اس کے داخل ہوتے ہی قصر ٹوٹ پھوٹ کر دریا میں غرق ہو گیا اور کسریٰ بھی ڈوب گیا۔ وہ سوار پانی پر بیٹھا ہوا تھا۔ پھر جبکہ تھوڑی جان باقی تھی کسریٰ کو لوگوں نے نکالا۔ آخر بادشاہ نے ان سے کہا میں تم سب کو مار ڈالوں گا' تمہارے ہڈیوں کو ہاتھیوں کے پیروں تک روند ڈالوں گا اگر اس کا صحیح صحیح راز مجھ سے نہ بیان کرو گے۔ ان لوگوں نے کہا اے بادشاہ اب سچ سچ بیان کئے دیتے ہیں۔ جب آپ نے اپنے اس واقعہ کا ذکر کیا تھا ہم سب نے اپنی اپنی جگہ غور و فکر کیا ہمارے علوم برطرف ہو گئے ہیں ہم نے سمجھ لیا کہ یہ عجیب باتیں کسی آسمانی حادثہ کے سبب سے واقع ہوئی ہیں' اور چاہیئے کہ ایک پیغمبر مبعوث ہوا ہو یا عنقریب مبعوث ہو گا۔ لیکن خوف جان سے ہم یہ سب کچھ آپ سے بیان نہ کر سکے۔ اس نے کہا تم پر وائے ہو کہ تم کو پہلے ہی کہنا چاہیئے تھا تاکہ میں اس کا کچھ تدارک کرتا۔ آخر وہ اور قصر کی تعمیر

کے ارادہ سے باز آیا۔

شاذان بن جبرئیل علیہ الرحمہ نے کتاب فضائل میں روایت کی ہے کہ جب حضرتؐ کے حمل کو ایک مہینہ گذرا' پہاڑ' درخت' آسمان و زمین ایک دوسرے کو آنحضرتؐ کی خوشخبری دیتے تھے۔ اسی اثناء میں جناب عبدالمطلب اور عبداللہ علیہما السلام مدینہ تشریف لے گئے اور وہاں پندرہ روز قیام کرنا پڑا۔ اسی جگہ حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔ مکان کی چھت پھٹ گئی اور منادی نے ندا دی کہ وہ بزرگ دنیا سے رخصت ہو گیا جس کے صلب میں خاتم المرسلینؐ تھے اور کون ہے جو نہ مرے گا۔ جب انعقاد نطفہ آنحضرتؐ کو دو مہینے گذرے خدا نے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ آسمانوں اور زمینوں میں ندا کرے کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوات بھیجو اور ان کی امت کے لئے استغفار کرو۔ تین مہینے گزرے تھے کہ ابو قحانہ شام سے واپس آ رہے تھے۔ جب مکہ کے قریب پہنچے ان کے ناقہ نے سر زمین پر رکھ کر سجدہ کیا۔ ابو قحانہ نے ایک لکڑی اس کے سر پر ماری اس نے پھر بھی سر نہ اٹھایا تو وہ بولے کہ تیرے ایسا ناقہ میں نے نہیں دیکھا۔ ناگاہ ایک ہاتف نے ان کو آواز دی کہ اے ابو قحانہ اس لئے جانور کو مت مارو کہ تمہاری اطاعت نہیں کرتا۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ پہاڑ' درخت' دریا اور آسمان کے سوا ہر مخلوق اپنے پروردگار کے لئے اس شکر میں سجدہ کر رہے ہیں کہ پیغمبر امی کے حمل کو تین ماہ گزر گئے۔ عنقریب تم ان کو دکھو گے بت پرستوں کی خرابی ہو ان کی اور ان کے ہمراہیوں کی تلواروں سے واصل جہنم ہوں گے۔ حمل کو چار مہینے گزرے تو ایک زاہد جو طائف کے راستہ میں رہتا تھا اپنے ایک دوست سے ملنے کے لئے اپنے عبادت خانہ سے مکہ روانہ ہوا اس کا نام حبیب تھا۔ راستہ میں اس نے ایک بچہ کو دیکھا کہ سجدہ میں پڑا ہوا تھا۔ جب اس کو سجدہ سے لوگ اٹھاتے تھے تو وہ پھر سجدہ میں چلا جاتا تھا۔ حبیب نے اس کو اٹھانا چاہا تو ایک ہاتف کی آواز آئی کہ اس کو رہنے دے کہ وہ خدا کا شکر ادا کر رہا ہے کہ اس سبب سے پیغمبر پسندیدہ اور برگزیدہ کے حمل کو چار ماہ گزر گئے۔ جب پانچ ماہ گذرے اور حبیب اپنے عبادت خانہ میں واپس آیا تو دیکھا کہ وہ حرکت میں ہے اور ساکن نہیں ہوتا اس کے اور تمام عبادت خانہ کے محرابوں میں لکھا تھا کہ اے عبادت خانہ والو خدا اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لاؤ کہ اس کے ظاہر ہونے کا وقت قریب آ گیا۔ کیا کہنا ہے اس کا جو اس پر ایمان لائے۔ اور افسوس ہے اس پر جو اس سے انکار کرے۔ یہ سن کر حبیب نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور ایمان لایا۔ اس کا منکر نہ ہوں گا۔ چھٹے مہینے اہل یمن و اہل مدینہ اپنے اپنے عیدگاہ کو روانہ ہوئے وہ سال میں چند بار عیدگاہ جایا کرتے تھے اور ایک درخت کے پاس جمع ہوتے تھے کھاتے پیتے تھے خوشیاں مناتے تھے اور اس درخت کی پرستش کرتے تھے۔ اس مرتبہ جب اس درخت کے پاس جمع ہوئے تو ایک صدائے مہیب اس سے پیدا ہوئی کہ اے اہل یمن و یمامہ اور اے بت پرستو **جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا** (آیت ۸۱ پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل) اے اہل باطل تمہاری ہلاکت و بربادی کا وقت آ

Presented by www.ziyaraat.net

گیا۔ یہ سن کر وہ خوفزدہ ہوئے اور جلد از جلد اپنے گھروں کو واپس چلے آئے۔ ساتویں مہینے سواد بن قارب عبدالمطلب کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کل شب میں نے خواب و بیداری کے درمیان دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور فرشتے آسمان سے نیچے آ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ زمین کو آراستہ کرو کیونکہ تمام مخلوق کی جانب حضرت محمد مصطفےٰؐ عبدالمطلب کے فرزند زادے خدا کے رسولؐ کے آنے کا زمانہ قریب آ گیا جو صاحب شمشیر و تیر ہوں گے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون ہے تو بتایا کہ وہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہوں گے۔ جناب عبدالمطلب نے کہا اس خواب کو پوشیدہ رکھو۔ آٹھ ماہ مدت حمل کے گزرے کہ دریائے اعظم کی ایک مچھلی جس کو طنبوسا کہتے ہیں وہ سیدھی ہو کر اپنی دم پر کھڑی ہو گئی اور دریا میں طوفان پیدا ہو گیا اس وقت ایک فرشتے نے کہا کہ ساکن ہو کہ دریا میں تو نے تلاطم برپا کر دیا۔ اس مچھلی نے کہا جس روز میرے پروردگار نے مجھے خلق فرمایا تھا ہدایت کی تھی کہ جب میں محمدؐ بن عبداللہ کو دنیا میں پیدا کروں تو ان کے اور ان کی امت کے لئے دعا کرنا۔ اب میں نے سنا کہ بعض فرشتے دوسرے فرشتوں کو حضرتؐ کی خوشخبری دے رہے ہیں اس سبب سے میں نے حرکت کی ہے تو فرشتوں نے کہا ساکن ہو کر دعا کر۔ جب نو مہینے گزر گئے تو خدا نے ہر آسمان کے فرشتوں کو وحی فرمائی کہ زمین پر جاؤ۔ تو دس ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ ہر فرشتے کے ہاتھ میں نور کی ایک قندیل تھی جس سے بغیر تیل کے روشنی ظاہر ہوتی تھی۔ اور ہر قندیل پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا ہوا تھا۔ وہ فرشتے مکہ معظمہ کے گرد جمع ہوئے اور کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے اور عبدالمطلب کو ان تمام حالات کی اطلاع ہوتی رہی لیکن پوشیدہ رکھتے تھے اور اس پورے مہینے آسمان کے ستارے حرکت میں تھے اور شہاب ہوا میں دوڑا کرتے تھے۔ جب نو مہینے پورے ہو گئے آمنہ نے اپنی مادر گرامی برہ سے کہا کہ کسی کو میرے پاس نہ آنے دیجئے گا۔ میں چاہتی ہوں کہ حجرہ میں جا کر اپنے شوہر کی مصیبت میں گریہ کروں اور آنسوؤں سے اپنے دل کی آگ بجھاؤں۔ برہ نے کہا بیٹی ایسے شوہر پر رونا جائز ہے اور منع کرنا ظلم ہے۔

غرض جناب آمنہ حجرہ میں داخل ہوئیں اور ایک شمع جلائی اور آہ و نالہ سے در و دیوار ہلا دیئے۔ اسی حال میں درد زہ شروع ہوا۔ انہوں نے چاہا کہ دوڑ کر دروازہ کھول دیں۔ بہت کوشش کی دروازہ نہیں کھلا تو واپس آ کر بیٹھ گئیں اور ان پر دہشت عظیم طاری ہوئی۔ ناگاہ دیکھا کہ چھت شگافتہ ہوئی اور چار حوریں نیچے آئیں جن کے چہرے کے نور سے حجرہ روشن ہو گیا۔ انہوں نے کہا اے آمنہ بی بی خوف نہ کیجئے آپ کو کچھ پریشانی نہ ہو گی۔ ہم تو آپ کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ آمنہ یہ سن کر مدہوش ہو گئیں۔ ہوش آیا تو دیکھا کہ آنحضرت صلعم سجدہ میں اپنی نورانی پیشانی رکھے ہوئے اور انگشت شہادت اٹھائے لا الہ الا اللہ فرما رہے ہیں۔ آنحضرتؐ کی ولادت باسعادت شب جمعہ صبح کے قریب سترہویں ماہ ربیع الاول کو ہوئی جبکہ حضرت آدمؑ کی وفات کو سات ہزار نو سو سال چار مہینے اور سات روز گزرے تھے اور ایک روایت کے مطابق نو

ہزار نو سو سال چار مہینے اور سات روز گزرے تھے۔ آمنہؑ نے حضرتؐ کو طاہر و مطہر پایا۔ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا۔ آپکے روئے مبارک سے ایک نور ظاہر ہوا جو چھت کو توڑتا ہوا نکل گیا۔ آمنہ نے اس کی روشنی میں حرم اور اطراف عالم کے ہر بلند مقام اور قصر رفیع دیکھے اور ایک برق چمکی جس کی ضیا نے ہر اس مکان کو روشن کر دیا جس کے رہنے والے خدا کے علم میں ایمان لانے والے تھے۔ اور اطراف عالم میں جہاں جہاں بت تھے سب زمین پر گر پڑے۔ ابلیس لعین نے ان عجیب و غریب باتوں کو عالم میں مشاہدہ کیا تو اپنی ذریت کو جمع کیا۔ اپنے سر پر خاک ڈالی اور کہا جب سے خلق ہوا ہوں اب تک ایسی مصیبت میں گرفتار نہ ہوا تھا۔ آج رات ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کا نام محمدؐ بن عبداللہ ہے وہ بتوں کی پرستش دنیا سے مٹا دے گا اور خدائے یگانہ کی عبادت کی اہل دنیا کو دعوت دے گا۔ یہ سن کر اس کی ذریت نے ذلت کے ساتھ اپنے سروں پر خاک اڑائی اور سب کے سب دریائے چہارم میں بھاگ گئے اور چالیس روز تک روتے رہے۔ پھر ان حوروں نے حضرتؐ کو بہشت کے کپڑوں میں لپیٹا اور بہشت کو روانہ ہو گئیں۔ اور فرشتوں کو آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشخبری دی۔ یہ سن کر جبرئیل و میکائیل علیہما السلام زمین پر آئے اور دو جوانوں کی صورت میں داخل حجرہ ہوئے جبرائیلؑ کے ہاتھ میں ایک طلائی تشت تھا اور میکائیلؑ عقیق کی صراحی لئے ہوئے تھے۔ جبرئیلؑ نے حضرتؐ کو ہاتھ پر لیا' میکائیلؑ پانی ڈالنے لگے اور آنحضرتؐ کو غسل دیا اور جناب آمنہ سے کہا کہ ہم حضرتؐ کو پاک کرنے کے لئے غسل نہیں دے رہے ہیں کیونکہ وہ تو طاہر و مطہر ہیں بلکہ نور و صفا کی زیادتی کے لئے غسل دے رہے ہیں۔ پھر بہشت کے عطروں سے حضرتؐ کو معطر کیا اسی اثناء میں مختلف آوازیں حجرہ کے دروازہ پر بلند ہوئیں۔ جبرئیلؑ نے کہا ساتوں آسمانوں کے فرشتے حضرتؐ کو سلام کرنے آئے ہیں اور وہ حجرہ بقدرت خدا وسیع ہو گیا۔ فرشتے فوج در فوج اس میں داخل ہوتے تھے اور کہتے تھے **السلام علیک یا محمد السلام علیک یا محمود السلام علیک یا احمد السلام علیک یا حامد۔** ثلثا رات گزرنے کے بعد بحکم خدا جناب جبرئیلؑ بہشت سے چار علم لائے۔ سبز علم کوہ قاف پر نصب کیا جس پر سفید حرفوں میں دو سطروں میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ دوسرے علم کو کوہ ابو قیس پر نصب کیا جس کے دو پھریرے تھے۔ پہلے پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر **لا دین الا دین محمد بن عبداللہ** تحریر تھا۔ تیسرا علم بام کعبہ پر کھڑا کیا جس پر **طوبی لمن امن باللہ و بمحمد و الویل لمن کفر بہ و رد علیہ حرفا مما یاتی بہ من عند ربہ۔** چوتھے علم کو بیت المقدس پر نصب کیا جس پر **لا غالب الا اللہ و النصر للہ و لمحمد۔** اور ایک فرشتے نے ابو قیس سے آواز دی کہ اے اہل قریش خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اس نور پر جس کو ہم نے بھیجا ہے۔ اور خدا نے ایک ابر کعبہ کے اوپر بھیجا جس نے مشک و عنبر نثار کیا۔ اور کعبہ سے بت حجر کی کی جانب باہر ہو گئے اور منہ کے بل گر پڑے۔ پھر جبرئیلؑ ایک قندیل سرخ لائے اور کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا جس سے بغیر تیل کے روشنی ہو رہی تھی اور حضرت کی پیشانی مبارک

Presented by www.ziyaraat.net

سے ایک بجلی ظاہر ہوئی جو ہوا میں بلند ہو کر آسمان تک پہنچی اور اہل ایمان کے ہر گھر میں اس کی روشنی نمایاں ہو گئی۔ اسی رات ہر توریت و انجیل و زبور میں جہاں جہاں دنیا میں وہ تھیں حضرت کے نام کے نیچے جہاں ان کتابوں میں تحریر تھا خون کا ایک قطرہ ظاہر ہوا کیونکہ حضرتؐ صاحب شمشیر پیغمبر تھے۔ اور اسی رات ہر دیر و صومعہ کی محرابوں میں لکھا ہوا ملا کہ آگاہ ہو کہ پیغمبر امی پیدا ہوا۔ اس کے بعد آمنہ نے دروازہ کھولا اور باہر آئیں اور جو عجیب و غریب باتیں مشاہدہ کیں تھیں ماں باپ سے بیان کیں۔ جب عبدالمطلب کو خوشخبری دی۔ آپ آنحضرتؐ کے پاس آئے دیکھا کہ آپ بزبان فصیح تقدیس و تسبیح الٰہی کر رہے تھے۔ پھر خدا نے ایک سفید ریشمی خیمہ بھیجا جس پر لکھا تھا **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ☆ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا** (آیت ۴۵، ۴۶ پ ۲۲ سورۃ احزاب) (اے رسولؐ ہم نے تم کو گواہ اور (بہشت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا اور خدا کے طرف اسی کے حکم سے بلانے والا اور ایمان و ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا) وہ خیمہ چالیس روز بدستور قائم رہا۔ ایک شخص کا چرب شدہ ہاتھ لگ گیا اس لئے وہ خیمہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ قیامت تک باقی رہتا۔ غرض جب بنی ہاشم اور رؤسائے قریش نے اس خیمہ کو دیکھا اور زعفران و مشک و عنبر کا نثار ہونا، بجلی کا چمکنا و عجیب آوازوں کا ظاہر ہونا مشاہدہ کیا اور کانوں سے سنا، حبیب راہب کے پاس گئے اور کچھ تھوڑا سا حال ان امور کا بیان کیا تو حبیب نے کہا جانتے ہو کہ میرا دین تمہارے دین سے مختلف ہے۔ میری بات مانوں چاہے مت مانو لیکن جو حق ہے وہ بیان کرتا ہوں۔ یہ علامتیں اس پیغمبر کی ہیں جو بہت جلد مبعوث ہونے والا ہے۔ ہم نے تمام آسمانی کتابوں میں اس کے اوصاف پڑھے ہیں وہ بتوں کی پرستش مٹائے گا اور خدا کی عبادت کی لوگوں کی دعوت دے گا تمام دنیا کے بادشاہ اور جبار اس کے سامنے جھکیں گے۔ تف ہے اہل کفر و طغیان پر کہ اس کی تلوار و نیزہ و تیر سے برباد ہوں گے۔ جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے نجات پائیں گے اور جو اس سے انکار کریں گے ہلاک ہوں گے۔ پھر دوسرے روز حضرت عبدالمطلب جناب پیغمبرؐ خدا کو گود میں لے کر کعبہ میں گئے جب کعبہ میں داخل ہوئے تو آنحضرتؐ نے بسم اللہ و باللہ فرمایا۔ کعبہ بقدرت خدا گویا ہوا اور کہا **السلام علیک یا محمد و رحمتہ اللہ و برکاتہ** اور ایک ہاتف کی آواز آئی **جَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا** تیسرے روز عبدالمطلب نے بید کا گہوارہ خرید فرمایا جس کو طرح طرح کے جواہرات سے اور ریشمی زرنگار کپڑے سے آراستہ کیا اور موتیوں اور جواہرات کا ہار بنا کر اس میں لٹکا دیا تاکہ جس طرح بچے کھیلتے ہیں حضرتؐ بھی کھیلیں گے۔ لیکن حضرتؐ جب خواب سے بیدار ہوتے تھے ان موتیوں کے ذریعے خدا کی تسبیح کیا کرتے تھے۔ چوتھے روز سواد بن قارب حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا جبکہ وہ کعبہ میں تشریف فرما تھے اور اکابر قریش اور بنی ہاشم حضرتؐ کے گرد احاطہ کئے ہوئے تھے۔ اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ عبداللہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس سے عجیب

عجیب باتیں ظاہر ہوتی ہیں میں بھی اس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ عرب میں اپنے علم کی زیادتی کے سبب مشہور تھا اور لوگ اس کی باتوں پر کامل یقین رکھتے تھے۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب خانہ آمنہ میں آئے اور حضرتؐ کو دریافت کیا۔ کہا کہ وہ اپنے گہوارے میں آرام کر رہے ہیں۔ عبدالمطلبؓ نے گہوارہ کا پردہ اٹھایا تو ایک بجلی سی آنکھوں میں چمک گئی جو گھر کی چھت سے باہر نکل گئی یہ دیکھتے ہی عبدالمطلب اور سواد دونوں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ پھر سواد بے اختیار حضرتؐ کے تلووں پر آنکھیں مل کر عبدالمطلب سے بولا کہ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ اس بچہ پر ایمان لاتا ہوں اور جو کچھ خدا کی جانب سے لائے گا ان سب کا اقرار کرتا ہوں۔ اور حضرتؐ کے چہرہ مبارک کو بوسہ دے کر باہر آیا۔ جب حضرتؐ ایک مہینہ کے ہوئے تو آپ کو جو شخص دیکھتا سمجھتا کہ ایک سال کے ہیں اور آپ کے گہوارہ سے برابر تسبیح و تقدیس حق تعالیٰ کی آوازیں آتی رہتی تھیں۔ جب حضرتؐ دو ماہ کے ہو گئے تو آمنہ کے والد کی وفات ہوئی۔

مولف کتاب انوار نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت سے پہلے کاہن، شیاطین اور جادوگر وغیرہ نے بہت سرکشی و گمراہی پھیلا رکھی تھی اور عجیب عجیب باتیں ان سے ظاہر ہوتی تھیں۔ شیاطین آسمانوں پر جا کر وہاں کی باتیں سنتے اور کاہنوں سے بیان کر دیتے تھے۔ یمامہ میں دو کاہن بہت مشہور تھے جو اپنے زمانہ کے تمام کاہنوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ ایک ربیع بن ازن جس کو سطیح کہتے تھے وہ تمام کاہنوں سے زیادہ جاننے والا تھا۔ دوسرا وشق بن ہائلہ یمنی تھا۔ سطیح عجیب الخلقت تھا خدا نے اس کو گوشت کا لوتھڑا پیدا کیا جس کے جسم میں سوائے سر کے کہیں ہڈی نہ تھی۔ اس کو کپڑے کے مانند لپیٹ دیا جاتا تھا۔ جب اس کے جسم کو کھولتے ایک بوریئے پر ڈال دیتے تھے۔ وہ رات کو چند لمحہ سوتا تھا اور تمام شب آسمان کو دیکھتا رہتا تھا۔ جب بادشاہان وقت اس کو طلب کرتے تھے تو اس کو پٹارے میں رکھ کر لے جاتے تھے وہ ان کو رموز و اسرار سے آگاہ کرتا تھا۔ اور ان کے آئندہ کے حالات کی خبر دیا کرتا تھا۔ وہ پشت کے بل پڑا رہتا۔ اس کی آنکھ اور زبان کے سوا کوئی عضو حرکت نہ کر سکتا تھا۔ ایک رات اسی طرح پڑا ہوا آسمان کی جانب نظر کر رہا تھا، ناگاہ اس نے ایک بجلی کو دیکھا جو چمکی اور اس کی روشنی تمام اطراف دنیا پر پھیل گئی۔ پھر ستارے ٹوٹنے لگے اور ان سے دھواں پھیل رہا تھا۔ وہ نیچے آتے تھے اور آپس میں ٹکرا کر زمین میں غائب ہو جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر اس پر بڑی دہشت طاری ہوئی۔ دوسری رات اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے چلیں۔ وہاں پہنچ کر اس نے آسمان کے کناروں پر نگاہ کرنا شروع کی۔ ناگاہ اس نے بہت چمکتا ہوا ایک نور دیکھا جس کی روشنی ہر ایک پر غالب تھی اور تمام آسمانوں اور زمینوں کو گھیرے ہوئے تھی۔ یہ دیکھ کر اس نے غلاموں سے کہا کہ مجھے نیچے لے چلو۔ میری عقل حیران ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری موت قریب آ گئی ہے اور کوئی سخت حادثہ پیش آنے والا ہے۔ گمان یہ ہے کہ پیغمبر ہاشمی کا خروج ہونے والا ہے۔ اس نے صبح کو اپنے عزیزوں اور قوم کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ عجیب علامتیں اور عظیم

Presented by www.ziyaraat.net

کیفیتیں مشاہدہ کر رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ ہر شہر کے کاہنوں سے اس کی حقیقت معلوم کروں۔ پھر ہر شہر میں خط لکھ کر قاصد بھیجے اور دمشق کو ایک نامہ لکھا اس نے جواب میں تحریر کیا کہ جو کچھ آپ نے دیکھا میں نے بھی مشاہدہ کیا ہے۔ عنقریب اس کا اثر ظاہر ہو گا۔ ایک خط زرقاء ملکہ یمن کو بھی لکھا جو اس طرف کے کاہنوں میں سب سے زیادہ جاننے والی تھی اور اپنے گرد و نواح میں سحرو کہانت میں ہر پر ایک غالب تھی۔ اس کی بینائی بہت تیز تھی کہ تین روز کے راہ سے اسی طرح دیکھ لیتی تھی جس طرح اپنے قریب سے دیکھا کرتی تھی۔ اگر کوئی دشمن اس سے جنگ کا ارادہ کرتا تو وہ چند روز پیشتر اپنی قوم کو آگاہ کر دیا کرتی کہ فلاں دشمن تمہاری طرف آنے والا ہے اور لوگ اپنی مدافعت کر لیا کرتے تھے۔ جب سطیح نے اس کو خط لکھا اور قاصد روانہ ہوا' تین روز کی راہ باقی تھی کہ زرقاء نے اس کو دیکھ لیا اور اپنی قوم سے کہا کہ ایک سوار آ رہا ہے جس کی پگڑی میں ایک خط نظر آتا ہے۔ تین روز کے بعد قاصد نے پہنچ کر خط دیا اس نے کہا بری خبر لایا ہے سطیح نے نور لامع اور روشنی وغیرہ کے بارے میں دریافت کیا ہے رب کعبہ کی قسم لوگوں کی موت کا زمانہ اور بچوں کے یتیم ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ فرزندان عبد مناف میں سے محمدؐ بے اختلاف پیغمبر ہوں گے۔ پھر جواب میں لکھا۔ کہ یہ پیغمبر ہاشمی کے ظہور کی علامتیں ہیں۔ میرا یہ خط پڑھ کر خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور تاخیر مت کرنا بلکہ فوراً مکہ کی طرف روانہ ہو جانا۔ میں بھی اسی طرف آتی ہوں۔ شاید تم سے میری ملاقات ہو جائے اور ہم دونوں اس امر کی حقیقت معلوم کریں گے۔ اگر وہ پیدا ہو چکا ہے تو اس کے ہلاک کرنے کی تدبیر کریں گے اور قبل اس کے کہ اس کا نور پھیلے اس کو بجھا دیں گے۔ جب یہ خط سطیح کو ملا' اور وہ مضمون سے مطلع ہوا تو باآواز بلند رویا پھر اسی وقت مکہ کی جانب روانہ ہو گیا اور اپنے اصحاب سے کہتا گیا کہ میں روشن آگ کی جانب جا رہا ہوں۔ اگر اس کو بجھا سکا تو واپس آؤں گا ورنہ تم کو وداع کرتا ہوں۔ پھر وہاں سے شام چلا جاؤں گا۔ جب وہ مکہ پہنچا۔ ابو جہل' شیبہ' عتبہ اور عاص بن وائل قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے استقبال کے لئے آئے اور بولے کہ اے سطیح یقیناً تم کسی امر عظیم کے سبب آئے ہو۔ اگر تمہاری کوئی حاجت ہے تو پوری کی جائے گی۔ سطیح نے کہا خدا تم کو برکت دے میری کوئی حاجت نہیں ہے بلکہ تم کو جو کچھ گزر چکا اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے وہ سب خدا کے الہام کرنے کے مطابق بتانے آیا ہوں۔ وہ تمہارے زمانہ کے سربر آوردہ لوگ جو ہمیشہ مستحق مدح و ثنا تھے۔ یعنی فرزندان عبد مناف کہاں ہیں' آیا ہوں کہ ان کو اس بشیر و نذیر کی خوشخبری دوں جس کے انوار عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں۔ عبدالمطلب اور ان کی اولاد کے بہادر اور شیر کہاں ہیں۔ قریش کو اس کی یہ باتیں پسند نہ آئیں اور وہ لوگ واپس چلے گئے۔ پھر حضرت ابوطالب اور تمام اولاد عبدالمطلب اس کے پاس آئے وہ کعبہ کے نزدیک بیٹھا تھا۔ ان لوگوں نے آپس میں طے کیا کہ ہم پہلے اس سے اپنا نسب وغیرہ نہ بیان کریں تاکہ اس کے علم کا اندازہ ہو سکے۔ اور حضرت ابوطالب نے اپنی تلوار اور نیزہ سطیح کے

غلام کو ہدیہ کر دیا اور سطیح کے پاس آئے قبل اس کے کہ غلام سطیح سے یہ حال بیان کرے ابو طالب نے سلام کیا۔ سطیح نے کہا آپ پر بھی سلام ہو اور نعمتیں گوارا ہوں۔ عرب کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابو طالب نے مزاحاً فرمایا کہ بنی جمح سے۔ اس نے کہا اے بزرگ میرے قریب آ کر اپنا ہاتھ میرے چہرے پر ملئے۔ ابو طالبؑ نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھا تو اس نے کہا خدائے دانا و بینا کی قسم آپ ہی صاحب اخلاق و جود بلند ہیں آپ ہی نے میرے غلام کو ہدیتہ" نیزہ قلی اور شمشیر ہندی عطا کی بے شک آپ ہی قوم کے بہترین لوگوں میں سے ہیں۔ آپ اور آپ کے بھائی سے شریف ترین خلائق پیدا ہوں گے۔ یقیناً آپ اور آپ کے ہمراہی نسل ہاشمی سے ہیں جو اہل خیر میں سب سے بہتر تھے' اور آپ ہی پیغمبرؐ مختار کے چچا ہیں جن کی مدح کتب و اخبار میں کی گئی ہے۔ اپنے نسب کو مجھ سے نہ چھپایئے کیونکہ میں آپ کے نسب کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ یہ سن کر ابو طالبؑ کو تعجب ہوا اور فرمایا اے سطیح تم نے سچ کہا اور صحیح خصلتیں بیان کیں۔ اب ہم کو ان باتوں سے آگاہ کیجئے جو ہمارے زمانے میں ہم لوگوں پر واقع ہوں گی۔ سطیح نے کہا ہمیشہ باقی رہنے والے اور بغیر ستون کے آسمان کو بلند کرنے والے خدائے یکتا کی قسم عبداللہ کے یہاں بہت جلد ایک فرزند پیدا ہو گا جو لوگوں کو رشد و صلاح و خیر و احسان کی ہدایت کرے گا۔ اور بت پرستوں کو ہلاک کرے گا اور اس کے امور میں اس کا چچا زاد بھائی مددگار رہو گا جو صاحب شکوہ و دبدبہ ہو گا اور اپنی تیغ آبدار سے کافروں کے دماغ درست کر دے گا اور اس میں شک نہیں کہ آپ ہی اے ابو طالبؑ اس کے والد ہوں گے۔ ابو طالبؑ نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ کچھ اس پیغمبر کی صفتیں بیان کیجئے۔ سطیح نے کہا اچھا مجھ سے صحیح حالات سنئے۔ بہت جلد ایک بلند مرتبہ پیغمبرؐ ظاہر ہوں گے جس کی صفت میں زبان سطیح گنگ ہے۔ وہ نہ بہت کوتاہ قد ہو گا نہ بہت بلند۔ جس کا سر گول ہو گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہو گی۔ وہ سر پر عمامہ باندھے گا۔ اس کی پیغمبری قیامت تک باقی رہے گی وہ اہل تہامہ کا سردار ہو گا۔ تاریکی میں اس کے چہرے سے نور ساطع ہو گا۔ جب وہ مسکرائے گا' اس کے دانتوں کے نور سے دنیا روشن ہو جائے گی۔ اس کے مانند دنیا میں کوئی خلق و خلق میں پیدا نہیں ہوا۔ شیریں زبان اور خوش بیان ہو گا۔ زہد و تقویٰ' خشوع و عبادت میں اس کا مثل نہ ہو گا۔ تکبر و رعونت کا اس میں نام و نشان نہ ہو گا۔ جب کوئی بات کرے گا صحیح و درست کرے گا اس سے کوئی سوال کیا جائے گا تو صحیح جواب دے گا۔ اس کی ولادت پاکیزہ ہو گی۔ نسب اس کا طاہر و مطہر ہو گا۔ وہ عالمین کے لئے رحمت ہو گا۔ اس کے نور سے عالم روشن ہو جائے گا۔ مومنوں پر مہربان' اپنے ہمراہیوں پر رحیم ہو گا۔ اس کا نام توریت و انجیل میں نمایاں ہے۔ غریبوں کا فریاد رس اور کرامتوں سے موصوف ہو گا۔ اس کا نام آسمان میں احمدؐ اور زمین میں محمدؐ ہے۔ ابو طالب نے کہا اس شخص کا وصف بیان کیجئے جس کے بارے میں آپ نے بتایا کہ اس کا معین و مددگار ہو گا۔ اس نے کہا وہ بزرگ بھی سید و سردار ہو گا۔ ضیغم شیر شکار' نیک کرداروں کا پیشوا اور کفار سے انتقام

Presented by www.ziyaraat.net

لینے والا ہو گا۔ مشرکوں کو موت کا زہر آلود پیالہ پلائے گا۔ شیروں کا پتہ پانی کرے گا۔ ہمیشہ لڑائیوں میں یاد خدا کرے گا۔ محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وزیر ہو گا اور ان کے بعد ان کی امت میں امیرو پیشوا ہو گا۔ توریت میں اس کا نام بریا اور انجیل میں الیا اور قوم میں علیؑ ہو گا۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر غور و فکر کرنے لگا۔ پھر ابو طالبؑ کی جانب متوجہ ہو کر بولا' اے سید بزرگوار میرے چہرے پر دوبارہ ہاتھ رکھیئے۔ ابو طالبؑ نے اپنا دست مبارک اس کے منہ پر رکھا تو اس نے آہ دردناک کھینچی اور کہنے لگا کہ اے ابو طالب' اپنے بھائی عبداللہ کا ہاتھ پکڑو کیونکہ تمہاری سعادت ظاہر ہے تم کو خوشخبری ہو بلندیء مرتبہ اور رفعت شان کی کیونکہ وہ اور دونوں کرامت کی شاخیں تمہارے درخت سے برآمد ہوں گی۔ محمدؐ تمہارے بھائی سے ہوں گے اور علیؑ تم سے پیدا ہوں گے۔ غرضیکہ ابو طالب یہ تمام باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور اس کی یہ سب باتیں اہل مکہ میں مشہور ہوئیں تو ابوجہل نے کہا یہ پہلی بلا ہے جو بنی ہاشم کی طرف سے ہم لوگوں پر نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ تم لوگوں نے سطیح کی باتیں عبداللہؑ اور ابو طالبؑ کے فرزند کے بارے میں سنیں کہ وہ دونوں ہمارے دین کو فاسد کر دیں گے۔ یہ سن کر ابو طالبؑ نے کھڑے ہو کر پکار کر فرمایا کہ اے گروہ قریش اپنے دلوں سے غم و غصہ کو دور کرو اور سطیح سے جو کچھ سنا ہے اس سے انکار نہ کرو کیونکہ ہم ہی معدن ہر شرف و کرامت ہیں جو مکہ میں ظاہر ہو چکی ہیں اور جو کچھ سطیح نے بیان کیا ہے اس کی علامت آشکار ہے۔ اور وہ سب امور جلد ظاہر ہوں گے اس کے خلاف نہ ہو گا۔ پھر ابو طالبؑ سطیح کو اپنے گھر لے گئے اور اس کا بہت احترام و اکرام کیا۔ ابو جہل کے سینہ میں حسد کی آگ روشن ہوئی اور شر و فتنہ شروع کیا۔ اس کے ساتھ بدمعاشوں کی ایک جماعت بھی اس کی معین و مددگار ہو گئی۔ ابو طالبؑ کو معلوم ہوا تو ابطح کی جانب گئے اور اہل فساد کے مجمع کو وعدہ اور وعید کے ساتھ منتشر کر دیا اور ان سب کو کعبہ کے قریب جمع کیا۔ اس وقت منبع بن الحجاج نے کھڑے ہو کر کہا اے ابو طالبؑ ہم آپ کی بلندی مرتبہ اور عزو شرف میں کوئی شک نہیں ہے۔ آپ کے جلالت و نجابت و ہدایت وغیرہ عالم پر روشن و آشکار ہے لیکن آپ کی دانائی پر تعجب ہے کہ ایک کاہن کی باتوں پر بھروسہ کرتے ہیں شاید آپ کو نہیں معلوم کہ وہ شیطان کے فریب و کذب و افترا کا مصدر ہوتے ہیں۔ دوبارہ اس کو مجمع میں لایئے تاکہ ہم بھی امتحان کر لیں۔ شاید اس کی سچائی اور جھوٹ کی علامتیں ہم پر واضح ہو جائیں جس سے دلوں کے شکوک و اختلاف رفع ہوں۔ ابو طالبؑ نے حکم دیا تو سطیح کو لوگ مجمع میں دوبارہ لائے۔ اس نے باآواز بلند کہا اے گروہ قریش یہ کیا انتشار و تکذیب اور اختلاف ہے جو تم سے سنتا اور دیکھتا ہوں اس بارے میں جو میں نے صاحب برہان بتوں کو توڑنے والے اور کاہنوں کو ذلیل کرنے والے پیغمبر کے بارے میں بیان کیا ہے واللہ میں اس کے ظہور سے راضی نہیں ہوں کیونکہ اس کے زمانہ ولادت کے قریب علم کاہنان باطل ہو جائے گا اور اس وقت سطیح کی زندگی کی بھی خیر نہیں ہو گی وہ بھی موت کی تمنا کرے گا۔ اگر تم کو میرے بیان کی

تصدیق ہی منظور ہے تو اپنی ماؤں اور عورتوں کو بلاؤ تاکہ میں عجیب امور تم پر ظاہر کروں۔ لوگوں نے کہا شاید تو غیب کے حالات جانتا ہے۔ اس نے کہا نہیں مگر ایک جن میرا مصاحب ہے جو فرشتوں سے خبریں سن کر مجھے آگاہ کرتا ہے۔ ان لوگوں نے مکہ کی تمام عورتوں کو مسجد میں جمع کیا سوائے آمنہ اور فاطمہ بنت اسد کے جن کو عبداللہ اور ابو طالبؑ نے اجازت نہ دی۔ جب وہ عورتیں آ گئیں سطیح نے مردوں کو الگ کر دیا اور عورتوں کو اپنے پاس بلا لیا اور ان کی جانب سے غور سے دیکھا اور خاموش ہو گیا۔ عورتوں نے پوچھا بولتے کیوں نہیں۔ سطیح نے پھر آسمان کو دیکھا اور کہا کہ حرمین کی حرمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میں دو عورتیں نہیں ہیں جن میں ایک اس فرزند سے حاملہ ہے جو لوگوں کو رشد و خیر کی جانب ہدایت کرے گا اور دوسری خاتون حاملہ ہونے والی ہے مومنوں کے بادشاہ سے جو تمام اوصیاء انبیاء کا سردار اور علوم مرسلین کا وارث ہو گا۔ پھر وہ دونوں خواتین بھی بلائی گئیں۔ سطیح نے آمنہؑ کی طرف دیکھا اور فریاد کی۔ رویا اور بولا اے صاحبان شرف و عزت کی قسم یہی خاتون پیغمبر برگزیدہ اور رسول پسندیدہ سے حاملہ ہے۔ پھر آمنہؑ کو سامنے بلایا اور کہا کہ کیا آپ حاملہ نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک۔ اس نے کہا اب مجھ کو اپنی باتوں پر زیادہ یقین ہو گیا ہے یہی بہترین زنان عرب و عجم ہیں جو بہترین خلائق اور بتوں کے برباد کرنے والے رسولؐ سے حاملہ ہیں۔ افسوس ہے عرب کے لوگوں پر۔ یقیناً اس کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے اس کا نور ظاہر ہے۔ گویا میں اس کے مخالفوں کو دیکھ رہا ہوں کہ قتل ہوئے خاک و خون میں آلودہ پڑے ہیں۔ خوشا حال اس کا جو اس کی پیغمبری کی تصدیق کرے' اور اس پر ایمان لائے کیونکہ تمام روئے زمین پر اس کی سلطنت ہو گی۔ پھر جناب فاطمہ بنت اسد کی جانب متوجہ ہوا اور ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو باآواز بلند کہنے لگا کہ واللہ یہی فاطمہ بنت اسد ہیں جو اس امام کی ماں ہیں جو بتوں کو توڑے گا۔ وہ ایسا بہادر ہو گا جو شجاعوں کی پیشانیاں زمین پر رگڑ دے گا۔ اس کی عقل میں کسی طرح کی کمی نہ ہو گی۔ کوئی بہادر اس کے مقابلہ کی تاب نہ لائے گا۔ وہی شہسوار یکتا اور خدا کا شیر ہے۔ اس کا نام علیؑ ہے وہ خاتم الانبیاء کا چچا زاد بھائی ہے۔ ہائے ہائے میں دیکھ رہا ہوں کہ اس نے کیسے کیسے دلیروں اور بہادروں کو خاک مذلت میں ملا دیا ہے۔ قریش نے یہ باتیں سنیں تو نیام سے تلواریں نکال کر سطیح پر دوڑے بنی ہاشم نے بھی اس کی حمایت میں تلواریں نکال لیں۔ ابو جہل نے کہا مجھ کو راستہ دو کہ اس کاہن کو قتل کر دوں۔ اور اپنے دل کی آگ اس کے خون سے بجھاؤں۔ ابو طالبؑ نے یہ دیکھ کر اس پر حملہ کیا اور تلوار سے اس کا سر زخمی کر دیا کہ خون نجس اس کے چہرہ پر جاری ہو گیا۔ ابوجہل ملعون اس وقت چلایا کہ اے سرداران قبائل اس ذلت کو اپنے لئے پسند نہ کرو۔ سطیح' آمنہ اور فاطمہ کو قتل کر ڈالو تاکہ اس شر سے جو یہ کاہن بیان کرتا ہے محفوظ رہے۔ یہ سنتے ہی تمام قریش سطیح پر حملہ آور ہوئے۔ بنی ہاشم کو ان سے مقابلہ کی طاقت نہ تھی مختصر یہ کہ فتنہ برپا ہوا' عورتیں کعبہ میں پناہ لے گئیں اور شور و غل برپا ہوا۔

Presented by www.ziyaraat.net

آمنہ علیہا السلام سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے تلواریں دیکھیں تو بہت خوفزدہ ہوئی۔ ناگاہ جو بچہ میرے شکم میں تھا حرکت میں آیا اور اس سے آواز ظاہر ہوئی۔ اسی کے ساتھ ہوا میں گرج کی سی آواز پیدا ہوئی جس سے عقلیں زائل ہو گئیں اور عورتیں اور مرد سب بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر میں نے آسمان کی جانب نگاہ کی تو آسمان کے دروازے کھلے ہوئے دیکھے اور دیکھا کہ ایک سوار آگ کا ایک ہتھیار ہاتھ میں لئے ہوئے بلند آواز سے کہہ رہا ہے کہ تم کو رسولؐ خدا کو ضرر پہنچانے کی طاقت نہیں ہے میں ان کا بھائی جبرئیلؑ ہوں اسی وقت میرا خوف اطمینان سے بدل گیا اور ہم سب اپنے اپنے گھروں کو واپس آئے۔ ابو طالبؑ نے اپنے بھائی عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور کعبہ میں جا کر بیٹھے۔ اس وقت ان کے پاس منبہ بن الحجاج آیا اور بولا خدا کا شکر ہے کہ آپ کی عزت و فضیلت اور غلبہ دنیا والوں پر ظاہر ہو گیا۔ لیکن آپ سے التماس یہ ہے کہ سطیح کو قریش سے دور ہٹا دیجئے اور فتنہ و فساد کی آگ بجھا دیجئے۔ ابو طالب نے قبول فرمایا اور سطیح کے پاس آئے۔ حقیقت حال اس سے بیان کر کے معذرت چاہی۔ سطیح نے کہا اے ابو طالب میں جاتا ہوں۔ لیکن جب وہ پیغمبر بشیر و نذیرؐ ظاہر ہو تو میرا بہت بہت سلام ان کو پہنچایئے اور کہہ دیجئے گا کہ اس نے آپؐ کے آنے کی بشارت دی تھی مگر آپ کی قوم نے اس کو جھٹلایا اور آپ کی ہمسائیگی سے اس کو دور کر دیا۔ عنقریب ایک عورت بھی آنے والی ہے جو میری تمام پیشین گوئیوں کی تصدیق کرے گی' اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس بارہ میں اس سے زیادہ بیان کرے گی۔ غرض سطیح کو ایک شتر پر باندھ دیا اور وہ روانہ ہو گیا۔ بنی ہاشم بھی اس کو کچھ دور پہچانے کے لئے مکہ سے باہر آئے۔ اسی اثناء میں ایک سوار نمایاں ہوئی جس پر ایک عورت سوار تھی اور بہت تیزی کے ساتھ آ رہی تھی۔ سطیح نے کہا اے سرداران مکہ آپ کے پاس زرقا یمنی آ گئی۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ زرقا قریب آ گئی اور پکار کر بولی کہ اے گروہ قریش آپ پر میرا بہت بہت سلام ہو اور آپ سے ہر شہر آباد رہے۔ اپنا وطن ترک کر کے آپ کی جائے پناہ کی طرف آ رہی ہوں تاکہ آپ کو ان چند امور سے آگاہ کروں جو بہت جلد ظاہر ہونے والے ہیں۔ اور آپ کے شہر میں بہت سی عجیب باتیں رونما ہونے والی ہیں۔ اور چند اشعار پڑھے جو سطیح کی تصدیق کر رہے تھے اور کہا میں اس لئے آئی ہوں کہ آپ کو خوشخبری دوں اور لوگوں کے شر سے پرہیز رکھنے کی ہدایت کروں۔ اور جس بات کی آپ کو خوشخبری دینا چاہتی ہوں وہ میرے واسطے وبال ہے۔ عتبہ بھی موجود تھا اس نے کہا یہ باتیں وحشت انگیز ہیں جو تجھ سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ ہم کو اور خود اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی کی خبر دے رہی ہے۔ زرقاء نے کہا اے ابو الولید اسی خدا کی قسم جو لوگوں کے راستہ پر تاک میں ہے کہ اسی وادی سے ایک پیغمبر مبعوث ہو گا جو لوگوں کو نیکی و صلاح کی دعوت دے گا اور فساد و خونریزی سے روکے گا۔ اس کے چہرہ سے نور ساطع ہو گا۔ اس کا نام محمدؐ ہو گا۔ گویا میں دیکھ رہی ہوں کہ اس کی ولادت کے بعد ایک فرزند پیدا ہو گا جو اس کا معین و مددگار ہو گا اور حسب و نسب میں اس کے

نزدیک ہو گا۔ وہ اپنے زمانہ کے لوگوں کو ہلاک کرے گا اور شجاعان جہاں کو زمین کا پیوند بنائے گا۔ معرکوں میں دلیر اور میدانوں میں شیر ہو گا۔ اس کے بازو قوی ہوں گے۔ وہ جری خدا کا ولی ہو گا۔ اس کا نام امیر المومنین علیؑ ہے۔ آہ آہ میں اس کو جس روز دیکھوں گی اور سخت مصیبت ہو گی مجھ پر جبکہ میں یک سو ہو کر اس کے ساتھ بیٹھوں گی۔ پھر چند اشعار حسرت و افسوس کے پڑھے اور بولی افسوس ہے نالہ و فریاد کرنے سے کیا فائدہ اس امر میں جو یقیناً آنے والا ہے۔ شمس و قمر کے خالق کی قسم جس کی طرف تمام انسانوں کی بازگشت ہو گی سطیح نے جو کچھ تم سے کہا ہے سچ ہے۔ وہ نسیج کی خبروں سے ہے۔ پھر عبداللہ اور ابو طالب کی جانب سخت نگاہوں سے دیکھا۔ عبداللہ کو تو پہلے دیکھ چکی تھی اور پہچانتی تھی۔ کیونکہ عبداللہ جس سال یمن تشریف لے گئے قبل اس کے کہ آمنہ سے عقد کریں اور نور رسالت ان کی پیشانی سے منتقل ہو وہ یمن میں ایک محل میں قیام فرماتے تھے اس وقت زرقاء کی نگاہ جو حضرتؑ پر پڑی تو آپ سے عقد کی متمنی ہوئی اور ایک تھیلی اشرفیوں کی لے کر اپنے محل سے نکلی اور عبداللہ کی جانب دوڑی۔ آپ کو سلام کیا اور پوچھا آپ عرب کے کس قبیلہ سے ہیں کہ آپ سے زیادہ خوبصورت میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا میں عبداللہ بن مطلب ہوں جو ہاشم بن عبد مناف سردار شرفاء اور مہمانوں کی ضیافت کرنے والے کے فرزند ہیں۔ زرقاء نے کہا اے میرے سردار کیا یہ ممکن ہے کہ ایک بار آپ مجھ سے مقاربت کریں۔ یہ تھیلی آپ کے نذر کرتی ہوں اس کے ساتھ ہی سو اونٹ خرموں سے لدے ہوئے دوں گی۔ جناب عبداللہ نے فرمایا کہ دور ہو میرے سامنے سے۔ تیری صورت کس قدر قبیح ہے۔ شائد تجھ کو معلوم نہیں کہ ہم اس گروہ میں ہیں جو گناہ نہیں کرتے اور اپنی تلوار نیام سے نکال کر اس پر حملہ کرنا چاہا۔ زرقاء بھاگی اور ذلت کے ساتھ واپس ہوئی۔ اسی وقت عبدالمطلب محل میں داخل ہوئے اور برہنہ تلوار عبداللہ کے ہاتھ میں دیکھ کر واقعہ دریافت کیا۔ جناب عبداللہ نے بیان کیا۔ عبدالمطلبؑ نے فرمایا وہ عورت زرقاء یمنی ہے۔ چونکہ تمہاری پیشانی سے نور نبوت جلوہ گر دیکھا پہچان گئی اور چاہتی تھی وہ نور خود حاصل کرے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ مکہ میں جب زرقاء نے عبداللہ کو دیکھا پہچان لیا اور سمجھ گئی کہ انہوں نے عقد کر لیا ہے اور وہ نور منتقل ہو چکا ہے۔ بولی کیا آپ وہی نہیں ہیں جن کو میں نے یمن میں دیکھا تھا؟ فرمایا ہاں میں وہی ہوں۔ پوچھا وہ نور کیا ہوا جو آپ کی پیشانی میں درخشاں تھا۔ آپ نے کہا میرے زوجہ آمنہ کے طاہر شکم میں ہے۔ اس نے کہا بے شک ایسا ہی شخص ایسے نور کا حامل ہو سکتا ہے پھر باآواز بلند کہنے لگی اے صاحبان عزت و مراتب وقت ظہور پیغمبر آخر الزماں جیسا کہ میں کہہ رہی ہوں نزدیک ہے۔ اور امر شدنی کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا آج تو دن ختم ہو چکا اب کل میرے پاس آپ لوگ آیئے گا تاکہ میں آپ لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کروں۔ یہ سن کر وہ لوگ متفرق ہو گئے۔ رات ہوئی تو نصف شب کے بعد زرقا سطیح کے پاس آئی اور کہا کہ آثار و علامات اس نور کے ظہور کے مشاہدہ کر رہی

Presented by www.ziyaraat.net

ہیں۔ وقت قریب آگیا ہے۔ اب اس بارہ میں آپ کیا مصلحت دیکھتے ہیں۔ سطیح نے کہا میرے عمر آخر ہو چکی ہے میں شام کی جانب جا رہا ہوں وہیں تا وقت وفات قیام کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ اس نور کے بجھانے کی جو شخص کوشش کرے گا وہ منکوب و مقہور ہو گا۔ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آمنہؑ کو دفع کرنے کے درپے نہ ہونا کیونکہ پروردگار آسمان و زمین اس کا محافظ ہے۔ اگر تو میری بات نہیں مانتی ہے تو مجھ سے دست بردار ہو جا کیونکہ میں اس معاملے میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتا۔

دوسرے روز صبح کو زرقاء بنی ہاشم کے پاس آئی' سلام کیا اور کہا کہ آپ لوگوں کے دل روشن ہوں گے جبکہ آپ کے درمیان وہ ظاہر ہو گا جس کے فضائل توریت' انجیل' زبور اور فرقان میں موجود ہیں۔ وائے ہو اس پر جو اس سے دشمنی کرے' اور خوشا حال اس کا جو اس کی اطاعت کرے۔ یہ سن کر بنی ہاشم خوش ہوئے اور ابو طالبؑ نے فرمایا اے زرقاء اگر ہم سے تیری کوئی حاجت ہو تو بیان کر کہ پوری کی جائے گی۔ اس نے کہا آپ سے میں مال چاہتی نہیں' اور عزت افزائی کی آپ سے امید نہیں رکھتی۔ لیکن اتنا چاہتی ہوں کہ آمنہ سے ملاقات کرا دیجئے کہ میں ان امور کی تصدیق کروں جو میں نے بیان کئے ہیں۔ ابو طالب اس کو گھر لے گئے۔ جب اس کی نظر جناب آمنہ پر پڑی اس کے پیروں میں لرزش ہوئی۔ اس کی زبان بند ہو گئی۔ بظاہر خوشی کا اظہار کیا اور اس مولود کے بارے میں کچھ خبریں بیان کیں اور واپس چلی گئی۔ لیکن دل میں آمنہ کے ہلاک کرنے کی ترکیبیں سوچ رہی تھی۔ آخر قبیلہ خزرج کی ایک عورت سے دوستی شروع کی جس کا نام تکنا تھا۔ وہ جناب آمنہ اور تمام زنان ہاشمی کی مشاطہ تھی۔ زرقاء اس کے ساتھ شب و روز رہنے لگی۔ ایک روز تکنا رات کو بیدار ہوئی تو دیکھا کہ زرقاء کے سر کے قریب ایک شخص بیٹھا ہوا اس سے باتیں کر رہا ہے اس کی ایک بات یہ سنی کہ یمامہ کی کاہنہ تمامہ آئی ہے وہ اپنے ارادے سے بہت جلد پشیمان ہو گی۔ زرقا یہ سن کر اچھل پڑی اور بولی تو میرا یار وفادار ہے تو اب تک میرے پاس کیوں نہ آیا۔ اس نے کہا تیری خرابی ہو ہم پر سخت مصیبت نازل ہوئی ہے۔ ہم آسمانوں پر جا کر فرشتوں کی باتیں سنا کرتے تھے۔ ان دنوں ہم کو آسمانوں سے بھگا دیا گیا ہے۔ ہم نے آسمانوں پر ایک منادی کو ندا دیتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ خدا نے ارادہ کر لیا ہے کہ بتوں کو توڑنے والے اور عبادت ظاہر کرنے والے کو پیدا کرے۔ فرشتوں کی فوج نے ہم کو تیرہائے شہاب سے مار کر بھگا دیا اور اب آسمانوں کے راستے ہمارے واسطے بند ہو گئے ہیں۔ ہم اس لئے آئے ہیں کہ تجھ کو آگاہ کر دیں تاکہ تو پرہیز کرے۔ زرقاء نے کہا دور ہو میرے پاس سے۔ اس فرزند کی ہلاکت میں مجھ سے جس قدر کوشش ہو سکتی ہے ضرور کروں گی۔ یہ سن کر اس شخص نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں نے جو شرط خیر خواہی تھی پوری کر دی اور میں جانتا ہوں کہ تیری کوشش بے کار ہے' وبال دنیا و عقبیٰ کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ بے شک خداوند عالم اپنے پیغمبر کی مدد کرے گا' اور ہر ایک کاہن و ساحر کے شر سے اس کو محفوظ رکھے گا۔ اسی قسم کی بہت سی باتیں کر کے وہ

شخص غائب ہو گیا۔ تکنا نے یہ تمام باتیں سن لیں۔ صبح کو زرقاء کے پاس آئی اور پوچھا تم رنجیدہ و غمگین کیوں ہو؟ اس نے کہا بہن میں تم سے اپنا راز پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتی۔ جس غم نے مجھ کو میرے وطن سے آوارہ کیا اسی عورت کے بارے میں ہے جو اس فرزند سے حاملہ ہے جو بتوں کو توڑے گا اور ساحروں اور کاہنوں کو ذلیل کرے گا۔ اور مکانوں کو ویران کرے گا۔ تو نہیں جانتی کہ آتش سوزاں میں جلنے پر صبر کرنا دشمنوں سے ذلت و خواری اٹھانے سے زیادہ آسان ہے۔ اگر آمنہؑ کے مار ڈالنے میں کوئی میرا مددگار ہو جائے تو یقیناً اس کی جو آرزو اور خواہش ہو گی میں پوری کروں گی اور اس کو مالدار بنا دوں گی۔ پھر ایک تھیلی اشرفیوں کی نکال کر تکنا کے سامنے ڈال دی۔ تکنا نے جو اشرفیوں کو دیکھا پگھل گئی۔ اور بولی بہن تو نے بڑے سخت کام اور امر عظیم کا ذکر کیا۔ چونکہ بنی ہاشم کی عورتوں کی مشاطہ ہوں شاید تیری کچھ مدد کر سکوں۔ زرقاء نے کہا ایسا کر کہ جب آمنہ کی آرائش کے لئے اس کے پاس جائے اور اس کو مشاطگی میں مشغول کر لے' اس وقت یہ زہر آلود خنجر گھونپ دے۔ زہر اس کے بدن میں پہنچ جائے گا تو یقیناً اس کو ختم کر دے گی۔ چونکہ خود تجھ پر خونبہا لازم آئے گا میں تیری طرف سے دس خونبہا دے دوں گی۔ اور جتنی مجھ میں طاقت ہے تیرے چھڑانے اور بچانے میں کوشش کروں گی۔ تکنا نے کہا مجھے منظور ہے لیکن تو اس وقت تمام بنی ہاشم کے مردوں اور اہل مکہ کو اپنی باتوں میں لگائے رکھنا تاکہ میں بے خوف ہو کر تیری خواہش پوری کر سکوں۔ زرقاء نے کہا ایسا ہی ہو گا۔

دوسرے روز زرقاء نے تمام اہل مکہ کی دعوت کی اور کافی شراب کا انتظام کیا۔ بہت سے اونٹوں کو نحر کرایا اور لوگوں کو کھانے پینے میں مشغول کر دیا۔ اور تکنا سے کہا اب وقت ہے فرصت کو غنیمت سمجھ اور میرے کام کے پورا کرنے میں پوری کوشش سے کام لے۔ تکنا وہ زہر آلود خنجر لے کر آمنہؑ کے پاس پہنچی۔ آمنہ نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا گیا اور کہا آج تجھ کو دیر کیوں ہوئی' تیری ایسی عادت تو نہ تھی کہ تو اتنی دیر مجھ سے جدا رہے۔ تکنا نے کہا اے خاتون پریشانیوں نے گھیر رکھا ہے اگر آپ کی مہربانیاں مجھ پر نہ ہوتیں تو میری حالت بد سے بدتر ہو گئی ہوتی۔ آیئے میں آپ کو آراستہ کر دوں۔ آمنہ اس کے پاس آ کر بیٹھیں۔ تکنا نے آپ کے بالوں میں کنگھی کی۔ پھر وہی زہر آلود خنجر نکالا کہ ان کو ہلاک کرے۔ باعجاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے اس کا دل پکڑ لیا اور ایک پردہ اس کی آنکھوں کے سامنے پڑ گیا اور کسی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا کہ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑا اور اس خنجر سے وا حسرتاہ کی آواز بلند ہوئی۔ جناب آمنہ نے پلٹ کر دیکھا تو خنجر نظر آیا۔ چیخ اٹھیں۔ عورتیں ان کی آواز سن کر ہر طرف سے دوڑی آئیں اور تکنا کو پکڑ لیا۔ پوچھا اے ملعونہ! آمنہ کو کس خطا پر ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا کہ میں ان کو مار ڈالنا چاہتی تھی لیکن خدا کا شکر ہے جس نے اس بلا کو ان سے رفع کر دیا۔ آمنہ تو سجدہ میں جھک گئیں۔ عورتوں نے اس سے اس فعل

Presented by www.ziyaraat.net

شنیع کا سبب دریافت کیا تو اس نے زرقاء کا پورا قصہ بیان کیا اور کہا زرقاء کو پکڑو قبل اس کے کہ تمہارے قابو سے نکل جائے۔ یہ کہتے ہی اس کی جان نکل گئی۔ یہ بات فوراً مشہور ہو گئی اور بنی ہاشم کے چھوٹے بڑے سب آن پہنچے۔ زرقاء کی حرکت معلوم کرکے اس کی تلاش میں ہر طرف دوڑ پڑے۔ ابو طالب نے مکہ میں منادی کرا دی کہ زرقاء منحوس کو گرفتار کرو وہ باہر نہ جانے پائے۔ اس ملعونہ کو بھی یہ خبر مل گئی۔ اور وہ مکہ سے بھاگ کر نکل گئی۔ اہل مکہ ہر طرف اس کی تلاش میں پھرتے رہے مگر کہیں سراغ نہ ملا۔ سطیح کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اپنے غلاموں کو حکم دیا تو اس کو لے آئے۔ سطیح اس کو اپنے ساتھ لے کر شام کی طرف چلا گیا۔ جناب آمنہ برابر بشارت آمیز آوازیں ارض و سماء سے سنا کرتی تھیں اور جناب عبداللہ سے بیان کیا کرتی تھیں۔ عبداللہ ان کو تمام باتیں پوشیدہ رکھنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ آمنہ کو حمل کی گرانی بالکل معلوم نہ ہوتی تھی۔ جب ساتواں مہینہ شروع ہوا تو جناب عبدالمطلب نے عبداللہ کو بلایا اور فرمایا آمنہ کے یہاں ولادت کا زمانہ قریب ہے اور ہمارے پاس اتنا سامان نہیں ہے کہ اس نومولود کا عقیقہ و ولیمہ شایان شان ہو سکے۔ لہٰذا مدینے جا کر تمام چیزیں خرید لاؤ۔ جناب عبداللہ حسب الحکم مدینہ تشریف لے گئے اور وہیں رحمت الٰہی سے ملحق ہوئے۔ اہل مکہ کو معلوم ہوا تو تمام مکہ والے ان کے غم میں روئے۔

اس کے بعد قطب راوندی نے اور بہت سے معجزات جن میں بیشتر ذکر کئے جا چکے ہیں تحریر کئے ہیں اگرچہ کتاب انوار اور کتاب شاذان دوسری حدیثوں کی تمام کتابوں کے مقابلے میں اعتبار و وثوق میں ہم پلہ و ہم درجہ نہیں ہیں تاہم چونکہ یہ حالات و معجزات معتبر حدیثوں کی تائید میں تھے اس لئے لکھے گئے' اور اکثر بخوف طوالت و تکرار ساقط کر دیئے گئے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۲ سطر ۱)

مناقب ابن شہر آشوب

جناب آمنہ فرماتی ہیں جب آنحضرتؐ کی ولادت قریب ہوئی۔ تو میں نے دیکھا ایک طائر سفید نے میرے سینہ پر اپنا پر ملا جس سے خوف و ہراس میرے دل سے دور ہو گیا۔ میں پیاسی تھی میرے پاس سفید رنگ کا شربت لایا گیا۔ میں نے پی لیا پھر ایک نور میرے گرد ظاہر ہوا۔ اور میں نے کچھ عورتوں کو دیکھا جو دراز قد تھیں۔ وہ مجھ سے باتیں کرنے لگیں۔ ان کا کلام انسانوں سے مشابہ نہ تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان سفید ریشم سی کوئی شے بھری ہوئی ہے اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے سب سے زیادہ عزت والے انسان کے لئے لے لو۔ میں نے کچھ مرد دیکھے ہوا میں معلق جن کے ہاتھوں میں ابریق تھے اور میں نے مشارق و مغارب ارض کو دیکھا اور ایک ریشمی پھریرے کا علم دیکھا جس کی چھڑی یاقوت کی تھی اور جو مابین زمین و آسمان نصب تھا پشت کعبہ پر جب محمد پیدا ہوئے تو انہوں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔ میں نے ایک سفید بادل کو آسمان سے اترتے دیکھا جس نے نور محمد کو ڈھانپ لیا اور کسی کو کہتے سنا محمد کا طواف کرو پھر وہ بادل کھل گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ محمدؐ کو سفید ریشم میں لپیٹا گیا ان کی مٹھی میں تین کنجیاں تھیں موتیوں سے بنی ہوئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا محمد کے قبضہ میں کلید نصرت دربح و نبوت ہے۔ پھر دوسرا بادل آیا اور میرے اور محمد کے اوپر چھا گیا۔ اور کہنے والے نے کہا طواف کرو محمد کا مشرق و مغرب میں اور پیش کرو اس پر اطاعت کے لئے جن و انس طیور و سباع اور عطا کرو اس کو صفوت آدم۔ رقت نوح۔ خلت ابراہیم۔ لسان اسمٰعیل۔ کمال یوسف۔ بشارت یعقوب۔ لحن داؤد۔ زہد یحیٰی اور کرم عیسٰی۔ پھر وہ بادل ہٹ گیا میں نے دیکھا محمد کے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا ہے لپٹا ہوا جس کو وہ مٹھی میں دبائے ہیں اور کہنے والا کہہ رہا ہے کہ محمد تمام دنیا پر قابض ہوئے۔

جن تین آدمیوں کو میں نے مابین زمین و آسمان دیکھا ان کے چہرے سورج کی طرح چمک رہے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا ابریق تھا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں طشت زمرد تھا جس کے کناروں پر موتی جڑے ہوئے تھے اور کہنے والا کہہ رہا تھا: اے حبیب خدا روئے زمین پر قابض ہو۔ تیسرے کے ہاتھ میں لپٹا ہوا سفید ریشم تھا اس کو کھولا اس میں سے ایک انگوٹھی نکلی جس کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں اس کو ابریق کے پانی سے سات بار دھویا اور اسی انگوٹھی سے حضرت کے شانوں پر مہر لگائی اور یہ آواز آئی کہ اللہ کی حفظ و امان میں۔ خوش خبری ہو اس کے لئے جو تمہارا اتباع کرے اور ہلاکت ہو اس کے لئے جو تم سے رو گردانی کرے۔ یہ بشارت دینے والا رضوان تھا۔ میں نے ایک نور کو سر محمد سے ساطع دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ آسمان تک بلند ہوا جس سے شام تک کے محلات نظر آنے لگے۔

Presented by www.ziyaraat.net

عبدالمطلب کہتے ہیں جب نصف رات گزری تو میں بیت اللہ میں گیا۔ مقام ابراہیم پر سجدہ کیا۔ خانہ کعبہ سے آواز آئی اللہ اکبر رب مصطفےٰ اب خدا نے مجھ کو نجاست مشرکین اور کثافت کافرین سے پاک کیا۔ کعبہ کے بت سرنگوں ہو کر گر پڑے۔ ناگاہ کچھ پرندے اڑتے ہوئے آئے اور ایک سفید بادل اٹھ کر کعبہ کی طرف آیا۔ میں نے دل میں کہا سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں۔

جناب آمنہ فرماتی ہیں میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا تجھ سے پیدا ہوا سید الناس پس کہو میں نے اس کو خدا کی پناہ میں دیا اور اس کا نام محمدؐ رکھا حضرت عبدالمطلب آئے اور اپنی آغوش میں لے لیا۔

امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ جب حضرت پیدا ہوئے تو اصنام سرنگوں ہو کر گر پڑے اور ایوان کسریٰ میں زلزلہ آ گیا اس کے محل کے ۱۴ کنگرے گر پڑے اور ساوہ جھیل سوکھ گئی اور فارس کے آتش کدہ کی آگ بجھ گئی جو ہزار برس سے نہیں بجھی تھی۔ اور عرب کے بادشاہ کا تخت اوندھا ہو گیا۔ اور ہر بادشاہ دن بھر کلام کرنے سے قاصر رہا۔ ساحروں کا سحر باطل ہوا عرب کی ہر کاہنہ اپنے شوہر سے پس پردہ ہوئی۔

علی بن ابراہیم سے روایت ہے کہ مکہ میں ایک یہودی تھا جس نے شب ولادت آنحضرتؐ ستارے ٹوٹتے دیکھے۔ اس نے کہا میں نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے کہ جب ختم الانبیاء پیدا ہوں گے تو شیاطین کو رجم کیا جائے گا اور وہ آسمان تک پہنچنے سے روکے جائیں گے۔ صبح ہوئی تو میں نے اس مولود کا تجسس کیا۔ لوگوں نے عبدالمطلب کے گھر کا پتہ دیا۔ وہ وہاں آیا۔ اس نے حضرتؐ کی آنکھیں دیکھیں اور دونوں شانوں پر بال دیکھے۔ غش کھا کر گر پڑا اور کہنے لگا بنی اسرائیل کی نبوت ختم ہوئی۔ قریش کو اس کلام سے تعجب ہوا اور اس کا مذاق اڑایا اس نے کہا یہ تلوار سے تمہارے ٹکڑے کرے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے ابلیس ساتوں آسمانوں پر جاتا تھا۔ جب حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تو تین آسمانوں سے روکا گیا اور چار پر جاتا تھا۔ جب آنحضرتؐ پیدا ہوئے تو تمام آسمانوں سے روک دیا گیا۔ اور شیاطین پر ستاروں کو مارا جانے لگا۔ قریش نے کہا یہ وہی وقت ہے جس کا تذکرہ ہم سابقہ اہل کتب سے سنتے آئے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ابلیس نے شیاطین کو جمع کر کے کہا آج کی رات ایک ایسا امر حادث ہوا ہے جو اب تک نہیں ہوا تھا جب سے رفع عیسیٰ ہوا۔ انہوں نے کہا کیا ہوا اس نے کہا ستارے ٹوٹے ہیں۔ وہاں سے وہ حرم میں آیا۔ دیکھا کہ حرم کی حفاظت ملائکہ کر رہے ہیں۔ اس نے ان میں داخل ہونا چاہا۔ جبرائیل نے ڈانٹ کر کہا اب تیرا گزر نہیں ہو گا۔ اس نے کہا ایک بات بتا دو۔ دنیا میں کیا امر حادث ہوا ہے۔ جبریل نے فرمایا محمدؐ پیدا ہو گئے۔ اس نے کہا کچھ میرا بھی حصہ ہے فرمایا ہرگز نہیں اس نے کہا اور ان کی امت میں۔ کہا ہاں۔ اس نے کہا تو میں راضی ہوں۔

امیر المومنین علیؑ علیہ السلام نے فرمایا جب رسول پیدا ہوئے تو کعبہ کے بت گر پڑے، اور مابین زمین و آسمان یہ

ندا سنی گئی جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا اس رات کو تمام دنیا میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور ہر شے سے تسبیح کی آواز آنے لگی اور کہنے والے نے کہا شیطان نے شکست کھائی۔ خیر الخلق اور اعظم العالم پیدا ہو گئے۔

ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہ بنت اسد ابو طالب کے پاس آئیں اور جو حالات ولادت آنحضرت دیکھے تھے بیان کئے ابو طالب نے فرمایا صبر کرو تمہارے بطن سے بھی ایک لڑکا پیدا ہو گا جو سوائے نبوت اور سب کمالات کا حامل ہو گا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص ۸ سطر آخر)

عامہ کی عبارات

تاریخ ولادت

محمد بن اسحاق المطلبی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت پیر کو ربیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے کے بعد سنہ فیل میں ہوئی۔ عبدالمطلب بن عبداللہ قیس بن مخزمہ نے اپنے والد اور داد قیس بن مخزمہ سے روایت کی کہا: میری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سنہ فیل میں ہوئی۔ ہم دونوں ہم عمر ہیں۔

ابن اسحاق نے کہا: صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے یحییٰ ابن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارۃ الانصاری سے حدیث بیان کی کہا: حسان بن ثابت کی روایت مجھ سے میری قوم کے ان لوگوں نے بیان کی، جن کا بیان مجھے مطلوب تھا۔ حسان نے کہا: خدا کی قسم! میں سات یا آٹھ سال کا قریب البلوغ لڑکا تھا۔ جو بات سنتا تھا، اسے سمجھتا تھا کہ اچانک میں نے ایک یہودی کو یثرب کے ایک بلند مقام پر بلند آواز سے "اے گروہ یہود!" چیختے سنا، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھا! کمبخت تجھے کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا: آج رات احمدؐ کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے، جس میں وہ پیدا ہو گا،

محمد بن اسحاق نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کے وقت حسان کی عمر کتنی تھی؟ جواب ملا ۶۰ سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر تشریف آوری کے وقت ترپن سال کی تھی، اس لئے حسان نے جو کچھ سنا وہ سات سال کی عمر میں سنا۔

کعبے میں دعا

ابن اسحاق نے کہا: آپ پیدا ہوئے تو آپ کے داد عبدالمطلب کو اطلاع کی گئی۔ آیئے اور اسے دیکھئے۔

Presented by www.ziyaraat.net

عبدالمطلب نے آپ کو اٹھا لیا اور لے کر کعبتہ اللہ میں گئے وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور اس کی عطا پر شکر ادا کرکے کھڑے رہے' پھر واپس لے گئے اور آپ کی والدہ کے حوالے کرکے دودھ پلانے والیوں کی تلاش میں لگ گئے۔ (سیرت ابن ہشام جلد ا ص ۱۵۱ سطر ا)

طبقات ابن سعد

ابو جعفر محمدؒ بن علیؒ کہتے ہیں :

ماہ ربیع الاول کی دس شبیں گزریں تھیں کہ دو شنبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے' اصحاب فیل اس سے پہلے نصف ماہ محرم میں آچکے تھے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور واقعہ فیل کے درمیان پچپن شبیں گزر چکی تھیں۔

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ابو معشر نجیح المدنی کہا کرتے تھے :

ماہ ربیع الاول کی دو شبیں گزری تھیں کہ دو شنبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں :

تمہارے پیغمبر (علیہ الصلواۃ والسلام) دو شنبہ کے دن پیدا ہوئے تھے۔

عبداللہ بن علقمہ بن الفغوا' عبداللہ بن عباس محمد بن کعب' عمران بن مناح سعید بن جبیر بنت ابی تجراۃ اور قیس بن مخزمہ کہتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے (یعنی جس سال اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا کہ ابرہہ نے کعبہ شریف زادہا اللہ شرفاً" و تعظیماً" پر چڑھائی کی ہے۔ اسی سال آنحضرتؐ صلواۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الفیل میں پیدا ہوئے یوم الفیل سے عام الفیل مراد ہے۔

زہری محمد بن کعب القرظیٰ خلی السور ابو وجزہ' مجاہد بن عباسؓ جن کی روایتیں باہم مخلوط ہو گئی ہیں کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ) نے کہا:

میں اس بچے' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی باردار ہوئی تو وضع حمل تک میں نے کوئی مشقت محسوس نہ کی۔ مجھ سے جدا ہونے پر ایک ایسا نور ان کے ساتھ ہی نکلا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اس

کی روشنی پھیل گئی۔ بعد کو اپنے دونوں ہاتھوں کے سہارے زمین پر آئے تو ایک مشت خاک لے کے آسمان کی جانب سر اٹھایا۔

بعض کہتے ہیں :

زمین پر آئے تو اپنے دونوں زانوں پر جھکے ہوئے تھے۔ سر آسمان کی جانب بلند تھا ان کے ساتھ ایک ایسا نور برآمد ہوا کہ شام کے محل و بازار روشن ہو گئے۔ حتیٰ کہ میں نے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں۔

اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے کہا:

ان کے پیدا ہوتے ہی مجھ سے ایک ایسا نور برآمد ہوا کہ ملک شام کے قصر و ایوان اس سے روشن ہو گئے۔ آپ پیدا ہوئے تو پاک و صاف و طاہر و مطہر پیدا ہوئے جس طرح بھیڑ بکریوں کے بچے پیدا ہوتے ہیں کہ ان کے کچھ بھی آلائش نہیں ہوتی' زمین پر آئے تو فرش خاک پر اپنے ہاتھ کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے متعلق ابن القبطیہ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ السلام کی والدہ کہتی ہیں :

میں نے دیکھا گویا ایک شہاب مجھ سے نکلا ہے زمین اس سے روشن ہو گئی ہے۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی والدہ سے پیدا ہوئے تو پتھر کے ایک کونڈے کے نیچے انہیں الٹا لٹا دیا گیا۔ مگر کونڈا پھوٹ گیا' میں نے دیکھا تو وہ آنکھ پھاڑ کے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ابو العجنا کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

میرے پیدا ہوتے وقت میری والدہ نے دیکھا کہ ان سے نور تاباں ہے کہ بصرہ کے قصرؔ وایوانؔ اس سے روشن ہو گئے ہیں۔

ابو لیستہ الباہلی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : میری والدہ نے دیکھا کہ گویا ان سے ایسا نور برآمد ہوا ہے جس سے شام کے قیصر و ایوان روشن ہو گئے۔

حسیان بن عطیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں اور دونوں زانوں پر ٹیک لگائے آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عباسؓ اپنے والد عباسؓ بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو ختنہ شدہ ناف بریدہ تھے' عبدالمطلب کو اس پر مسرت آمیز تعجب ہوا' ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر بڑھ گئی اور انہوں نے کہا :

میرے اس لڑکے کی ایک خاص شان ہو گی چنانچہ فی الواقع آنحضرتؐ کی جو خاص شان ہوئی۔

یزید بن عبداللہ بن زمعتہ کی بیٹی کہتی ہیں :

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net

آمنہ بنت وہب کے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پیدا ہوئے تو آمنہ نے عبدالمطلب کو خبر کرائی خوش خبری لانے والا ایسے وقت ان کے پاس پہنچا کہ وہ حجر میں اپنے بیٹوں اور قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' اطلاع دی کہ آمنہ کے لڑکا پیدا ہوا۔ عبدالمطلب خوش ہوئے اور ان کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب اٹھے آمنہ کے پاس آئے تو جو کچھ انہیں نظر آیا تھا' جو ان سے کہا گیا تھا اور جس کا حکم ملا تھا۔ عبدالمطلب کو سب کچھ سنا دیا' عبدالمطلب آنحضرتؐ کو لئے ہوئے کعبہ میں آئے۔ وہاں کھڑے ہو کر خدا سے دعا کی اور خدا نے جو نعمت بخشی اس کا شکر کرتے رہے۔

محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس دن عبدالمطلب نے یہ کہا تھا۔

الحمد لله الذی اعطانی　　　هذ الغلام الطیب الا ردان

ہر طرح اور ہر قسم کی حمد و ثناء اس خدا کے لئے ہے جس نے مجھے یہ پاکدامن لڑکا عنایت فرمایا۔

قد سلا فی المهد علی الغلمان　　　اعیذه بالله ذی الارکان

یہ وہ لڑکا ہے کہ گہوارہ میں تمام لڑکوں پر سردار ہو گیا اس کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں اور اس کے لئے خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔

حق اراه بالغ البنیان　　　اعیذه من شر ذی شنئان

میری خواہش ہے کہ اس کو تا بہ بنیاد رسیدہ دیکھوں' میں اس کی نسبت بغض رکھنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

من حاسد مضطرب العنان

میں اس حاسد سے پناہ مانگتا ہوں جو مضطرب العنان ہو یعنی ایک دوش پر سے قرار نہ رہے۔ (طبقات ابن سعد جلد۱ ص ۱۳۵ سطر۸)

الوفاء

آپ کی ولادت سوموار کے دن عام الفیل میں دس ربیع الاول کے بعد ہوئی۔ ایک روات یہ ہے کہ ربیع الاول کی دو راتیں گزرنے کے بعد یعنی تیسری تاریخ کو۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ بارہویں رات کو' عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ عام الفیل میں ولادت شریف ہوئی (ابرہہ کی بمع اپنے ہاتھی کے آمد و ہلاکت اتوار کے دن ہوئی جبکہ محرم کے تیرہ دن بقایا تھے اور پہلی محرم جمعہ کے دن تھی (یعنی سترہ محرم کو) اور ادھر نوشیرواں کی تخت نشینی اور حکمرانی کو بیالیس سال ہو چکے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ولادت با سعادت اس مکان کے اندر ہوئی جو اب

محمد بن یوسف ثقفی یعنی حجاج کے بھائی کے نام پر مشہور و معروف ہے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنا وہ گھر بعد از ہجرت عقیل بن ابی طالب کو ہبہ کر دیا تھا اور جب تک وہ زندہ رہے ان کے تصرف میں رہا اور ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے محمد بن یوسف کے ہاتھ بیچ دیا۔ پھر اس نے نئے سرے سے اپنا وہ مکان تعمیر کیا جس کو دار محمد بن یوسف کہا جاتا ہے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا مکان بھی اس میں شامل کر دیا۔ بعد میں خیزراں نے اس کو الگ کیا اور وہاں مسجد بنائی جس کے اندر (بطور تبرک) نماز پڑھی جاتی تھی۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کے متعلق دریافت کیا (کہ آپ اس دن روزہ کیوں رکھتے ہیں) تو سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا۔ یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔ (رواہ مسلم و انفروبہ)

ابن اسحٰق نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ولادت مبارکہ عام الفیل (ہاتھی والے سال یعنی ابرہہ کی ہلاکت اور اس کے لاؤ لشکر کی بربادی والے سال) میں ربیع الاول کی بارہویں رات کے بعد ہوئی۔

زہری سے منقول ہے کہ عام الفیل کے دس سال بعد آپ نے خاکدان عالم میں قدم رنجہ فرمایا مگر یہ قول صحیح نہیں ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ربیع الاول کی آٹھویں کو افق بطن آمنہ رضی اللہ عنہا سے طلوع ہوئے جبکہ نیسان (شمسی مہینے کا نام) کی دسویں تاریخ تھی۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مضبوط و توانا لڑکا تھا یعنی سات آٹھ سال کا تھا تو ایک یہودی کو صبح سویرے مدینہ منورہ میں زور زور سے چلاتے ہوئے سنا وہ پکار رہا تھا اے گروہ یہود۔ اے گروہ یہود۔ جب وہ سارے اس کے گرد اکٹھے ہو گئے تو پوچھا تیری لئے ہلاکت ہو کیا ہوا اور کیوں ہمیں بلاتا ہے؟ اس نے کہا وہ ستارہ جس کا طلوع احمد مجتبےٰ علیہ التحیتہ و الثناء کی ولادت با سعادت پر علامت و دلالت تھا وہ آج رات طلوع ہو گیا ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ یہودی سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی مدینہ منورہ میں آمد کے وقت پر بھی موجود تھا مگر براہ حسد و عناد کفر و ضلالت کی گھاٹی میں جا گرا اور مشرف با سلام نہ ہوا۔

حضرت حسان بن ثابت سے ہی مروی ہے کہ میں بوقت سحر ایک فارغ نامی ٹیلہ پر موجود تھا کہ ناگاہ بہت تیز اور بلند ترین آواز میرے کان میں پڑی غور کیا کہ کدھر سے آتی ہے تو ایک یہودی مدینہ طیبہ کے بلند ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا اور ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا۔ سب لوگ ڈر کر اس کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے تجھے کس مصیبت نے آلیا ہے کیوں چلا رہا ہے۔ بولا یہ ستارہ احمد مجتبیٰ علیہ التحیتہ و الثناء والا

Presented by www.ziyaraat.net

ہے جو طلوع ہو چکا ہے۔ یہ ستارہ ظہور نبوت کے وقت طلوع ہوتا ہے اور اب انبیاء کرام علیہم السلام سے صرف حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیتہ و الثناء ہی تشریف لانے والے ہیں۔ لوگوں نے اس پر ہنسنا شروع کیا اور اس کی بات پر حیرانی کا اظہار کیا۔

شب ولادت کے علامتی واقعات

جناب ابن کثیر دمشقی البدایہ و النہایہ کی جلد دوم کے ص ۲۷۰ سطر ۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت کے وقت جنات کی چیخ و پکار' بتوں کا بلی کی طرح میاؤں میاؤں کرکے اوندھے منہ زمین پر گر جانے' حبشہ میں نجاشی کے عجیب چیزیں دیکھنے اپنی والدہ ماجدہ کے جسم سے الگ ہو کر ظہور نور' اس کے آسمان کی طرف رخ کرکے ساکن ہو جانے' اس نور سے شام کے تمام محلات و قصور کے منور ہو جانے' ستاروں کے زمین کے نزدیک آ جانے اور اس نور کے آپ کے چہرۂ مبارک پر نمودار ہونے کے مشاہدات کا ذکر ہم ہواتف الجان کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔

سہیلی بقی بن مخلد الحافظ کی تفسیر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ابلیس چار بار بلند آواز سے رویا ہے۔ پہلی بار جب اللہ تعالیٰ نے اسے لعین ٹھہرا کر اس پر لعنت کی' دوسری بار جب اسے آسمان سے زمین پر پھینکا گیا' تیسری بار آنحضرتؐ کی ولادت کے وقت اور چوتھی بار جب سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ نے اپنے والد اور حضرت عائشہؓ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک یہودی مکے میں رہ کر تجارت کیا کرتا تھا۔ جس روز آنحضرتؐ کی ولادت ہوئی اس روز اس نے قریش کی ایک مجلس میں ان سے پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ کل رات تمہاری قوم میں ایک عظیم الشان بچہ پیدا ہوا ہے؟ وہ بولے "نہیں تو۔"

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آمنہ بنت وہب کے بطن سے عبدالمطلب کے بیٹے کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔

اس یہودی نے قریش کے لوگوں سے کہا تم مجھے وہاں چل کر اس بچے کو دکھاؤ۔ یہودی کی اس درخواست پر وہ لوگ اس مکان پر پہنچے جہاں آنحضرتؐ کی ولادت ہوئی تھی۔ پھر یہودیوں کی مزید درخواست پر آپؐ کو مکان سے باہر لایا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ آپؐ کا روئے مبارک چاند سے زیادہ روشن ہے۔ یہ نور نبوت تھا جس کے آثار اس نور کی صورت میں آپؐ کے چہرے اور پیشانی سے ظاہر ہو رہے تھے۔

یہ دیکھ کر وہ یہودی بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو قریش کے لوگوں نے اس سے پوچھا: "ارے یہ تجھے کیا ہوا؟"

اس سوال کے جواب میں وہ یہودی رو کر کہنے لگا۔ "آج بنی اسرائیل سے نبوت کا سلسلہ تمہاری قوم میں منتقل ہو گیا' خیر تمہیں خدا کی طرف سے یہ نعمت مبارک ہو' تمہاری سطوت کی اب یہ خبر مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔

محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ان سے صالح ابن ابراہیم نے یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن اسد بن زرارہ کے حوالے سے کہا کہ ایک روز مکے میں یحییٰ بن عبدالرحمٰن کے پاس لوگ بے تحاشا دوڑے چلے آ رہے تھے جن کے پیچھے پیچھے حسان بن ثابت پکار پکار کر کہہ رہے تھے:

"آج یہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے ایک دن میں اس کا غلام بنوں گا۔" کل مدینے میں ایک یہودی کہہ رہا تھا:

"اے یہودیو! یاد رکھو کہ مکے میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے' تم اس کی اطاعت کرنا۔" یہودی بولے:

"تجھے کیا ہوا؟ اور تو کیا کہہ رہا ہے؟"

وہ یہودی بولا: "کل رات جو آسمان پر ایک ستارہ طلوع ہوا اس سے مجھے معلوم ہوا کہ احمد نام کا ایک بچہ آج رات کو مکے میں پیدا ہو گا جو آگے چل کر نبی ہو گا' اس کی اطاعت تم پر فرض ہے۔"

حافظ ابو نعیم اپنی کتاب "دلائل النبوۃ" میں ابی بکر بن عبداللہ العامری کی زبانی اور چند دوسرے مستند راویوں کے علاوہ عبدالرحمٰن بن ابی سعید اور ان کے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز ابی سعید' جیسا کہ انہوں نے بتایا' بنی اشہل میں ٹھہرے ہوئے جہاں انہوں نے کسی سے مکے میں کسی غیر معمولی بچے کی ولادت کی خبر نہیں لیکن جب وہ اگلے روز اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ قبیلہ حرب میں ہدنہ پہنچے تو انہوں نے یوشع یہودی کو کہتے سنا کہ "میں دیکھ رہا ہوں کہ احمد نام کا ایک نبی مکہ میں پیدا ہونے والا ہے۔"

یہ سن کر بنی اشہل کے ایک شخص خلیفہ بن ثعلبہ اشہلی نے یوشع سے کہا: "تو مذاق تو نہیں کر رہا؟ اچھا بتا کہ اس نبی کے اوصاف کیا ہوں گے؟" یوشع بولا۔ اس کا ظہور حرم کی طرف سے ہو گا' اس کا قد نہ چھوٹا ہو گا نہ بہت طویل' اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں گے' لباس کے ساتھ اس کے سر پر عمامہ ہو گا اور وہ اکثر گدھے پر سوار ہوا کرے گا۔"

جب خلیفہ بن ثعلبہ اشہل نے اپنے قبیلے میں واپس جا کر یوشع یہودی کی زبان سے سنی ہوئی یہ باتیں سنائیں تو اس کے قبیلے والے یک زبان ہو کر بولے: تم ایک یوشع کی بات کرتے ہو' کل سے یثرب (مدینۃ النبیؐ کا پہلا نام) کے تمام یہودی یہی باتیں کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ مالک بن سنان بتاتے ہیں کہ وہ اس روز اپنے گھر سے نکل کر اتفاقاً" قبیلہ بنی قریظہ میں چلے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں بہت سے لوگ جمع ہو کر ایک نبی کی ولادت کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں اور زبیر بن باطا کہہ رہا ہے کہ "آسمان پر ایک سرخ ستارہ نمودار ہوا ہے اور ایسا ستارہ صرف اس وقت

Presented by www.ziyaraat.net

نمودار ہوتا ہے جب کہیں کوئی نبی پیدا ہوتا ہے۔" آج جو نبی پیدا ہوا ہے اس کا نام احمدؐ ہے جو آخری نبی کا نام ہے اور وہ ہجرت کرکے یہیں آئے گا۔

جب آنحضرتؐ سے کسی شخص نے زبیر بن باطا کی یہ باتیں بیان کیں تو آپؐ نے فرمایا:

"اگر زبیر بن باطا اپنی زندگی میں مسلمان ہو جاتا تو اس کی ساری قوم ایمان لے آتی کیونکہ وہ بھی اس کا اتباع کرتی۔"

ابو نعیم چند دوسرے ثقہ راویوں کے علاوہ زید بن ثابت کے حوالے سے کہتے ہیں کہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہودیوں نے کہا تھا کہ سرخ ستارہ صرف دنیا کے آخری نبی کی ولادت پر طلوع ہو گا' اس کا نام احمدؐ ہو گا اور وہ ہجرت کرکے یثرب آئے گا۔ ہمارے لئے اس کی اطاعت لازم ہے۔ لیکن جب آنحضرتؐ مکے سے ہجرت فرما کر مدینے تشریف لے گئے تو وہی یہودی بربنائے حسد اپنے اس قول سے پھر گئے اور کفر پر اڑے رہے۔

آنحضرتؐ کی ولادت پر قصر کسریٰ میں ظہور پذیر واقعات

حافظ ابوبکر محمد بن جعفر بن سہل الخرائطی اپنی کتاب "ہواتف الجان" میں حسب دستور مختلف حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے وقت ولادت کسریٰ کے ایوان میں سخت زلزلہ آیا اور اس کے ایوان کے چودہ کنگرے (گنبد ٹوٹ کر) گر پڑے۔ نیز اس کے ایوان کے آتش کدے (اگن گھر) کی آگ یکایک بجھ گئی بلکہ سارے فارس کے تمام آتشکدوں کی آگ بجھ گئی جبکہ ایک ہزار سال سے اس وقت تک کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بحیرہ ساوہ بھی جوش کھا کر ابلنے لگا۔

کسریٰ نے یہ دیکھ کر اپنے مشیر موبذان کو طلب کیا اور اس کو یہ واقعہ سنا کر اس کے بارے میں اس کی رائے معلوم کی۔

موبذان بولا کہ اس نے اس کے علاوہ گزشتہ شب ایک خواب دیکھا تھا جس میں اس نے دیکھا کہ عرب کی طرف سے انسانوں کے غول کے غول اونٹوں پر سوار فارس کی طرف اُمڈے چلے آ رہے ہیں اور انہوں نے دریائے دجلہ بھی عبور کر لیا ہے۔

کسریٰ نے موبذان کا یہ خواب سن کر اس سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہو سکتی ہے؟

موبذان نے جواب دیا: اس کی تعبیر کسی عالم سے پوچھنی چاہئے۔

چنانچہ کسریٰ نے یمن میں اپنے نائب السلطنت نعمان بن منذر کو لکھا کہ وہ فوراً اس کی خدمت میں حاضر ہو اور اپنے ساتھ کسی ایسے شخص کو لائے جو بڑا عالم ہو اور کسریٰ اس سے جو سوال کرے اس کا جواب دے

سکے۔

کسریٰ کا یہ شاہی فرمان ملتے ہی نعمان بن منذر کسریٰ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اپنے ساتھ کسریٰ کے حسب الحکم عبدالمسیح بن عمرو بن حیان بن نفیلہ غسانی کو لایا۔

کسریٰ نے المسیح کو تمام واقعہ اور موبذان کا خواب سنا کر اس سے اس کی تعبیر پوچھی تو وہ بولا کہ اس خواب کے بارے میں اگر حضور مجھے حکم دیں تو میں اپنا خیال ظاہر کر سکتا ہوں۔ لیکن میری یہ گزارش ہے کہ اس کے بارے میں میرے ماموں سطیح سے جو شام میں قیصر روم کی طرف سے اس کا نائب السلطنت ہے دریافت کیا جائے کیونکہ وہ مجھ سے بہتر اس کے بارے میں بتا سکتا ہے۔

کسریٰ کو عبدالمسیح کی یہ بات پسند آئی اور اس نے اپنے کچھ آدمی اس کے ساتھ کرکے اسے اس کے ماموں سطیح کے پاس دریافت حال کے لئے بھیج دیا۔

عبدالمسیح نے دمشق پہنچ کر سطیح کو سارا قصہ سنایا اور اس سے کہا کہ فارس کے بادشاہ کسریٰ کی خواہش ہے کہ وہ اس کے بارے میں اظہار خیال کرے۔

جس وقت عبدالمسیح اپنے ماموں سطیح کے پاس شام پہنچا تھا وہ اس وقت اپنی زریں مسند پر بڑی تمکنت سے بیٹھا تھا۔ عبدالمسیح کی باتیں سن کر اس نے ان کا کچھ جواب نہیں دیا بلکہ کسی سوچ میں غرق ہو گیا۔

عبدالمسیح نے اس عدم التفات کو دیکھ کر شکایتاً" کچھ شعر پڑھے تو سطیح بولا:

"جو کچھ تو نے بیان کیا اگر وہ صحیح ہے اور جو خواب موبذان نے دیکھا ہے وہ اس نے صحیح طور پر بیان کیا ہے تو سمجھ لو کہ ایک دن نہ صرف کسریٰ کے ہاتھ سے ایران کی سلطنت چھن جائے گی بلکہ یہ شام بھی جس پر آج کل میں قیصر روم کی طرف سے حاکم بنا بیٹھا ہوں انہی ناقہ سواروں کے قبضے میں چلا جائے گا جنہیں موبذان نے خواب میں دریائے دجلہ عبور کرتے دیکھا ہے۔"

پھر جیسا کہ تاریخ کے صفحات میں ثبت ہے حضرت عثمان کے دور خلافت میں مسلمانوں نے فارس فتح کر لیا۔

کہتے ہیں کہ سطیح نصرانی اور کاہن تھا اور اس کا بھانجا عبدالمسیح بھی عیسائی تھا۔ اس نے جب اپنے ماموں سطیح کا جواب کسریٰ کو فارس واپس آ کر سنایا تو وہ بولا کہ ابھی تو میری اولاد میں چودہ بادشاہ فارس پر حکومت کریں گے اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

حافظ ابوبکر کے علاوہ بیہقیؒ نے بھی اپنے ہاں اس سے ملتی جلتی روایت پیش کی ہے۔

بہرکیف جیسا کہ تواریخ کی صحیح روایات سے ثابت ہے جب فارس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اس وقت وہاں کا بادشاہ یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں تھا اور اسی کے زمانے میں ایوان کسریٰ میں زلزلے اور اس کے چودہ برج گرنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔

اس وقت تک فارس پر یزدگرد کے اسلاف تین ہزار ایک سو چونسٹھ سال حکومت کر چکے تھے جن میں سے

Presented by www.ziyaraat.net

پہلا فارس کا بادشاہ کیومرث تھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۵۷۳ سطر ۱)

خصائص ولادت

جلال الدین سیوطی خصائص طبری کی جلد اول کے ص ۱۱۸ سطر ۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔
بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت حسان بن ثابتؓ سے روایت کی کہ میں سات یا آٹھ سال کی عمر کا ایک ہوش و گوش والا سمجھ دار بچہ تھا‘ میں نے سنا یثرب کا ایک یہودی صبح کے وقت اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑا ہوا اور پکار کر کہا: اے گروہ یہود دیکھو۔ آس پاس کے سارے یہودی جمع ہو گئے۔ میں سن رہا تھا‘ ان لوگوں نے اس سے کہا۔ ”تیری خرابی ہو کیوں شور مچاتا ہے۔“ یہودی نے چھت پر سے کہا: احمد کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے‘ جس کو آج رات میں کسی وقت پیدا ہونا ہے۔

بیہقی‘ طبرانی‘ ابو نعیم اور ابن عساکر نے عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت کی کہ‘ میری والدہ نے بتایا کہ میں اس رات میں حضرت آمنہ کے پاس تھی جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ میں گھر میں ہر طرف روشنی اور نور پاتی اور محسوس کرتی جیسے کہ ستارے قریب سے قریب تر ہو رہے ہیں حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ کیا یہ میرے اوپر گر پڑیں گے۔ پھر جب آمنہ نے وضع حمل کیا تو ایک نور برآمد ہوا جس سے کہ ہر شے روشن ہو گئے یہاں تک کہ میں نور کے سوا کچھ نہ دیکھتی تھی۔

امام احمد بزاز‘ طبرانی‘ حاکم‘ بیہقی اور ابو نعیم نے عرباض بن ساریہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس وقت اللہ کا عبد اور خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدمؑ ہنوز اپنے خمیر میں تھے۔ اور میں تم لوگوں پر واضح کرتا ہوں کہ میں سیدنا ابراہیمؑ کی دعاء‘ اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کی تعبیر ہوں اور انبیاء کی مائیں ایسے ہی خواب دیکھا کرتی تھیں۔

بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ولادت حضورؐ کے وقت ایسے نور کو دیکھا جس سے ان پر شام کے محلات روشن ہو گئے۔

ابن سعد‘ امام احمد‘ طبرانی‘ بیہقی اور ابو نعیم نے ابو امامہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ کسی نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپ اپنے ابتدائی حالات کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے۔ تو حضور نے بیان کیا کہ: حضرت ابراہیمؑ نے میرے لئے دعا کی‘ حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی اور میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان سے ایک نور نے طلوع فرمایا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔
(حاکم نے اس روایت کو بیان کیا اور صحیح کہا ہے۔)

بیہقی نے بہ روایت خالد بن معدان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی‘ کہ انہوں نے

عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنے بارے میں ہمیں کچھ بتایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ کی دعا‘ حضرت عیسیٰ کی بشارت اور وہ خواب جسے میری والدہ ماجدہ نے زمانہ حمل میں دیکھا کہ ان سے ایک نور نے طلوع فرمایا ہے جس سے تمام علاقہ شام منور ہو گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حضور کا یہ ارشاد کہ میں اس خواب کی تعبیر ہوں جسے میری ماں نے زمانہ حمل میں دیکھا۔ تو یہ خواب زمانہ حمل میں واقع ہوا لیکن شب ولادت‘ میں حضرت آمنہ نے جو شام کے محلات دیکھے وہ بہ حالت بیداری عینی مشاہدہ تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے روایت کی کہ حضرت آمنہ بیان کرتی تھیں کہ زمانہ حمل میں بشارت دینے والے آتے رہے۔ کسی نے ان سے کہا: اے آمنہ! تم اس امت کے سردار سے حاملہ ہو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جب وہ تمہارے بطن سے ظہور کرے گا تو اس کے ساتھ ہی ایک نور طلوع ہو گا جس سے شام تک کے محلات روشن ہو جائیں گے اور جب وہ ماہ لقا پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھنا۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ حضرت آمنہ نے فرمایا‘ جب میں حاملہ ہوئی تو میں نے وضع حمل تک کسی قسم کی گرانی اور تکلیف محسوس نہ کی‘ پھر جب حضورؐ کی ولادت ہوئی تو ساتھ ہی ایک روشنی اور نور پھیل گیا۔ جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی۔ پھر حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائی اس کے بعد مٹھی میں مٹی کو لے کر سر مبارک آسمان کی جانب اٹھایا۔

ابن سعد نے بہ روات ثور بن یزید‘ ابو العجفاء سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا جب والدہ نے مجھے جنم دیا تو انہوں نے ایک شعاع نور کی آمد سے بصرہ کے محلات تک دیکھ لئے۔

ابو نعیم نے بروایت عطاء بن یسار ام سلمہ سے اور انہوں نے حضرت آمنہ سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ شب ولادت جب مجھ سے حضورؐ پیدا ہوئے تو میں نے ایک نور دیکھا جس سے محلات شام روشن ہو گئے اور میں نے ان کو دیکھا۔

ابو نعیم نے بہ روایت بریدہ‘ حضورؐ کی دایہ جو بنی سعد سے تھیں‘ ان سے روایت کی کہ آمنہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا‘ گویا میرے بطن سے ایک شعاع برآمد ہوئی ہے اور جس سے ساری زمین منور ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ میں نے شام کے محلات اور قصور کو دیکھ لیا۔

ابن سعد نے بروایت عمرو بن عاص کلابی کی روایت کی کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ از اسحاق بن عبداللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ حضورؐ کی ولادت کے وقت میرے بطن سے نور کا ظہور ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے‘ اور حضورؐ پاک و صاف پیدا ہوئے یعنی آپ کے ساتھ کوئی آلودگی نہ تھی اور جب آپؐ کو زمین پر رکھا تو آپؐ اپنے دست مبارک کے سہارے

Presented by www.ziyaraat.net

بیٹھ گئے۔

ابن سعد نے کہا، ہمیں معاذ عنبری نے خبردی کہ ہم سے ابن عون نے، ابن قبطیہ کے حوالے سے ولادت حضورؐ کے سلسلے میں یہ حدیث بیان کی کہ آپؐ کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ میں نے محسوس کیا کہ گویا مجھ سے شہاب برآمد ہوا جس سے ساری زمین روشن ہو گئی ہے۔

حسان بن عطیہ سے ابن سعد نے روایت کی کہ حضورؐ نے اپنی ولادت کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کو زمین پر رکھا اور پھر اوپر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔

ابن سعد نے بہ روایت موسیٰ بن عبید سے اور انہوں نے اپنے بھائی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدائش کے بعد زمین پر رکھا گیا تو آپ نے دونوں ہاتھ ٹیکے اور سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور دست مبارک میں مٹی لی۔ جب بنی لہب کے ایک شخص کو اس بات کی خبر ملی تو اس نے کہا اگر راوی سچا ہے تو یہ نومولود روئے زمین پر غالب ہو گا۔

ابو نعیم نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے اور انہوں نے اپنی والدہ الشفاء بنت عمرو بن عوف سے روایت کی کہ جب حضورؐ کی ولادت ہوئی تو وہ میرے ہاتھوں میں آئے اور رونے لگے، اس وقت میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا:

رحمک اللہ و رحمک ربک۔ الشفاء بیان کرتی ہیں کہ مجھ پر مشرق و مغرب کی ہر چیز روشن ہو گئی حتیٰ کہ میں نے روم کے کچھ محلات کو دیکھا۔ وہ بیان کرتی ہیں اس کے بعد میں نے آپؐ کو لباس پہنایا اور لٹا دیا۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ میرے جسم کے دائیں حصہ پر ایک لرزش طاری ہو گئی اور وہ تاریکی میں ڈوب گیا، اس وقت میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا۔ تم حضورؐ کو کہاں لے گئے تھے کسی نے جواب دیا مغرب کی طرف۔ اس کے بعد میری حالت درست ہو گئی۔ مگر تھوڑی دیر بعد دوبارہ میری بائیں طرف ویسی ہی کیفیت ہو گئی جیسی دائیں طرف ہوئی تھی ایک ظلمت اور ارتعاش طاری ہو گیا۔ پھر میں نے سنا تم حضورؐ کو کہاں لے گئے؟ دوسرے نے جواب دیا۔ مشرق کی جانب۔ الشفاء کہتی ہیں میں نے یہ واقعہ ہمیشہ یاد رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو مبعوث فرمایا اور میں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

ابو نعیم نے عمرو بن قتیبہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے اور وہ علوم کے مخزن تھے کہ جب حضرت آمنہ کے یہاں ولادت کا وقت قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، آسمان اور جنتوں کے تمام دروازے کھول دو اور فرشتوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ فرشتے باہم مژدے سناتے اترے اور دنیا کے پہاڑوں کا ارتفاع بڑھ گیا سمندر کی سطح گہری اور دریا کی روانی تیز ہو گئی۔ شیطان ملعون کو ستر طوقوں میں جکڑ کر بحر عمیق میں الٹا کرکے ڈال دیا گیا، اور اس کی ذریات و نیز سرکش جنوں کو پابہ زنجیر کرکے بند کر دیا گیا۔ آفتاب عالم تاب کو نور عظیم کا لباس پہنایا گیا اور ستر ہزار حوریں خلاء میں اس کے سر پر

ایستادہ ہو گئیں جو کہ ولادت رسولؐ کا انتظار کر رہی تھیں۔ اور اس سال سارے جہان کی عورتوں کے لئے بہ حرمت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اولاد نرینہ سے حاملہ ہوں۔ اور کوئی درخت ایسا نہ تھا جس میں پھل نہ آیا ہو۔ کسی قسم کا خوف نہ تھا اور دور دراز علاقوں اور راہوں میں عافیت تھی اور امن۔ جب حضورؐ کی ولادت ہوئی تو سعادت کی بارشیں ہونی لگیں۔ ظلمت اور تاریکیاں چھٹ گئیں اور سارا جہان نزہت و نور سے معمور ہو گیا۔ ملائکہ آپس میں مبارکیں دینے لگے اور ہر آسمان میں ایک ستون زبرجد کا قائم کیا گیا اور ولادت سعادت کی بدولت نور افشاں کر دیا گیا۔ آسمان میں یہ ستون مشہور و معروف ہیں اور معراج کے سفر آسمانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا اور فرمایا کہ یہ ستون میری ولادت کی خوشی میں قائم کئے گئے اور جس رات میں سید الانبیاءؑ کی ولادت ہوئی، اللہ تعالیٰ نے حوض کوثر کے کناروں پر مشک اذخر سے معطر ستر ہزار درخت اگائے اور ان کے پھلوں کی خوشبو کو اہل جنت کے لئے بخور بنایا۔ اس روز تمام آسمان والے اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعاء مانگتے تھے اور تمام بت اوندھے گر پڑے، لیکن لات و عزیٰ کا یہ حال تھا کہ وہ دونوں اپنے اپنے مقامات سے بحکم رب اٹھ کر نکل آئے اور کہتے تھے۔ قریش کا بھلا ہو ان کے یہاں امین آ گئے، ان میں صدیق تشریف لے آئے اور قریش نہیں جانتے کہ انہیں کیا مصیبت پہنچی ہے۔

خانہ کعبہ کا یہ حال تھا کہ بہت دنوں تک لوگوں نے اس سے یہ آواز سنی۔ اب اللہ تعالیٰ میرے نور کو لوٹا دے گا اور جوق در جوق توحید پرست میری زیارت کو آئیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ مجھ کو جاہلیت سے پاک کر دے گا۔ اے عزیٰ تو ہلاک ہو گیا اور تین شب و روز بیت اللہ کا زلزلہ نہ رکا۔

ابو نعیم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات حمل میں سے ایک یہ ہے کہ اس رات قریش کا ہر پروردہ چوپایہ گویا ہوا:

"رب کعبہ کی قسم! آج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حمل میں آئے اور وہ اہل دنیا کی امان اور ان کے آفتاب ہیں۔"

نہ صرف قریشی کاہن بلکہ تمام جزیرہ نمائے عرب کے کاہن اپنی کہانت اور فنی کمال سے معرا ہو گئے اور دنیاوی بادشاہوں کا کوئی تخت نہ تھا جو اوندھا نہ پایا گیا ہو۔ اور ہر بادشاہ گونگا ہو گیا تھا اور اس دن وہ بولنے سے قاصر تھا اور مشرق کے چرند و پرند، مغرب کے جانوروں کے پاس مژدہ اور مبارکی لے کر گئے اور یہی عمل آبی جانوروں کا تھا۔ حمل کے ہر ماہ کے اختتام پر زمین و آسمان دونوں پر یہ ندا تھی۔ مژدہ ہو کہ نبی آخر کی ولادت کی گھڑی نزدیک آ گئی۔ وہ زمین پر امن و مبارک کے لئے ضمانت بن کر تشریف لانے والے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حضورؐ حمل میں نو ماہ کامل رہے، حضرت آمنہ نے اس عرصہ کوئی گرانی، تکلیف، بدمزگی یا اسی طرح کی کوئی دوسری شکایت جو ان ایام میں عموماً" خواتین کو لاحق ہو جاتی ہیں، محسوس

Presented by www.ziyaraat.net

نہیں کی۔ اور حضرت عبداللہ نے اسی دوران وفات پائی جبکہ آپؐ منزل حمل ہی میں تھے۔ فرشتوں نے جناب باری میں عرض کی۔ "اے ہمارے معبود! انبیاءؑ کا سرداراور تیرا نبی یتیم ہو گیا۔" حق تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہم ان کے محافظ' مددگار اور والی ہیں۔ ان پر صلوٰۃ و سلام پڑھو اور ان کے لئے برکتیں طلب کرو اور ان کے لئے دعائیں مانگو۔ **و صلوٰۃ اللہ تعالی و ملئکتہ و النبین و الصدیقین و الشھدائو و الصالحین علی سیدنا محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب برکاتہ و سلامہ**

اللہ تعالیٰ نے میلاد شریف کی رات تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے حضرت آمنہ خود سے ذکر کرتیں کہ مدت حمل میں جب چھ ماہ گزر گئے تو میرے پاس کوئی آیا اور اس نے بہ حالت خواب مجھے اپنے پاؤں سے دبایا اور کہا۔ اے آمنہ! تمہارا محمول سارے جہان سے افضل ہے جب ولادت ہو تو محمدؐ نام رکھنا۔

حضرت آمنہ ذکر فرمایا کرتیں کہ جب وقت آیا اور مجھے وہ کیفیت لاحق ہوئی جو وضع حمل کے وقت عورتوں کو ہوتی ہے' اور گھر کے افراد کو ابھی معلوم نہ ہوا تھا' کہ دفعتہ" میں نے ایک ہیبت ناک آواز کو سنا جس کی وجہ سے میں خوفزدہ ہو گئی۔ اس کے بعد ایک عجیب شے جس کو میں سفید پرند کے بازو سے تشبیہ دے سکتی ہوں نمودار ہوا اور اس نے میرے دل کو ملا' جس سے وہ خوف و ہراس اور جو تکلیف میں پاتی تھی دور ہو گئی۔ پھر میں نے رخ پھیر کر دیکھا تو ایک دودھ کا پیالہ نمودار ہوا' مجھے پیاس تھی میں نے اسے پی لیا پھر مجھ سے ایک بلند نور چمکا اس کے بعد میں نے چند ایسی دراز قد عورتوں کو دیکھا جیسے کہ وہ عبد مناف کی بیٹیاں ہوں انہوں نے مجھے اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ میں اس پر تعجب ہی کر رہی تھی کہ میں نے دیکھا آسمان و زمین کے درمیان سفید فرش بچھایا گیا اور کسی نے کہا۔ اس نومولود کو لوگوں کی آنکھوں سے بچاؤ۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں' میں نے دیکھا کچھ مرد فضاء میں اپنے ہاتھوں میں چاندی کے برتن لئے کھڑے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ پرندوں کی ایک ٹکڑی میرے روبرو آئی پھر انہوں نے میری گود کو ڈھانپ لیا۔ ان پرندوں کی چونچ زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرے آنکھوں سے حجابات بالکل دور فرما دیئے۔ میں نے اس وقت دنیا کے مشارق و مغارب کا معائنہ کیا' میں نے دیکھا تین جھنڈے نصب کئے گئے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب اور تیسرا کعبہ کی چھت پر نصب کیا گیا۔ اس وقت مجھے درد زہ ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ ولادت کے بعد میں نے آپؐ کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ سجدے کی حالت میں ہیں اور انگلیوں کو اس طرح اٹھائے ہوئے ہیں جیسے کوئی گریہ و زاری کرنے والا اٹھاتا ہے۔ پھر میں نے سفید ابر دیکھا جو آسمان کی جانب سے آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے آپؐ کو مجھ سے روپوش کر لیا۔ پھر وہ غائب ہو گیا۔ پھر میں نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا:

"محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو زمین کے مشارق و مغارب میں لے جاؤ اور سمندروں کی سیر کراؤ تاکہ وہ

سب آپ کے نام نامی' اوصاف گرامی اور صورت گرامی کو پہچان لیں اور جان لیں کہ آپؐ کا اسم گرامی اور نام نامی دریاؤں میں ماحی رقم کیا گیا ہے۔ کیونکہ شرک اور اس کے لوازمات و اسباب کو آپ کے زمانے میں مٹا دیا جائے گا۔"

پھر وہ ابر جلد ہی آپ کے پاس سے ہٹ گیا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ سفید اون کے کپڑے میں ملبوس ہیں اور آپ کے نیچے سبز حریر کا بچھونا ہے۔ اور آپ آبدار موتیوں کی تین کنجیاں ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں۔ اس وقت کسی کہنے والے نے کہا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نصرت' غلبہ اور نبوت کی کنجیاں دست مبارک میں لے رکھی ہیں۔

اس کے بعد ایک اور ابر سامنے آیا اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے بازوؤں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہاں تک کہ اس نے بھی آپؐ کو مجھ سے پوشیدہ کر دیا اور آپ میری نظر سے اوجھل ہو گئے۔ میں نے منادی کو ندا کرتے سنا کہ "محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرق و غرب اور انبیاء علیہم السلام کی مولدات پر لے جاؤ اور آپ کے حضور جن و انس اور وحوش و طیور کی روحوں کو پیش کرو اور آپ کو حضرت آدمؑ کی صفا' حضرت نوحؑ کی رقت' حضرت ابراہیمؑ کی خلت' حضرت اسماعیلؑ کی زبان' حضرت یعقوبؑ کی مسرت' حضرت یوسفؑ کا جمال' حضرت داؤدؑ کی آواز' حضرت ایوبؑ کا صبر' حضرت یحییٰؑ کا زہد اور حضرت عیسیٰؑ کا کرم عطا کرو۔

اور تمام نبیوں کے اخلاق حمیدہ اور فضائل جلیلہ سے آراستہ کر دو۔ علیٰ نبینا و علیہم السلام۔

اس کے بعد وہ ابر چھٹ گیا اور میں نے آپؐ کو موجود پایا۔ آپؐ لپٹے ہوئے سبز حریر کو تھامے ہوئے تھے۔ پھر کسی کو کہتے سنا کہ خوشی ہے خوشی ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام دنیا کو تھامے رکھا ہے اور کوئی مخلوق نہیں جو آپ کے حلقہ نبوت سے باہر ہو۔ بعد ازاں میں نے دیکھا کہ تین افراد ہیں' ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ' دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر تھا۔ اس نے حریر کا سرا کھولا اور ایک انگوٹھی نکالی جس کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ پھر اس آفتابے سے آپؐ کو سات مرتبہ غسل دیا اور دونوں شانوں کے درمیان اس انگشتری سے مہر لگائی اور حریر میں آپ کو لپیٹ دیا۔ پھر آپ کو اٹھایا اور کچھ دیر اپنے بازوؤں میں رکھ کر میری طرف بڑھا دیا۔

ابو نعیم نے بہ سند ضعیف ابن عباسؓ سے روایت کی کہ میرے بھائی عبداللہ جب پیدا ہوئے جو ہم سے چھوٹے تھے تو ان کا چہرہ اس قدر نورانی تھا گویا کہ وہ ایک آفتاب تھا درخشاں اور تاباں یہ دیکھ کر حضرت عبدالمطلب نے کہا۔ یہ فرزند عجیب شان والا ہو گا۔

اور میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ان کے نتھنے سے ایک سفید پرندہ نکل کر اڑ رہا ہے' اور وہ مشرق و مغرب کی حدوں تک پہنچ کر واپس ہوا۔ اور خانہ کعبہ پر آ کر بیٹھا اور تمام قریش نے اس کے آگے سجدہ

Presented by www.ziyaraat.net

کیا۔ پھر وہ آسمان و زمین کے درمیان فضا میں اور دور و دراز خلاء میں اڑتا رہا۔
میں بنی مخزوم کی کاہنہ کے پاس گیا اور اس سے خواب بیان کیا۔ جس کو سن کر اس نے کہا اگر واقعی تمہارا خواب یہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عبداللہ کے فرزند پیدا ہو گا اور مشرق و مغرب تک لوگ اس کا اتباع کریں گے۔

پھر جب آمنہ نے حضورؐ کو تولد کیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ تم نے حضورؐ کی ولادت کے موقع پر کیا کیا دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا۔ مجھے درد زہ ہوا اور تکلیف زیادہ ہو گئی اس وقت میں نے ایسی آوازیں سنیں جو آدمیوں کے کلام سے مشابہ تھیں اور میں نے ایک جھنڈا دیکھا جو یاقوت کی لکڑی پر تھا جسے زمین و آسمان ——— کے درمیان نصب کر دیا گیا اور میں نے اس کے سرے پر ایک ایسا نور دیکھا جو آسمان تک پہنچ رہا تھا اور میں نے شام کے تمام محلات دیکھے جو مثل شعلہ آتش فروزاں تھے اور میں نے اپنے قریب قطاء کا غول دیکھا، جو حضورؐ کو سجدہ کر رہا تھا اور آپؐ پر اپنے بازوؤں کو پھیلا رہا تھا۔ اور میں نے سعیر الدیہ کی تابعہ کو دیکھا، جو کہتی گزری کہ تمہارے اس فرزند کی بدولت بت پرستی اور کہانت جاتی رہی اور یہ سعیرہ ہلاک ہو گئی، بتوں کی خرابی و رسوائی ہو۔

حافظ ابو زکریا یحییٰ عائذ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب آمنہ حضورؐ کی ولادت کے سلسلے میں بتایا کرتی تھیں کہ میں نے بہت سے عجائب دیکھے ہیں۔ میں حیران اور متعجب ہی تھی کہ ایک مرتبہ تین اشخاص نمودار ہوئے۔ میں نے گمان کیا کہ ان کے چہروں کے درمیان آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ، دوسرے کے ہاتھ میں مشک نافہ، تیسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت جس کے چار کونے تھے اور ہر کونے پر سفید موتی تھا۔ کسی کہنے والے نے کہا یہ دنیا ہے اور یہ ان کی مشرق و مغرب اور خشکی و تری ہے۔ تو اے اللہ کے حبیب اس کے جس کنارے کو آپ چاہیں تھام لیں۔ جناب آمنہ فرماتی ہیں، میں نے رخ پھیرا کہ دیکھوں حضورؐ نے کونسا کونا پکڑا ہے۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ نے اس کے وسط میں سے پکڑا ہے۔ اس وقت کسی نے کہا قسم ہے رب کعبہ کی حضورؐ نے کعبہ کو پکڑا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ حضورؐ کے لئے کعبہ کو قبلہ اور برکت والا مسکن بنا چکا ہے۔

میں نے تیسرے شخص کے ہاتھ کو دیکھا اس پر حریر اسی طرح لپٹا ہوا تھا پھر اس نے اسے کھولا تو اس میں سے ایسی مہر نکلی جس سے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں پھر وہ میرے پاس آیا اور طشت والے شخص کو حرکت ہوئی اور اس نے حضورؐ کو آفتابہ سے سات مرتبہ غسل دیا اور پھر حضورؐ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی اور حضورؐ کو اس حریر میں لپیٹا جس میں مشک اذخر کا ڈورا تھا۔ اور اٹھا کر ایک گھڑی اپنے بازو میں لیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا یہ شخص رضوان محافظ جنت تھے اور انہوں نے آپ کے کان میں

ایسی بات کہی جس کو حضرت آمنہ فرماتی ہیں، میں نہ سمجھ سکی۔ اور کہا: اے محمدؐ! آپ کو بشارت ہو، تمام نبیوں کے علوم آپ کو عطا کئے گئے۔ آپ باعتبار علم ان سے زیادہ اور بہ لحاظ شجاعت ان سب سے اشجع ہیں۔ آپ کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں۔ بلاشبہ آپ کو خوف و رعب کا لباس پہنایا گیا ہے۔ جو بھی آپؐ کا ذکر سنے گا اس کا قلب مضطرب ہو جائے گا اور اس کا دل خوف زدہ ہو گا اے خلیفتہ اللہ! اگرچہ اس نے آپ کو نہ دیکھا ہو۔

ابن وحیہ نے "تنویر" میں کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ابن سعید، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ ایک یہودی تاجر مکہ میں رہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ولادت اس یہودی نے قریش کی مجلس میں کہا: "اے گروہ قریش! کیا آج رات تمہارے یہاں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے؟" قریش نے جواب دیا: ہمیں نہیں معلوم۔ اس نے کہا دریافت کرو، اور میں جو بات تمہیں بتاتا ہوں اسے یاد رکھنا۔

"آج رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہونے والا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے جس پر کثرت سے بال ہیں۔ وہ گھوڑے کا ایال ہے۔" پھر قریش کی مجلس برخاست ہو گئی اور وہ لوگ یہودی کی باتوں پر متعجب تھے۔ وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو تقریباً سب نے ہی اس بات کا گھر والوں سے تعجب اور حیرانی کے ساتھ ذکر کیا۔ اسی طرح ہر طرف چرچا ہونے کے بعد کسی نے بتایا کہ آج رات ایک لڑکا عبداللہ مرحوم کے گھر پیدا ہوا ہے اس کا نام انہوں نے محمدؐ رکھا ہے۔ پھر اہل قریش نے اس یہودی سے ملاقات کی اور اس کو بتایا۔ یہودی نے کہا۔ میرے ساتھ چلو تاکہ میں اس بچہ کو دیکھ کر شناخت کروں۔

وہ آئے اور حضرت آمنہ سے عرض کیا کہ بچہ کو دیکھیں گے۔ انہوں نے حضورؐ کو ان لوگوں کی گود میں دے دیا۔ یہودی نے کپڑا اٹھا کر اس علامت کو دیکھا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور جب اس کی حالت درست ہوئی تو قریش نے کہا ہم کو تمہاری تکلیف پر افسوس ہے ہم پریشان ہیں کہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا؟ یہودی نے کہا۔ بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی۔ اے قبائل قریش! کیا تم اس بچہ کی ولادت سے خوش ہو رہے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ یہ فرزند تم پر اس طرح غلبہ کرے گا کہ آفاق میں تمہارے بجائے اس فرزند کا ہر طرف شہرہ ہو گا۔

بیہقی و ابن عساکر نے ابو الحکم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا۔ قریش میں دستور تھا کہ ان کے یہاں جب ولادت ہوتی تو صبح عورتیں نومولود کے سر پر ہانڈی رکھتیں۔ اسی دستور کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو عبدالمطلب نے آپ کو عورتوں کے سپرد کر دیا کہ وہ رسم کے مطابق ہانڈی رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے ہانڈی رکھی تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور انہوں نے حضورؐ کو دیکھا کہ رخ اوپر کو ہے اور آسمان کی جانب نگاہیں اٹھی ہوئی ہیں۔ انہوں نے آکر عبدالمطلب سے کہا۔ ہم نے ایسا بچہ

Presented by www.ziyaraat.net

نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھ ایسی صورت واقع ہوئی ہو عبدالمطلب نے جواب دیا تم لوگ یاد رکھو اور مجھے امید ہے کہ یہ بچہ خیر و فلاح کو پہنچے گا۔

جب ساتواں روز ہوا اور عبدالمطلب نے (عقیقہ میں) قربانی کی اور برادری کو کھانے پر بلایا تو کھانے سے فراغت کے بعد انہوں نے کہا:

"اے سردار (مطلب) آپ نے اپنے پوتے کا کیا نام رکھا ہے؟"

عبدالمطلب نے بتایا: "میں نے اس کا نام محمدؐ رکھا ہے۔"

قریشی مہمانوں نے کہا: "اپنے ہاں کے خاندانی ناموں سے آپ نے کیوں انحراف کیا؟"

فرمایا: "میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اس کی مدح فرمائے اور زمین پر مخلوق اس کی مدح کرے۔"

ابو نعیم اور ابن عساکر نے بہ روایت مسیب بن شریک روایت کی کہ شام کے علاقہ میں بمقام مرالظہران ایک راہب تھا جس کا نام عیصکی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے علم کثیر سے نوازا تھا۔ وہ مکہ آیا اور اس نے لوگوں سے ملاقات کے دوران کہا۔ عنقریب تمہاری سرزمین سے ایک فرزند پیدا ہو گا جس کی تمام عرب و عجم والے پیروی کریں گے۔ تو جو لوگ اس کے عہد اور دعوت کو پائیں اور قبول کریں، وہ راہ یافتہ اور فلاح یاب ہوں گے اور جنہوں نے اس کی مخالفت کی اور رہنمائی سے گریز کیا، لاریب وہ خسران میں رہیں گے۔ میں دنیاوی راحت و آرام اور وطنی ماحول اور اپنی سرزمین کو چھوڑ کر محنت اور تکلیف اور بھوک و پیاس اور اجنبی ماحول میں صرف اس کی طلب و جستجو میں آیا ہوں۔ اس کا یہ معمول بن گیا تھا کہ مکہ میں خاندان قریش کے اندر جو نومولود بچہ ہوتا وہ اس کے بارے میں دریافت کرتا اور جب حضورؐ کی علامات نہ پاتا تو اکثر کہا کرتا، وہ فرزند جلیل ہنوز تشریف نہیں لایا۔

جب رسالت مآب کی جلوہ فرمائی ہوئی تو اسی صبح عبدالمطلب عیصکی راہب کے صومعہ پر آئے اور آواز دی۔ اس نے نام پوچھا اور پھر نکل آیا اور کہا: "اے عبدالمطلب تم ہی اس فرزند کے دادا ہو جس کی ولادت کے بارے میں، میں تم سے باتیں کیا کرتا تھا۔ وہ دو شنبہ کو پیدا ہوا۔ اسی دن بعثت کا اعلان کرے گا اور اسی دن اس جہان سے رحلت اور کوچ فرمائے گا۔ بلاشبہ آج رات ہی اس کا ستارہ طلوع ہوا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس وقت درد میں ہے اور یہ شکایت تین دن رہے گی۔ پھر وہ صحتمند ہو جائے گا۔ تم اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اس لئے کہ جس قدر حسد لوگ اس فرزند کے ساتھ کریں گے اس کی مثال نہیں ملے گی اور جیسی مخالفت اور مزاحمت لوگ اس کے ساتھ کریں ویسی مخالفت کسی کے ساتھ نہ ہوئی ہو گی۔"

عبدالمطلب نے پوچھا: "اس بچہ کی عمر کتنی ہو گی؟"

راہب نے جواب دیا: "اس کی عمر کم ہو یا زیادہ ستر کو نہیں پہنچے گا۔ اس کی عمر کے لئے سالوں کی گنتی طاق

پر ہو گی۔ اکسٹھ، اکسٹھ یا تریسٹھ برس اس کی امت کی عمریں ہوں گی۔"

راوی کا قول ہے کہ حضورؐ عاشورۂ محرم کے دن حمل میں آئے اور ۱۲ رمضان، پیر کے دن آپؐ کی ولادت ہوئی۔

ابو نعیم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ، زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی بچہ رات کو پیدا ہوتا تو اسے کسی برتن سے ڈھانپ دیتے تھے اور رات میں اس کو نہ دیکھتے، چنانچہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپؐ کو بھی ایک ہانڈی میں رکھ دیا گیا۔ صبح ہونے پر دیکھا کہ ہانڈی کے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں اور آپؐ کی نگاہیں آسمان کی جانب ہیں، یہ دیکھ کر سب نے تعجب و حیرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد آپؐ کو بنی بکر کی ایک عورت کے پاس دودھ پلانے کے لئے بھیج دیا۔ جب عورت نے آپ کو دودھ پلایا تو اس کے یہاں ہر طرف خیر و برکت داخل ہو گئی۔ اس کے یہاں کسب معاش کے لئے بکریاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں برکت دی اور وہ بہت زیادہ ہو گئیں۔

ابو نعیم نے داؤد بن ابی ہند سے روایت کی، انہوں نے کہا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو تمام اونچے ٹیلے روشن ہو گئے۔ اور جب آپؐ کو زمین پر رکھا گیا تو آپؐ نے دونوں ہاتھوں سے زمین پر سہارا لیا اور آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھنے لگے۔ جب آپ پر ہانڈی لوٹی گئی تو وہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔

ابن سعد نے عکرمہؓ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف فرما ہوئے تو آپؐ پر ہانڈی لوٹی گئی تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں، میں نے آپؐ کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ آپ چشم مبارک کھولے آسمان کی طرف نظارہ کناں ہیں۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عکرمہ سے روایت کی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو ساری زمین نور سے منور ہو گئی۔ اور ابلیس نے کہا آج کی رات ایک ایسا فرزند پیدا ہوا ہے جو ہمارے کاموں کو خراب کر دے گا۔ اس پر اس کے ذریات نے کہا۔ جب تو اس کے پاس جائے تو اس کے فہم و دانش کو متاثر اور خراب کر دینا۔ چنانچہ وہ حضورؐ کے قرین ہونے ہی والا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریلؑ کو بھیجا۔ انہوں نے ٹھوکر رسید کی اور وہ ملک عدن میں جا گرا۔

زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے معروف بن خربوذ سے روایت کی کہ ابلیس ساتوں آسمانوں میں چلا جایا کرتا تھا مگر جب حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تو تین آسمانوں سے روک دیا گیا پھر وہ چار آسمانوں تک جاتا رہا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو ساتوں آسمانوں سے روک دیا گیا۔ راوی حدیث معروف نے کہا کہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے۔

بیہقی، ابو نعیم اور خرائطی، "الہواتف" میں۔ اور ابن عساکرؒ نے بہ روایت ابو ایوبؓ ابو یعلیٰؒ سے روایت

Presented by www.ziyaraat.net

کی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ولادت آئی تو کسریٰ کے محل پر زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتش کدۂ ایران بجھ گیا' جس کی آتش ہزار سال سے زائد سے فروزاں اور مشتعل تھی اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا جب صبح ہوئی تو کسریٰ سخت پریشان اور متاثر تھا مگر اس نے اخفائے حال کے لئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ اور اس عجیب و غریب واقعہ کے بعد بس اس نے اتنا کیا کہ تاج پہن کر تخت سلطنت پر جا بیٹھا اور تمام وزراء اس رات کی وہ شدنی کیفیت سنائی۔ اسی اثناء میں ایک شخص خط لے کر آیا۔ جس میں از خود آتش خانہ کے سرد ہو جانے کی اطلاع تھی۔ اس کے بعد کسریٰ کا فکر دو چند ہو گیا۔ اس کے علاوہ موبذان مجوسی عالم نے کہا۔ یزداں آپ کے ملک و سلطنت کو قائم و دائم رکھے۔ آج رات میں نے ایک خواب میں دیکھا ہے کہ:

"سخت اونٹوں کو عربی گھوڑے کھینچ رہے ہیں اور دریائے دجلہ کٹ کر اپنے شہروں میں پھیل گیا ہے۔"

کسریٰ نے پوچھا: "اے محترم موبذان! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟" اس نے جواب دیا۔ عرب کے کسی گوشے سے کوئی غیر معمولی بات ہونے والی ہے۔

اس کے بعد کسریٰ نے نعمان بن المنذر کو خط لکھا کہ:

"میرے پاس کسی ایسے جاننے والے واقف کار کو بھیجو کہ اس سے جو کچھ میں چاہوں' دریافت کر سکوں۔ نعمان نے اس کے پاس عبدالمسیح بن عمرو بن حسان غسانی کو بھیجا۔ جب وہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا۔ "کیا تم ایک صاحب بصیرت شخص ہو؟ کہ میں تم سے سوال کروں۔؟"

عبدالمسیح نے جواب میں کہا: اے شہنشاہ فارس! دریافت کیجئے مجھے معلوم ہوا تو میں بتا دوں گا ورنہ اس شخص کی نشاندہی کر دوں گا جو اسے جانتا ہو گا۔

اس کے بعد بادشاہ نے سارا حال بیان کیا۔ جس کو سن کر عبدالمسیح نے کہا: اس بارے میں صحیح علم میرے ماموں کو ہے جو شام میں پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے اور جس کو سطیح کاہن کہتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا: اچھا اس کے پاس جاؤ اور دریافت کرو۔ پس عبدالمسیح سفر دراز طے کر کے سطیح کے پاس پہنچا۔ وہ ایک تخت پر پڑا ہوا تھا اور اس کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔

عبدالمسیح نے اسے سلام کہا۔ اس نے سلام کی آواز سن کر سر اٹھایا اور کہا عبدالمسیح! تیز رفتار ناقہ پر سطیح کے پاس اس حال میں آیا کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ ساسانی بادشاہ نے اپنے قصر کے زلزلے' آتش کدے کے بجھ جانے' موبذان کے خواب اور دجلہ کا عرضی پھیلاؤ کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے تجھے بھیجا ہے۔ (تو سن لے اور بتا دے) جس وقت تلاوت کی کثرت ہو گی اور صاحب عصا کا ظہور ہو گا اور دریائے ساوہ خشک اور آتش کدہ بجھ جائے گا تو سطیح کے لئے شام' شام نہ رہے گا اور بادشاہ مرد اور بادشاہ عورتوں کی حکومت کنگروں کے گرنے کی تعداد کے برابر، ... کے بعد دیگرے چودہ بادشاہوں کی حکومتیں ہوں

۱ گی۔ اور جو کچھ ہونے والا ہے ہو کر رہے گا۔

سطیح یہ بتا کر اسی وقت فوت ہو گیا۔ عبدالمسیح کسریٰ کے پاس واپس آیا اور اسے سارا حال بتایا۔ کسی نے کہا۔ جب تک ہمارے خاندان میں چودہ حکومتیں ہوں گی تو بہت سے امور پیش آئیں گے۔ اس کے بعد چار سال اس کی حکومت رہی اور باقی بادشاہوں نے خلافت فاروقی تک حکومتیں قائم کیں۔

ابن عساکر نے کہا یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو نہیں جانتے بجز مخزوم کی روایت کے جو وہ اپنے والد سے روات کرتے ہیں۔ ابو ایوب نے اسے منفرد بیان کیا ہے۔ اسی طرح ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں سطیح کاہن کے تذکرے میں بیان کیا ہے اور عبدالمسیح کے تذکرے میں انہوں نے کہا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس روایت کو اسی طریق سے بیان کیا۔ اور اسے معروف بن خربوذ سے روایت کرکے کہا ہے: جب ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب آئی۔ اس کے بعد اسی کی مانند روایت بیان کی۔ اور اسی سند سے صاحب "کتاب الصحابہ" نے اور ابن حجر نے "الاصابہ" میں مرسلا روایت کی ہے۔

خرائطی نے "الہواتف" میں اور ابن عساکر نے عروہ سے روایت کی کہ ایک جماعت قریش جن میں ورقہ بن نوفل' زید بن عمرو بن نفیل' عبیداللہ بن جحش اور عثمان بن حویرث تھے ان لوگوں کا ایک مشترکہ بت تھا جس کے پاس یہ جمع ہوتے تھے۔ ایک رات جب یہ اس بت کے پاس جمع ہو گئے تو دیکھا کہ وہ منہ کے بل اوندھا پڑا ہے۔ انہوں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور بت کو سیدھا کرکے اس کے مقام پر درست کر دیا۔ کچھ دیر گزری ہو گی کہ وہ بت پھر منہ کے بل گر گیا۔ انہوں نے دوبارہ پھر سیدھا کرکے درست کر دیا۔ تیسری مرتبہ پھر اسی طرح گر پڑا۔ اب عثمان نے کہا کوئی خاص بات معلوم ہوتی ہے۔ یہ وہی رات تھی جس میں حضورؐ کی ولادت ہوئی تھی۔ اس عثمان نے یہ اشعار پڑھے:

ایا صنم العید الذی صف حولہ　　صنا دید و قد من بعید و من قریب

اے خوشی اور انبساط کے صنم! جس کے طواف کے لئے قریب و بعید سے بڑے بڑے لوگ آتے ہیں۔

تنکس مقلوبا فما ذاک قل لنا　　اذاک شئی ام تنکس اللعب

تو منہ کے بل اوندھا ہوا تو ہمیں اس کی وجہ بتا۔ کیا یہ کسی خاص بات کی وجہ ہے یا یوں ہی تفریح طبع کے طور پر ہے۔

فان کان من ذنب اساءنا فاننا　　نبوء باقرار و غوی عن الذنب

اور اگر تو ہمارے معاصی سے بیزار ہو کر اوندھا ہے تو ہم اعتراف قصور کرتے ہیں اور معصیت سے اجتناب کا اقرار کرتے ہیں۔

و ان کنت مغلوبا تنکست صاغرا　　فما انت فی الا و ثان بالسید الرب

اور اگر تو مغلوب ہو گیا اور ذلت و رسوائی نے تجھے منہ کے بل گرایا ہے' تو تب تو' بتوں میں سرداری اور

Presented by www.ziyaraat.net

معبود ہونے کے لائق تو نہیں ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے پھر اس بت کو اٹھا کر اس کی جگہ قائم کر دیا۔ جب وہ سیدھا ہوا تو بہ حکم خداوندی بت کی جانب سے یہ کہتے سنا گیا۔

تردی لمولد انارت نبوره　　　جمیع فجاج الارض بالشرق و الغرب

میرا گرنا اس مولود کی وجہ سے ہے جس کے نور کے طفیل کرۂ زمین کے مشرق و مغرب کے تمام راستے منور اور درخشاں ہو گئے ہیں۔

و خرت له الا و ثان طرا و ارعدت　　　قلوب ملوک الارض لحوامن الرعب

اور اس نومولود کی وجہ سے تمام بت گر پڑے ہیں اور جہاں آباد کے تمام بادشاہوں کے دل اس کے رعب سے لرزہ براندام ہو گئے ہیں۔

و نار جمیع الفرس باخت و اظلمت　　　و قد بات شاه الفرس فی اعظم الکرب

اور فارس کے تمام آتشکدے بجھ کر تاریک ہو گئے ہیں اور فارس کے اعلیٰ مرتبت بادشاہ کو شدید درد و تکلیف کا سامنا ہے۔

و صدت عن الکهان بالغیب جنها　　　فلا مخبر منهم بحق و لا کذب

اور کاہنوں کے پاس غیبی خبریں لانے والے جنات کو روک دیا گیا' ان کے پاس اب سچی خبر ہے نہ جھوٹی۔

فیال قصی ارجعوا عن ضلالکم　　　و هبوا الی الاسلام و المنزل الرحب

تو اے اولاد قصی! تم اپنی راہ ضلالت اور کجروی سے لوٹ کر اسلام کی راہ اور کشادہ منزل کی طرف دوڑ کر پہنچو۔

خرائطی نے بہ طریق ہشام بن عروہ روایت کی' انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنی دادی اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت کی کہ' زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل دونوں بتایا کرتے تھے کہ اصحاب فیل کے واقعہ ہلاکت کے بعد ہم دونوں نجاشی شاہ حبشہ کے پاس پہنچے تو اس نے ہم سے کہا:

اے قریشی بزرگو! مجھے بتاؤ' کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جس کے باپ کو خدا کے نام پر ذبح ہونا تھا پھر قرعہ کے بعد وہ بچ گیا اور ان کے عوض بہت سے اونٹ بطور دیت قربان کر دیئے گئے۔

ہم نے جواب دیا۔ کہ ہاں ایسا ہوا تو ہے۔

اس نے پوچھا: وہ (یعنی بچہ کے والد) پھر کہاں ہیں؟

ہم نے بتایا: انہوں نے زہری قبیلہ کی ایک شریف زادی آمنہ سے نکاح کیا اور پھر کچھ ہی دنوں بعد اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ کر فوت ہو گئے۔

اس نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ اس عورت کے فرزند پیدا ہوا یا نہیں؟

ورقہ نے جواب دیا: اے بادشاہ! میں ایک شب کا واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنے مخصوص بت کے قریب ہی بیٹھے تھے کہ اس کے اندر سے غیبی طور پر سنا گیا' وہ کہہ رہا تھا:

ولد النبی فذلت الاملاک　　　و نای الضلال و ادبر الاشراک

اس کے بعد وہ بت سر کے بل گر پڑا۔ پھر زید نے کہا: اے عزت مآب و بادشاہ! اسی نوعیت کی ایک اطلاع میرے پاس بھی ہے۔ میں اس رات گھر سے نکل کر جبل ابو قیس پر آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آسمان سے اتر رہا ہے اس کے دو سبز بازو ہیں اور وہ ابو قیس پر اتر کر ٹھہرا۔ پھر اس نے مکہ کی سمت رخ کیا اور کہا۔ شیطان رسوا ہو' بت پرستی کا بطلان ہو گیا اور الامین آج پیدا ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے کپڑے کو پھیلایا جو اس کے ساتھ ہی تھا اور وہ از مشرق و مغرب محیط ہو گیا اور پھر میں نے ایک ایسا نور دیکھا کہ میں ڈرا کہیں یہ میری بصارت نہ سلب کر لے میں نے جو کچھ مشاہدہ کیا میں اس سے خوفزدہ ہوا گیا۔ پھر وہ شخص اپنے بازو پھیلا کر اڑا اور خانہ کعبہ پر اترا اور وہاں سے بھی روشنی اور نور پھیلا جس سے تہامہ کا وسیع علاقہ منور ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ ارض پاک ہو گیا اور اس سے تاریکی اور ظلمت دور ہو گئی۔ اور کعبہ میں جس قدر بت تھے اس نے ان کی طرف اشارہ کر کے دیکھا' وہ سب کے سب گر پڑے۔

نجاشی نے کہا۔ تمہارا بھلا ہو' جو کچھ مجھے اس رات درپیش آیا۔ اب اس کو میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ اس رات میں جس کا ذکر تم کر رہے تھے' میں محل کے ایک کمرے میں بیٹھا تھا کہ دفعتہ" میرے سامنے زمین کی طرف سے ایک سر گردن کے مقام تک ابھرا اور کہا' اصحاب فیل پر ہلاکت نازل ہوئی۔ ان کو ابابیل نے "حجارۃ من سجیل" سے ہلاک کر دیا۔ اشرم جو مجرم و سرکش تھا مر گیا اور نبی امی و حرمی اور مکی پیدا ہو گیا۔ پس جس نے اس کی دعوت کو قبول کیا وہ نجات یافتہ ہوا اور جس کسی نے انکار کیا وہ سراسر نقصان و زیاں میں ہے۔ اس کے بعد وہ سر غائب ہو گیا۔

پھر دوسرے دن کی صبح ہوئی اور میں نے بات کرنے کی کوشش کی مگر میں نے محسوس کیا کہ "قوت ناطقہ" مفقود ہے میں نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر نہ ہو سکا۔ اس کے بعد میرے پاس گھر والے آئے۔ میں نے ان سے کہا: حبش کے باشندوں کو میرے پاس نہ آنے دو۔ تو انہوں نے لوگوں کو آنے سے روکا۔ اس کے بعد میری قوت گویائی اور قوت رفتار از خود بحال ہو گئے۔

حضورؐ کا گہوارہ میں چاند سے باتیں کرنا

بیہقی نے اور صابونی نے "المائتین" میں اور خطیب و ابن عساکر نے اپنی کتب تاریخ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا' یا رسول اللہؐ' مجھے تو آپ کی نبوت کی نشانیوں نے آپ کے

Presented by www.ziyaraat.net

دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی میں نے دیکھا کہ آپ گہوارے میں چاند سے باتیں کرتے اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور جس طرف اشارہ فرماتے چاند جھک جاتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور اس کے عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتے وقت میں اس کی تسبیح کرنے کی آواز کو سنا کرتا ہوں۔ (خصائص کبریٰ جلد ا ص ۳۷ سطر۱۰)

حضورؐ کا گہوارہ میں کلام فرمانا

حافظ ابو الفضل ابن حجر "شرح بخاری" میں فرماتے ہیں کہ سیر واقدی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوائل عمر میں پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا۔ اور ابن سبع نے "الخصائص" میں بیان کیا کہ آپ کے گہوارے کو فرشتے ہلاتے تھے۔ اور سب سے پہلا کلام جو آپ نے کیا وہ یہ تھا۔ **اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا** (خصائص کبریٰ جلد ص ۳۷ سطر آخر)

رضاعت

کہا جاتا ہے کہ شوہر کی وفات کا حضرت آمنہ پر اتنا اثر تھا کہ آپ کا دودھ خشک ہو گیا لہٰذا انا کی دستیابی تک ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے تین چار مہینے دودھ پلایا پھر ایک بدوی خاتون حلیمہ سعدیہ عرب کے رواج کے مطابق اپنے قبیلے میں لے گئیں۔ یہ واقعہ بہت سے دوسری باتوں کی طرح ہمارے پیغمبر کے لئے ہتک آمیز ہے۔ دنیا کے کسی نبی نے اپنی ماں کے علاوہ غیر عورت کا دودھ نہیں پیا۔ پیا تو صرف ختم المرسلینؐ نے جن کی بعثت کے لئے خدائے قادر نے کائنات کو خلق کیا تھا اور پیش روی میں اتنے نبی بھیجے تھے بطون اصلاب کو پاک رکھنے کے لئے اتنی احتیاط اور رگوں میں خون پیدا کرنے کے لئے ایک بدوی عورت کا انتخاب؟ جو موحد بھی نہیں کافرہ تھی۔ مشیت کیا اس پر قدرت نہیں رکھتی کہ آپ کے انگوٹھے سے دودھ کا کوئی فوارہ جاری کر دیتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا آپ کو ایک عام آدمی ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھی لہٰذا اپنے مقصد کے لئے ایسی روایتیں گھڑلیں کہ جن کو ایک دوسرے سے نقل کرتا چلا آیا اور جھوٹ اتنی بار بولا گیا کہ آج سچ ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے پر کتنی ہی معقول دلیل دی جائے کوئی اس کو ماننے پر تیار نہیں کیونکہ اس سے مقصد پر حرف آتا ہے۔

اس طرح کی بعض دوسری روایتیں بھی اسلام کی تاریخ میں داخل کر دی گئی ہیں صرف یہ ثابت کرنے کے

لئے آپ ہمارے ہی جیسے ایک بشر تھے لیکن جادو سر چڑھ کر بولتا ہے' جھوٹ اور سچ کی آمیزش میں مورخین یہ بھی لکھ جاتے ہیں کہ آپ کی قوت نمو محیر العقول تھی' تین ماہ میں اپنے پیروں میں کھڑے ہو گئے۔ سات ماہ کی عمر میں چلنے لگے' آٹھویں مہینے بولنے کے قابل ہو گئے اور نویں مہینے اچھی طرح بات چیت کرنے لگے کہ دیکھنے والوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آتا۔

ماں کے دودھ کی کرامت دنیا میں ضرب المثل ہے۔ بدوی عورت کے دودھ میں یہ اعجاز تھا کہ اس نے برسوں کا کام چند روز میں کر دیکھایا۔ ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے لئے کسی دوسری عورت کا دودھ حرام تھا' جائز تھا تو صرف حضرت محمد مصطفٰےؐ کے لئے' لہٰذا کوئی کچھ لکھے' عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی کہ بیشتر انبیاء تو ماں کی آغوش سے ہی ہوں اور خاتم الانبیاء پہلے تو صحرائی ماحول میں ایک غیر مسلم عورت کا دودھ پئیں پھر الگ تھلگ ویرانے میں چار پانچ سال گذاریں اور اسی زمانے میں شق الصدر بھی کیا جائے۔ محدث دہلوی قلم بند فرماتے ہیں کہ

"آپ بکریاں چرانے کے لئے اپنی رضاعی بھائیوں کے ساتھ گئے ہوئے تھے کہ تین فرشتے نمودار ہوئے۔ ایک کے ہاتھ میں برف سے بھرا ہوا طلائی طشت تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کی لگن برف میں تھی۔ ایک نے زمین پر لٹایا۔ سینے کو ناف تک چیرا' آنتوں کو نکال کر برف سے دھویا۔ پھر دل برآمد کر کے سیاہ نکتہ کو نکال پھینکا' ایک نوری انگشتری سے دل پر مہر لگائی۔ پھر ساری چیزیں اپنی اپنی جگہوں پر رکھ کر شگاف کو جوڑ دیا۔"

گویا اس طرح آپ کے جسم کی تطہیر کی گئی۔ اتنے چھوٹے سے سن میں کوئی عام بچہ بھی گناہ سے آلودہ نہیں ہوتا تو اشرف الانبیاء کے متعلق تو ایسا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ عیسیٰؑ نے گہوارے میں کہا تھا کہ میں خدا کا نبی ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے۔ ان کے سینے کو چاک کر کے کس نے طہارت کی تھی۔ یا حضرت موسیٰؑ اور دوسرے انبیاء کو کس نے پاک کیا تھا؟ بات صرف اپنا سا بشر ثابت کرنے کی ہے جس کے لئے روایتوں کا یہ التزام کیا گیا ہے۔

ہمارا عقیدہ ان خرافات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یقیناً ثوبیہ اور حلیمہ کو آپ کی دیکھ بھال کے لئے رکھا گیا ہو گا لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ آپ نے جناب آمنہ کے علاوہ کسی کا دودھ پیا ہو۔ پھر یہ حقیقت بھی بیان کی جاتی ہے کہ واقعہ شق الصدر سے خوف زدہ ہو کر حلیمہ سعدیہ آپ کو لے کر آگئیں لیکن جناب آمنہ نے پھر آپ کو قبیلہ بن سعد میں واپس بھیج دیا' جہاں آپ نے مزید دو تین سال قیام فرمایا۔

ہم اپنی حد تک تو خواب میں بھی شق الصدر کو آپ سے منسوب نہیں کرتے۔ رہ گئی بات حلیمہ سعدیہ کے دودھ پلانے کی تو اس کو اپنے پیغمبرؐ پر بہتان قرار دیتے ہیں ہمارے عقیدے میں دودھ صرف جناب آمنہ نے پلایا اور اس وقت تک ثوبیہ آپ کی دیکھ بھال کرتی رہیں پھر کچھ دنوں کے لئے حلیمہ سعدیہ کے پاس بھیج

Presented by www.ziyaraat.net

دیے گئے۔ حلیمہ سعیدہ کے بعد ام ایمن آپ کی نگران ہوئیں۔ (ہماری تاریخ ہمارے عقائد ص ۵۳ سطر ۸) حقیقت تو یہی ہے جو ہم نے تحریر کردی ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مورخین خاصہ و عامہ اس بارے میں کیا تحریر فرماتے ہیں۔

ایام رضاعت، معجزات، بچپنا

حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جناب امیر علی علیہ السلام نے فرمایا کہ دختر حمزہؓ سے آنحضرتؐ کا عقد کرنے کا مشورہ کیا گیا تو حضرتؐ نے فرمایا شاید تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے کیونکہ آنحضرتؐ اور جناب حمزہؓ نے ایک عورت کا دودھ پیا تھا۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی کہ پہلی مرتبہ کنیز ابو لہب کا جو آزاد کر دی گئی تھی حضرتؐ نے دودھ پیا اس کے بعد حلیمہؓ سعدیہ کا۔ آنحضرتؐ حلیمہ سعدیہ کے پاس پانچ سال تک رہے۔ حلیمہؓ نے پہلے حمزہؓ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ جب حضرتؐ کی عمر نو سال کی ہوئی ابو طالبؑ کے ہمراہ شام کی جانب تشریف لے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ اس وقت بارہ برس کے تھے۔ اور حضرتؐ جب جناب خدیجہؓ کی طرف سے بغرض تجارت شام گئے تھے تو پچیس برس کے تھے۔

نہج البلاغہ میں جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے ایک بلند فرشتہ کو مقرر کیا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک فرشتہ آنحضرتؐ کو اخلاق کی تعلیم دے جبکہ آنحضرتؐ کی تسبیح و تقدیس سے فرشتوں نے تسبیح و تقدیس کرنا سیکھا تھا جیسا کہ اسی کتاب کے شروع میں آنحضرتؐ کے نور کی خلقت کے تذکرہ میں بیان ہوا ہے۔ ممکن ہے اس کا یہ مطلب ہو کہ وہ فرشتہ ہر وقت آنحضرتؐ کی حفاظت کرتا رہتا تھا۔ جو ہر وقت آنحضرتؐ کے ساتھ رہتا تھا اور آپ کو مکارم آداب و محاسن اخلاق پر قائم رکھتا تھا اور میں ہمیشہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہوتا تھا جس طرح کوئی بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے گھومتا رہتا ہے۔ حضرتؐ ہر روز میرے واسطے اپنے اخلاق کا علم بلند فرماتے اور مجھ سے ارشاد فرماتے کہ اس کی پیروی کرو اور ہر سال ایک عرصہ تک حضرت حرا کے پہاڑ میں قیام فرماتے میرے سوا کوئی ان کو نہیں دیکھتا تھا۔ جب حضرتؐ مبعوث ہوئے میرے اور جناب خدیجہ کے سوا ابتداء میں کوئی ایمان نہیں لایا۔ ہم نور رسالت کو دیکھتے اور بوئے نبوت کو سونگھتے تھے۔

بسند معتبر منقول ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُکُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا۔ (آیت ۲۷ سورۃ الجن پ۲۹) خدا جس رسول کو پسند فرماتا ہے اس کے آگے اور پیچھے نگہبان (فرشتے) مقرر کرتا ہے۔ کی تفسیر دریافت کی۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ خداوند

عالم اپنے پیغمبروں کے ساتھ چند فرشتوں کو موکل کرتا ہے۔ جو ان کی محافظت کرتے ہیں اور ان کی طرف ان کی تبلیغ رسالت ادا کرتے رہتے ہیں۔ اور جناب رسول خدا صلعم پر ایک بلند مرتبہ فرشتہ کو موکل فرمایا جس روز سے کہ آنحضرتؐ کا دودھ چھڑایا گیا۔ وہ فرشتہ آنحضرتؐ کو مکارم اخلاق اور نیکیوں پر قائم رکھتا تھا اور مساوی اخلاق میں برائیوں سے محفوظ رکھتا تھا اور اس وقت جبکہ آپ سن شباب کو پہنچے آپ کو ندا دیتا تھا۔ **السلام علیک یا محمد یا رسول اللہ** حالانکہ حضرتؐ ابھی مرتبہ رسالت پر فائز نہیں ہوئے تھے۔ حضرتؐ گمان کرتے تھے کہ یہ آواز پتھر اور زمین سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت کو کوئی نظر نہ آتا تھا۔

دوسری روایت میں حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ پیغمبر نے فرمایا کہ میں نے اہل جاہلیت کے ساتھ ان کے کاموں میں بعثت سے پہلے دو مرتبہ کے سوا کبھی موافقت نہیں کی۔ ایک مرتبہ رات کے وقت اٹھا تاکہ ان کے کھیل کود کو دیکھوں اور سنوں، لیکن خدا نے مجھ پر نیند غالب کر دی تاکہ ان کے کاموں کو نہ دیکھوں نہ سنوں۔ تو میں نے سمجھا کہ یہ بات خدا کو پسند نہیں، پھر کبھی میں نے ان کے افعال کی جانب توجہ نہ کی۔ دوسری روایت میں دوسری بات یہ کہ جب حضرتؐ ساتویں برس میں تھے تو بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے لئے مکان تعمیر کیا جا رہا تھا جس میں میں بھی مدد کر رہا تھا۔ میں نے اپنے دامن میں مٹی بھرنا چاہا کہ اٹھاؤں اس صورت میں میری شرمگاہ کھل جاتی کیونکہ کوئی زیر جامہ نہیں پہنے ہوئے تھا۔ ناگاہ میں نے اپنے بالائے سر سے ایک آواز سنی کہ اپنے دامن کو گرا دو۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ میں نے دامن کو گرا دیا اور واپس چلا آیا۔

ابن شہر آشوب اور قطب راوندی رحمتہ اللہ علیہما نے حلیمہ بنت ابی ذویب سے روایت کی ہے۔ جس کا نام عبداللہ بن حارث تھا۔ وہ قبیلہ مضر سے تھا اور حلیمہ حارث بن عبدالعزیٰ کی زوجہ تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جس سال آنحضرتؐ کی ولادت ہوئی ہمارے شہروں میں خشک سالی اور قحط کا دور دورہ تھا۔ میں بنی سعد بن بکر کی عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ آئی تاکہ ہم عورتیں بچوں کو دودھ پلانے کے لئے لے جائیں۔ میں ایک مادہ خچر پر سوار تھی جو نہایت آہستہ چلتا تھا اور میرے ساتھ اونٹنی تھی جس کے ایک قطرہ دودھ نہ ہوتا۔ میری گود میں ایک لڑکا تھا جس کے لئے میرے اتنا دودھ نہ ہوتا کہ وہ شکم سیر ہو جایا کرتا۔ رات کو بھوک کے سبب سے اس کو نیند نہ آیا کرتی تھی۔ جب ہم عورتیں مکہ میں پہنچیں آنحضرتؐ کو دودھ پلانے کے لئے کسی نے لینا پسند نہ کیا اس لئے کہ آپ یتیم تھے اور ان کی سرپرستوں سے مال و زر چنداں امید نہ تھی۔ جب مجھے کوئی دوسرا بچہ نہ ملا تو میں حضرت عبدالمطلبؑ کے پاس آئی اور اس در یتیم کو ان سے حاصل کیا۔ جب حضرتؐ کو گود میں لیا تو آپ نے میری جانب نظر کی، آپ کی آنکھوں سے ایک نور ساطع ہوا۔ اس اصحاب یمین کی آنکھوں کی ٹھنڈک نے میرے داہنے دودھ کی طرف رغبت کی، اور کچھ دیر دودھ پیا۔ لیکن بائیں پستان کی طرف توجہ نہ کی۔ اس کو میرے بچہ کے لئے چھوڑ دیا۔ حضرتؐ کی برکت سے

Presented by www.ziyaraat.net

میرے دونوں پستان دودھ سے پر ہو گئے جو دونوں کے لئے کافی ہو جاتے۔ جب میں آنحضرتؐ کو اپنے شوہر کے پاس لائی تو اس اونٹنی کے دودھ اس قدر جاری ہوا کہ ہمارے اور ہمارے بچوں کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر میرے شوہر نے کہا ایسا مبارک فرزند مجھ کو ملا ہے جس کی برکت سے نعمتوں کا رخ ہماری طرف ہو گیا۔ دوسرے روز صبح کو آنحضرتؐ کو میں نے اپنے خچر پر سوار کیا۔ وہ کعبہ کی طرف چلا۔ اور وہاں پہنچ کر باعجاز آنحضرتؐ تین مرتبہ اس نے سجدہ کیا اور گویا ہوا یکہ مجھے بیماری سے شفاء حاصل ہوئی اور تکلیفوں سے نجات ملی اس سبب سے کہ سید الانبیاء اور خاتم المرسلینؐ اور بہترین اولین و آخرین میری پشت پر سوار ہوئے۔ اس کی کمزوری رفع ہو گئی۔ وہ اس قدر چست و تیز ہو گیا کہ ہمارے ہمراہیوں کے تمام چوپائے اس کے مقابلہ پر نہ آسکتے تھے اور میرے ساتھ والوں کو میرے اور میرے جانور کے تغیر حالات پر بہت تعجب ہوتا تھا۔ غرض ہر روز نعمتیں اور برکتیں ہم پر بڑھتی رہیں اور لوگوں کے اونٹ اور گوسفند چراگاہ سے بھوکے واپس آتے تھے لیکن ہمارے جانور سیر اور دودھ سے بھرے ہوئے آتے تھے۔ اثناء راہ میں ہم ایک غار کے پاس سے گزرے اس میں سے ایک مرد پیر باہر آیا جس کی پیشانی کا نور آسمان تک پہنچ رہا تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کو سلام کیا اور کہا خداوند کریم نے مجھے حضرتؐ کی رعایت امور کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اسی وقت ہرنوں کا ایک گلہ ادھر سے گزرا۔ ان سب نے بزبان فصیح مجھ سے کہا کہ اے حلیمہ تم نہیں جانتی ہو کہ کس کو تربیت کے لئے لائی ہو۔ وہ پاکیزہ لوگوں میں پاکیزہ ترین ہے۔ غرض میں جس پہاڑ اور صحرا کی طرف سے گزرتی تھی سب آنحضرتؐ کو سلام کرتے تھے۔ پھر تو ہماری معیشت و مال میں برکت و زیادتی اتنی ہوئی کہ ہم امیر ہو گئے' آنحضرتؐ کی برکت سے جانور بہت ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے اپنے کپڑوں میں پاخانہ پیشاب کبھی نہ کیا اور کبھی کپڑا نہ ہٹایا کہ آپ کی شرمگاہیں ظاہر ہوتیں۔ میں عموماً" آپ کے ساتھ ایک نوجوان کو دیکھتی جو کپڑوں سے آپ کی شرمگاہیں چھپاتا اور محافظت کرتا رہتا۔ میں نے آنحضرتؐ کی پانچ سال دو مہینے تربیت کی۔ اسی اثناء میں ایک روز حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے بھائی روزانہ کہاں جاتے ہیں۔ میں نے بتایا کہ گوسفند چرانے حضرتؐ نے فرمایا آج میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گا۔ غرض حضرتؐ بھی ان کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے وہاں فرشتوں کے ایک گروہ نے حضرتؐ کو ساتھ لیا اور ایک ٹیلہ پر لے گئے۔ ان کو نہلایا پاک کیا۔ یہ دیکھ کر میرا لڑکا میرے پاس دوڑا ہوا آیا کہ محمدؐ کو جلدی دیکھو کہ ان کو کچھ لوگ اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ میں دوڑی ہوئی آئی دیکھا کہ آپ کے جسم اقدس سے ایک نور آسمان تک ساطع ہے۔ میں نے ان کو گود میں لیا اور پیار کیا۔ پوچھا کہ تم کو کیا ہوا۔ فرمایا اماں ڈرو نہیں خدا میرے ساتھ ہے۔ ان کے جسم سے مشک سے بہتر خوشبو آ رہی تھی۔ ایک روز ان کو ایک کاہن نے دیکھا تو نعرہ مارا اور کہا یہ وہ ہے جو بادشاہوں کو مقہور کرے گا۔ اور عرب کو متفرق کرے گا۔

ابن شہر آشوب نے حلیمہؓ سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ تین مہینے کے ہوئے تو بیٹھنے لگے جب نو مہینے

کے ہوئے تو لڑکوں کے ساتھ دوڑنے لگے۔ دس مہینے کے ہوئے تو اپنے بھائیوں کے ساتھ گوسفند چرانے جانے لگے۔ جب پندرہ مہینے کے ہوئے قبیلہ کے جوانوں کے ساتھ تیر اندازی کیا کرتے تھے۔ جب حضرت تیس مہینے کے ہو گئے کشتی لڑنے لگے اور جوانوں کو پچھاڑا کرتے تھے۔ پھر ان کو ان کے جد کے پاس پہنچا دیا۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ جب صبح کو بچوں کے لئے کھانا لایا جاتا تھا تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ لیکن آنحضرتؐ اپنا ہاتھ تک نہ بڑھاتے تھے۔ لڑکے جب سو کر اٹھا کرتے تھے تو ان کی آنکھوں میں کیچڑ بھرے رہتے۔ لیکن آنحضرتؐ کا منہ دھلا ہوا ہوتا اور آپ کے جسم سے خوشبو آتی رہتی تھی۔

بسند معتبر روایت ہے کہ ایک روز عبدالمطلبؑ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے ناگاہ کسی نے پکار کر ندا دی کہ محمدؐ نامی بچہ حلیمہ کے پاس سے گم ہو گیا۔ عبدالمطلبؑ یہ سن کر بے چین ہو گئے اور آواز دی کہ اے بنی ہاشم اور بنی غالب سوار ہو کر تلاش کرو کہ محمدؐ گم ہو گئے ہیں۔ اور قسم کھائی کہ جب تک وہ ملیں گے نہیں گھوڑے سے اتروں گا نہیں۔ اور ہزار اعرابی اور سو قریشیوں کو قتل کر دوں گا۔ اور کعبہ کے گرد پھر رہے تھے اور چند اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ اے پالنے والے میرے شہسوار محمدؐ کو میرے پاس واپس بھیج دے اور اپنی نعمت دوبارہ مجھ پر انعام فرما۔ پالنے والے اگر محمدؐ نہ ملیں گے تو تمام قریش کو پراگندہ کر دوں گا۔ اسی اثناء میں ایک آواز ہوا میں پیدا ہوئی کہ خداوند عالم محمدؐ کو ضائع نہ کرے گا۔ عبدالمطلب نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ آواز آئی فلاں وادی میں ایک ببول کے درخت کے نیچے۔ عبدالمطلب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آنحضرت باعجاز اس درخت سے رطب تازہ توڑ رہے تھے اور دو جوان ان کے قریب کھڑے ہیں۔ جب حضرتؑ قریب پہنچے تو وہ دونوں جوان جو جبرئیلؑ و میکائیلؑ تھے الگ ہو گئے۔ آپ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ فرمایا میں عبداللہ بن عبدالمطلب کا فرزند ہوں حضرت عبدالمطلب نے آپ کو اپنی گردن پر سوار کیا اور واپس ہوئے اور کعبہ کے پاس آکر سات مرتبہ طواف کیا۔ ادھر بہت سے عورتیں جناب آمنہ کے پاس جمع ہو کر ان کی تسکین و تشفی میں مشغول تھیں۔ جب حضرتؐ کو جناب آمنہ کے پاس لائے آپؐ خود آمنہ کے پاس چلے گئے دوسری عورتوں کی جانب بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ اسی طرح ایک مرتبہ جناب عبدالمطلبؓ نے اپنے اونٹوں کو ہنکا لانے کے لئے بھیجا۔ جب آنحضرتؐ کو واپس آنے میں دیر ہوئی تو عبدالمطلبؓ نے لوگوں کی جماعت ------ ہر طرف تلاش کے لئے دوڑا دی اور کعبہ کے دروازہ کی زنجیروں کو پکڑ کر کہتے تھے پالنے والے کیا اپنے برگزیدہ کو ہلاک کرے گا؟ یا اس کی پیغمبری کے بارے میں جو تو نے خبر دی تھی اس میں کچھ تغیر فرما دیا۔ جب آنحضرتؐ واپس آ گئے تو حضرت عبدالمطلبؑ نے ان کو گود میں لے لیا پیار کیا اور فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں آئندہ پھر تجھ کو کسی کام کے لئے نہ بھیجوں

Presented by www.ziyaraat.net

گا۔ ڈرتا ہوں کہ دشمن تجھے ہلاک نہ کر دیں۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ابو طالبؑ نے ان سے بیان کیا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ رکھتا تھا اور ایک لحہ کے لئے ان کو جدا نہ کرتا تھا اور نہ کسی کا ان کے بارے میں اعتبار کرتا تھا یہاں تک کہ ان کو اپنے بستر پر سلاتا تھا۔ ایک رات میں نے ان سے کہا کہ اپنے کپڑے اتار کر میرے بستر پر آکر سو رہو۔ لیکن ان کو دیکھا کہ کپڑے اتارنے میں کراہت ہو رہی ہے مجھ سے کہا اے پدر اپنا منہ پھیر لیجئے کسی کو مناسب نہیں کہ میرے ستر کو دیکھے۔ جب وہ میرے پاس لحاف میں آ گئے۔ میں نے اپنے اور ان کے درمیان ایک کپڑا دیکھا جو میں لحاف میں نہیں لے گیا تھا۔ ویسا کپڑا نرم اور خوشبودار میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ مشک میں غوطہ دیا ہوا ہے۔ صبح ہوئی تو وہ کپڑا غائب ہو گیا۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ رات کو میں ان کو بستر پر نہ پاتا۔ جب میں ان کی تلاش میں اٹھتا تو وہ لحاف سے آواز دیتے کہ چچا جان میں یہاں ہوں واپس آ جایئے۔ اور راتوں کو دعائیں اور عجیب باتیں سنتا تھا۔ ایک روز ایک بھیڑیئے کو میں نے دیکھا کہ ان کے پاس آیا۔ ان کو سونگھا پھر آنحضرتؐ کے گرد گھوما اور ذلت کے ساتھ اپنی دم زمین پر ملنے لگا۔ اکثر دیکھا، کہ ایک نہایت حسین شخص آکر آپ کے سر پر ہاتھ پھیرتا، دعا دیتا اور غائب ہو جاتا۔ اکثر خواب میں دیکھا کہ تمام دنیا ان کی مسخر ہو گئی ہے۔ وہ بلند ہوتے ہوئے آسمان پر پہنچتے ہیں۔ ایک روز وہ غائب ہو گئے۔ میں ان کی تلاش میں بہت سرگرداں رہا۔ ناگاہ دیکھا کہ چلے آ رہے ہیں اور ایک شخص ان کے ساتھ ہے جس کے مثل میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے کہا اے فرزند کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کی ہے کہ مجھ سے جدا نہ ہوا کرو۔ اس شخص نے کہا گھبراؤ نہیں جب وہ تمہارے پاس سے الگ ہوتے ہیں تو میں ان کے ساتھ رہتا ہوں اور ان کی حفاظت کرتا ہوں۔ وہ ہمیشہ آب زمزم پیتے تھے۔ اکثر ابو طالبؑ صبح کو ان کے لئے کھانا لاتے تو وہ فرماتے کہ چچا جان میں سیر ہوں۔ جب دوپہر یا شام کو ابو طالب اپنے بچوں کے لئے کھانا لاتے تو فرماتے کہ ابھی ہاتھ کھانے میں نہ ڈالو جب تک کہ آنحضرتؐ نہ آ جائیں اور تناول نہ کر لیں۔ جب آنحضرتؐ ابتدا کرتے تو سب لڑکے آپ کی برکت سے سیر ہو جاتے اور کھانا اسی قدر موجود رہتا۔ پھر ابو طالبؑ سے منقول ہے کہ میں راتوں کو آنحضرتؐ سے دعائیں اور مناجات اور ایسی باتیں سنا کرتا تھا کہ مجھے تعجب ہوتا۔ اہل عرب کی عادت نہ تھی کہ کھانے کے وقت بسم اللہ کہیں۔ لیکن بچپن میں آنحضرتؐ کی یہ عادت تھی کہ جب تک بسم اللہ نہ کہتے کھانا نوش نہ فرماتے نہ پانی پیتے۔ اور فارغ ہو کر الحمد للہ کہتے تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ابتدا میں بسم اللہ الاحد اور فارغ ہو کر الحمد للہ کثیرا فرماتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جب میں آپ کے پاس جاتا آپ تنہا ہوتے اور ایک نور آپ کے سر سے آسمان تک کھنچا ہوتا۔ میں نے کبھی جھوٹ اور مہمل باتیں آپ سے نہیں سنیں نہ کبھی بلند آواز سے آپ ہنستے۔ کبھی لڑکوں کے ساتھ کھیل میں شریک نہ ہوئے نہ کبھی ان کے کھیل کی طرف نگاہ کی۔ تنہائی کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

جب آپ سات برس کے تھے یہودیوں کا ایک گروہ آیا اور کہا ہم نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے کہ حق تعالیٰ محمدؐ کو حرام و شبہہ سے محفوظ رکھے گا۔ ہم اس کا تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر ایک فربہ مرغ پکا کر اس مجمع میں لائے جہاں قریش کی ایک جماعت اور آنحضرتؐ موجود تھے اور سب کے سامنے رکھ دیا۔ قریش نے مل کر کھایا۔ لیکن آنحضرتؐ نے اس کی طرف ہاتھ بھی نہ بڑھایا۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیوں نہیں کھاتے۔ فرمایا یہ حرام ہے اور خدا مجھے حرام سے محفوظ رکھتا ہے۔ لوگوں نے کہا حلال ہے اگر آپ پسند کریں ہم ایک لقمہ آپ کے منہ میں کھلا دیں۔ فرمایا اگر تم سے ممکن ہو تو کھلاؤ۔ ان لوگوں نے ہرچند کوشش کی کہ لقمہ آنحضرتؐ کے دہن تک پہنچائیں لیکن نہ ہو سکا۔ ان کے ہاتھ دائیں اور بائیں مڑ جایا کرتے تھے اور حضرتؐ کے دہن تک نہیں پہنچ سکے۔ پھر دوسرا مرغ بریاں لیا گیا جو ہمسایہ کے گھر سے غائب ہو گیا۔ اس کو پکڑا اس نیت سے کہ اگر وہ آئے گا تو اس کی قیمت اس کو دے دیں گے۔ جب حضرتؐ نے اس سے لقمہ اٹھایا تو وہ لقمہ گر گیا۔ تو حضرتؐ نے فرمایا یہ مال شبہ سے ہے میرا خدا مجھے اس سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ دوسروں نے پھر کوشش کی کہ لقمہ حضرتؐ کے دہن اقدس تک پہنچائیں مگر نہ پہنچا سکے۔ اس وقت یہودیوں نے اقرار کیا کہ یہی وہ صفتیں ہیں جن کو ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے۔

حضرت فاطمہؓ بنت اسد سے منقول ہے کہ ہمارے گھر کے صحن میں ایک درخت تھا جو مدتوں سے خشک ہو چکا تھا ایک روز آنحضرتؐ اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا ہاتھ اس پر ملا وہ درخت اسی وقت سرسبز و شاداب ہو گیا اور اس میں رطب پیدا ہو گئے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں ہر روز آنحضرتؐ کے لئے رطب جمع کرتی اور محفوظ رکھتی تھی۔ جب حضرت تشریف لاتے آپؐ کے سامنے حاضر کر دیتی تھی۔ وہ اس کو باہر لے جا کر بنی ہاشم کے بچوں پر تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ ایک روز حضرتؐ تشریف لائے تو میں نے عذر کیا کہ آج درختوں میں رطب نہیں پھلے تھے۔ فاطمہؓ کہتی ہیں کہ حضرتؐ کے نور مبارک کی قسم جب آپ نے یہ سنا ان درختوں کے پاس تشریف لے گئے اور چند کلمات کہے۔ میں نے دیکھا کہ ان درختوں میں ایک درخت اس قدر خم ہوا کہ حضرتؐ کا ہاتھ اس کے اوپر کے سرے تک پہنچ گیا۔ اور آپ نے جس قدر رطب چاہے توڑ لئے۔ پھر وہ درخت اسی طرح بلند ہو گیا۔ اس وقت میں نے درگاہ باری میں تضرع و الحاح کے ساتھ دعا کی کہ اے پروردگار آسمان مجھے بھی ایک فرزند عطا فرما جو اس کا بھائی ہو اور اس کے مثل ہو۔ اسی رات امیر المومنین علیؑ کا نطفہ منعقد ہوا اور وہ آنحضرتؐ کی برکت سے کبھی بتوں کی پرستش کے قریب نہ گئے اور کبھی غیر خدا کی عبادت نہ کی۔

شاذان رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ چار مہینے کے ہوئے کہ آپؐ کی والدہ جناب آمنہؓ برحمت الٰہی واصل ہوئیں اور آنحضرتؐ بغیر ماں باپ کے ہو گئے اور مادر مہربان کے غم میں تین روز تک کچھ نہ کھایا، اور ہر وقت رویا کرتے تھے۔ اور جناب عبدالمطلبؑ بہت بے چین و بے قرار تھے۔

Presented by www.ziyaraat.net

اور صفیہ اور عاتکہ اپنی بیٹیوں کو بلا کر فرمایا کہ میرے اس فرزند کو چپ کراؤ اور اس کے لئے دایہ کی تلاش کرو۔ عاتکہ نے آنحضرتؐ کو شہد کھلانا شروع کیا اور بنی ہاشم کی تمام دودھ والی عورتوں کو بلا کر چاہا کہ حضرتؐ کسی کا دودھ قبول فرمالیں۔ لیکن حضرتؐ نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ پھر قریش کی عورتیں آئیں' جن کی تعداد چار سو ساٹھ تک پہنچ گئی مگر آپ نے کسی کا دودھ نہ قبول فرمایا اور ہر وقت رویا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر عبدالمطلبؑ نہایت غمگین ہوئے اور کعبہ کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ اتفاقاً" قریش کا ایک بوڑھا آدمی عقیل بن وقاص کا اس طرف گزرا ہوا۔ حضرت عبدالمطلبؑ کو غمگین و رنجیدہ دیکھا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرا بچہ جس روز سے اس کی ماں کا انتقال ہوا ہے نہایت بے قرار و بے چین ہے اور کسی عورت کا دودھ نہیں پیتا ہے اس سبب سے مجھے کچھ کھانا پینا گوارا نہیں۔ اور اس کے معاملہ میں سخت حیران ہوں کہ کیا کروں۔ عقیل نے کہا اے ابو الحارث قریش کے قبیلوں میں ایک عورت کو میں جانتا ہوں جو حسب و نسب' عقل و دانائی اور فصاحت و بلاغت و صباحت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اس کا نام حلیمہ بنت عبداللہ ابن حارث ہے۔ عبدالمطلب نے جب اس کی تعریف سماعت کی اس کو بہت پسند کیا اور اپنے ایک غلام شمرول نامی کو ایک تیز رفتار ناقہ پر سوار کرکے بعجلت تمام قبیلہ بنی سعد بن بکر کی طرف روانہ کیا جو مکہ سے چھ فرسخ کے فاصلے پر رہتے تھے۔ اور کہا کہ بہت جلد عبداللہ بن الحرث کو میرے پاس بلا کر لا۔ غرض وہ جلد تر اس کو لے آیا جبکہ عبدالمطلب کے پاس اکابر قریش جمع تھے' لیکن وہ سب کو چھوڑ کر حضرت عبدالمطلبؑ کے پاس آیا۔ جناب عبدالمطلب نے دیکھا تو اس کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور اس کو گلے لگایا اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور فرمایا کہ اے عبداللہ میں نے تم کو اس واسطے تکلیف دی ہے کہ محمدؐ میرا فرزند چار مہینے کا ہے' اس کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ نہایت بے چین ہے اور کسی عورت کا دودھ منہ سے نہیں لگاتا۔ سنا ہے کہ تمہاری بیٹی حالت زچگی میں ہے اگر کوئی حرج نہ ہو تو محمدؐ کو دودھ پلانے کے لئے اس کو بھیج دو۔ اگر بچہ نے اس کا دودھ قبول کر لیا تو تم اور تمہارے قبیلہ کو تونگر کر دوں گا۔ عبداللہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور واپس آ کر اپنی بیٹی حلیمہ کو خوشخبری دی۔ حلیمہ بھی خوش ہوئیں۔ غسل کیا اور طرح طرح کی خوشبوؤں سے اپنے تئیں معطر کیا اور لباس فاخرہ پہن کر اپنے والد عبداللہ اور شوہر بکر بن سعد کو لے کر حضرت عبدالمطلبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ وہ ان کو لے کر عاتکہ کے پاس آئے۔ انہوں نے آنحضرتؐ کو حلیمہ کی گود میں دے دیا۔ حلیمہ نے بایاں پستان حضرتؐ کو پلانا چاہا حضرت نے منہ نہ لگایا بلکہ داہنے پستان کی جانب توجہ فرمائی۔ وہ خشک ہو چکا تھا اور کبھی کسی بچہ نے اس کو منہ نہ لگایا تھا۔ حلیمہ نے تامل کیا اور اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ حضرتؐ کو اس پستان سے دودھ نہ ملے تو بائیں پستان کو بھی منہ نہ لگائیں اور کوشش کی کہ بائیں پستان ہی سے حضرتؐ دودھ پئیں۔ لیکن حضرت داہنے ہی کی طرف میل فرماتے رہے۔ آخر حلیمہ نے کہا اے فرزند لے داہنے پستان سے پی تاکہ تجھ کو معلوم ہو کہ وہ خشک ہو

چکا ہے اور اس میں دودھ نہیں ہے۔ جب آنحضرتؐ نے داہنے پستان کو منہ میں لے کر پینا شروع کیا حضرتؐ کی برکت سے اس قدر دودھ جاری ہوا کہ آپ کے دہن مبارک کے دونوں طرف بہنے لگا۔ حلیمہ کو تعجب ہوا اور بولیں اے فرزند تیرا معاملہ تو بہت عجیب ہے میں بحق خداوند آسمان قسم کھاتی ہوں کہ میں نے بارہ بچوں کو بائیں پستان سے دودھ پلایا ہے لیکن داہنے پستان سے دودھ کا ایک قطرہ بھی کسی کو میسر نہیں ہوا اور اب تیری برکت سے دودھ اس سے بہہ رہا ہے۔ حضرت عبدالمطلبؑ یہ معلوم کرکے بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے حلیمہ اگر تم ہمارے پاس رہنا چاہو تو میں اپنے مکان کے پہلو میں ایک مکان خالی کر دوں تم اس میں رہو ہر مہینے تم کو ہزار درہم چاندی کے اور ایک جامہ رومی اور ہر روز دس من سفید روٹی اور پاکیزہ گوشت دونگا۔ لیکن ان کو منظور نہ ہوا۔ تو حضرت عبدالمطلبؑ نے فرمایا کہ اے حلیمہ میں دو شرطوں کے ساتھ اپنے فرزند کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اول یہ کہ اس کی تعظیم و اکرام میں مطلق کمی نہ کرنا۔ ہمیشہ اس کو اپنے پہلو میں سلانا۔ داہنا ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھنا اور بایاں ہاتھ اس کی گردن میں۔ اور اس سے غافل نہ ہونا۔ حلیمہؓ نے کہا۔ بحق پروردگار آسمان کہتی ہوں کہ جب سے میں نے اس کو دیکھا ہے اس کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہو گئی ہے کہ اس کی نگہداشت میں مجھے کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں ہے۔ عبدالمطلب نے فرمایا دوسری شرط یہ ہے کہ ہر روز جمعہ اس کو میرے پاس لایا کرو کیونکہ مجھ کو اس کی جدائی کی طاقت نہیں ہے۔ حلیمہؓ نے کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ پھر عبدالمطلبؑ نے فرمایا تو آنحضرتؐ کا سر مبارک دھویا گیا اور آپ کو لباس فاخرہ پہنایا۔ حضرت عبدالمطلبؑ نے حضرتؐ کو گود میں لیا اور حلیمہ سے فرمایا کہ میرے ساتھ کعبہ کے پاس چلو تاکہ میں اسے تمہارے سپرد کر دوں۔ غرض کعبے کے پاس لے آئے اور آنحضرتؐ کو سات مرتبہ کعبہ کا طواف کرایا اور خدا کو حلیمہ پر گواہ بنایا اور حضرتؐ کو ان کے سپرد فرمایا اور چاندی کے چودہ درہم ان کو عطا فرمائے۔ اپنے دس لباس فاخرہ اور چار کنیزیں بخشیں اور جامہ ہائے یمنی کے خلعت دیئے۔ اور کعبہ کے باہر تک ان کی مشایعت کی۔ جب حلیمہؓ اپنے قبیلہ میں پہنچیں۔ اور آنحضرتؐ کے چہرے سے چادر ہٹائی آپ کے چہرۂ انور سے ایک نور ساطع ہوا جس نے زمین و آسمان کو روشن کر دیا۔ اہل قبیلہ نے جو حلیمہ کا حال مشاہدہ کیا تمام چھوٹے بڑے عورت و مرد ان کے پاس آئے اور ان کو اس سعادت عظیم پر مبارک باد دی اور حضرتؐ کی محبت ہر ایک کے دل میں اس طرح پیدا ہوئی کہ ایک دوسرے کے ہاتھ سے حضرتؐ کو چھینتا۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی آنحضرتؐ کا پاخانہ پیشاب نہیں دھویا۔ نہ کبھی آپ کے جسم سے بدبو آئی۔ اگر کبھی آپؐ نے پاخانہ کیا تو اس سے بوئے مشک و کافور آتی تھی' اور زمین پوشیدہ کر لیتی کوئی اس کو دیکھنے نہ پاتا۔ جب آپؐ دس مہینے کے ہوئے جمعرات کے دن حلیمہ آپ کے مخصوص خیمہ کے دروازہ پر اس انتظار میں کھڑی ہوئیں تاکہ آنحضرتؐ سو کر اٹھیں تو آپ کے ہاتھ منہ دھلائیں اور کنگھی کریں اور حضرت عبدالمطلب کے پاس لائیں۔ لیکن

Presented by www.ziyaraat.net

حضرتؐ کے انتظار میں بہت دیر ہو گئی اور جرات نہ ہوئی کہ خیمہ کے اندر جائیں۔ چار گھڑی کے بعد آنحضرتؐ خیمہ سے باہر آئے۔ حلیمہؓ نے جب حضرتؐ کو دیکھا تو آپ کا سر اقدس دھلا ہوا اور کنگھی کی ہوئی تھی۔ اور سندس و استبرق کے مختلف رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حلیمہؓ کو نہایت تعجب ہوا۔ انہوں نے پوچھا اے فرزند یہ لباس اور زلفیں کہاں سے حاصل ہوئیں؟ فرمایا اے مادر گرامی یہ لباس بہشت سے آیا ہے اور تمام فرشتوں نے میری آرائش کی ہے۔ غرض حلیمہؓ ان کو لے کر ان کے جد بزرگوار کے پاس لائیں اور تمام قصہ بیان کیا۔ جناب عبدالمطلبؑ نے فرمایا اے حلیمہ یہ حالات کسی سے بیان نہ کرنا۔ اور حلیمہ کو ہزار درہم اور دس لباس اور کنیز رومیہ عطا کیا۔ جب حضرتؐ کی عمر پندرہ مہینے کی ہوئی لوگ دیکھ کر سمجھتے تھے کہ آپ پانچ سال کے ہیں اور جب حلیمہ ان کو اپنے قبیلہ میں لے کر آئیں ان کے پاس صرف بائیس بھیڑیں تھیں۔ اور جب آنحضرتؐ کو واپس آپ کے جد کے سپرد کیا تو آپ کی برکت سے ایک ہزار تین اونٹ و گوسفندیں موجود تھیں۔ جب حضرتؐ کی عمر دو سال کے قریب پہنچی تو ایک رات حلیمہ کے لڑکے محزون و مغموم چراگاہ سے واپس آئے اور کہا اماں آج ایک بھیڑیا دو گوسفند پکڑ لے گیا۔ حلیمہؓ نے کہا خدا ان کے بدلے اور دے گا۔ آنحضرتؐ نے جو سنا تو فرمایا آپ لوگ آزردہ نہ ہوں کل آپ کے دونوں گوسفندیں بھیڑیئے سے بفضل خدا واپس لے لوں گا۔ ضمرہ نے کہا جو حلیمہؓ کے سب سے بڑے فرزند تھے کہ عجیب ہے تمہاری بات اے بھائی گزشتہ روز تو بھیڑیا گوسفندوں کو لے گیا اور آپ کل اس سے واپس لے لیں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا خدا کی قدرت سے سب کچھ سہل ہے۔ جب صبح ہوئی تو ضمرہ نے آنحضرتؐ کو اپنے کاندھے پر سوار کیا اور جنگل میں اس مقام پر لے گئے جہاں سے بھیڑیا لے گیا تھا اور حضرتؐ کو بتایا۔ آنحضرتؐ کاندھے سے اترے اور سجدہ میں گئے اور کہا میرے سردار میرے مالک اور مولا مجھ پر حلیمہؓ کا جو حق ہے تو جانتا ہے۔ ایک بھیڑیئے نے اس کی بھیڑوں پر زیادتی کی ہے۔ تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اس بھیڑیئے کو حکم دے کہ اس کی گوسفندوں کو واپس لائے۔ اسی وقت بھیڑیا دونوں گوسفندوں کو واپس لایا۔ ہوا یہ کہ جب بھیڑیا گوسفندوں کو لے کے چلا تو ایک ہاتف نے اس کو آواز دی کہ اے بھیڑیئے عذاب الہی سے خوف کر، اور ان دونوں بھیڑوں کی حفاظت کر۔ تاکہ بہترین پیغمبراں محمدؐ بن عبداللہ کو واپس دینا۔ پھر وہ بھیڑیا آنحضرتؐ کے قدموں پر گرا اور بحکم خدا گویا ہوا کہ اے پیغمبروں کے سردارؐ معاف فرمایئے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ گوسفندیں آپ کی ہیں۔ اس وقت ضمرہ نے کہا اے محمدؐ کس قدر عجیب باتیں آپ کی ہیں۔ جب دو سال کے حضرتؐ پورے ہو گئے تو ایک روز آپ نے حلیمہؓ سے کہا اے مادر مہربان میں بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ جنگل جاؤں گا اور گوسفند چرانے میں ان کی مدد کروں گا، اور کوہ و صحرا میں خدا کی صناعیوں کو دیکھوں گا اور عبرت حاصل کروں گا اور چیزوں کے نفع و نقصان کو سمجھوں گا۔ حلیمہؓ نے کہا اے فرزند تم کو بہت شوق ہے؟ فرمایا ہاں۔ جناب حلیمہؓ نے دیکھا کہ حضرتؐ جنگل کی

طرف جانے پر بہت مائل ہیں تو آنحضرتؐ کو اچھے کپڑے پہنائے اور نعلیں پیروں میں پہنائیں اور اچھے اور عمدہ کھانے ہمراہ کئے اور اپنے لڑکوں کو آنحضرتؐ کی حفاظت و رعایت کی تاکید کر کے روانہ کیا۔ جب آنحضرتؐ نے قدم مبارک صحرا میں رکھے پہاڑ و میدان آپ کے نور جمال سے روشن و منور ہو گئے جس پتھر اور ڈھیلے کی طرف حضرتؐ کا گزر ہوتا با آواز بلند وہ ندا دیتا۔ السلام علیک یا محمد السلام علیک یا احمد السلام علیک یا حامد السلام علیک یا محمود السلام علیک یا صاحب القول الحق العدل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خوشا حال اس کا جو آپؐ پر ایمان لائے اور عذاب الہی اس کے لئے ہیں جو آپؐ کا منکر ہو یا آپؐ کے کسی حرف کی تردید کرے جو آپ خدا کی طرف سے بیان فرمائیں۔ آنحضرتؐ ان کے سلام کا جواب دیتے اور آگے گزر جاتے۔ حلیمہؓ کے لڑکے ہر لحظہ آنحضرتؐ سے عجائب و غرائب مشاہدہ کرتے کہ ان کی حیرت زیادہ سے زیادہ بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ آفتاب بلند ہوا اور حضرتؐ کو دھوپ سے اذیت ہوئی تو خدا نے ایک فرشتے کو موکل کیا جس کا نام استحیائیل تھا کہ ایک ابر سفید کو آنحضرتؐ کے سر پر پھیلائے جس سے سایہ ہو۔ اس وقت ایک ابر حضرتؐ کے سر پر نمایاں ہوا اور مشک کے مانند اس میں پانی گرنا شروع ہوا۔ لیکن حضرت کے سر پر ایک قطرہ بھی نہیں پڑتا تھا۔ پرنالے جاری ہو گئے لیکن آنحضرتؐ کے راستے میں کیچڑ کا نام و نشان نہ تھا۔ اس بادل سے مشک و زعفران برس رہے تھے اور آنحضرتؐ کے لئے کوہ و دشت کو معطر کر رہے تھے۔ اس صحرا میں کھجور کا ایک درخت بالکل خشک تھا اس کی پتیاں گر چکی تھیں۔ جب آنحضرتؐ اس کے پاس پہنچے اپنی پشت مبارک اس درخت سے لگا کر آرام کرنا چاہا ناگاہ وہ درخت سرسبز ہونا شروع ہوا۔ اس میں پتیاں نکل آئیں، ٹہنیاں سبز ہوئیں اور زرد و سرخ رطب حضرتؐ کی ضیافت کے لئے گرنے لگے۔ ناگاہ حضرتؐ کی نگاہ ایک سبزہ زار پر پڑی جو طرح طرح کے گل و ریاحین سے آراستہ تھا۔ فرمایا چاہتا ہوں کہ اس چمن کی سیر کروں اور اپنے خالق کی کاریگری کا مشاہدہ کروں۔ بھائیوں نے کہا ہم بھی آپؐ کے ساتھ چلتے ہیں۔ فرمایا نہیں تم اپنے کاموں میں مشغول رہو میں تنہا جاتا ہوں اور انشاء اللہ بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔ بھائیوں نے کہا جایئے۔ لیکن ہمارے دل آپ ہی میں لگے رہیں گے۔ غرض حضرتؐ اس چمن دلکشا کی سیر اور بدائع و صنائع الہی میں غور و فکر کرتے ہوئے ایک بلند پہاڑ تک پہنچے جس پر چڑھنے کے لئے راستہ نہ تھا۔ اور کوئی اس پر نہ جا سکتا تھا۔ چونکہ آنحضرتؐ چاہتے تھے کہ پہاڑ کے اوپر بھی سیر کریں، لہذا استحیائیل نے پہاڑ کو آواز دی جس سے اس کو لرزہ ہوا۔ اور کہا اے کوہ! بہترین پیغمبراں اپنی شکوہ نبوت کے ساتھ تجھ پر آنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے فروتنی اختیار کر۔ یہ سن کر وہ پہاڑ اس معدن شکوہ و وقار کے لئے اس قدر پست ہوا کہ آنحضرتؐ نے اپنا پیر بڑھا کر رکھ دیا اور چڑھ گئے۔ اور آخری سرے پر نگاہ کی تو اس طرف سے اور بہتر فضا نظر آئی۔ چاہا کہ اس طرف تشریف لے جائیں اس طرف بکثرت سانپ و بچھو تھے اور بہت عظیم الجثہ کہ جن کے خوف سے کسی کو اس وادی میں

Presented by www.ziyaraat.net

قدم رکھنے کی جرات نہ تھی۔ استمیائیل نے ان کو ڈانٹ کر کہا کہ اے اژدھوں اور سانپ بچھوؤں کے گروہ اپنے اپنے سوراخوں میں چھپ جاؤ تاکہ سیدؐ اولین و آخرین تم کو نہ دیکھیں۔ وہ سب یہ سن کر پوشیدہ ہو گئے۔ حضرتؐ پہاڑ سے نیچے آئے' ایک چشمہ نظر آیا اس کا پانی نہایت سرد اور شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ آپ نے اس میں سے نوش فرمایا اور تھوڑی دیر اس چشمہ کے کنارے آرام فرمایا۔ اس وقت جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و دردائیل علیہم السلام آسمان سے آئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جبرئیلؑ نے کہا ۔ **السلام علیک یا محمدؐ السلام علیک یا احمدؐ السلام علیک یا حامدؐ السلام علیک یا محمودؐ السلام علیک یا طٰہٰ السلام علیک یا ایہا المدثرؐ السلام علیک یا ایہا المزملؐ السلام علیک یا طاب طابؐ السلام علیک یا سیدؐ السلام علیک یا فارقلیطؐ السلام علیک یا طٰسٓؐ السلام علیک یا طٰسٓمٓؐ السلام علیک یا شمسؐ الدنیا السلام علیک یا قمرؐ الاخرۃ السلام علیک یا نور الدنیا و الاخرۃ السلام علیک یا شمس القیمۃ السلام علیک یا خاتم النبیین السلام علیک یا شفیعؐ المذنبین** غرض بہت سلام کیا اور آپ کے بعد مدح و ثناء کی اور کہا کیا کہنا اس کا جو آپ پر ایمان لائے اور افسوس ہے اس پر جو آپؐ کا انکار کرے۔ یا آپؐ کے ان اقوال میں سے ایک حرف کی بھی تکذیب کرے جو آپؐ خدا کی جانب سے بیان فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے ان کے سلاموں کا جواب دیا اور پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم خدا کے بندے ہیں آنحضرتؐ کے گرد بیٹھ گئے۔ حضرتؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا تمہارا نام کیا کہا عبداللہ۔ میکائیل سے ان کا نام پوچھا تو عبیداللہ' اسرافیل نے اپنا نام عبدالجبار اور دردائیل نے اپنا نام عبدالرحمٰن بتایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہم سب بندگان خدا ہیں۔ جبرئیل کے ساتھ یاقوت سرخ کا ایک طشت تھا' میکائیلؑ کے پاس یاقوت سبز کی ایک صراحی تھی جس میں بہشت کا پانی بھرا ہوا تھا۔ پھر جبرئیلؑ آگے بڑھے اور اپنے منہ آنحضرتؐ کے منہ سے ملا کر تین گھڑی تو اسرار الٰہی ان کے دہن اقدس میں پھونکتے رہے۔ پھر کہا اے محمدؐ جو کچھ میں نے بیان کیا سب سمجھو اور سیکھ لو۔ فرمایا ہاں انشاء اللہ تعالیٰ اور آنحضرتؐ کو علم و بیان اور حکمت و برہان سے بھر دیا۔ خداوند عالم نے آپ کے نور اقدس کو ستہتر گنا زیادہ کر دیا یہاں تک کہ کسی میں طاقت نہ تھی کہ آنحضرتؐ کے چہرۂ اقدس کی طرف پورے طور سے نظر کر سکے۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے خوف مت کرو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر اپنے پرودگار کے علاوہ کسی اور سے ڈروں تو گویا اپنے خالق کی عظمت و جلال میں نے سمجھا ہی نہیں۔ اس وقت جبرئیلؑ نے میکائیلؑ کو دیکھا اور کہا سزاوار ہے کہ خدا نے بندے کو اپنا حبیب بنایا اور اس کو بہترین انسان قرار دیا۔ پھر دردائیل نے آنحضرتؐ کے سرانور کو اپنی آغوش میں لے لیا اور حضرتؐ سو گئے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے سب سے ایک درخت عظیم روئیدہ ہوا اور آسمان کی جانب بلند ہوا۔ اس کی شاخیں موٹی ہوئیں پھر ہر شاخ سے اور شاخیں پیدا ہوئیں اور درخت کے نیچے بہت سی گھاس دیکھی جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ پھر

ایک منادی نے ندا دی کہ اے محمدؐ وہ درخت آپؐ ہیں۔ اس کی شاخیں آپ کے اہل بیتؑ ہیں اور وہ گھاس جو زیر درخت اگی ہوئی ہے وہ آپؐ کے اہل بیتؑ کے محب و دوست ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ کو عظیم پیغمبری ار ریاست بزرگ کی خوشخبری ہو۔ پھر دردائیلؑ نے ایک ترازو نکالی جس کے ہر پلڑے وسعت میں زمین و آسمان کے درمیان کشادگی کے مانند تھے اور ایک پلڑے میں آنحضرتؐ کو رکھا اور دوسرے میں آپ کے سو صحابیوں کو رکھا۔ مگر آنحضرتؐ کا وزن زیادہ رہا۔ پھر آپ کے اصحاب خاص میں سے ہزار اشخاص کو دوسرے پلڑے میں رکھا پھر بھی آنحضرتؐ کا وزن زیادہ رہا۔ پھر آپؐ کی آدھی امت کو اس پلڑے میں رکھا' پھر بھی آنحضرتؐ ہی زیادہ رہے۔ پھر تو تمام امت' تمام انبیاء و ملائکہ اور پہاڑ دریا' بیابان' تمام درخت اور تمام مخلوقات الٰہی کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا' لیکن یہ سب کچھ آنحضرتؐ کے برابر نہ ہو سکے' حضرتؐ ہی کا وزن زیادہ رہا۔ اس وقت سمجھا کہ آنحضرتؐ بہترین مخلوقات ہیں۔ دردائیلؑ نے کہا خوشا حال آپؐ کے اور آپ کی امت کے۔ آپ لوگوں کی بازگشت بہتر اور نیکوتر ہے۔ وائے ہو اس پر جو آپؐ کا منکر ہو۔ اس کے بعد وہ فرشتے آسمان پر چلے گئے۔

جب بہت دیر ہو گئی اور آپؐ واپس نہ آئے تو حلیمہؓ کے لڑکے تلاش میں پھرنے لگے مگر کہیں نہ پایا تو حلیمہؓ سے آکر بیان کیا۔ وہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے پاس روتی چلاتی اور فریاد کرتی ہوئی پہنچیں اور اپنے کپڑوں کو پھاڑ ڈالا' سر کے بالوں کو پریشان کر دیا۔ پھر سروپا برہنہ جنگل کی طرف دوڑیں ان کے تلوں سے خون جاری تھا اور ہر طرف چلاتی اور فریاد کرتی پھرتی تھیں کہ اے میرے فرزند دلبند اور میرے آنکھ کے نور اور دل کی راحت تو کہاں ہے۔ اپنی مادر غمزدہ کی طرف کیوں رخ نہیں کرتا۔ قبیلہ کے عورتیں بھی ان کے ساتھ دوڑ رہی تھیں۔ اپنے بالوں کو نوچتیں اور اپنے منہ پر طمانچے مارتی جاتی تھیں اور ان کے قبیلہ کے پیر و جوان' آزاد وغلام سب سراسیمہ آنحضرتؐ کی تلاش میں ہر طرف دوڑ رہے تھے۔ عبداللہ بن حارث بنی سعد کے سرآوردہ لوگوں کے ساتھ سوار ہوئے اور قسم کھائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ملے تو قبلہ بنی سعد و غطفان کے ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ جب حلیمہؓ کو اس بیابان میں حضرتؐ کا مطلق پتہ نہ چلا روتی پیٹتی مکہ میں آئیں اور عبدالمطلبؑ کے پاس اس وقت پہنچیں جبکہ وہ روسائے قریش و اکابر بنی ہاشم کے ساتھ کعبہ کے قریب بیٹھے تھے۔ عبدالمطلبؑ نے جب حلیمہؓ کو اس حال سے مشاہدہ فرمایا کانپ گئے اور حقیقت دریافت کی۔ جب وہ وحشت انگیز خبر سنی بے ہوش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے تو فرمایا۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** اور اپنے غلام کو آواز دی کہ گھوڑا' تلوار اور زرہ حاضر کرے اور کعبہ کی چھت پر چڑھ کر نعرہ مارا کہ اے آل غالب و عدنان و فہر و نزار و کنانہ و مضر و مالک جمع ہو جاؤ۔ یہ آواز سنتے ہی تمام قریش و بنی ہاشم آپ کے پاس آگئے اور پوچھا کیا بات ہے اے ہمارے سردار بیان فرمایئے۔ کہا کہ دو روز سے محمدؐ **کا** پتہ نہیں' سوار ہو۔ یہ معلوم کرکے دس ہزار اشخاص عبدالمطلب

Presented by www.ziyaraat.net

کے ساتھ سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر چلے اور ـــــــ گریہ و نالہ کی صدائیں عرش تک بلند ہوئیں۔ سوار ہر طرف دوڑے ایک گروہ کے ساتھ عبدالمطلب بنی سعد کے قبیلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور قسم کھائی کہ اگر محمدؐ نہ ملے تو مکہ واپس آ کر یہودیوں کے ہر مرد اور عورتوں اور جس پر اس نور دیدہ و میوۂ دل کی عداوت کا شبہ ہو گا قتل کر ڈالوں گا۔ ادھر ابو مسعود ثقفی' ورقہ بن نوفل اور عقیل ابن ابی وقاص یمن سے مکہ آ رہے تھے اور اسی وادی سے ہو کر گزرے جہاں سرور کائناتؐ تشریف فرما تھے۔ ان کی نظر ایک درخت پر پڑی۔ ورقہ نے کہا میں تین مرتبہ اس وادی سے گزرا ہوں لیکن یہاں کبھی درخت میں نے نہیں دیکھا تھا عقیل نے کہا سچ کہتے ہو۔ آؤ درخت کے پاس چلیں شاید اس عجیب امر کی حقیقت معلوم ہو۔ جب درخت کے نزدیک پہنچے اس کے نیچے ایک طفل کو دیکھا جس کے نور رخ سے آفتاب کی روشنی ماند تھی۔ ان میں سے کسی نے کہا یہ جن ہو گا۔ کسی نے کہا یہ نور و روشنی جنوں کو کہاں میسر ہو سکتی ہے یقیناً کوئی فرشتہ ہو گا۔ جو انسان کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ آخر ابو مسعود نے پوچھا صاحبزادے تم کون ہو تمہارے حسن و جمال سے ہم سب کو حیرت ہے۔ آیا جنوں میں ہو یا انسانوں میں سے؟ فرمایا جن نہیں ہوں بلکہ آدمؑ کی اولاد میں سے ہوں۔ پوچھا تمہارا نام؟ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ ابو مسعود نے کہا تم یہاں کیسے آ گئے؟ فرمایا معبود کی رہبری سے اس صحرا میں پہنچا۔ پھر ابو مسعود اپنی سواری سے اترے اور کہا نور چشم کیا تم کو تمہارے جد عبدالمطلب کے پاس پہنچا دوں؟ فرمایا ہاں۔ غرض ابن مسعود نے آنحضرتؐ کو اپنے سواری پر آگے بٹھایا اور مکہ کی سمت روانہ ہوئے۔ جب ادھر سے وہ قبیلہ بنی سعد کے پاس پہنچے' ادھر سے عبدالمطلب بھی اسی وقت وہاں آئے تھے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ عبدالمطلب بھی میری تلاش میں آئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا ہم تو کسی کو نہیں دیکھتے ہیں۔ فرمایا عنقریب دیکھ لوگے۔ جب نزدیک پہنچے اور حضرت عبدالمطلبؑ کی نظر آنحضرتؐ پر پڑی اپنے تئیں گھوڑے سے گرا دیا اور دوڑ کر آنحضرتؐ کو گود میں لے لیا۔ اور کہا اے فرزند تم کہاں تھے؟ اے میری آنکھوں کے نور اگر تم کو نہ پاتا' تو واللہ مکہ میں یہ کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑتا۔ پھر آنحضرتؐ نے بالطاف ربانی جو کچھ گزرا تھا بیان فرمایا۔ جناب عبدالمطلب یہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور ابو مسعود کو پچاس ناقہ اور ورقہ اور عقیل کو ساٹھ ساٹھ ناقے عطا فرمائے اور حلیمہؓ کو بلا کر بہت نوازشیں کیں اور حلیمہ کے والد کو ہزار مثقال طلا اور دس ہزار مثقال نقرہ عطا فرمائے اور ان کے شوہر کو کافی مال دیا اور فرزندان حلیمہ کو دو سو ناقے بخشے۔ اور معذرت کی آئندہ اپنے نور دیدہ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ کروں گا۔

مولف کتاب انوار روایت کرتے ہیں کہ اہل مکہ میں یہ رواج تھا کہ جب ان کے یہاں کوئی فرزند پیدا ہوتا تھا۔ سات روز کے بعد دائی کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ پیدا ہوئے تو عورتوں نے آرزو کی کہ حضرتؐ کی دایہ بنیں۔ ایک روز جناب آمنہؓ حضرتؐ کو اپنے پہلو میں لئے لیٹی ہوئی تھیں کہ ان کو کسی نے

ندا کی کہ اگر اپنے فرزند کے لئے دایہ چاہت ہے تو قبیلہ بنی سعد کی خاتون حلیمہؓ کو مقرر کر وہ ابی ذویب کی بیٹی ہیں۔ اس کے بعد جو عورت بھی آپ کی دایہ کی حیثیت سے آتی' پہلے جناب آمنہؓ اس کا نام پوچھتیں اور حلیمہ کی بجائے دوسرا نام سن کر انکار کر دیتی تھیں۔ چونکہ تمام شہروں میں قحط عظیم رونما تھا۔ سوائے مکہ کے جو آنحضرتؐ کی برکت سے محفوظ و معمور تھا اس لئے قبیلہ بنی سعد کی عورتیں اہل مکہ کے بچوں کی دائیگی کے لئے مکہ آتی تھیں۔ جناب حلیمہؓ بیان کرتی ہیں ہم لوگوں کی یہ حالت تھی کہ دو دو روز کھانے کو نصیب نہ ہوتا تھا اور جنگلوں میں جا کر جانوروں کے کھانے کی گھاس کھایا کرتے تھے۔ ایک رات غنودگی کی حالت میں دیکھا کہ ایک مرد آیا اور اس اس نے مجھے ایک نہر میں ڈال دیا جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ اور کہا کہ اس میں سے پانی پیو۔ جب میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر ہم کو ہمارے مقام پر واپس پہنچا دیا اور کہا مکہ کی طرف جاؤ۔ وہاں تمہارے واسطے روزی کشادہ ملے گی۔ اس فرزند کی برکت سے جو وہاں پیدا ہوا ہے۔ پھر اپنا ہاتھ میرے سینہ پر مارا اور کہا خدا نے تمہارے دودھ میں زیادتی اور تمہارے حسن و جمال میں ترقی عطا فرمائی۔ جب میں بیدار ہوئی تو اپنے قبیلہ کی طرف گئی۔ لوگوں نے کہا اے حلیمہؓ ہم کو تمہاری حالت پر بہت تعجب ہے ایسا حسن و جمال تم کو کہاں سے حاصل ہو گیا۔ میں نے ان سے اپنا راز پوشیدہ رکھا۔ پھر دو روز کے بعد تمام قبیلہ والوں کو ایک ہاتف کی آواز سنائی دی۔ کہ اے زنان بنی سعد خوش ہو کہ تم پر برکتیں نازل ہوئیں اور تکلیفیں زائل ہوئیں اس مولودؐ کو دودھ پلانے کے سبب جو مکہ میں پیدا ہوا ہے۔ خوشا حال اس کا جو اس کی دودھ پلانے کے لئے حاصل کرے۔ یہ آواز سن کر تمام اہل قبیلہ مکہ کی سمت روانہ ہوئے۔ ہم لوگ سب سے زیادہ پریشان حال تھے ہمارے تمام مویشی ہلاک ہو چکے تھے کوئی جانور باربرداری کے لئے بھی نہ تھا۔ لہٰذا دوسرے لوگ مجھ سے پہلے پہنچ گئے۔ اور جو عورت جناب آمنہؓ کے پاس گئی پہلے انہوں نے اس کا نام دریافت کیا اور وہ نام جو خواب میں معلوم کیا تھا نہ سن کر انکار کر دیا۔ جب حلیمہؓ داخل مکہ ہوئیں خدا نے ان کی ہدایت فرمائی اور سیدھے جناب عبدالمطلبؑ کے پاس پہنچیں جبکہ وہ حضرتؑ کعبہ کے نزدیک کرسی پر بیٹھے تھے۔ اور اسلام کے بعد عرض کیا کہ میں قبیلہ سعد کی ایک عورت ہوں اور بچوں کو دودھ پلانے کے لئے آئی ہوں۔ اگر آپ کا کوئی فرزند ہو تو مجھے اس کی خدمت کے لئے مقرر کر لیجئے۔ عبدالمطلبؑ نے فرمایا میرے بیٹے کا لڑکا ہے جو یتیمؐ ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں اس کو تمہیں دے دوں اور تمہارے امور میں تمہاری مدد کروں۔ حلیمہؓ نے کہا میں اپنے شوہر سے مشورہ کر لوں اگر وہ راضی ہوئے تو آپ کے پاس آؤں گی۔ شوہر نے ان کو مشورہ دیا کہ اگرچہ فرزند یتیم سے کوئی خاص نفع متصور نہیں ہوتا تو پھر بھی اس کو لے لو۔ شاید خدا اس کے سبب ہم کو کافی برکت عطا فرمائے کیونکہ اس کا جد کرم و احسان مشہور ہے۔ غرض حلیمہؓ یہ مشورہ کر کے پھر عبدالمطلب کے پاس آئیں۔ وہ ان کو آمنہؓ کے پاس لے گئے۔ آمنہؓ نے ان کا نام پوچھا۔ کہا حلیمہؓ بنت ابی ذویب۔ آمنہؓ

Presented by www.ziyaraat.net

نے کہا یہی وہ عورت ہے جس کو آنحضرتؐ کے سپرد کرنے پر مامور ہوئی ہوں۔ اور کہا اے حلیمہؓ تم کو خوشخبری ہو کہ یہ وہ بچہ ہے جس کی برکت سے مکہ میں فروانی و فارغ البالی حاصل ہوئی ہے اور دوسرے تمام شہروالے ہمارے شہر کی طرف احتیاج رکھتے ہیں۔ پھر ان کو حجرہ میں لائیں جہاں آنحضرتؐ تھے۔ حلیمہؓ نے کہا کیا دن میں آپ نے چراغ روشن کر رکھا ہے؟ آمنہؓ نے کہا نہیں خدا کی قسم جس روز سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے' اس وقت تک رات میں بھی اس کے پاس میں نے چراغ نہیں جلایا کیونکہ اس کے نور جمال نے چراغ سے بے نیاز کر دیا ہے۔ جب حلیمہؓ کی نگاہ آنحضرتؐ پر پڑی ایک آفتاب کو دیکھا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس ہے اور ان کے جسم سے مشک و عنبر کی خوشبو آ رہی ہے۔ بس حلیمہؓ کے دل میں آنحضرتؐ کی محبت جاگزین ہوئی اور اس نعمت کے حاصل ہونے کے سبب شاد و مسرور ہوئیں۔ جب آنحضرتؐ کو ان کی گود میں دیا اور حضرتؐ نے حلیمہؓ کو دیکھا بہت خوش ہوئے اور مسکرائے تو آپؐ کے دہن اقدس سے ایک نور ساطع ہوا جس سے تمام مکان روشن ہو گیا۔ حضرتؐ نے ان کے داہنے پستان سے دودھ نوش فرمایا' بائیں طرف فرزند حلیمہؓ کی رعایت کے سبب توجہ نہ کی۔ غرض حلیمہؓ نے حضرتؐ کو لیا اور خوش خوش روانہ ہوئیں۔ عبدالمطلب نے فرمایا ذرا ٹھہرو' میں تمہیں زاد سفر تو دے دوں۔ حلیمہؓ نے کہا یہ مبارک بچہ ہی مرے لئے کافی ہے اور تمام دنیا کے خزانوں سے بہتر ہے۔ لیکن عبدالمطلبؑ اور آمنہؓ نے روپیہ کپڑے اور کچھ کھانے کی چیزیں دیں جن کو دیکھ کر دوسروں کو حسد ہوا۔ پھر جناب آمنہؓ نے آنحضرتؐ کو گود میں لیا اور پیار کیا اور آپؐ کی مفارقت پر اشکبار ہوئیں۔ پھر حلیمہؓ کے سپرد کر دیا اور فرمایا اے حلیمہؓ میرے نور چشم کی پوری پوری حفاظت کرنا۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میں آنحضرتؐ کو لے کر چلی تو راستہ میں ہر سنگریزہ' پتھر اور درخت جس کی طرف سے میرا گذر ہوتا تھا سب مجھ کو مبارکباد دیتے تھے۔ جب میرے شوہر نے ان کو دیکھا ان کے نور پیشانی سے متعجب ہوئے اور کہا اے حلیمہؓ خدا نے ہم کو اس فرزند کے سبب تمام اہل قبیلہ پر ترجیح عطا فرمائی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بادشاہوں کی اولاد سے ہے۔ غرض جب ہم اپنے قبیلہ کی طرف واپس چلے راستہ میں چالیس عیسائی راہبوں سے ملاقات ہوئی ان میں سے ایک پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ ظاہر ہو چکے ہیں یا عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں۔ ناگاہ ابلیس لعین انسانی شکل میں ظاہر ہو کر ان کے پاس آیا اور بولا کہ جس کے اوصاف تم بیان کرتے ہو اس کو یہ عورت لئے جا رہی ہے جو ابھی ابھی تمہارے پاس سے گزری ہے۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ میری طرف دوڑے اور اس نور کا مشاہدہ کیا جو آنحضرتؐ کی جبین اقدس سے ظاہر ہو رہا تھا۔ شیطان چلایا کہ اس کو مارڈالو قبل اس کے کہ تم پر مسلط ہو۔ وہ سب تلواریں کھینچے ہوئے میرے سامنے آ گئے۔ اس وقت آنحضرتؐ نے اپنا سر آسمان کی جانب بلند کیا۔ ناگاہ میں نے ایک مہیب آواز رعد کے مانند سنی اور ایک آگ کو دیکھا جو آسمان سے نازل ہو کر آنحضرتؐ اور ان سب کے درمیان حائل ہو گئی۔ اور وہ سب جل کر راکھ

ہو گئے۔ پھر ایک آواز آئی کہ کاہن اپنی کوششوں میں ناکام اور ذلیل ہوئے۔ جب حضرتؐ کو لے کر میں قبیلہ بنی سعد میں آئی وہاں کے صحرا سبز و شاداب ہو گئے۔ درخت میووں سے بھر گئے اور قحط زائل ہو گیا اور آنحضرتؐ کی برکت ظاہر ہوئی۔ ان میں جو بیمار ہوتا تھا حضرتؐ کے پاس اس کو لاتے اور وہ شفایاب ہو جاتا۔ حضرتؐ سے روزانہ معجزات ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ اور وہ لوگ کہا کرتے تھے اے حلیمہؓ تمہارے اس بچہ کے سبب خدا نے ہم کو سعادت مند بنا دیا۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ میں ہمیشہ آنحضرتؐ سے دودھ پیتے وقت سنا کرتی تھی کہ فرماتے تھے کہ ہر طرح کی تعریف اسی خدا کے لئے زیبا ہے جس نے مجھے اس درخت سے قرار دیا ہے جس سے اپنے پیغمبروں کو ظاہر فرمایا ہے۔ حضرت ایک روز میں اس قدر بڑھتے تھے جتنا دوسرے بچے ایک مہینہ میں بڑے ہوتے اور ایک مہینہ میں اتنا بڑے ہوتے جس قدر دوسرے ایک سال میں بڑے ہوتے۔ جب ہم اپنے لئے کھانا لاتے تو حضرتؐ کا ہاتھ اس سے مس کر دیتے پھر اس میں ایسی برکت ہوتی کہ ہم سب سیر ہو جاتے اور وہ کھانا اتنا ہی باقی رہتا۔

جب حضرت سات برس کے ہوئے ایک روز حلیمہؓ سے فرمایا مادر گرامی میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان آپ انصاف نہیں کرتی ہیں۔ مجھ کو تو سایہ میں رکھتی ہیں اور وہ دن بھر دھوپ میں گوسفندیں چراتے رہتے ہیں اور میں ان گوسفندوں کا دودھ پیا کرتا ہوں لیکن زحمت و تکلیف میں بھائیوں کا ساتھ نہیں دیتا۔ حلیمہؓ نے کہا اے فرزند تمہارے حاسدوں سے مجھے خوف ہے کہ کہیں تم کو کوئی آزار نہ پہنچائیں پھر تمہارے جد کو کیا جواب دوں گی۔ حضرتؐ نے فرمایا آپ میرے متعلق کچھ خوف نہ کیجئے۔ کیونکہ میرا پرودگار میرا محافظ ہے۔ دوسرے روز صبح کو بہت اصرار کیا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ صحرا کی جانب روانہ ہو گئے۔ رات کو مثل بدر کے صحرا کے افق سے طالع ہوئے۔ حلیمہ استقبال کو دوڑیں اور ان کو گود میں لے کر کہا اے فرزند تمام دن تمہاری طرف سے مجھے اندیشہ تھا۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ ایک گوسفند کو میرے فرزند ضمرہ نے مار دیا تھا جس سے اس کا پیر ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے دیکھا وہ گوسفند آنحضرتؐ کے پاس آئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے درد کی شکایت کر رہی ہے۔ آنحضرتؐ نے اپنا دست مبارک اس کے پیر پر ملا اور چند لمحے بعد اپنی زبان معجز بیان پر جاری کئے بس اس کا پاؤں درست ہو گیا اور وہ اپنے گلے میں چلی آئی۔ تمام جانور آنحضرتؐ کے مطیع تھے۔ جب آپ چلنے کو کہتے تو چلنے لگے اور جب رک جانے کو فرماتے تو وہ رک جاتے تھے۔ ایک روز ان کے بھائی گوسفندوں کو چراتے ہوئے ایسے جنگل میں پہنچے جس میں شیر اور دوسرے درندے بہت تھے۔ ناگاہ ایک شیر ایک گوسفند پر جھپٹا۔ آنحضرتؐ آگے بڑھے اور شیر سے کچھ فرمایا اس نے سر جھکا لیا اور بھاگ گیا۔ ان کے بھائی ڈرے اور آنحضرتؐ کی طرف دوڑے اور بولے کہ ہم کو تو تمہارے لئے شیر کا خوف ہوا اور تم کو اس کی پرواہ ہی نہیں شاید اس سے کچھ باتیں کر رہے تھے۔ فرمایا ہاں میں نے اس سے کہہ دیا کہ اس جنگل کے قریب آئندہ مت آنا۔ میں چاہتا ہوں کہ

Presented by www.ziyaraat.net

یہاں گوسفندیں چریں۔

دوسری روایت کے مطابق حضرتؐ نے فرمایا کہ جب حلیمہؓ فریاد کرتی ہوئی دکھائی دیں ملائکہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حلیمہؓ کہہ رہی تھیں وا ضعیفاہ اے فرزند تجھ کو تیرے ساتھیوں میں کمزور پا کر مار ڈالا۔ اس وقت فرشتوں نے مجھے گود میں لیا' پیار کیا' اور کہا کیا کہنا ہے آپ کے ایسے کمزور کا۔ پھر حلیمہؓ نے کہا وا وحیداہ (ہائے تنہائی) پھر فرشتوں نے مجھے گود میں لے کر پیار کیا اور کہا کیا کہنا ہے آپ کے ایسے تنہا کا۔ آپؐ تنہا نہیں ہیں۔ آپ کے ساتھ خدا کے فرشتے اور تمام مومنین ہیں۔ پھر جب حلیمہؓ نے کہا وا یتیماہ پھر فرشتوں نے مجھے بوسہ دیا اور کہا کیا کہنا ہے آپ کے ایسے یتیم کا جس سے زیادہ کوئی خدا کے نزدیک بلند مرتبہ نہیں اور خدا نے آپؐ کے لئے بے انتہا بھلائیاں مہیا کر رکھی ہیں۔ جب حلیمہؓ میرے نزدیک پہنچیں اور مجھ کو گود میں لیا وقت میرا ہاتھ فرشتوں کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن حلیمہؓ ان کو نہیں دیکھتی تھیں۔ مولف کتاب انوار کہتے ہیں کہ حلیمہ نے جب یہ واقعہ سنا تو ان کو وقوع حوادث کا خوف ہوا۔ آنحضرتؐ کو مکہ کی جانب لے چلیں کہ ان کے جد کر سپرد کر دیں راستہ میں عرب کے ایک قبیلہ کی طرف سے گزریں جن میں ایک بوڑھا کاہن بھی تھا جس کی پلکیں آنکھوں پر جھکی ہوئی تھیں لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ حلیمہؓ جب اس کے قریب سے گذریں وہ کاہن مدہوش ہو گیا۔ ہوش آیا' تو بولا وائے ہو تم پر اس عورت کو پکڑو جو اونٹ پر سوار جا رہی ہے اور اس سے اس لڑکے کو چھین کر مار ڈالو قبل اس کے کہ وہ تمہارے شہروں کو برباد و ویران کرے۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ یہ سنتے ہی لوگ تلواریں کھینچے ہوئے میری طرف دوڑے۔ جب میرے پاس پہنچے ایک سخت و تیز ہوا چلی' جس نے ان سب کو زمین پر پٹک دیا اور میں بچ کر نکل آئی اور مجھے کچھ پرواہ نہ ہوئی یہاں تک کہ مکہ میں پہنچ گئی۔ اور آنحضرتؐ کو ایک جماعت کے پاس چھوڑ کر ایک کام کو چلی گئی۔ جب واپس آئی تو حضرتؐ کو نہ پایا۔ ان لوگوں سے دریافت کیا انہوں نے کہا ہم نے اس کو نہیں دیکھا۔ حلیمہؓ نے طے کیا کہ اگر مجھے حضرتؐ نہ ملے تو خدا کی قسم اسی پہاڑ سے اپنے تئیں گرا دوں گی۔ پھر اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور روتی پیٹتی ہر طرف دوڑنے لگیں۔ ناگاہ ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں عصا تھا۔ اس نے میرے اضطراب و بے قراری کا سبب پوچھا۔ میں نے پورا حال بیان کیا۔ اس نے کہا گھبراؤ نہیں میں تم کو اس کے پاس پہنچائے دیتا ہوں جو تم کو اس کا پتہ بتا دے گا۔ غرض وہ مجھے ایک بت کے پاس لے گیا جس کو ہبل کہتے تھے۔ اور اس سے کہا کہ اے ہبل محمدؐ کہاں گئے ہیں؟ جب اس نے حضرتؐ کا نام سنا منہ کے بل گر پڑا۔ یہ دیکھ کر وہ مرد ڈرا اور بھاگ گیا۔ آخر میں عبدالمطلبؓ کے پاس گئی اور حال بیان کیا۔ عبدالمطلب نے اہل مکہ کو ہر طرف حضرتؐ کی تلاش میں روانہ کیا اور خود کعبہ کے پردوں سے لپٹ کر بارگاہ ایزدی میں تضرع و زاری شروع کی اسی اثناء میں ایک آواز سنائی دی کہ اے عبدالمطلب اپنے فرزند کے بارے میں خوف نہ کرو اس کو فلاں وادی میں کیلے کے درخت کے قریب

دیکھو۔ وہ اس طرف دوڑے وہاں دیکھا کہ حضرتؐ اس درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ عبدالمطلبؓ نے ان کو گود میں لے لیا' پیار کیا اور کہا اے فرزند تجھ کو کون یہاں لایا؟ فرمایا کہ ایک طائر سفید۔ میں بھوکا بھی تھا اور پیاسا بھی۔ میں نے اس درخت کا پھل کھایا اور اس چشمہ کا پانی پیا اور وہ طائر جبرئیلؑ تھے۔

عبدالمطلبؓ نے اس کے بعد سے حضرتؐ کو اپنے ساتھ رکھا اور حضرتؐ کی خدمت و حفاظت کرتے رہے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرتؐ کی آنکھیں آشوب کر آئیں۔ عبدالمطلب آپؐ کو ایک طبیب کے پاس لے گئے جو جحفہ میں رہتا تھا۔ میں نے حضرتؐ کے چہرے سے چادر ہٹائی۔ صومعہ حضرتؐ کی تعظیم کے لئے جھکا اور پوری عمارت کو لرزا ہوا۔ اس طبیب راہب نے جو یہ حال دیکھا' حضرتؐ کی پیغبر کی شہادت دی اور اقرار کیا اور کہا کہ اس کی آنکھیں میرے علاج کی محتاج نہیں ہیں۔ اس کی برکت سے نابینا آنکھوں والے ہو جائیں گے۔ اے شیخ جان لو کہ یہ بزرگ عرب اور اولین و آخرین کا سردار اور شفیع روز جزا ہے۔ ملائکہ مقربین اس کی مدد کریں گے۔ اور خدا اس کو کافروں سے جدال و قتال کا حکم دے گا۔ وہ خدا کی مدد سے ہمیشہ مظفر و منصور ہو گا اور سب سے زیادہ دشمن خود اس کی قوم کے لوگ ہوں گے۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو اس کی نصرت کروں گا۔

جب عبدالمطلبؓ کی وفات کا وقت آیا آپ نے حضرت ابو طالبؑ سے آنحضرتؐ کے بارے میں وصیت کی اور ان کی حفاظت و دلجوئی کے لئے بہت تاکید فرمائی اور برحمت الٰہی واصل ہوئے۔ حضرت ابو طالبؑ اور جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہما اپنی اولاد پر حضرتؐ کو ترجیح دیا کرتے تھے اور جو حق خدمت تھا بجا لاتے تھے۔

بعض کتابوں میں حلیمہؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ پہلی مرتبہ آپ آنحضرتؐ کو میری گود میں دیا اور میں نے چاہا کہ حضرت کو دودھ پلاؤں حضرتؐ نے اپنی آنکھیں کھولیں کہ مجھے دیکھیں آپ کی آنکھوں سے ایک نور ساطع ہوا جس سے تمام گھر روشن ہو گیا۔ آپ کے حیرت انگیز حالات میں سے یہ بھی ہے کہ میرا بچہ حضرتؐ کا احترام کرتا تھا۔ جب تک حضرتؐ دودھ نہیں پی لیتے تھے' وہ بھی دودھ سے منہ نہیں لگاتا تھا۔ راتوں کو جب بیدار ہوتی تو آنحضرتؐ کے جسم سے نور ساطع دیکھتی جس سے آسمان تک روشنی ہوتی اور ایک شخص کو دیکھتی جو سبز لباس پہنے ہوئے آنحضرتؐ کے سر کے پاس بیٹھا ہوتا' اور حضرتؐ کو پیار کرتا اور شفقت سے پیش آتا۔ جب میں اپنے شوہر سے بیان کرتی تو وہ کہتے کہ ان کے حیرت انگیز حالات پوشیدہ رکھو۔ جب سے وہ پیدا ہوئے ہیں تمام راہب اور کاہن بے قرار اور متعجب ہیں اور ان کے لئے خواب و خور حرام ہے۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میں ان کو مکہ سے لے کر چلی جس شے کے پاس سے گزرتی وہ مجھ کو خوشخبری دیتی اور جس زمین پر سے گزرتی وہ سبز و شاداب ہو جاتی اور درخت پھلوں سے بھر جاتے۔ میں نے آپ کے جسم اور لباس کو کبھی نجس نہ دیکھا گویا کہ ان کو کوئی دوسرا صاف ستھرا رکھا کرتا ہے۔ جب کبھی

Presented by www.ziyaraat.net

میں چاہتی کہ ان کا لباس اتار دوں وہ رونے لگتے اور نہیں چاہتے تھے کہ ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوں۔ راتوں کو میں حضرت کو ذکر خدا کرتے ہوئے سنا کرتی۔ فرمایا کرتے تھے۔ **لا الہ الا اللہ قدو سا قدوسا و قد نامت العیون و الرحمن لا تاخذہ سنتہ و لا نوم** (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے وہ پاک ہے ساری آنکھیں سو رہی ہیں اور رحمٰن کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند) میں حضرت کے رعب و جلالت کے سبب اپنے شوہر کے پاس نہ سوتی تھی۔ وہ کبھی بائیں ہاتھ سے کوئی چیز نہیں اٹھاتے تھے جو چیز اٹھاتے تھے بسم اللہ کہہ کر اٹھاتے۔ جو شخص حضرتؐ کو دیکھتا آپ کی محبت سے بے تاب ہو جاتا ایک روز میری گود میں بیٹھے تھے اور ہماری گوسفندوں کا گلہ گزر رہا تھا۔ ان میں سے ایک گوسفند گلہ سے علیحدہ ہو کر حضرتؐ کے پاس آئی اور سجدہ کیا اور آپ کے سر کو چوما پھر دوسری گوسفندوں میں جا کر مل گئی۔ ہر روز ایک نور آفتاب سے زیادہ روشن ایک مرتبہ آسمان سے نیچے آتا اور حضرتؐ کو گھیر لیتا۔ اور ایک گھڑے کے بعد روشن ہو جاتا۔ جب لڑکے کھیلتے میرے لڑکوں کا ہاتھ پکڑ کر لڑکوں کے درمیان سے نکال لاتے اور فرماتے آؤ ہم کھیلنے کے واسطے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ جب فرشتوں نے آنحضرتؐ کے سینہ اقدس کو برائے انوار ربانی کھولا جیسا کہ بیان ہوا اور ہم کو اس کی اطلاع ہوئی میرے قبیلہ والوں نے سمجھا یہ کسی جن کی حرکت ہے۔ اور کہا کہ اس کو کسی کاہن کے پاس لے جاؤ جو ہمارے گرد و نواح میں رہتا ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جیسا تم لوگوں کا بیان ہے وہ بات مجھ میں نہیں ہے۔ بحمد اللہ میرا نفس سلیم اور عقل صحیح ہے۔ جب لوگوں کا اصرار زیادہ ہوا تو میں ایک کاہن کے پاس لے گئے اور ان کا حال بیان کیا۔ کاہن نے کہا ٹھہرو میں اس سے خود اس کے حالات معلوم کرتا ہوں کیونکہ وہ تم سے زیادہ سمجھدار ہے۔ جب حضرتؐ نے اپنے حالات بیان کئے کاہن نے جست کی اور ان کو گود میں لے لیا اور با آواز بلند پکارا کہ اے اہل عرب اس مصیبت سے بچنے کی کوشش کرو جو تم پر آنے والے ہے اور اس لڑکے کو مجھ سمیت مار ڈالو۔ اگر اس کو چھوڑ دو گے تو بے شبہ تمہاری عقلوں کو حماقت سے نسبت دے گا۔ تمہارے دین کو بدل دے گا اور تم کو ایسے خدا کی طرف بلائے گا جس کو تم نہیں پہچان سکتے اور ایسے دین کی دعوت دے گا جو تم نہیں جانتے'۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو آنحضرتؐ کو اس کی گود سے لے لیا اور کہا تو دیوانہ ہے۔ اور حضرتؐ کو لے کر جلدی سے اپنے خیمے میں چلی آئی۔ اس روز تمام اہل قبیلہ کے خیموں سے بوئے مشک آتی رہی۔ ہر روز دو طیور آسمان سے آتے اور آپؐ کے کپڑوں میں پوشیدہ ہو جاتے۔

کتاب عدد میں حلیمہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی سعد میں ایک درخت تھا جو خشک ہو گیا تھا۔ جس پر کبھی پھل نہیں لگتے تھے۔ ہم لوگ اس کے سایہ میں ٹھہرے تھے آنحضرتؐ میرے گود میں تھے۔ وہ درخت حضرتؐ کے اعجاز سے اسی وقت سرسبز و شاداب ہوگیا اور اس میں پھل لگ گئے۔ میں نے جس زمین پر آنحضرتؐ کو بٹھایا آپؐ کی برکت سے اس میں سبزہ پیدا ہو گیا اور وہ آباد ہو گئی۔ بنی سعد میں ایک عورت

تھی جس کو ام مسکین کہتے تھے۔ وہ نہایت پریشان حال تھی۔ وہ عورت ایک روز آنحضرتؐ کو گود میں لے کر اپنے خیمہ میں لے گئی اس کے بعد اس کی حالت درست ہونے لگی۔ وہ ہر روز آتی تھی اور حضرتؐ کا سر مبارک چومتی اور شکر کا اظہار کیا کرتی۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب تک حضرتؐ سوتے تو میں حضرتؐ کے جمال مبارک کو دیکھ کرتی تھی۔ آپ کی آنکھیں کھلی رہتیں اور آپؐ اکثر مسکرایا کرتے۔ آپ کے ہرگز گرمی و سردی کا اثر نہ ہوتا تھا۔ جب تک حضرتؐ ہمارے ساتھ تھے ہماری کوئی آرزو ایسی نہ تھی جو پیدا ہوئی ہو' اور دوسرے روز پوری نہ ہو گئی ہو ہو۔ ایک روز ایک بھیڑیا بکری کا ایک بچہ پکڑ لے گیا۔ میں بہت رنجیدہ ہوئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرتؐ نے اپنا منہ آسمان کی جانب بلند کیا ناگاہ وہ بھیڑیا اس بچہ کو لا کر میرے پاس ڈال گیا۔ ہمیشہ ایک ابر حضرتؐ کے سر پر دھوپ میں سایہ کئے رہتا۔ اور سخت بارش میں ایک قطرہ پانی کا آپ پر نہ گرتا تھا۔ جب تک وہ ہمارے ساتھ تھے ہم پر سردی و گرمی کا اثر نہ ہوا۔ ہمیشہ ہمارے خیمہ سے آسمان تک ایک نور بلند ہتا تھا۔ جب کبھی میں چاہتی کہ آپ کا سر دھوؤں تو دیکھتی کہ کسی نے پہلے سے دھو رکھا ہے۔ اور جب چاہتی کہ آپ کا لباس بدلوں تو آپؐ کے کپڑے تبدیل کئے ہوئے ملتے اور حضرت نئے کپڑے پہنے ہوئے ہوتے۔ جب میں چاہتی کہ دودھ آپ کے منہ میں دوں ذکر کرنے کی آواز آپؐ سے سنتی۔ اور جب آپ دودھ پینا شروع کرنے تو پہلے بسم اللہ رب محمد کہتے اور فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ رب محمد فرماتے۔ (حیات القلوب جلد۱ ص۹ سطر۱)

مناقب ابن شہر آشوب

حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں بدو عربوں میں قحط پڑا' اور ہم شہر میں اپنی معاش تلاش کرنے پر مجبور ہوئے بنی سعد کی عورتیں مجھ سے پہلے مکہ میں پہنچ گئی تھیں اور مالداروں کے لڑکوں کو دودھ پلانے کے لے لیا میں بعد میں پہنچی۔ میں جستجو میں تھی کہ کوئی بچہ مل جائے۔ کسی نے عبدالمطلب کے گھر کا پتہ دیا وہاں آئی تو معلوم ہوا کہ بچہ یتیم ہے اور اس کا نام محمد ہے۔ میں نے بچہ کو اٹھا لیا۔ اس نے مجھے آنکھیں کھول کر دیکھا میں نے اس چہرہ سے ایک نور ساطع دیکھا جس سے میرا دل اس کی طرف کھچا۔ میں نے اپنا دودھ پلانا چاہا تو اس نے داہنی چھاتی سے میرا دودھ پیا اور بائیں کی طرف توجہ نہ کی۔ اور عدالت کو مد نظر رکھا یعنی دوسری چھاتی میرے بچہ کے لئے چھوڑ دی۔ میرا بیٹا اس وقت تو دودھ نہ پیتا تھا جب تک محمد نہ پی لیتے۔ میں اپنے گدھے پر سوار ہو کر محمد کو اپنے ساتھ لے چلی۔ میرا گدھا بہت کمزور تھا لیکن اب وہ تمام گدھوں سے زیادہ قوی اور تیز رو تھا۔ محمد کی برکت سے میں نے بیماری سے شفا پائی۔ جب گھر آئی تو لوگ مجھے موٹا تازہ دیکھ کر تعجب کرنے لگے۔ مجھے ایک آواز آئی اے حلیمہؓ کیا تو نہیں جانتی کہ سید الانبیاء و المرسلین الطیب الطیبین و

Presented by www.ziyaraat.net

اطہر الطاہرین تیری تربیت میں ہے۔ میں جدھر سے گزرتی تھی لوگ محمد پر سلام کرتے تھے۔ میں نے محمدؐ کی شرمگاہ کبھی کھلی نہ دیکھی۔ میں نے ان کو پانچ سال اور کچھ دن پالا۔

ایک دن مجھ سے پوچھا میرے بھائی روز کہاں جایا کرتے ہیں۔ میں نے کہا بکریاں چرانے' فرمایا آج میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گا جب وہ لے گئے تو ایک فرشتہ نے ان کو پکڑا اور پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا۔ اور وہاں نہلایا میرا بیٹا گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگا محمد کی خبرلو وہ ہم سے چھین لئے گئے۔ میں وہاں پہنچی تو محمد کو اپنی جگہ پر پایا۔ ایک نور ان سے ساطع تھا۔ میں نے پیار کرکے پوچھا تم پر کیا گزری۔ فرمایا غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے مجھے ان کے بدنؐ سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

محمدؐ جب تین ماہ کے تھے تو بیٹھنے لگے اور جب نو ماہ کے ہوئے تو لڑکوں کے ساتھ کھیلنے لگے۔ دس ماہ کے ہوئے تو بکریاں چرانے لگے جب پندرہ ماہ کے ہوئے تو تیز اندازی میں سب لڑکوں سے بڑھ گئے۔ تیس ماہ کے ہوئے تو لڑکوں سے کشتی لڑنے لگے۔

ایک بار ایک بوڑھے نے کعبہ سے ندا دی کہ بدوی عورت حلیمہ کا لڑکا گم ہو گیا ہے جس کا نام محمد ہے۔ یہ سن کر عبدالمطلب کو غصہ آیا۔ لوگ ان کے غصہ سے بہت ڈرتے تھے۔ آپ نے ندا دی اے بنی ہاشم اے آل غالب سوار ہو جاؤ محمد گم ہو گئے ہیں اور قسم کھائی کہ جب تک محمد کو نہ پالیں گے سواری سے نہ اتریں گے۔ اور اگر نہ پایا تو ایک ہزار بدوں کو قتل کر دوں گا۔ اور سو قریشیوں کو۔ کعبہ کے گرد چکر لگا رہے تھے کہ ایک آواز آئی خدا محمد ضائع نہ کرے گا۔ پوچھا کہاں ہیں کہا فلاں وادی میں ایک درخت کے نیچے۔ ابن مسعود کہتے ہیں پس ہم وادی میں پہنچے محمد کو دیکھا کہ رطب تازہ کھا رہے ہیں اور ان کے پاس دو جوان ہیں۔ جب ہم قریب ہوئے تو وہ جوان چلے گئے۔ وہ جبرئیل و میکائیل تھے۔ عبدالمطلب نے ان کو اٹھا کر اپنے شانوں پر بٹھا لیا اور کعبہ کا طواف کیا' اور گھر لے آئے۔ عورتیں اس مصیبت کو سن کر حضرت آمنہ کے پاس جمع ہو گئی تھیں۔

ایک بار عبدالمطلب نے آنحضرتؐ کو اونٹ چرانے کے لئے بھیجا جب واپسی میں دیر ہوئی تو آپ نے ہر راہ اور گھاٹی میں تلاش کیا پھر در کعبہ کی زنجیر پکڑ کر کہا اے رب اس کو اپنی حفاظت میں رکھ۔ اسی وقت حضرت مع اونٹ کے ظاہر ہوئے عبدالمطلب نے گلے لگا کر پیار کیا اور فرمایا اب آئندہ نہ بھیجوں گا۔ مبادا کوئی قتل کر دے۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ کعبہ کے پاس عبدالمطلب کے لئے فرش بچھایا جاتا تھا اور ان کی جلالت قدر کی وجہ سے کوئی دوسرا اس پر نہیں بیٹھتا تھا صرف ان کی اولاد ان کے گرد ہوتی تھی۔ آنحضرت اسی پر بیٹھتے تھے۔ ان کے چچا ان کو پیچھے بٹھانا چاہتے تھے۔ عبدالمطلب نے فرمایا۔ رہنے دو میرے بیٹے کو اللہ اس کے لئے شان عظیم ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ تم پ سردار ہو کر آ رہا ہے۔ یہ فرما کر حضرت کو اپنے پاس بٹھا

لیا۔ شفقت سے ان کی پشت پر ہاتھ پھیرتے اور پیار کرتے اور ابو طالب کو ان کے متعلق وصیت کرتے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک بار ایک یہودی نے ملک شام میں حضرت ابو طالب سے بطور طنز کہا تم کو ایسی حالت میں فخر زیبا نہیں جبکہ تمہارا بھتیجا مکہ میں لوگوں سے سوال کرتا ہے۔ یہ سن کر ابو طالب کو غصہ آیا۔ تجارت کو چھوڑ مکہ میں آئے (یہ وہ زمانہ تھا جب آنحضرت تربیت حلیمہ میں تھے) آپ نے چند لڑکوں کے درمیان آنحضرت کو دیکھا چونکہ بچپن میں جدا ہو گئے تھے نہ پہچانا آپ نے آنحضرتؐ سے پوچھا اے لڑکے تو کون ہے آپ نے فرمایا میں یتیم عبداللہ ہوں نہ مرے ماں ہے نہ باپ۔ ابو طالب نے ان کو گود میں لے کر پیار کیا اور اپنے ساتھ لے آئے اور اپنی پرورش میں رکھا۔

اوزاعی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ۸ سال کی عمر تک عبدالمطلب کی تربیت میں رہے جبکہ ان کی عمر ۱۰۲ سال کی ہوئی تو اپنی اولاد جمع کیا اور کہا محمد یتیم ہے اس کو اپنی حفاظت میں رکھو۔ اور اس کی مدد کرو۔ اور یہ میری وصیت اس کے بارہ میں یاد رکھو۔ ابو لہب نے کہا میں کفالت کروں گا فرمایا تم مشرک ہو۔ عباس نے کہا میں ایسا کروں گا فرمایا تم غصہ ور ہو شاید اسے اذیت دو۔ ابو طالب نے کہا میں حاضر ہوں فرمایا ہاں تم مناسب ہو۔ اے محمد تم اطاعت کرنا۔ حضرت نے فرمایا اے جد نامدار آپ غم نہ کریں۔ میرا رب مجھے ضائع نہ ہونے دے گا۔ پس اس وقت سے آپ ابو طالب کی حمایت میں آ گئے اور وہ آپ کو یہودیوں اور بت پرستوں کے شر سے آپ کو بچاتے رہے۔

کتاب شرف المصطفیٰ میں ہے کہ جب عبدالمطلب کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے فرزند ابو طالب کو بلایا اور کہا تم کو معلوم ہے کہ مجھے محمد سے کیسی شدید محبت ہے۔ دیکھو ان کی اچھی طرح حفاظت کرنا۔ ابو طالب نے کہا آپ اس بارہ میں ذرا غم نہ کریں وہ میرا ہے اور میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد ابو طالب نے آنحضرتؐ کا پورا بار اپنے اوپر لے لیا۔ آپ حضرت کی شب و روز حفاظت کرتے تھے اور اس معاملہ میں اور کسی پر بھروسہ نہ کرتے تھے۔ اور اپنے پاس رات کو سلاتے تھے۔ ابو طالب فرماتے ہیں جب میں رات کو سوتے وقت کہتا بیٹا اپنے کپڑے اتار ڈال تو ان کے چہرہ سے کراہت کے آثار محسوس ہوتا مجھ سے کہتے۔ آپ ذرا منہ پھیر لیجئے تاکہ میں کپڑے ڈال ڈالوں۔ اور اپنے بستر پر جاؤں۔ کسی کے لئے زیبا نہیں کہ میرے جسم پر نظر کرے۔ میں نے اس بات سے تعجب کیا اور اپنی نگاہ پھیر لی۔ جب میں محمد کے کپڑے سونگھتا تو ان سے مشک کی سی خوشبو آتی۔ اکثر میں سونگھا کرتا تھا۔

جب ابو طالب صبح شام کا کھانا اپنی اولاد کو دیتے تھے تو فرماتے ٹھہر جاؤ جب میرا بیٹا آئے تب کھانا۔ پس آنحضرت کے ساتھ کھاتے۔ کھانا جوں کا توں بچ رہتا۔ جب آنحضرت کھانا شروع کرتے تو پہلے بسم اللہ الاحد کہتے اور جب فارغ ہوتے تو الحمد للہ کہتے۔ ابو طالب کہتے ہیں ان کے چہرہ سے ایک نور ساطع دیکھتا تھا۔ میں نے ان کو کبھی جھوٹ بولتے نہ سنا اور نہ جاہلیت کی کوئی بات کرتے اور نہ ہنستے نہ بچوں کے ساتھ

Presented by www.ziyaraat.net

کھیلتے۔ تنہائی زیادہ پسند تھی اور تواضع عادت تھی۔

جب آپ سات سال کے تھے تو یہودیوں نے آپس میں کہا ہم نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے کہ محمد کو ان کا رب حرام سے بچائے گا آؤ اس کا تجربہ کریں۔ انہوں نے ایک مرغی مار کر پکائی اور حضرت کے پاس لے کر آئے۔ قریش نے تو اس کو کھا لیا مگر حضرت نے ہاتھ نہ بڑھایا۔ جب انہوں نے سبب پوچھا تو فرمایا یہ حرام ہے۔ میرے رب نے اس سے بچا لیا۔ انہوں نے کہا یہ حلال ہے ہم ضرور کھلائیں گے۔ فرمایا! اگر قدرت ہے تو ایسا کرو لیکن وہ اس پر قادر نہ ہوئے۔ دوسرے روز انہوں نے اپنی پڑوسی کی مرغی چرا کر ذبح کر ڈالی اور اسے پکا کر لائے۔ جب حضرت نے کھانا چاہا تو لقمہ آپ کے ہاتھ سے گر پڑا۔ حضرت نے فرمایا خدا نے مجھے لقمہ حرام سے بچا لیا۔ انہوں نے کہا ہم ضرور کھلائیں گے۔ جوں ہی انہوں نے لقمہ اٹھا کر آپ کے منہ میں دینا چاہا ان کے ہاتھ بے حس ہو گئے اور پھر کہنے لگے محمد کی بڑی شان ہے۔

فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین بیان کرتی ہیں کہ میرے گھر کے صحن میں ایک درخت تھا جو سوکھ گیا تھا۔ آنحضرتؐ اس درخت کے پاس آئے اور اسے مس کیا اسی وقت وہ ہرا بھرا ہو گیا اور خرمے لے آیا۔ میں ہر روز خرمے جمع کرتی تھی۔ حضرت ان کو بنی ہاشم کے لڑکوں پر تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک روز مجھ سے خرمے مانگے تو میں نے کہا آج اس میں پھل تھے ہی نہیں یہ سن کر آپ اس درخت کے قریب آئے اور کچھ کلمات کہے۔ میں نے دیکھا کہ درخت جھکا اور آپ نے تازہ رطب اس میں سے لے لئے۔ وہ درخت پھر اوپر کو اٹھ گیا۔ میں نے کہا خداوندا مجھے لڑکا دے جو محمد کا بھائی ہو۔ اسی رات کو ابو طالب ہم بستر ہوئے اور میرے حمل قرار پایا علی پیدا ہوئے انہوں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ قریش کا ایک قافلہ تجارت کے لئے شام جانے والا تھا۔ ابو طالب بھی جا رہے تھے۔ حضرت کی عمر ۸ سال کی تھی آپ نے ابو طالب کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور کہا اے چچا آپ مجھ یتیم کو کس پر چھوڑے جاتے ہیں۔ حضرت ابو طالب کا دل بھر آیا اور کہا تم آرزدہ نہ ہو میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلتا ہوں۔ چنانچہ اونٹ پر سوار کر لیا۔ اب یہ اونٹ سب سے آگے رہنے گا۔ اور ایک سفید بادل سر پر سایہ کئے رہتا تھا۔ اور قسم قسم کے میوے اس سے برستے تھے۔ راہ میں جا بجا پانی ملتا تھا اور زمین ہری بھری نظر آتی تھی۔ جب یہ قافلہ شہر بصریٰ پہنچا تو ایک دیر میں ایک راہب ملا۔ جب اس نے حضرتؐ کو دیکھا تو کہا اگر اس قافلہ میں کوئی خاص آدمی ہے تو وہ تم ہو۔

ابو طالب کہتے ہیں ہم ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ جس میں شاخیں بہت کم تھیں اور پھل ندارد۔ محمد کی برکت سے وہ ہرا بھرا ہو گیا۔ اور ہر فصل کے میوے اس میں آ گئے۔ مجھ سے راہب نے پوچھا یہ لڑکا تمہارا کون ہے۔ میں نے کہا میرا بھتیجا ہے۔ اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی ہے ورنہ میں بحیرا نہیں۔ پھر اس نے کھانا تیار کرایا۔ میں نے محمد سے کہا یہ تمہارے اکرام کو دوست رکھتا ہے۔ پس تم اس کا

کھانا کھاؤ فرمایا اور لوگ بھی تو ہیں۔ میں بغیر ان کے نہ کھاؤں گا۔ راہب نے کہا یہ تمہارے لئے ہے فرمایا میں بغیر ان کے نہیں کھا سکتا۔ اس نے کہا میرے پاس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ فرمایا تم اجازت دیتے ہو کہ یہ سب میرے ساتھ کھائیں اس نے رضامندی ظاہر کی۔ حضرت نے ان سب سے کہا بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔ ہم سب ۱۷۰ آدمی تھے۔ سب نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور بحیرا کھڑا تعجب سے دیکھتا رہا۔ لوگوں نے کہا اتنا حیران کیوں ہے۔ اس نے کہا رب بچ کی قسم یہ وہی ہے جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے۔ اور جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ یہاں وہ لڑکا ہے کہ اگر تم اس کے متعلق وہ جانتے ہو جو میں جانتا ہوں تو اس کو اپنے شانوں پر سوار کرتے اور اس طرح اپنے وطن لے جاتے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک نور اس کے گرد آسمان سے زمین تک ہے اور میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جن کے ہاتھوں میں یاقوت و زبرجد کے پنکھے ہیں جن کو وہ ہلا رہے ہیں اور ہر قسم کے پھل نچھاور کر رہے ہیں۔ اور یہ ابر ان سے جدا نہیں ہوتا۔ میرا صومعہ ان کی طرف اس تیزی سے چلا ہے جیسے کوئی چوپایہ تیزی سے دوڑتا ہے۔ یہ درخت عرصہ سے سوکھا پڑا تھا اب ہرا بھرا ہو گیا اور قسم قسم کے پھول گرانے لگا اور یہ حوضیں خشک ہونے کے بعد چھلک گئیں جو حوار میں کے زمانے سے سوکھی پڑی تھیں۔

پھر اس نے کہا اے لڑکے میں لات و عزیٰ کی قسم دے کر تین باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا میرے نزدیک ان دونوں سے زیادہ کوئی دشمن نہیں۔ پھر اس نے اللہ کی قسم دے کر حضرت کی نیند۔ خاتم نبوت اور روزانہ مشاغل کے متعلق پوچھا حضرت کے جوابات سن کر اس نے آپ کے پیروں کو بوسہ دیا اور حضرت ابو طالب سے کہا ان کو اپنے شہر کی طرف واپس لے جائے اور یہود کو ان کے متعلق ڈرائے اگر انہوں نے نہ پہچانا تو وہ قتل ہوں گے۔ تمہارے بھتیجے کی شان بڑی ہے۔

ایک اور پیشین گوئی

ابو المویہب الراہب نے سوال کیا۔ عبد مناف بن کناہ اور نوفل بن معاویہ سے ملک شام میں۔ کیا تمہارے ساتھ قریش سے کوئی آیا ہے۔ انہوں نے کہا ایک جوان بنی ہاشم سے ہے جس کا نام محمد ہے اس نے کہا میری مراد اسی سے ہے۔ انہوں نے کہا وہ یتیم ابو طالب اور اجیر خدیجہ ہے۔ اس نے کہا ہاں کہی ہے۔ اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلو۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت وہاں تشریف لے آئے اس نے دیکھ کر کہا۔ یہ وہی ہے۔ پھر اس نے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی آستین سے کوئی شے دینے کے لئے نکالی۔ آنحضرتؐ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت چلے گئے تو اس نے کہا یہی اس زمانہ کے نبی ہیں عنقریب ظہور کریں گے۔ آنحضرت نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر پوچھا

Presented by www.ziyaraat.net

ان کے چچا ابو طالب کا کوئی لڑکا علی ہے۔ ہم نے کہا نہیں اس نے کہا وہ اسی سال پیدا ہو گا اور وہ سب سے پہلے اس پر ایمان لائے گا۔ ہم نے بطور وصیت ان کی صفات کو ایک دوسرے سے پایا ہے جیسے کہ محمد کی صفات کو پایا ہے۔

یعلی بن سبابہ سے مروی ہے کہ بیان کیا خالد بن اسید بن ابی العاص اور طلیق بن ابو سفیان بن امیہ نے کہ ہم دونوں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے۔ واللہ ہم نے شام کے تمام محلات کو ہلتے ہوئے دیکھا۔ جب ہم شام میں پہنچے تو حضرت کو دیکھنے کے لئے بازاروں میں اتنا ہجوم تھا کہ گزرنا مشکل تھا۔ نسطور نامے ایک بڑا عالم آیا اور حضرت کو دیکھنے لگا۔ ابو طالب سے اس نے حضرتؐ کا نام پوچھا۔ جب اس نے محمد نام سنا تو اس کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ پھر اس نے مہر نبوت دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب اس کو دیکھا تو بوسہ دیا اور حضرت ابو طالب سے کہا جلد ان کو واپس لے جاؤ۔ یہاں ان کے دشمن بہت ہیں۔ وہ حضرت کے لئے ایک قمیص لایا آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ مگر ابو طالب نے اس خیال سے رکھی لی کہ مبادا اس کو رنج ہو۔

حلیمہ دین ابراہیم پر تھیں

مورخین نے حلیمہ کا دودھ پلانا تحریر کیا ہے اور حلیمہ کا دین ابراہیم پر ہونا اور پھر دین قبول کرنا اور ان کے شوہر کا قبل اعلان نبوت اسلام لانا بھی تحریر کیا ہے۔

یہ امر ناقابل انکار ہے **لحمتہ الرضاع کلحمتہ النسب** یعنی دودھ سے جو گوشت پیدا ہوتا ہے وہ نسب کے گوشت کی طرح ہے اور دودھ سے اجزائے گوشت و خون پیدا ہوتے ہیں یعنی وہ بدن کا ایک جزو قرار پاتا ہے۔ خداوند عالم نے جس رسول کی طہارت و پاکیزگی کو باقی رکھنے کے لئے حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک پاک پشتوں اور پاک رحموں میں گزارا اور اس نور مقدس کو کبھی نجس صلب اور نجس رحم میں نہیں رکھا جبکہ خود خدا فرماتا ہے **وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیۡنَ** یعنی اے پیغمبر تم کو سجدہ کرنے والوں میں گردش دی گئی ہے اور یہ بھی ایک واقعہ گزر چکا ہے کہ جناب ابراہیم کو ایک پہاڑ کے غار میں ان کی ماں نے چھپایا ہوا تھا۔ اور جب وہ دودھ پلانے نہیں جا سکتی تھیں تو خدا نے آپ کے انگوٹھے سے دودھ جاری کر دیا تھا۔

اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضرت موسٰی نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ اور جب ان کی ماں کو فرعون کے گھر بلایا گیا تو حضرت موسٰی نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ جس کو خدا نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے کہ ہم نے حضرت موسٰی کے لئے دوسری عورتوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔

ان حالات و واقعات کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو ایک مسلمان کی عقل گوارا نہیں کرتی کہ نور سید المرسلین جو اوّل مخلوق اور محبوب رب العالمین ہو اور جس کو خدا نے طیب و طاہر اور پاک و پاکیزہ رکھا ہو

اور جس کو اس لئے بنایا ہو کہ وہ لوگوں کو پاک و پاکیزہ کرے اور طہارت و نظافت کے طریقے سکھائے۔ اس کو خدائے قادر و حکیم اپنی قدرت کاملہ کے باوجود ایک نجس دودھ کے ذریعہ پرورش کرے۔

اسی حقیقت کو پیش نظر رکھ کر مورخین نے بی بی حلیمہ کا اسلام ثابت کیا ہے اور انہیں دین ابراہیم کا پابند قرار دیا ہے۔ لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ صرف تربیت و نگرانی بی بی حلیمہ کے سپرد ہو اور دودھ کا انتظام خود قدرت کاملہ نے حضرت ابراہیم کی طرح آپ کے انگوٹھے سے کر دیا ہو۔ یا آپ بی بی حلیمہ کے دو سال کے بعد دودھ بڑھائی کے بعد گئے ہوں۔ جیسا کہ واقعات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی قوت اور نشوونما بہت زیادہ تھی اور آپ حلیمہ کے لڑکوں کے ہمراہ بکریاں چرانے جاتے تھے اور اسی حقیقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مورخین نے یہ ثابت کیا ہے کہ بی بی حلیمہ کا داہنا پستان بالکل خشک تھا۔ اس میں قطعاً دودھ نہ تھا۔ آنحضرتؐ کے لئے قدرت کاملہ نے اس پستان سے دودھ پیدا کر دیا۔ اور وہ دودھ ایک معجزہ کی شکل میں تھا۔ یعنی ان کے اجزائے بدن کا حصہ نہ تھا۔ (تاریخ اسلام محمد بشیر انصاری ص ۲۴۹ سطر ۱۷)

طبقات ابن سعد

یحییٰ بن یزید السعدی کہتے ہیں:

مکے میں بچوں کو دودھ پلانے کی غرض سے قبیلہ بنی سعد بن بکر کی دس عورتیں آئیں تو سب کو تو بچے مل گئے۔ ایک باقی رہیں تو حلیمہ باقی رہیں۔

حلیمہ بنت عبداللہ الحارش شجنہ بن جابر بن ازارم بن ناصرۃ بن فصیتہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن۔

حارث کی کنیت ابو ذویب تھی حلیمہ کے لڑکے عبداللہ انہیں کے صلب سے تھے اور ہنوز شیر خوار تھے۔

حارث کی دو لڑکیاں بھی تھی۔ انیسہ الحارث اور جدامتہ بنت الحارث ' جدامہ کا لقب شیماء تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو وہی گود میں لئے رہتیں اور اپنی ماں کے ساتھ آنحضرتؐ کو کھلایا کرتیں۔

حلیمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضاعت پیش کی گئی تو کہنے لگیں۔

یتیم و لا مال لہ و ما عست امہ ان تفعل

(یتیم بے مال و منال' ان کی ماں کیا کر لیں گی)

قبیلہ کی تمام عورتیں حلیمہ کو چھوڑ کے چلی گئیں تو حلیمہ نے اپنے شوہر سے کہا۔

تیری کیا رائے ہے؟ میری ساتھ والیاں تو چلی گئیں اور مکہ میں دودھ پلانے کے لئے کنیز اس یتیم بچے کے لئے کوئی نہیں' اگر ہم اسے لے لیں تو کیا؟ کیونکہ مجھے یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ بے کچھ لئے گھر واپس جائیں۔

Presented by www.ziyaraat.net

شوہر نے جواب دیا۔
اس کو لے لے، شاید اللہ تعالیٰ اس میں ہماری بہتری کرے۔
حلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے پاس آئیں ان سے لے کر آنحضرتؐ کو اپنی آغوش میں لے لیا تو دونوں چھاتیاں اس قدر بھر آئیں کہ اب ان سے دودھ ٹپکا کہ تب ٹپکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسودہ ہو کے پیا اور آپ کے دودھ شریک نے بھی پیا جس کی پہلے یہ حالت تھی کہ بھوک کے مارے سوتا نہ تھا۔
آنحضرتؐ کی والدہ نے حلیمہ سے کہا:
مہربان اور شریف دائی۔ اپنے بچے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے خبردار رہنا کیونکہ عنقریب اس کی ایک خاص شان ہو گی۔
آمنہ نے آنحضرتؐ کی ولادت کے وقت جو کچھ دیکھا تھا اس مولود کی نسبت جو ان سے کہا گیا تھا حلیمہ کو سب کچھ بتا دیا اور یہ بھی کہا:
مجھ سے (متواتر) تین شب کہا گیا کہ اپنے بچے کو اولاً" قبیلہ بن سعد بن بکر میں پھر آل ابو ذویب میں دودھ پلوانا۔
حلیمہ نے کہا یہ بچہ جو میری گود میں ہے اسی کا باپ ابو ذویب میرا شوہر ہے۔
غرض کہ حلیمہ کی طبیعت خوش ہو گئی اور ان سب کو سن کے خوشی خوشی آنحضرتؐ کو لئے ہوئے اپنی فرودگاہ پر پہنچی، گدھی پر اسباب و کجاوہ رکھا اور حلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے آگے لئے ہوئے بیٹھ گئیں ان کے آگے حارث بیٹھے، چلتے چلتے وادی المسرر میں پہنچے ساتھ والیوں سے ملاقات ہوئی جو شاداں و مسرور تھیں اور حلیمہ و حارث کوشش کر رہے تھے کہ ان کے برابر آ جائیں۔
حلیمہ سے ان عورتوں نے پوچھا: کیا کیا؟ جواب دیا: **اخذت و اللہ خیر مولود رایتہ قط و اعظمہ برکتہ** (خدا کی قسم جتنے بچے میں نے دیکھے ان میں سب سے بہترین مولود و بزرگ ترین برکت والے کو میں نے لے لیا ہے۔)
عورتوں نے کہا: کیا وہ عبدالمطلب کا لڑکا ہے؟ حلیمہ نے کہا: ہاں۔
حلیمہ کہتی ہیں:
ہم نے اس منزل سے کوچ بھی نہ کیا تھا کہ دیکھا کہ بعض عورتوں میں حسد نمایاں ہے۔
محمد بن عمر کہتے ہیں بعض لوگوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلیمہ اپنے گھر لے چلیں تو آمنہ بنت وہب نے کہا

اعیذہ باللہ ذی الجلال　　من شر ما مر علی الجبال

جسم پر جو شر گزرتے ہیں، جو بدی و خرابی و خستگی لاحق ہوتی ہے، جو آفات و امراض پیش آتے ہیں ان سب میں اس بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اور اس کے لئے خدا سے پناہ مانگتی ہوں۔

حتی اراہ حامل الحلال　　و یفعل العرف الی الموال

میں اس وقت تک کے لئے اس کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں کہ اسے امر حلال کا حامل اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرتے دیکھ لوں۔

و غیرھم من حشوۃ الرجال

اور صرف غلاموں ہی کے ساتھ نہیں بلکہ یہ بھی دیکھوں کہ ان کے علاوہ دوسرے ادنیٰ درجے کے لوگوں کے ساتھ بھی وہ نیکیاں کر رہا ہے۔
کچھ دن گزرے تھے کہ حلیمہ نے دیکھا کہ ایک ابر آنحضرتؐ پر سایہ گستر ہے۔ جب آپ ٹھہر جاتے ہیں تو وہ بھی ٹھہر جاتا ہے اور چلتے ہیں تو وہ بھی چلتا ہے۔ حلیمہ اس بات سے بھی ڈریں اور آنحضرتؐ کو لے کر چلیں کہ آپ کو آپ کی والدہ کے سپرد کر دیں۔ اس وقت آپ پانچ برس کے تھے۔ وہاں سے لے کے چلیں تو مکے کے قریب پہنچی تھی کہ لوگوں کے مجمع میں آپ کو گم کر دیا۔ تلاش کر دیا اور نہ پایا۔ تو آ کے عبدالمطلب کو خبر دی، عبدالمطلب نے بھی جستجو کی انہیں بھی نہ ملے تو کعبے کے پاس آ کر وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔

لا ھم ادراکبی محمدا　　ادہ الی و اصطنع عندی فلعیدا

(یا اللہ میرے شہسوار محمد کو مجھے دے دے۔ اسے مجھ کو دے دے۔ میرے پاس بھیج دے۔ اور اس عنایت کی بدولت مجھ پر اپنا فضل و کرم کر)

انت الذی جعلتہ لی عضدا　　لا یبعد الدھر بہ فلیبعدا

یا اللہ تو ہی نے اس لڑکے کو میرا بازو بنایا ہے۔ یا اللہ ایسا نہ ہو کہ زمانہ اس کو دور کر دے تو پھر یہ دور ہی ہو جائے گا۔

انت الذی سمیتہ محمدا

تو ہی نے اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس ستودگی اور ستائش سے موسوم کیا ہے۔
کندیر بن سعید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے
میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص نظر آیا جو کہہ رہا تھا
رب: (اے میرے پروردگار)

ردانی راکبی محمدا　　ردہ الی و اصطنع عندے یدا

(محمدؐ کو واپس کر دے۔ اسے میرے پاس واپس کرو اور اس طرح میرے حق میں عنائت کرے)

Presented by www.ziyaraat.net

میں نے کہا یہ کون ہے ؟

لوگوں نے جواب دیا :

عبدالمطلب بن ہاشم ہیں' اپنے اونٹوں کی تلاش میں اپنے ایک فرزند زادے کو بھیجا تھا اور اس لڑکے کی یہ برکت ہے کہ جس کام میں اس کو بھیجا وہ ضرور کامیاب ہو کے واپس آیا۔

سعید کہتے ہیں کہ ہم لوگ کچھ دیر ٹھہرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے۔ عبدالمطلب نے آنحضرتؐ کو گلے سے لگایا اور کہا:

اب میں تجھے کسی ضرورت کے لئے نہ بھیجوں گا۔

ابن القبطیہ کہتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت قبلیہ بنی سعد بن بکر میں ہوئی۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۵۵ سطر ۱)

واقعۂ یہود

اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب آنحضرتؐ کی والدہ نے دودھ پلانے کے لئے حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا تھا تو یہ بھی کہا کہ میرے بچے کی حفاظت کرتی رہنا۔ اسی کے ساتھ وہ تمام باتیں بھی حلیمہ کو بتا دیں جو آنحضرتؐ کے متعلق انہوں نے دیکھی تھیں۔

کچھ روز گزرے تھے کہ حلیمہ کے پاس یہودیوں کا گزر ہوا۔ جس سے حلیمہ نے کہا۔

میرے اس بچے کی نسبت تم مجھے کچھ باتیں نہیں بتاتے۔ یہ شکم میں رہا اس طرح رہا پیدا ہوا تو یوں پیدا ہوا۔ اور میں نے یہ یہ کچھ اس کی نسبت دیکھا ہے۔ غرض کہ آنحضرتؐ کی والدہ نے جو باتیں بتائیں تھیں سب کہہ دیں۔

ایک یہودی نے ان سے کہا : **اقتلوہ** (اسے قتل کر ڈالو۔) دوسرے نے کہا : **أیتیم ھو** (کیا یہ بچہ یتیم ہے)

حلیمہ نے کہا :

نہیں یہ (اپنے شوہر کی طرف اشارہ کرکے) اس کا باپ ہے اور میں اس کی ماں ہوں۔

سب نے کہا :

لو کان یتیما لقتلناہ (اگر یہ بچہ یتیم ہوتا تو ہم اس کو قتل کر ڈالتے)

جب یہ واقعہ پیش آیا تو حلیمہ آنحضرتؐ کو لے کر چلی گئیں اور کہنے لگیں :

قریب تھا کہ میں اپنی امانت ہی کو خراب اور ضائع کر چکی تھی۔

اسحاق کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک دوسرے شریک بھائی تھے جو آنحضرتؐ سے کہنے

لگے:

اتری انہ یکون بعث (کیا آپ کی رائے میں پیغمبری وبعثت ہونے والی ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

اما و الذی نفی بیدہ لا خذن بیدک یوم القیامۃ و لا عرفنک (قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن میں تیرا ہاتھ پکڑ لوں گا اور تجھے پہچان لوں گا۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد جب یہ صاحب ایمان لائے تو بیٹھ کے رویا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ **انما ارجوان یا خذ النبی علیہ السلام بیدی یوم القیامۃ فانجو۔** (مجھے تو صرف اتنی امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن میرا ہاتھ پکڑ لیں گے اور میری نجات ہو جائے گی۔)

پاس رضاعت

یحییٰ بن یزید السعدی کہتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : تم میں سب سے زیادہ فصیح میں ہوں اس لئے کہ میں قریش سے ہوں اور میری زبان بن سعد بن بکر کی زبان ہے جو فصحائے عرب مشہور تھے۔

اسامتہ بن زید اللیثی قبیلہ بنی سعد کے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں' حلیمہ بنت عبداللہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکے پہنچیں' یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہؓ سے نکاح کر چکے تھے۔ حلیمہ نے آنحضرتؐ سے قحط و گرانی اور مویشیوں کے ہلاک ہو جانے کی شکایت کی' آنحضرتؐ نے خدیجہؓ سے اس باب میں گفتگو کی تو انہوں نے حلیمہ کو چالیس بکریاں دیں اور سواری کے ایک اونٹ عنایت کیا جو سامان و متاع سے لدا ہوا تھا۔ حلیمہ یہ سب لے کے اپنے اہل و عیال میں واپس آ گئیں۔

محمد بن المنکدر کہتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ایک عورت نے کہ آنحضرتؐ کو دودھ پلایا تھا آنے کی اجازت طلب کی' جب یہ خاتون حاضر ہوئیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا :

میری ماں' میری ماں' اپنی چادر لے کے ان کے لئے بچھا دی جس پر وہ بیٹھیں۔

عمر بن سعد کہتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ آنحضرتؐ کے پاس آئیں تو آپؐ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا

Presented by www.ziyaraat.net

دی، ان کے کپڑوں کے اندر اپنا ہاتھ ڈال کر ان کے سینے پر رکھا اور جو ضرورت ان کی تھی پور کر دی۔
ابو بکرؓ کے پاس آئیں تو انہوں نے بھی اپنی چادر بچھا دی اور کہا:
مجھے اجازت دیجئے کہ باہر سے اپنا ہاتھ آپ کے کپڑوں تک لے جاؤں اس کے بعد ان کی ضرورت پوری کر دی۔ بعد کو حضرت عمرؓ کے پاس آئیں تو انہوں نے بھی یہی کیا۔

وفد ہوازن

زہری، عبداللہ بن جعفر اور ابن سبرہ وغیرہم کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گاہ میں قبیلہ ہوازن کا وفد بمقام جعرانہ پیش ہوا جبکہ آنحضرتؐ مال غنیمت تقسیم کر چکے تھے اس وفد میں ابو ثروان بھی تھے کہ رشتہ رضاعت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہوتے تھے اس موقع پر انہوں نے عرض کی:
ان خطیروں میں وہ ہیں جنہوں نے آپ کی کفالت کی تھی، آپ کی چچی ہیں، خالائیں ہیں، دائیاں ہیں، ہم اپنے آغوش میں آپ کو پالتے رہے ہیں، اپنی چھاتیوں سے آپ کو دودھ پلاتے رہے ہیں۔ میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا ہے۔ کوئی دودھ پیتا بچہ آپ سے اچھا نہیں دیکھا، آپ کو دودھ چھوڑتے دیکھا ہے کہ کوئی دودھ چھڑایا ہوا بچہ آپ سے اچھا نہیں دیکھا آپ کو جوان دیکھا کہ کوئی جوان آپ سے اچھا نہیں دیکھا۔ نیک خصلتیں آپ میں درجہ کمال تک پہنچ چکی ہیں بایں ہمہ آپ کی جڑ بنیادی ہم ہیں آپ کے خاندان کے لوگ ہم ہیں ہم پر احسان کیجئے اللہ آپ پر احسان کرے گا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
تم لوگوں نے اتنی سستی و تاخیر کی کہ میں نے گمان کیا۔ اب تم لوگ نہ آؤ گے۔
حالت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بردے (جو لڑائی کے لونڈی غلام بنائے گئے) تقسیم کر چکے تھے اور ان کے حصے بھی لگ چکے تھے۔
ہوازن کے چودہ آدمی مسلمان ہو کے آئے تھے۔ اور جو لوگ رہ ان کے اسلام کی خبر لائے تھے۔ ان لوگوں کے سردار اور خطیب ابو مرور زہیر بن صرد تھے جنہوں نے عرض کی:
یا رسول اللہؐ! ہمیں آپ کی بیخ و بن اور آپ کے خاندان ہیں جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں وہ آپ پر مخفی نہیں انہیں خطیروں میں آپ کی پھوپھیاں ہیں خالائیں ہیں اور دائیاں ہیں، خادمائیں ہیں جو آپ کی کفالت کر چکی ہیں۔ اگر ہم حارث بن ابی شمر (بادشاہ غسان) یا نعمان بن منذر (بادشاہ حیرہ) سے یہی سلوک کئے ہوتے اور جو منزلت آپ کی ہے ہم میں یہی محل و مقام ان کو حاصل ہوتا تو ہم ان کی عاطفت و افادہ کے بھی

امیدوار ہوتے، اور آپ تو بہترین کفیل ہیں۔
دوسری روایت یہ ہے کہ اس دن ابو صرو نے حسب ذیل تقریر کی۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی خطیرے ہیں جن میں آپ کی بہنیں ہیں، پھوپھیاں ہیں، خالائیں ہیں، چچیری اور خالہ زاد بہنیں ہیں، اور ان میں جو دور کے رشتے کے بھی ہیں وہ بھی آپ سے قریبی تعلق رکھتی ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، انہیں نے اپنے کنار و آغوش میں آپ کو لیا ہے۔ اپنی چھاتیوں کا دودھ آپ کو پلایا ہے۔ اور اپنے زانوؤں پر آپ کو کھلایا ہے۔ اور اب آپ ہی بہترین کفیل ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
سب سے اچھی بات وہی ہے جو راستی میں سب سے اچھی ہو مسلمانوں میں جو میرے پاس ہیں انہیں تم دیکھ رہے ہو۔ اب بتاؤ تمہیں اپنے زن و فرزند زیادہ محبوب ہیں یا مال و منال۔
وفد نے عرض کی:
یا رسول اللہ! حسب و مال دونوں میں کسی کو اختیار کر لینے کی آپ نے ہمیں اجازت دی ہے، ہم تو حسب کے برابر کسی چیز کو نہیں سمجھتے۔ آپ ہمارے بال بچوں کو واپس کر دیجئے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو میرے لئے اور اولاد عبدالمطلب کے لئے ہے وہ تمہارے لئے ہے مسلمانوں سے میں بھی تمہارے لئے مسالت کروں گا۔ لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز جب میں پڑھ چکوں تو تم کہنا

نستشفع بر سول اللہ الی المسلمین و بالمسلمین الی رسول اللہ

(مسلمانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسلمانوں کی بدولت ہم طلبگار شفاعت ہیں) اس پر میں تم سے کہوں گا کہ میرے اور بن عبدالمطلب کے حصے میں جو ہیں وہ تمہارے ہیں مع ہذا میں تمہارے لئے لوگوں سے طلبگاری کروں گا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ظہر کی نماز پڑھ چکے تو ان لوگوں نے اٹھ کے جو باتیں آنحضرتؐ نے فرمائی تھیں عرض کیں۔
آنحضرتؐ نے اپنے اور بنی عبدالمطلب کے حصے کے بردے (لونڈی، غلام) ان کو واپس کر دیئے اور مہاجرین و انصار نے بھی اپنے اپنے حصے واپس کر دیئے اور قبائل عرب سے بھی آنحضرتؐ نے ان کے لئے خواہش ظاہر فرمائی۔ سب نے اسی ایک بات پر اتفاق کر لیا۔ کہ تسلیم و رضا پر آمادہ ہیں۔ جتنے بردے قبضہ میں سب واپس کر دیں گے۔ البتہ کچھ لوگوں کے بردوں کے دینے سے ہاتھ روک لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں معاوضہ میں اونٹ دے دیئے۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۹۰ سطر آخر)

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net

حلیمہ اور اس کا خاندان

ابن ہشام سیرت نبویہ کی جلد ا کے ص ۸۹ کی سطر ا پر تحریر فرماتے ہیں۔
پس بنی سعد بن بکر میں ایک عورت حلیمہ سعدیہ نام کی اس مبارک خدمت پر مقرر ہوئی۔ حلیمہ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ حلیمہ بنت ابی ذویب عبداللہ بن الحارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان۔ حلیمہ کے خاوند جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی باپ ہیں ان کا نام حارث ہے۔ اور سلسلہ ان کا اس طرح ہے حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ بن ملان بن ناصرہ بن فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بہن بھائی یہ ہیں۔ عبداللہ بن حارث اور انیسہ بنت حارث، حذافہ اور خدامہ بنت حارث اس کا نام شیما ہے اور اسی نام سے اپنی قوم میں پکاری جاتی تھی یہ سب اولادیں حضرت حلیمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ رضاعی کی تھیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیما بھی اپنی والدہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کرتی تھیں۔

حلیمہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کے لئے جانا

روایت ہے کہ حلیمہ سعدیہ اپنے شہر سے ایک چھوٹا سا بچہ لے کر جس کو دودھ پلاتی تھیں اپنے خاوند کے ساتھ زنان بن سعد کے ہمراہ اس تلاش میں نکلی تھیں کہ کہیں سے کوئی بچہ دودھ پلانے کے واسطے حاصل ہو اور وہ سال خشک سالی کا تھا سب لوگ باران رحمت کے منتظر تھے حلیمہ کہتی ہیں میں اپنی مادہ خر پر سوار ہوئی وہ بھی بھوک پیاس سے اس قدر کمزور تھی کہ ایک قدم راہ طے نہ کر سکتی تھی۔ اور میرے پستانوں میں دودھ بالکل خشک ہو گیا تھا میرا بچہ بھوک کے مارے سونے نہ دیتا تھا اور ہمارے ساتھ جو دودھ کا جانور تھا اس کے بھی دودھ نہ رہا تھا۔ کہ اس کا دودھ بچہ کو پلاتی غرضیکہ بہ ہزار خرابی مکہ میں پہنچی اور میرے ساتھ کی جس قدر عورتیں تھیں وہ سب مجھ سے پہلے ہی جا کر بچوں کو لے آئیں مگر حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی عورت نے قبول نہ کیا۔ کیونکہ ان کو معلوم ہوا تھا آپؐ یتیم ہیں اور یتیم کے سبب کچھ یافت کی امید نہیں ہوتی اس لئے کہ بچہ کا باپ مرضعہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ ماں یا دادا چنداں سلوک نہیں کرتے اسی سبب سے کسی عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی رضاعت میں نہیں لیا تھا۔ حلیمہ کہتی ہیں میں بھی اسی خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ آئی تھی مگر رات کو میں نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے صبح کو ہمارا قافلہ جانے والا ہے اور میرے

ہاتھ کوئی بچہ نہیں آیا صرف ایک یتیم بچہ باقی ہے تم کہو تو میں اسی کو لے آؤں تاکہ بغیر بچہ کے نہ رہوں جس کے سبب مجھ کو اپنے ہمراہیوں میں ایک قسم کی شرمندگی ہے میرے خاوند نے کہا ضرور جاؤ اور اس دُرِ یتیم کو لے آؤ مجھے امید ہے کہ ضرور اس کے قدم میمنت لزوم سے ہمارے کلبہ تاریک کو روشنی نصیب ہو گی۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ اسی وقت میں گئی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی گود میں لے کر آئی۔ جس وقت میں نے آپؐ کو اپنی گود میں لٹایا اسی وقت میری چھاتیاں دودھ سے بھر گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور آپؐ کا بھائی بھی آپ کی برکت سے شکم سیر ہوا اور دونوں نے بعافیت تمام آرام فرمایا اور ہمارا جو دودھ کا جانور تھا اس نے اس قدر دودھ دیا کہ ہم دونوں میاں بیوی نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ اور خیر و عافیت کے ساتھ ہم نے رات گذاری۔ صبح کو جب میں چلنے کے واسطے اپنی مادہ خر پر سوار ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے اپنی گود میں لیا تو اس مادہ خر کو اس قدر تیز رو پایا کہ تمام قافلہ سے آگے آگے جاتی تھی۔ میری ہمراہی عورتیں یہ حالت دیکھ کر کہنے لگیں۔ اے حلیمہ کیا یہ تیری وہ مادہ خچر نہیں ہے جو پہلے تھی میں نے کہا وہی ہے وہ کہنے لگیں اب تو یہ بہت تیز ہو گئی ہے۔ حلیمہ کہتی ہیں غرضیکہ اسی برکت اور فرحت کے ساتھ ہم اپنے وطن پہنچے اور باوجود خشک سالی کے جنگل میں ایک گھاس کا پتہ نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم کی برکت سے ہماری بکریاں جنگل سے پیٹ بھر کے آتیں اور خوب دودھ دیتی تھیں حالانکہ ہماری ساری قوم کی بکریاں بھوکی جنگل سے آتیں اور ایک قطرہ دودھ کا نہ دیتی تھیں میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ تم بھی اپنی بکریاں وہیں کیوں نہیں چراتے جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں۔ مگر پھر بھی ان کی بکریاں بھوکیاں اور میری پیٹ بھری آتیں غرضیکہ ہم نے اسی طرح کی برکتیں خدا کی طرف سے بہت مشاہدہ کیں۔ یہاں تک کہ دو سال پورے ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دودھ بڑھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشوونما ایسی تھی کہ کوئی بچہ ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ جب آپ دو سال کے ہوئے تو مثل ایک ہوشیار لڑکے کے تھے۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر آپؐ کی والدہ شریفہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکتوں کو دیکھ کر مجھ کو یہی حرص تھی کہ آپؐ میرے ہی پاس رہیں۔ چنانچہ اسی واسطے میں نے آپؐ کی والدہ سے عرض کیا کہ اگر آپ اپنے فرزند کو میرے ہی پاس رہنے کی اجازت دے دیں تو بہتر ہے کیونکہ مجھ کو اب مکہ کی آب و ہوا سے ان کے واسطے اندیشہ ہے جب یہ ذرا بڑے ہو جائیں گے اس وقت اندیشہ نہ رہے گا اور میں نے اس قدر اصرار کے ساتھ ان سے یہ التجا کی کہ آخر انہوں نے اجازت دے دی اور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے آئی۔

Presented by www.ziyaraat.net

واپسی کے وقت آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کھویا جانا

لوگوں کا بیان ہے کہ جب حلیمہ سعدیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کے مکہ میں آئیں تو مکہ کے اندر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گم کر دیا۔ ہرچند تلاش کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ملے تب وہ عبدالمطلب کے پاس آئیں اور کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر آئی تھی۔ جب میں مکہ کے اوپر کے محلّہ میں پہنچی تو وہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گم ہو گئے۔ حضرت عبدالمطلب کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ حضور کو ورقہ بن نوفل اور قریش کے ایک اور شخص نے پایا اور یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر عبدالمطلب کے پاس آئے اور کہا یہ تمہارا فرزند ہے۔ عبدالمطلب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھے پر بٹھایا اور کعبہ کا طواف کرنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے دعا کی پھر آپؐ کو آپؐ کی والدہ کے پاس روانہ کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی واپسی کے متعلق دوسرا بیان

بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حلیمہ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس دینے کا یہ سبب تھا کہ حبشہ کے چند نصاریٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلیمہ کے ساتھ دیکھ کر کہا کہ اس لڑکے کو ہم اپنے شہر میں لے جاتے ہیں کیونکہ یہ لڑکا صاحب ظہور معلوم ہوتا ہے۔ پس اس شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ اسی اندیشہ سے حلیمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ کے پاس پہنچا گئیں۔
ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ اور دادا کے ساتھ حفظ و حمایت خداوندی میں پرورش پاتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ کی نہایت عمدہ نشوونما فرماتا تھا بسبب اس بزرگی کے جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخصوص کرنے کا اردہ رکھتا تھا۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ سال کے ہوئے تو آپؐ کی والدہ شریفہ حضرت آمنہ خاتون نے رحلت فرمائی۔

البدایہ والنہایہ

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ جس شخص نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے کے لئے حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا تھا وہ حارث تھے اور انہوں نے اپنے بیٹے کا نام عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن

رزام بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس عیلان بن معتر آپؐ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کے نام پر رکھا تھا۔
ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ حارث نے حلیمہ بنت ابی ذویب سے شادی کی تھی اور عبداللہ بن حارث انہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ جب آنخضرتؐ نے حلیمہ سعدیہ کا دودھ پینا شروع کیا اس وقت عبداللہ بن حارث بھی شیر خوار تھے اور اسی رشتے سے عبداللہ بن حارث آپؐ کے بھائی ہوئے یعنی رضاعی بھائی۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن حارث کی بہنیں انیسہ بنت حارث بھی اسی طرح آپؐ کی رضاعی بہنیں ہیں۔ مزید براں جیسا کہ ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں، حذافہ بنت حارث نے جسے شیما بھی کہتے تھے، جب وہ آپؐ کی والدہ کے پاس تھیں تو آپؐ کے ساتھ کچھ روز اس نے حضرت آمنہ کا دودھ پیا تھا۔
ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ان سے جہم بن ابی جہم نے جو بنی تمیم کی ایک خاتون کا غلام تھا جو حارث بن حاطب کے پاس رہتی تھی اور اس کا غلام جہم بھی اس کے ساتھ وہیں رہتا تھا۔ اور حارث بن حاطب ہی کا غلام کہلاتا تھا۔ بیان کیا کہ اس نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے حلیمہ سعدیہ کی وہ باتیں سنیں جو وہ اکثر لوگوں کو سنایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ باتیں خود حلیمہ سعدیہ نے انہیں بتائیں تھیں۔
ایک سال ایسا ہوا کہ مکے کے معزز اور شریف خاندانوں میں کئی بچوں کی پیدائش کی خبر ملی تو بنی سعد کی دس عورتیں جن میں میں بھی شامل تھی مکے کی طرف چلیں اور جتنا ممکن تھا جلد سے جلد وہاں پہنچیں اور گھر گھر معلوم کر کے دودھ پلانے کے لئے جس کا مکہ میں عام رواج تھا لے لئے لیکن چونکہ ایک تو میرا گدھا مریل سا تھا دوسرے میرے ساتھ میرا ایک چھوٹا لڑکا اور ایک شیر خوار بچہ بھی میرے ساتھ اس پر سوار تھا اس لئے وہ بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا چنانچہ میں جب مکے پہنچی تو میری ساتھی عورتیں مکے کے سارے نومولود بچے لے چکی تھیں۔ میں یہ سن کر بڑی رنجیدہ ہوئیں اور ان سے پوچھا: آخر اب مکے میں کوئی شیر خوار بچہ بھی ہے یا نہیں؟ وہ بولیں: بس ایک یتیم بچہ بچا ہے، اگر تو چاہے تو اسے دودھ پلانے کے لئے لے لے۔
حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں: میں نے سوچا کہ یتیم بچے کی ماں سے اس بچے کو دودھ پلانے کی اجرت مجھے بھلا کیا مل سکتی ہے لیکن چونکہ اب اس یتیم بچے کے علاوہ مکے میں اور کوئی شیر خوار بچہ تھا ہی نہیں اس لئے میں نے اسی کو غنیمت سجھ کر لینے کا ارادہ کر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان امارت اور سخاوت کے لحاظ سے تمام عرب میں مشہور تھا۔
مورخین نے اس واقعہ کو غلط انداز میں پیش فرمایا ہے۔ بنی ہاشم غریب نہیں تھی۔ یہ تو خدا کی مصلحت تھی کہ حضرت حلیمہ سعدیہ اس اعزاز سے مشرف ہوں۔ اور جہاں مکے میں میری ساتھی عورتوں نے رات بھر کے لئے پڑاؤ ڈالا تھا۔ میں بھی وہیں رات گزارنے کے لئے پڑ گئی، لیکن وہ ساری رات میری آنکھوں میں

Presented by www.ziyaraat.net

کٹ گئی کیونکہ نہ میرے اور میرے چھوٹے سے لڑکے کے لئے کھانے کو کچھ تھا اور نہ گدھے کے لئے چارہ تھا۔ پھر یہ کہ میرا شیر خوار بچہ عبداللہ بھی رات بھر میرے دونوں پستان چچوڑتا رہا لیکن چونکہ میں نے اس رات کو کچھ کھایا ہی نہ تھا اس لئے میری چھاتیوں سے دودھ کہاں سے اترتا۔

اس کے بعد حلیمہ سعدیہ نے بتایا: خیر وہ رات تو میں نے جوں توں جاگ کر کاٹی اور صبح کو اٹھ کر مجبوراً" وہی بچہ لینے چل دی کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ اس بچے کی ماں سے اتنا تو پیشگی مل ہی جائے گا جس سے میں اپنے اور اپنے لڑکے کے کچھ کھانے کے لئے اور گدھے کے لئے چارہ لے سکوں گی۔

یہ قصہ سنانے کے بعد حلیمہ سعدیہ نے کہا: جب میں اس بچے کو لینے اس کی ماں کے پاس پہنچی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ خاتون جس کا بچہ اس وقت ہی یتیم ہو گیا تھا جب وہ ابھی اپنی ماں کے شکم میں تھا اور اس کی ماں کو غم سے فطری طور پر نڈھال ہونا چاہئے تھا لیکن وہ یقیناً بڑی صابر و شاکر عورت تھی۔ وہ مجھ سے بڑی خندہ روئی سے پیش آئی اور مجھے اپنا بچہ دیتے ہوئے اس کی دودھ پلائی کی جو رقم مجھے دی وہ بھی میری توقع سے زیادہ تھی۔ اس کے علاوہ بچہ جسے میں یتیم سمجھ کر مجبوراً" لینے آئی تھی اتنا خوب صورت تھا کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں اس سے زیادہ خوبصورت بچہ کبھی نہیں دیکھا تھا' وہ جب ہمک کر میری گود میں آیا اور پھر میرے سینے سے لگا تو مجھے اتنا سکون ملا جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

مکے سے واپسی کا حال سناتے ہوئے حلیمہ سعدیہ نے بیان کیا:

مکے سے واپسی میں میں مایوس اور اداس ہونے کے بجائے میں ان سب عورتوں سے اپنے آپ کو زیادہ خوش قسمت سمجھ رہی تھی جو بڑے بڑے گھرانوں کے بچے دودھ پلانے کے لئے لے آئی تھیں اور انہیں ان گھروں سے بڑی بڑی رقمیں پیشگی ملی تھیں مگر ان بچوں میں سے کوئی بھی اتنا حسین و جمیل نہیں تھا جتنا وہ بچہ تھا جو مجھے اس بیوہ خاتون سے دودھ پلانے کے لئے ملا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ جب سے میری گود میں آیا تھا نام کو بھی نہیں رویا تھا جبکہ دوسری عورتوں کے بچے سب کے سب روتے بسورتے مکے سے چلے تھے اور اب تک رہ رہ کر رونے لگتے تھے۔

اس کے علاوہ ایک عجیب بات یہ تھی کہ میرا وہ مریل سا گدھا جس نے آتے وقت بڑی سستی دکھائی تھی۔ اور جس کی وجہ سے میں اپنی ساتھی عورتوں میں سب سے پیچھے رہ گئی اور سب سے آخر میں مکہ پہنچی اب اتنا تیز چل رہا تھا کہ میری ساتھی عورتیں مجھ سے کہہ رہی تھیں۔ حلیمہ تیرا گدھا تو اب ہوا سے باتیں کر رہا ہے۔ آخر اب اس میں اتنی جان کہاں سے آ گئی؟ اور میں خود اس کی اس تیز رفتاری پر سخت حیران تھی۔

خیر میں جب اپنے گھر پہنچی اور اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ کو سارا قصہ سنایا تو وہ غم کا اظہار کرنے کی

بجائے اتنا خوش ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ وہ اس بچے کو دیکھ کر بولا: ارے یہ تو کوئی شہزادہ معلوم ہوتا ہے۔ تو یہ پری زاد کہاں سے لے آئی؟ یہ تو ان غلمانوں سے بھی یقیناً زیادہ خوبصورت ہے جن کا ذکر نصرانی کیا کرتے ہیں کہ وہ جنت میں ہوں گے اور اس کی متانت اور سنجیدگی تو دیکھو' جب سے آیا ہے بس آنکھیں کھولے خاموشی سے آسمان کی طرف تکے جا رہا ہے' مجھے تو یہ کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔

میں نے جب حارث کو اس بچے کا نام اور اس کے خاندان کے بارے میں بتایا تو وہ بولا کہ وہ خاندان تو قریش میں سب سے زیادہ شریف اور معزز خاندان ہے' افسوس ہے کہ اس بچے کا باپ عبداللہ بن عبدالمطلب وطن سے دور عین جوانی میں فوت ہو گیا لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کا یہ بیٹا جس کی ولادت وہ آنکھوں سے نہ دیکھ سکا بڑا ہو کر بڑا ہی خوش نصیب اور صاحب اقبال ہو گا جس کے آثار ابھی سے اس کے چہرہ سے ظاہر ہیں۔

آنحضرتؐ کی شیر خوارگی کے زمانے کی بہت سی اور باتوں کے علاوہ جو ان کے گھر میں آپؐ کے قدم و میمنت لزوم کی برکت سے ظہور میں آئیں ان میں ایک بات یہ تھی کہ ان کی چھاتیوں میں اتنا دودھ اتر آیا تھا جس کا اس سے قبل انہوں نے تصور بھی نہیں کیا تھا لیکن اس زمانے میں بھی آپؐ کی منصف مزاجی اور عدل پسندی کا یہ عالم تھا کہ آپ ان کے ایک پستان سے دودھ پی کر دوسرے پستان کا دودھ اپنے دودھ شریک بھائی کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ اس کے علاوہ جب تک وہ آپؐ کو دودھ پلاتی رہیں ان کا کوئی بستر یا کوئی دوسرا کپڑا آپ کے بول و براز سے خراب ہونا تو کیا ان کا کوئی نشان تک ان پر نہیں آیا۔

اپنے گھر میں آنحضرتؐ کے داخل ہوتے ہی جو خیر و برکت کا نزول ہوا اس کا حال سناتے ہوئے جناب حلیمہ سعدیہ نے بتایا کہ ان کی بکریاں اس سے پہلے بہت کم دودھ دیتی تھی لیکن آپ جیسے ہی ان کے گھر پہنچے انہی بکریوں نے اتنا دودھ دینا شروع کر دیا جو کسی معجزے سے کم نہیں تھا جسے دیکھ کر ان کے قبیلے کی دوسری عورتیں بھی اپنی اپنی بکریاں ان کی بکریوں کے ساتھ چرنے باہر بھیجنے لگیں تو ان کی بکریاں بھی پہلے سے کہیں زیادہ دودھ دینے لگیں۔

حلیمہ سعدیہ نے آخر میں بیان کیا کہ جب دو سال گزرنے پر میں آمنہ بنت وہب کے اس بچے کو اس کا دودھ چھڑانے کے بعد اس کی ماں کے پاس چھوڑنے آئی تو اس کی جدائی کے غم کی وجہ سے میری آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ بولیں۔ کیا تم اسے اپنے پاس کچھ اور رکھنا چاہتی ہو؟ ان کی زبان سے یہ سن کر میں خوشی سے بے حال ہو کر بولی: اگر آپ چند مہینے اسے میرے پاس اور رہنے دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔

حلیمہ سعدیہ نے بتایا کہ میری اس درخواست پر آمنہ بنت وہب نے مجھے خوشی سے اس کی اجازت دے دی۔ یوں تو اس سے پہلے ہی اس بچے کے دم قدم کو خیر و برکت سے میرے گھر کو چار چاند لگ گئے تھے

Presented by www.ziyaraat.net

لیکن ان اگلے دو چار ماہ میں اس پر ایسا خیر و برکت کا نزول ہوا کہ وہ میرے سارے قبیلے کے لئے قابل رشک بن گیا۔

آنحضرتؐ حلیمہ سعدیہ بلکہ ان کے سارے قبیلے کے ساتھ ہمیشہ مشفقانہ سلوک فرماتے رہے۔ فتح مکہ کے بعد جب قبیلہ بنی سعد کے کچھ لوگ بھی مشرکین مکہ کے ساتھ گرفتار ہو کر آپؐ کے سامنے لائے گئے تو آپؐ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ (البدایہ و النہایہ جلد ۳ ص ۵۷۸ سطر ۱)

آنحضرتؐ کی دایہ اور دودھ شریک کا ذکر

آنحضرتؐ کی ولادت کے بعد کچھ دن ام ایمن نے جن کا نام برکہ تھا اپنی گود میں رکھا تھا وہ آپ کو اپنے والد عبداللہ سے بطور کنیز وراثت میں ملی تھی اور آپؐ نے بڑے ہو کر ان کی شادی اپنے غلام زیدؓ بن حارثہ سے کر دی تھی جن سے ان کے ہاں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔

آنحضرتؐ نے حلیمہ سعدیہ سے قبل کچھ دن اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ اپنے چچا ابو لہب کی کنیز ثوبیہ کا دودھ بھی پیا تھا۔

یہ روایت بخاری و مسلم نے اپنی اپنی جگہ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں زہری کی زبانی اور عروہ بن زبیرؓ زینب بنت ام سلمہ اور ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے حوالے سے بیان کی ہے بتایا ہے کہ ام حبیبہ نے ایک روز آنحضرتؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپؐ میری بہن سے نکاح کر لیجئے۔ (مسلم نے بہن کی جگہ عزہ بنت ابی سفیان لکھا ہے) آپؐ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرو گی؟ وہ بولیں: جی، میں اس میں مخل نہیں ہوں گی بلکہ میں چاہتی ہوں کہ آپ اس کار خیر میں میری بہن کو شریک فرما لیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر یہ بات میرے لئے (ازروئے شریعت) جائز نہ ہو تو؟

آنحضرتؐ سے یہ سن کر ام حبیبہ بولیں: میں جانتی ہوں کہ آپ بنت ابی سلمہ سے نکاح کا قصد فرما رہے ہیں۔ (بعض روایات میں بنت ابی سلمہ کا نام بتایا گیا ہے یعنی درہ بنت ابی سلمہ)

ام حبیبہ سے یہ سن کر آنحضرتؐ نے (حیرت سے) فرمایا: بنت ام سلمہ سے؟

ام حبیبہ نے کہا: جی ہاں انہیں سے۔

ام حبیبہ سے یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: وہ بھی تو میری رفیقہ حیات نہیں بن سکتیں کیونکہ وہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی ہیں کیونکہ مجھے اور ابی سلمہ دونوں کو ثوبیہ نے دودھ پلایا ہے۔

بخاریؒ عروہ کے حوالے سے مزید بیان کرتے ہیں کہ ثوبیہ ابو لہب کی کنیز تھیں لیکن جب ثوبیہ نے آنحضرتؐ کو دودھ پلایا تھا اس سے قبل ابو لہب نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔

ابو لہب کے مرنے کے بعد ان کے اہل و عیال میں کسی نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کے علاوہ کہ ابو لہب آپؐ کے چچا تھے ان سے آپؐ کا کوئی اور رشتہ نہیں تھا تو آپ نے انکار فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ جب ان کی کنیز ثوبیہ نے آپؐ کو دودھ پلایا تھا اس سے قبل ابو لہب نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ (البدایہ و النہایہ جلد ۲ ص ۵۷۶ سطر ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام

عیثمہ کے آزاد غلام سہل، مریس کے نصرانی تھے اور انجیل پڑھا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت موجود ہے کہ وہ اسماعیلؑ کے خاندان سے ہوں گے اور ان کا نام احمدؐ ہو گا۔

ابو جعفر محمد بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنوز بطن مادر ہی میں تھے کہ آمنہ کو حکم ہوا۔

ان کا نام احمدؐ رکھنا۔

محمد بن علی، یعنی ابن الحنیفہؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرا نام احمدؐ رکھا گیا۔

جبیرؓ بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا۔

میں محمدؐ ہوں، احمدؐ ہوں، حاشر ہوں، ماحی ہوں، خاتم ہوں، عاقب ہوں۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ کی ایک گلی میں یہ کہتے ہوئے سنا۔

میں محمدؐ ہوں، احمد ہوں، حاشر ہوں، مقفی ہوں، نبی رحمت ہوں۔

ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اپنے نام بتائے جن میں سے بعض نام ہم نے یاد کر لئے آپ نے فرمایا تھا: میں محمدؐ ہوں، احمد ہوں، مقفی ہوں، حاشر ہوں، نبی رحمت ہوں، نبی توبہ ہوں، نبی ملحمہ ہوں۔

مجاہد روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں محمدؐ ہوں، احمد ہوں، رسول رحمتہ ہوں، رسول ملحمہ ہوں، مقفی ہوں، حاشر ہوں، جہاد کے لئے مبعوث ہوا ہوں، زراعت کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں۔

جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں۔

Presented by www.ziyaraat.net

(۱) میں محمدؐ ہوں۔

(۲) احمد ہوں۔

(۳) ماحی ہوں، کہ اللہ تعالیٰ میرے باعث کفر کو مٹاتا ہے۔

(۴) حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر محشور ہوں گے۔

(۵) اور میں عاقب ہوں۔

جبیر بن مطعم سے دوسری روایت بھی اسی طرح ہے مگر اس میں یہ لفظ زائد ہے۔

میں وہ عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

نافع بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ عبدالملک بن مروان کے پاس گئے تو عبدالملک نے ان سے پوچھا:

تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ناموں کا شمار معلوم ہے جن کو جبیر یعنی ابن مطعم گنا کرتے تھے۔

نافع نے کہا: ہاں وہ چھ نام ہیں۔

(۱) محمدؐ (۲) احمد (۳) خاتم (۴) حاشر (۵) عاقب (۶) ماحی

حاشر اس لئے کہ آنحضرتؐ تم سب کو (خدا کے خوف سے) ڈرانے کے لئے عذاب شدید **اور** قیامت کے ساتھ ساتھ مبعوث ہوئے۔

عاقب اس لئے کہ پیغمبروں کے بعد آئے۔

ماحی اس لئے کہ جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ آنحضرتؐ کے طفیل میں محو کر دیئے۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے بندگان خدا۔ دیکھو ان لوگوں کے دشنام و لعنت کو اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے کیونکر پلٹ دیتا ہے۔

ان لوگوں سے آنحضرتؐ کی مراد قریش کے لوگ تھے۔ سامعین نے عرض کی:

کیف یا رسول اللہ (یا رسول اللہ وہ کیونکر؟)

فرمایا: **یشتمون مذمما و یلعنون مذمما و انا محمد** (وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں۔ مذمم پر لعنت کرتے ہیں۔ حالانکہ میں مذمم نہیں ہوں میں تو محمد ہوں۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت

ابو ہریرہؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے نام پر نام رکھو، مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو، کیونکہ میں ہی ابو القاسم ہوں۔

ابو ہریرہؓ سے یہ تو (دوسری) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے نام اور کنیت، دونوں کو جمع نہ کرو۔ (یعنی ایسا نہ کرو کہ کسی کا نام رکھو تو میرا ہی نام رکھو اور کنیت رکھو تو میری ہی کنیت ہو، ایک تک مضائقہ نہیں مگر دونوں کا اجتماع نامناسب ہے۔ میں ابو القاسم ہوں، اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

ابو ہریرہؓ کی ایک اور روایت میں مخلوف ابی قاسم کے الفاظ ہیں کہ اس سے آنحضرتؐ ہی مراد ہیں۔

انسؓ بن مالک سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع میں تھے کہ ایک شخص نے آواز دی۔ "یا ابا القاسم" اس آواز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملتفت ہوئے تو اس نے کہا میں نے آپ کو آواز نہیں دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر فرمایا:

سموا باسمی و لا تکنوا بکنیتی (میرے نام پر نام رکھو مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔)

جابرؓ کہتے ہیں:

ایک انصاری کے لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام اس نے محمد رکھا، انصار اس پر غضبناک ہوئے۔ اور کہا:

یہ نام اس وقت رکھا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم اجازت حاصل کر لیں۔

آنحضرتؐ سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

انصار نے اچھا کیا۔ پھر ارشاد ہوا۔

میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو، کیونکہ فقط میں ہی ابو القاسم ہوں کہ تمہارے درمیان خدا کی نعمتیں تقسیم کرتا ہوں۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے:

ایک انصاری نے اپنی کنیت ابو القاسم رکھی۔ انصار نے اس پر کہا:

جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس باب میں ہم دریافت نہ کر لیں تجھے اس کنیت سے مخاطب نہ کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو۔

سعید کہتے ہیں: قتادہ اس امر کو مکروہ سمجھتے تھے۔ کہ کوئی شخص اپنی کنیت ابو القاسم رکھے خواہ اس کا نام محمد نہ بھی ہو۔

عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ الانصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Presented by www.ziyaraat.net

میرا نام اور میری کنیت جمع نہ کرو۔
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :
میرا نام نہ رکھو، میری کنیت رکھو، مطلب یہ کہ آنحضرتؐ نے اس بات کی ممانعت فرمائی کہ نام اور کنیت دونوں جمع ہوں۔
ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :
میرے نام اور میری کنیت کو جمع نہ کرو۔
مجاہد کہتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :
میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو۔

حضرت آمنہؓ کی وفات

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ شریفہ حضرت آمنہ خاتون نے وفات پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ سال کے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ مقام ابوا میں جو مکہ و مدینہ کے درمیان میں ہے اپنے کنبہ میں بنی نجار کے پاس تشریف لے گئی تھیں جب وہاں سے مکہ واپس ہوئیں تو راستہ میں انتقال فرمایا۔
عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی بنت عمرو نجاریہ تھیں۔ پس اس کنبہ کا جو ابن اسحاقؒ نے ذکر کیا ہے جن سے حضرت آمنہ ملنے گئی تھیں وہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کنبہ تھا۔
حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس رہتے تھے اور حضرت عبدالمطلب کے واسطے خانہ کعبہ میں مسند بچھائی جاتی تھی جس پر سوا حضرت عبدالمطلب کے اور کوئی بہ سبب بے ادبی کے نہ بیٹھ سکتا تھا۔ اور فرزند آپ کے اس کے گرد بیٹھا کرتے تھے مگر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے تو اسی مسند پر جلوہ افروز ہوتے آپؐ کے چچا آپؐ کو اس پر بیٹھنے سے مانع ہوتے۔ حضرت عبدالمطلب ان سے فرماتے کہ میرے اس فرزند کو منع نہ کیا کرو۔ کیونکہ یہ فرزند ہونہار اور صاحبِ شان ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود اپنے پاس بٹھاتے اور آپؐ کی پشت مبارک پر اپنا دست شفقت پھیرا کرتے اور حضور اکرمؐ کی حرکات کو دیکھ کر خوش و خرم ہوتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام ص ۹۴ سطر ۱۱)
جناب ابن سعد طبقات الکبرٰی جلد ۱ ص ۱۹۴ سطر آخر پر تحریر فرماتے ہیں۔
زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبداللہ بن ابی بکر، بن محمد بن عمرو بن حزم اور ابن عباسؓ سے روایت ہے۔

جن کے بیان غلط ملط ہو گئے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کے پاس تھے، چھ برس کے ہوئے تو آنحضرتؐ کو مدینے، آپ کے ننھیال بنی عدی ابن النجار میں لے کے چلیں کہ ان سے مل لیں، ساتھ میں ام یمن تھیں جو آپ کی کھلائی تھیں دو اونٹ سواری میں تھے۔ نابغہ ـــــــ کے گھر آنحضرتؐ کو لے کر اتریں اور ایک مہینے تک انھیں لوگوں میں رہیں، وہاں کی اقامت میں جو باتیں پیش آئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو یاد کرکے بیان کیا کرتے تھے۔ بنی عدی بن النجار کا ہو کچھ دیر یوں ہی گزری تھی کہ روتے ہوئے اٹھ گئے۔ عمرؓ نے جناب رسالتؐ میں سب سے زیادہ جرات رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ کے روبرو عرض کی:
یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ باعث گریہ کیا ہے؟ فرمایا :
یہ میری والدہ کی قبر ہے۔ میں نے اللہ تعالٰی سے زیارت کے لئے درخواست کی تو اجازت دی۔

ایمان والدین مصطفٰیؐ

سیرت النبی کی بارہویں اور تیرہویں جلد میں اس موضوع پر حقیر نے بہت عمدہ اور تحقیقی مطالعہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ یہاں سیرت دحلانیہ کے اقتباسات تحریر کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ ص ۱۹۲ سطر آخر پر تحریر فرماتے ہیں۔

تاریخ

کی طرف سے اسلام کے ساتھ بعثت کا تذکرہ فرمایا اور اصنام اور ان کی دوستی سے منع کیا ہے۔ اس چیز کے علاوہ توحید اور کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالٰی اور اس کی الوہیت کا اعتراف اور اس کا کسی کو شریک نہ ماننا اور بتوں وغیرہ کی عبادت سے بیزاری کا نام توحید ہے۔ اور کفر سے بریت کے لئے اس قدر کافی ہے۔ اور بعثت سے قبل زمانہ جاہلیت میں صفت توحید کا یہ ثبوت شافی ہے۔ اور یقیناً اس سے زیادہ کی شرط بعثت کے بعد ہے۔ اور شک نہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں عموم کافر تھے۔ تو ان میں ایک جماعت دین ابراہیمؑ پر تھی۔
تو ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ بھی دین حنیف پر تھیں۔
اگر کہا جائے کہ ان اکثر کا دین حنیف پر ہونا کیسے ہے تو اس کا سبب یہ تھا کہ کسی شخص نے اہل کتاب اور کاہنوں سے سنا کہ اس کے قریبی زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم سے نبی مبعوث ہوں گے۔

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net

چنانچہ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کریمہؑ نے اس سے زیادہ سنا تھا جو ان کے علاوہ دوسروں نے سنا تھا۔ اور انہوں نے آپ کے زمانہ حمل و ولادت میں روشن نشانیاں دیکھی تھیں جو ان کے دین حنیف پر ہونے کی حامل ہیں۔ اور انہوں نے نور کو دیکھا جو ان سے نکلا۔ اور اس کی روشنی میں انہوں نے محلات شام کو دیکھ لیا۔

اور حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب وہ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر آئی اور آپ کا سینہ مبارک چیرا گیا تھا اور ہم اس پر شیطان سے ڈرتے تھے مگر حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: ہرگز نہیں' خدا کی قسم! شیطان کا ان پر کوئی بس نہیں۔ اور میرا یہ بیٹا بڑی شان والا ہے۔

آپ اپنے وصال کے سال مدنیہ منورہ تشریف لائیں تو آپ نے یہودیوں کا کلام سنا جس میں انہوں نے حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی تھی۔ اور بعد ازاں آپ نے مکہ معظمہ کو واپسی کرلی۔ تو یہ تمام امور اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ آپ اپنی زندگی مبارک میں جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں قیام فرمایا اور پھر وہاں سے مسرور و شادمان واپس تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا! میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری ماں کو زندہ فرمایا جائے۔ چنانچہ وہ زندہ ہو کر مجھ پر ایمان لائیں اور پھر ان کا وصال ہو گیا۔

عروہ بن زبیر کی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں یہ لفظ ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا تو وہ دونوں آپ پر ایمان لائے اور پھر رحلت فرما گئے۔

امام سہیلی کہتے ہیں: اللہ تبارک و تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اس کی رحمت و قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل اختصاص ہیں وہ جو چاہے ان کے اکرام کے لئے ان پر اپنا فضل و انعام کرے۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اور ایسی دوسری احادیث سے تمسک کرتے ہوئے بعض علماء نے اقرار کیا ہے کہ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین نجات پانے والوں میں ہیں۔ اور آگ میں نہیں ہیں بلکہ جنت میں ہیں۔

امام سیوطی فرماتے ہیں: حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے دوبارہ زندہ ہو کر آپ پر ایمان لانے کے بارے میں حدیث کے اماموں اور حافظوں کے ایک گروہ نے اس حدیث سے سند پکڑی ہے۔ اور بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور بعض نے اسے مردود قرار دیا ہے جبکہ حق یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں اور فضائل میں ضعیف حدیث کار آمد ہے۔

حضرت عبداللہ مومن تھے

رہا آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ تو آپ کے کلمات و اشعار آپ کے توحید پر ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ جب آپ پر ایک عورت نے خود کو پیش کیا تو آپ نے فرمایا۔

امّا الحرام فالممات دونہ　　والحل لا حل فاستبینہ

یحمی الکریم عرضہ و دینہ　　فکیف بالامر الذی تبغینہ

باوجود اس کے کہ اس پر جو تھا عفت سے تھا یہاں تک کہ اس کے ساتھ عورتوں کا فتنہ تھا مگر ان کے فتنوں سے آپ محفوظ رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اقدس آپ کے چہرۂ انور میں ستارے کی طرح ضیاء بار تھا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم ہمیشہ اصلاب طاہرین سے ارحام طاہرات کی طرف منتقل ہوتے رہے ہیں۔ تو کافر میں یہ وصف نہیں ہوتا کہ وہ طاہر ہو پس اس حدیث پاک میں آپ کے آباء و امہات کے لئے کفر سے پاک ہونے کی دلیل ہے۔

حضورؐ کے والدین کریمین کا دوبارہ زندہ ہونا

مواہب لدنیہ میں روایت ہے کہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا اپنی وفات مبارکہ کے بعد حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں۔ چنانچہ طبرانی اور ابن شاہین ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجون میں ملول و غمزدہ اترے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اشکبار اور غمزدہ تھے تو آپ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی پر فضل و کرم فرمایا اور وہ آپ کے ساتھ رافت فرمانے والا ہے۔

پس اس نے آپ کی والدہ کو اور ایسے ہی والد کو فضل منیف کے ساتھ ایمان لانے کے لئے زندہ فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر قادر ہے۔ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

اثبات ایمان کی حدیث عدم ایمان کی حدیث کی ناسخ ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اخراج صلب آدم سے لے کر مجھے کبھی سرکشی نے جنم نہیں دیا۔ اور میں نے ہمیشہ بلند مرتبہ ماں سے بلند مرتبہ ماں کے پاس قیام کیا۔

Presented by www.ziyaraat.net

یہاں تک کہ عرب کے افضل قبیلوں ہاشم و زہرہ کے گھر پیدا ہوا ہوں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے احیاء کے تذکرے کے بعد علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ آئمہ حدیث نے اس حدیث کو ان احادیث کا ناسخ قرار دیا ہے۔ جو اس کے مخالف ہیں۔ اور اس پر نص لائے ہیں۔ کہ یہ ان سے متاخر ہے۔ اس لئے دونوں کے درمیان عارضہ نہیں۔

شہاب ابن حجر نے اپنی کتاب مولد میں اور شرح ہمزیہ میں کہا ہے کہ: یہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ ایک سے زیادہ حفاظ کے نزدیک صحیح ہے۔ اور ان حفاظ حدیث نے اس میں طعن کی طرف التفات نہیں کیا۔

مجھے یقین ہے کہ رب کریم باری تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا' یہاں تک کہ انہوں نے آپ کی رسالت کی سچائی کی گواہی دی اور وہ یہ اکرام کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے وہ خود ضعیف ہیں اور حقیقت سے عاری ہیں۔

علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ میرے لئے ان کی یہ مراد ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے اس اعتقاد میں عمل کے ساتھ صحیح کہا ہے۔ اور اگر ضعیف ہو گی تو مرتبہ میں ہو گی۔ اب علامہ سیوطی کے کلام کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

تلمانیؒ نے کہا! آپؐ کی والدہ ماجدہ کے اسلام لانے کی حدیث کی سند درست ہے اور ایسے یہ آپؐ کے والد ماجد کے اسلام قبول کرنے کی حدیث صحیح ہے۔ اور دونوں حضرات آپ کے لئے موت کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضورؐ نے پانچ افراد کو زندہ کیا

مواہب لدنیہ میں معجزات کے باب میں ذکر کیا گیا ہے کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر پانچ افراد کو زندہ فرمایا جن میں سے دو آپؐ کے والدین ہیں۔

قرطبی نے تذکرہ میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و خصائص آپ کے وصال مبارک تک جاری و ساری تھے تو آپ کے والدین کریمین کا زندہ ہونا بھی آپ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و اکرام ہے اور اس کی تردید نہ اجماع سے ہوتی ہے نہ قرآن سے اور نہ ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا عقلاً" اور شرعاً" ممنوع ہے۔ بے شک کتاب عزیز قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کے زندہ ہونے اور اس کے قاتل کا قصہ وارد ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ سورۃ بقرہ میں بیان فرمایا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر مُردوں کی ایک جماعت کو زندہ فرمایا۔

علامہ زرقانی نے کہا: آپ نے ایک شخص کی لڑکی کو زندہ فرمایا۔ جب اس نے کہا کہ میں آپ پر تب ایمان لاؤں گا جب آپ میری لڑکی کو زندہ کریں گے' پس آپ اس لڑکی کی قبر پر تشریف لے گئے اور اسے آواز دی تو لڑکی نے کہا لبیک و سعدیک

دلائل النبوت بیہقی میں روایت ہے کہ انصار کا ایک نوجوان فوت ہو گیا۔ اور اس کے والدین زندہ تھے۔ اس کی بوڑھی ماں جس کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ اس نے اللہ اور رسولؐ کے ساتھ ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو زندہ کر دیا۔

علامہ بیہقی' ابن عدی اور دوسروں نے روایت کی کہ جب سرات انصار سے زید بن حارثہ فوت ہو گئے تو انہوں نے اس کا کفن کھولا تو انہوں نے سنا کہ ان کی زبان پر "محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کلمہ جاری ہے۔ (الحدیث)

ابن ابی دنیا نے کتاب "عاش بعد الموت" میں روایت بیان کی ہے اور ابن ضحاک نے تخریج کی ہے کہ ایک انصاری فوت ہو گیا۔ جب اسے کفن پہنایا گیا تو اس نے کہا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

یہ اس حدیث کی تلخیص ہے جو مواہب اللدنیہ نے معجزات میں بیان کیا ہے۔

قرطبی نے اس سے پہلے ذکر کے بعد کہا! اب جبکہ یہ ثابت ہے تو آپ کے والدین کریمین کے زندہ ہو کر ایمان لانے سے کون سی چیز مانع ہے۔ اور یہ آپ کی فضیلت و اکرام کے لئے ہو گا۔ (علماء امامیہ کے نزدیک والدین حضرت محمد مصطفیٰ دین ابراہیم پر اللہ کو پیارے ہو گئے لہذا انہیں زندہ کر کے کلمہ پڑھانے کی ضرورت نہ تھی۔)

زمانۂ فترت میں فوت ہونے والے

آپ کی نجات کے قائل نے اس امر سے بھی تمسک کیا کہ وہ دونوں فترت کے زمانہ میں بعثت سے پہلے فوت ہوتے ہیں۔

اور یہ وہ امر ہے جس میں ناواقفیت ہو تو اس میں جو دعوت انہیں اس خاص وجہ پر پہنچے اور یقیناً وہ دونوں چھوٹی عمر میں فوت ہوئے ہیں۔

Presented by www.ziyaraat.net

جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی نے رحلت فرمائی اس وقت ان کی عمر مبارک تقریباً" بیس سال کی حدود میں تھی جبکہ اس وقت آپ کی والدہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جس عمر میں غور و فکر کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اور یہ ان کو دعوت نہ پہنچنے کے حکم میں ہے بے شک وہ دونوں ناجی ہیں اور انہیں بغیر عذاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ☆

یعنی ہم عذاب نہیں کرتے یہاں تک کہ رسول کو مبعوث کریں۔

آئمہ اشاعرہ سے اہل اصول کا طبقہ اور فقہاء کے طبقہ سے شافعیہ اس پر ہیں کہ بغیر دعوت کے پہنچنے کے فوت ہونے والا ناجی ہے اور جنت میں داخل ہو گا۔

امام جلال الدین" سیوطی فرماتے ہیں اس مذہب میں شافعیہ کی فقہ میں اور اشاعرہ کے اصول میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور امام شافعی کتاب الام اور مختصر میں اس پر نص لائے ہیں اور اس کا ان کے تمام اصحاب نے اتباع کیا۔ اور ان میں سے کسی ایک نے بھی ان سے اختلاف نہیں کیا اور اس کے استدلال پر متعدد آیات لائے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا

اور کتب فقہ میں یہی مسئلہ فقیہ مقررہ ہے۔ اور یہی قاعدہ مذہب اشاعرہ کے نزدیک قاعدہ اصولیہ کی فردع سے ہے۔

اور یہی شکر منعم کا قاعدہ ہے جو کہ سمع کے ساتھ واجب ہے عقل کے ساتھ نہیں۔

اور یہی قاعدہ کلامیہ کی طرف مرجع ہے جبکہ اہل عقل کا اچھائی برائی اور دونوں کا انکار اشاعرہ کے درمیان متفق علیہ ہے۔ اور اس مسئلہ کا مرجع کہ دعوت نہیں پہنچی دوسرے قاعدے کی طرف ہے اور وہ یہ ہے کہ غافل مکلف نہیں۔ اور یہ اصول میں صواب اور صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادہ ہے۔

أَن لَّمْ يَكُن رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ

"تیرا رب کسی بستی کو اس کے رہنے والوں کی غفلت میں ظلماً" ہلاک نہیں کرتا۔"

پھر عبارت اصحاب میں اختلاف ہے وہ لکھتے ہیں اسے دعوت نہیں پہنچتی تو یہ احسن ہے اور جس نے کہا وہ ناجی ہے تو اسے سبکی نے اختیار کیا ہے۔ ان میں سے وہ ہیں جنہیں اہل فترت کہا گیا ہے اور وہ ہیں جنہیں کہتے ہیں کہ مسلمان ہیں۔

امام غزالی نے تحقیق کے ساتھ کہا کہ وہ مسلمانوں کے معنوں میں ہوں گے۔ اور بے شک اس پر علماء کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی طرف گئی ہے اور انہوں نے صراحت کی

ہے کہ بے شک ان دونوں کو دعوت نہیں پہنچی۔

اہل فترت کا امتحان ہو گا

علامہ سیوطی نے کہا ہمارے شیخ، شیخ الاسلام شرف الدین مناوی سے جب دونوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا! اہل فترت کے بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔ کہ ان کا معاملہ قیامت کے دن امتحان پر موقوف ہے۔ تو ان سے جو اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اور جو انکار کرے گا وہ دوزخ میں داخل کیا جاہے گا۔

(۱) اسود بن سریع اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً" حدیث بیان کرتے ہیں۔

کہ قیامت کے دن چار شخص جمع ہوں گے۔ گونگا بہرہ شخص جو کچھ نہ سن سکے۔ بے وقوف آدمی۔ بہت ہی بوڑھا شخص۔ اور وہ شخص جو فترت کے زمانہ میں فوت ہوا۔ (الحدیث)

امام احمد ابن راہویہ اور بیہقی نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ اور وہ شخص جو فترت کے زمانہ میں فوت ہوا ہو گا وہ کہے گا اے پروردگار تو نے میرے پاس رسول بھیجا ہوتا تو میں اس کی اطاعت کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا آگ میں داخل ہو جا' پس جب وہ آگ میں داخل ہو گا تو اس پر آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ اور جو آگ میں داخل نہ ہو گا اسے آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعا" روایت ہے اور اس کے لئے مرفوع کا حکم ہے۔ کیونکہ اس کی مثل پہلے رائے نہیں کہا (اس کی تخریج عبدالرزاق' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں کی ہے اور اس کی اسناد بخاری' مسلم کی شرط پر صحیح ہیں۔

(۳) ثوبان کی مفروع حدیث جس کی تخریج بزار اور مستدرک میں حاکم نے اور ذہبی نے اس کا اقرار کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے کہا گمان ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد زمانہ فترت میں فوت ہوئے ہوں گے اور وہ امتحان کے وقت اطاعت کریں گے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

قاضی عیاض نے احادیث کی شرح میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر تشریف لائے تو رونے لگے۔ اور آپ کا یہ اشکباری فرمانا' ان کی تعذیب کی وجہ سے نہ تھا بلکہ آپؐ کے زمانہ کے ادراک و ایمان سے قبل رحلت فرما جانے کا افسوس تھا۔

امام زرقانی فرماتے ہیں: اللہ تبارک و تعالیٰ کو آپؐ کے رونے پر رحم آگیا اور اس نے آپ کے لئے ان کو زندہ فرما دیا۔ اور وہ آپ پر ایمان لائے۔

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net

پھر فرمایا ! قاضی کی اس عبارت کی طرف التفات نہ کریں۔ کیونکہ اس روایت میں صراحت ہے کہ آپ کا اشکبار ہونا اپنے والدین کو اس امت میں داخل نہ کرنے کے لئے تھا۔ نہ اس لئے کہ وہ دین حنیف پر قائم نہ تھے۔

انبیاء کے والدین کافر نہیں ہوتے

امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء ملت حنیف اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور اس قسم کے دوسرے لوگ بلکہ تمام انبیاء کے آباء نبوت کی بزرگی کی بنا پر کفر سے پاک تھے۔ اور ایسی ہی انبیاء کی ماؤں سے کوئی کافرہ نہ تھی۔ اور آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔ بلکہ ان کا چچا تھا۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے۔ **وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ** یعنی آپ سجدہ کرنے والوں میں منقلب ہوتے رہے۔

اور اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ ہم ہمیشہ اصلاب طاہرین سے اور ارحام طاہرین کی منتقل ہوتے رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ** یعنی مشرک یقیناً ناپاک ہے۔ تو ضروری ہوا کہ آپؐ کے اجداد میں سے کوئی ایک بھی مشرک نہ ہو۔ اور ان کے کلام کو اس امت کے محققین نے پسند کیا جن میں شفاء شریف کے محشی ہی علامہ محقق سنوسی اور تلمسانی ہیں۔ دونوں نے کہا کہ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو شرک نہیں پہنچا بلکہ دونوں مسلمان تھے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ کی طرف انتقال فرماتے رہے ہیں اور ان میں سے کوئی ایک ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لایا ہو۔

اور جو کچھ مورخین نے نقل کیا ہے تو وہ حیاء اور ادب کی کمی کی وجہ سے ہے اور ایمان کا ہونا یہ تمام آباء میں لازم ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے امام فخرالدین رازی کے کلام کی بہت سے دلائل کے ساتھ تائید کی ہے اور اس میں رسائل تصنیف کئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔

ہر زمانے میں سات مسلمان ضرور ہوتے ہیں

ان دلائل سے بخاری کی یہ حدیث ہے۔

بعثت من خیر قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی بعثت من القرن الذی

یعنی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں قرناً" فقرناً" اولاد آدم میں بہتر زمانوں میں مبعوث ہوتا رہا ہوں۔ یہاں تک کہ اس زمانہ میں مبعوث ہوا ہوں جس میں میں ہوں۔

اب جبکہ یہ ثابت ہے کہ زمین کبھی سات مسلمانوں سے خالی نہیں رہی۔ اور ان کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ اہل زمین کی مصیبتیں دور کرتا ہے۔

عبدالرزاق اور ابن منذر نے صحیح سند کے ساتھ شرط شیخین پر مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ زمین پر ہمیشہ سات مسلمان رہتے ہیں اور اگر وہ نہ ہوں تو زمین اور جو زمین پر ہے ہلاک ہو جائے۔

امام احمد نے کتاب الزہد میں صحیح سند کے ساتھ شرط شیخین پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین سات مسلمانوں سے کبھی خالی نہیں رہی اور ان کے باعث اللہ تبارک و تعالیٰ اہل زمین کی بلائیں دور فرماتا ہے۔

پس جب ان دونوں مقدموں کے مابین زمانہ ہے یعنی میں بنی آدم کے بہترین زمانوں میں مبعوث ہوا ہوں۔ الخ۔ اور یہ کہ زمین کبھی سات مسلمانوں سے خالی نہیں رہی تو وہی نتیجہ نکلے گا جو امام نے کہا۔ کیونکہ اگر آپ کے اجداد سے ہر جد امجد جملہ سات ذکر کئے گئے' مسلمانوں کے زمانوں میں ہوں تو اس میں مدعی ہوں۔ اور اگر دوسرے تھے تو یقیناً وہ ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف پر ہوں گے۔ تو اس میں مدعی ہوں۔ اور اگر وہ شرک پر ہوں گے تو دو میں سے ایک امر لازم آئے گا۔ اگر یہ کہ دوسرے ان سے بہتر تھے تو یہ باطل ہے۔ اور صحیح حدیث کے مخالف ہے اور اگر کہا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجداد ان مسلمانوں سے بہتر بھی تھے اور مشرک بھی تھے تو یہ بالا جماع باطل ہے۔

دین ابراہیمؑ پر تھے

اور اللہ تعالیٰ نے مومن بندے کے لئے کہا ہے کہ وہ مشرک سے بہتر ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ توحید پرست تھے۔ اور اپنے زمانوں میں اہل زمین سے بہتر تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک آپ کے آبائے طاہرین کے ایمان میں بہت سے دلائل و نصوص سیاق میں موجود ہیں۔ پھر فرمایا! بخاری وغیرہ میں صحبت کے ساتھ احادیث اور علماء کی نصوص ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں کہ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اسی دین پر تھے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی کفر نہیں

Presented by www.ziyaraat.net

کیا۔

پہلا بت پرست

یہاں تک کہ عمرو بن عامر خزاعی آ گیا۔ اسے عمرو بن لحی کہتے ہیں۔ اور وہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیم کے علاوہ بتوں کی عبادت کی۔ اور وہ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد کنانہؑ کے زمانہ کے قریب تھا۔ پھر اس سے آگے عدنان' معد' ربیعہ' مفر' خزیمہ' اسد' الیاس' کعب کے ملت ابراہیم پر ہونے کی گواہی ہے۔ پھر کہا تو اس مجموعی کلام کی تلخیص یہ ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

آزر کون تھا

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت کعب اور ان کے بیٹے مرہ تک آپ کے اجداد الکرام کے ایمان کی صراحت ہے۔ سوائے زر کے تو بے شک یہ مختلف فیہ ہے۔ اگر وہ حضرت ابراہیم علیہا السلام کا باپ تھا تو اس کا استثناء ہے اور اگر چچا تھا جیسا کہ وہ ایک قول کے مطابق ہے تو وہ اجداد سے خارج ہے۔ اور سلسلہ نسب سلامت ہے۔ حافظ بن ناصر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

تنقل احمد نور عظیما	تلالا فی جباہ الساجدینا
تنقل فیھم قرنا فقرنا	الی ان جاء خیر المرسلینا

احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور عظیم ساجدین کی جبینوں میں چمکتا ہوا منتقل ہوتا رہا۔ ان میں قرناً فقرناً" انتقال فرماتا ہوا خیر المرسلین تک آ گیا۔

حضرت عبدالمطلبؑ کا ایمان

سہیلیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؑ کو دعوت نہیں پہنچی۔ اور اس پر بہت سے دلائل آتے ہیں جو گواہی دیتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین حنیف اور توحید پر تھے۔

ابن سید الناس نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ لیکن یہ کسی امر کی صحیح یا ضعیف حدیث میں وارد نہیں ہوا۔ پس اکثریت اسی پر ہے کہ آپ کو دعوت اسلام نہیں پہنچی۔ یا یہ کہ وہ دین حنیف پر تھے۔ اور اس کی تائید

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد فرہوتی ہے۔

بعث جدی فی زی الملوک و ابھتہ الاشراف

یعنی میرے جد امجد حضرت عبدالمطلبؑ کو بادشاہوں اور اشراف رؤسا میں اٹھایا جائے گا۔

سیرت حلبیہ سے اس کا ذکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا گیا ہے۔ اس حدیث کی تائید ان بشارتوں سے بھی ہوتی ہے جو اجبار و کہلان کی زبان سے آپ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سنیں اور اس کے ساتھ جو آپ نے خواب اور اشارات دیکھے۔ یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو گیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری زمانے کے موعود نبی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نے ان کا ذکر صحابہ کرام میں کیا ہے۔ ان میں سے حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اور ابن سکن نے آپ کو صحابی بیان کیا ہے۔ جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا ذکر آیا جیسا کہ انہوں نے بحیرہ راہب میں اور ان کی مثل لوگوں کا ذکر صحابہ میں کیا ہے جو بعثت سے قبل انتقال کر گئے تھے۔ اگرچہ محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ صحبت کا ثبوت نہیں کیونکہ بعثت کے بعد اجتماع پر متوقف ہیں۔

اور حضرت عبدالمطلبؑ سے روایات مروی ہے جن کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو پہچانتے تھے۔ ایک یہ کہ بنی مدلج کے لوگ قیافہ سے آثار و علامات کو پہچانتے تھے۔ انہوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں انہیں کہا کہ آپ ان کی حفاظت کریں۔ پر ہم کسی کے قدم کو اس کے قدم کے مشابہ نہیں دیکھتے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عبدالمطلبؑ کے درمیان قدم نہیں دیکھتے۔

ایک روز آپ کعبے میں تھے اور نجران کا اسقف یعنی نصاریٰ کے دین میں ان کا سردار آپ کے پاس تھا اس نے آپ سے گفتگو کرتے ہوئے آپ سے کہا ہم آپ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے نبی تق کی صفت پاتے ہیں اور وہ اسی شہر میں پیدا ہوں گے' اور ان کی ایسی اور ایسی صفت ہے۔ آپ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے تو اس نے آپؐ کی چشمان مبارک' پشت مبارک اور پاؤں مبارک کو دیکھ کر کہا وہی ہے وہی ہے۔ کیا یہ تجھ سے ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا! یہ میرا بیٹا ہے۔

اسقف نے کہا: میں ان کو باپ کو زندہ نہیں دیکھتا۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: یہ میرے بیٹے کا بیٹا ہے۔ یہ والدہ کے بطن میں تھے اور ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔

اسقف نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے۔

حضرت عبدالمطلبؑ نے اپنے بیٹوں کو فرمایا! اپنے بھائی کے بیٹے کی حفاظت کرو۔ کیا تم نے سنا جو اس میں کہا گیا ہے۔

Presented by www.ziyaraat.net

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت و حفاظت پر مامور تھی۔ ایک دن غافل ہو گئی تو آپ کو نہ دیکھا۔ پھر حضرت عبدالمطلب کو اپنے سرہانے کھڑے دیکھا تو انہوں نے فرمایا! اے برکت' میں نے کہا لبیک' آپؑ نے فرمایا کیا تو جانتی ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کو کہاں پایا؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتی۔
انہوں نے کہا: میں نے انہیں لڑکوں کے ساتھ بیری کے درخت کے قریب دیکھا۔ میرے بیٹے سے غافل نہ ہوا کر کیونکہ اہل کتاب کا گمان ہے کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔ اور میں ان میں سے ان پر ایمان نہیں لا سکوں گا۔
حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی کھانا نہ کھاتے یہاں تک کہ کہتے میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ یا آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو انہیں اپنی آغوش میں بٹھا لیتے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ اپنے اوپر بٹھا لیتے اور آپؐ کے ہاتھ سے لقمہ لے کر فرماتے ان کا کھانا خوشبودار ہے۔

حضرت عبدالمطلبؓ کے وسیلہ سے بارش

حضرت رقیقہ بنت ہاشم بن عبدمناف رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنہوں نے اسلام قبول کیا اور شرف صحابیت حاصل کیا۔ فرماتی ہیں کہ قریش قحط سالی کا شکار تھے اور ان کے مالوں جانوں پر ہلاکت طاری تھی۔ میں نے خواب میں ہاتف کو یہ کہتے ہوئے سنا اے گروہ قریش! تم میں نبیؐ مبعوث ہو چکا ہے۔ یا یہ اس کے نکلنے کا وقت ہے۔ وہ تمہارے لئے زندگی اور شادابی لائے گا۔ تو ایسے شخص کو دیکھو جو تم میں بزرگ' بلند قامت' ستواں ناک والا' خوش رو' لانبی پلکوں والا اور لائق افتخار حسب والا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو اور تم اپنے بیٹوں کو لے کر نکلو۔ اور ہر وادی سے ایک شخص خوشبو لگا کے نکلے اور کعبے کا طواف کرنے کے بعد کوہ ابو قیس پر جاؤ۔ وہ دعا کرے اور تم آمین کہو تو بارش ہو جائے گی اور زندگی عمدہ ہو جائے گی۔
جب صبح ہوئی تو میں نے انہیں اپنے خواب کا واقعہ سنایا۔ چنانچہ لوگوں نے جمع ہو کر دیکھا تو یہ تمام صفات حضرت عبدالمطلبؓ میں پائیں۔ اور ہر وادی کے لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو جو انہیں کہا تھا انہوں نے کیا اور ابو قیس کی چوٹی پر چڑھ گئے' ان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور آپؐ کی عمر لڑکپن کی تھی۔ حضرت عبدالمطلب نے آگے بڑھ کر کہا الٰہی! یہ تیرے غلام اور کنیزیں اور تیری کنیزوں کے بیٹے ہیں۔ جو ہم پر نازل ہوا اسے تو دیکھتا ہے۔ ہمارے اونٹ' گھوڑے' بھیڑ' بکریاں وغیرہ ہلاکت کو پہنچ گئے ہیں۔ ہم سے اس قحط سالی اور خشکی کو دور فرما اور ہمیں حیات عمدہ اور شادابی عطا فرما۔ ابھی لوگ وہاں سے واپس بھی نہیں ہوئے تھے کہ بارش ہونے لگی۔

حضرت رقیقہ فرماتی ہیں: میں نے قریش کے سرداروں کو سنا کہ وہ بھی حضرت عبدالمطلبؓ سے کہتے تھے اے ابا البطحا! آپ مبارک ہیں۔ آپ کے ساتھ اہل بطحا کو زندگی ملی ہے اور اس قصہ میں حضرت رقیقہ نے یہ شعر کہے۔

بشمیتہ الحمد اسقی بلوتنا — و قد علمنا البحی و الجلوذ المطر
فجاء بالماء جو نولہ سبل — و ان لعاشت بہ الانعام و الشجر
منا من اللہ بالمیمون طائرہ — و خیر من بشرت حقا بہ مضر
مبارک الاسم یستقی و الغمام بہ — ما فی الانام لہ عدل و لا خطر

شیبۃ الحمد! یعنی عبدالمطلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر میں بارش برسائی جبکہ بارش کے بغیر ہماری زندگی ہلاکت میں پڑ چکی تھی۔
پانی کے ساتھ چوپائے اور درخت زندہ ہو گئے اور انہیں شادابی مل گئی۔
ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے برکت و تیمن حاصل ہوئے اور مضر کے حق میں خیر کی بشارت حاصل ہوئی۔
مبارک نام کے ساتھ بادلوں نے بارش برسائی۔ لوگوں میں کوئی بھی اس جیسی شان و عظمت کا مالک نہیں۔

قیس و مضر کے شہروں میں بارش

جب یہ بارش بلاد قیس و مضر میں نہ ہوئی تو ان کے بڑے بڑے لوگوں نے جمع ہو کر کہا۔ ہم بھوک اور خشکی میں جھلس رہے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کی وجہ سے لوگوں کو سیراب کیا ہے۔ ان کے پاس چلیں ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ سے بارش کا سوال کریں۔ چنانچہ وہ لوگ مکہ معظمہ کو چل پڑے اور حضرت عبدالمطلب کے پاس آ کر سلام کیا۔
حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: تمہارے چہرے اترے ہوئے ہیں؟
ان کے خطیب نے اٹھ کر کہا: قحط کے مارے ہوئے ہیں۔ ہمیں آپ کے متعلق درست خبر پہنچی ہے تو آپ ہمارے لئے اس کے حضور میں سفارش کریں۔ جہاں آپ سفارش کرتے ہیں تاکہ وہ آپ کے لئے بارش برسائے۔
حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میں نے تمہاری بات سن لی ہے اور مان لی ہے۔ تمہارے ساتھ کل کا وعدہ ہے۔
صبح ہوئی تو حضرت عبدالمطلبؓ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ اور لوگ بھی اپنے لڑکوں کو ساتھ لائے تھے

Presented by www.ziyaraat.net

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوٹی عمر میں آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ کے لئے کرسی رکھی گئی اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں اٹھا کر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عبدالمطلبؓ کھڑے ہوئے اور ہاتھوں کو اٹھا کر کہا: الٰہی! اے برق خاطب اور رعد قاصف کے رب! اے رب الا رباب اور مشکلیں دور فرمانے والے۔ یہ قیس و مضر خیرا لبشر ہیں۔ ان کے سردار بکھرے ہوئے ہیں اور قحط کا ظہور ہے۔ یہ تجھ سے اپنے اموال اور جانوں کی کمزوری اور ہلاکت کی شکایت کرتے ہیں۔

الٰہی ! ان کے لئے زمین کو نرم کرنے والے اور زمین میں سیلاب سے شگاف ڈال دینے والے بادل برسا۔ ان کی زمین میں نباتات کی روئیدگی ہو اور نقصان دور ہو جائے۔

ابھی آپ کا کلام ختم نہیں ہوا تھا کہ بارش شروع ہو گئی اور وہ لوگ اپنے شہروں کو تیار ہو گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے انہیں فرمایا ! اے ابو قیس و مضر کے گروہ! واپس جاؤ تمہارے ہاں بارش ہو گئی ہے۔ جب وہ لوٹے تو ان کے ہا۔ بارش ہو رہی تھی۔

ابن جوزی نے بیان کیا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف سات برس تھی کہ آپؐ کی آنکھیں دکھنا آ گئیں۔ مکہ معظمہ میں علاج کروایا۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ لوگوں نے حضرت عبدالمطلبؓ کی خدمت میں عرض کی! آپ انہیں عکاظ کی بستی میں لے جائیں وہاں ایک راہب آنکھوں کا علاج کرتا ہے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار ہو کر وہاں گئے اور آواز دی۔ کلیسا کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے کوئی جواب نہ آیا تو کلیسا کانپنے لگا اور آپ ڈر گئے کہ کہیں ان پر گر نہ جائے۔ راہب تیزی سے باہر آیا اور اس نے کہا: اے عبدالمطلب! یہ لڑکا اس امت کا نبی ہے۔ اگر میں جلدی سے آپ کے پاس نہ آتا تو کلیسا مجھ پر گر پڑتا۔ آپ انہیں واپس لے جائیں اور ان کی حفاظت کریں۔ کہیں بعض اہل کتاب انہیں قتل نہ کر دیں۔ پھر اس نے علاج کیا اور دوا دے دی۔

ایک روایت میں ہے کہ راہب نے کتاب نکالی اور اس کی طرف دیکھا اور پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا پھر کہا یہ خاتم النبیین ہیں۔ پھر کہا: اے عبدالمطلب ان کی آنکھیں خراب ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ راہب نے کہا: یہ دوائی لے کر ان کی آنکھوں میں ٹپکا دیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے دوا لے کر آپؐ کی آنکھوں میں ٹپکائی تو اسی وقت آرام آگیا۔

پھر راہب نے کہا : اے عبدالمطلب خدا کی قسم ! یہ دوائی آنکھوں کا مرض دور کر دیتی ہے اور اس سے شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت عبدالمطلب کی شریعت کیا تھی؟

اس سے پہلے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملہ مناقب بیان ہوئے ان سے آپ کے توحید پر

ہونے کے دلائل ہیں۔

ان میں سے یہ ہے کہ آپ اپنے بیٹوں کو مکارم اخلاق کا حکم دیتے۔ غار حرا میں خلوت گزین ہوتے۔ مسکینوں کو کھانا کھلاتے۔ یہاں تک کہ طیور و وحوش کے لئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھانا بکھیر دیتے تھے۔ علاوہ ازیں چور کا ہاتھ کاٹنا' ایفائے نذر کرنا اور خود پر شراب کو حرام قرار دینا۔ زنا اور محرمات کے نکاح سے روکنا۔ اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کرنا بھی بیان ہوا ہے۔ اور آپ برہنہ ہو کر طواف کعبہ سے روکتے۔ اور ان کا قول ہے کہ اس جہان کے پیچھے ایک جہان ہے جہاں نیکی کا بدلہ نیکی اور برائی کا بدلہ برائی دیا جائے گا۔ اور ان میں آپ کا وہ قول ہے جب اہل مکہ نے اصحاب فیل کے آنے پر آپ کو بلایا تو آپ نے فرمایا

لا هم ان المرء یمنع　　رحله فامنع رحالک
و انصر علیٰ آل صلیب　　و عابدیٰ الیوم آلک

اور ان میں سے آپ کا وہ قول جب آپ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو آپ تیروں سے فال لیتے وقت کہتے تھے۔

یا رب انت الملک المحمود　　وانت ربی الملک المعبود
من عند ک الطارف و التلید

یہی توحید ہے

تو کیا توحید اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ ہرگز نہیں خدا کی قسم یہی توحید ہے رہا شریعت کی فروغ تو وہ بالا جماع بعثت پر متوقف ہیں۔ اس سے پہلے کوئی شخص ان کا مکلف نہیں اور ان سے پہلے بیان ہوا کہ ان کے لئے کعبے کے سائے میں فرش بچھایا جاتا ہے جس پر سوائے ان کے نہ کوئی بیٹھتا اور ان کے گرد اشراف قریش بیٹھتے تھے۔ تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے اور ان کے ساتھ بیٹھتے تو آپ کے بعض چچوں نے آپؐ کو روک دیا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں فرمایا! میرے بیٹے کو واپس لا کر میرے پاس بٹھاؤ۔

یہ آداب شہنشاہی کو جانتے ہیں اور قدر نعمت کو پہچانتے ہیں۔

ان کے لئے بڑی شان ہے۔ مجھے امید ہے کہ انہیں کہ شرف حاصل ہو گا جو ان سے پہلے نہ کسی عربی کو ملا

Presented by www.ziyaraat.net

ہے اور نہ ان کے بعد کسی کو ملے گا۔
اور جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی چارپائی کے پیچھے رو رہے تھے۔

حضرت عبدالمطلبؓ بادشاہوں کے ساتھ

ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ سیف بن ذی یزن حمیری حبشہ کا عامل مقرر ہوا اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف دو سال تھی تو اس وقت عرب کے وفود اور اشراف و شعراء اسے شاہ حبشہ کی ہلاکت اور اس کی ولایت کی مبارک باد دینے آئے۔ کیونکہ یمن کے بادشاہ نے حمیر کو حبشہ سے نکال دیا تھا۔ اور اس نے ستر سال حبشہ پر حکومت کی۔
پھر سیف بن ذی یزن حمیری نے یمن کے بادشاہ کو نکال دیا اور اس میں مستقر بنایا جس پر اس کے آباء تھے۔
پس ہر طرف سے اہل عرب اسے مبارک باد پیش کرنے کے لئے اُمڈ آئے۔ ان میں قریش کا وفد بھی تھا جن میں حضرت عبدالمطلبؓ، امیہ بن شمس اور ان کے بڑے بڑے روساء جیسا کہ عبداللہ بن جدعان تیمی، اسد بن عبدالعزیٰ، وہب بن عبدمناف بن زہرہ و قصی بن عبدالدار تھے۔ حمیری قصر صغاء میں تھا ار اس محل کو کستوری میں بسایا گیا تھا حمیری کے سر پر تاج تھا اور ہاتھ میں تلوار تھی۔ اور حمیر کے شہزادے اس کے دائیں بائیں بیٹھے تھے۔ جب قریش کا وفد وہاں پہنچا تو اس نے لوگوں کو محل میں بلوایا اور حضرت عبدالمطلبؓ اس کے سب سے زیادہ قریب بیٹھے تھے۔

بادشاہ سے ہم کلامی

سید سمہودی کی وفاء الوفاء میں ہے کہ انہوں نے اسے سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے پایا اور اس کے ارد گرد اشراف یمن سونے کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے قریش کے وفد کے لئے بھی سونے کی کرسیاں لگوائیں جن پر حضرت عبدالمطلب کے علاوہ سب لوگ بیٹھ گئے۔ آپ نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر گفتگو کی اجازت طلب کی۔ اس نے کہا اگر آپ بادشاہوں کے سامنے کلام کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اجازت ہے۔
جب آپ نے فرمایا: اے بادشاہ اللہ تعالیٰ نے یہ رفیع الشان محل تیرے لئے یقیناً حلال کیا ہے۔
تیرے سلف بہترین سلف تھے اور تو ان میں بہتر خلف ہے۔ وہ ہلاک نہیں ہوتا جس کا ذکر اس کے پیچھے

ہے۔ تیرے اسلاف کا ذکر بھی ہرگز پوشیدہ نہیں رہے گا کہ تو ان کے پیچھے ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حرم کے گھر والے ہیں اور اس گھر کے دربان ہیں۔ ہم تیری طرف چل کر آئے ہیں کہ تو نے ہمیں اس محض کی معیبت سے نجات دلائی ہے۔
پس ہمارا وفد تہنیت کے لئے آیا ہے۔ ترزئت اور تعزیت کے لئے نہیں آیا۔ آپ کی گفتگو یہاں تک پہنچی تھی کہ بادشاہ نے کہا اے کلام کرنے والے آپ کون ہیں؟
آپ نے فرمایا: عبدالمطلب بن ہاشم
بادشاہ نے کہا: آپ ہماری بہن کے بیٹے ہیں۔ کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ بنو خزرج سے تھیں اور وہ یمنی ہیں۔
آپ نے فرمایا: ہاں
بادشاہ نے کہا: میرے قریب آ جائیں۔
پھر آپ اس کی طرف اور اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھے۔

شاہ حبشہ کی پیشگوئی

بادشاہ نے کہا: آپ کا آنا جانا مبارک، آپ کی ناقہ اور کجاوے مبارک۔ آپ کی ناقہ کی قیام گاہیں آسودہ، آپ کا بادشاہ اور میزبان بڑی عطائیں کرنے والا ہے۔ اس نے آپ کی گفتگو سنی اور آپ کی قرابت داری کو پہچانتے ہوئے آپ کے وسیلے کو قبول کیا اب یہ دن اور راتیں آپ کی ہیں۔ آپ جب تک چاہیں قیام فرمائیں۔ ہر قسم کے عزت و احترام کے مستوجب ہو گے۔ اور جب آپ روانگی فرمائیں گے تو آپ کے لئے ہر قسم کی بخشش و نوازش کو پیش خدمت کیا جائے گا۔
پھر انہیں بادشاہ نے دار الضیافت اور دار الوفود میں چلنے کے لئے کہا اور ان کے لئے ہر قسم کی خورد و نوش کا بندوبست کر دیا۔ چنانچہ یہ لوگ وہاں پر ایک ماہ قیام پذیر رہے۔
اس دوران میں نہ تو ان کی بادشاہ سے ملاقات ہوئی تھی اور نہ انہیں جانے کی اجازت ہوتی تھی۔ پھر بادشاہ نے ان کی خبرگیری کی اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا بھیجا اور انہیں اپنے قریب کرکے کہا: اے عبدالمطلبؓ! میں آپ کو ایک راز کی بات بتانا چاہتا ہوں جو آپ کسی کو نہیں بتائیں گے۔ چونکہ میں نے آپ کو اس معدن کا سمجھا ہے اس لئے آپ سے یہ بات کر رہا ہوں۔ جب تک وہ ظاہر نہ ہوں اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب مکنون اور ذخیرہ شدہ علوم سے اسے معلوم کیا ہے۔ جسے نہ ہم بھول سکتے ہیں اور نہ اپنے علاوہ کسی کو بتا سکتے ہیں۔ وہ خیر عظیم اہم ترین اور بلند پایہ چیز ہے اس میں

Presented by www.ziyaraat.net

زندگی کا شرف اور موت کی فضیلت ہے جو دوسرے لوگوں کے لئے عام طور پر اور آپ کی قوم کے لئے مکمل طور پر اور آپ کے لئے خاص طور پر ہے۔

عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے بادشاہ آپ نیکی بھی کر رہے ہیں اور راز بھی بتا رہے ہیں۔ آپ پر گروہ در گروہ نثار ہوں۔ آخر وہ ہے کیا چیز؟ آپ نے ایسی چیزوں سے خصوصیت حاصل کر رکھی ہے۔ اگر بادشاہ کا رعب اور عظمت پیش نظر نہ ہوتی تو میں سوال کرتا کہ آخر آپ نے مجھے ہی کیوں اس راز کا مستحق سمجھا۔ تاہم اس کے ساتھ میری خوشی میں اضافہ ہوا ہے۔

بادشاہ نے کہا: وہ تیرے قبیلے میں یا تو پیدا ہوں گے یا ہو چکے ہوں گے۔ ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو گا۔ ان کے والدین فوت ہو جائیں گے اور ان کی کفالت ان کے دادا اور چچا کریں گے۔

ان کی ولادت اہم ترین امور سے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں علی الاعلان دنیا میں مبعوث فرمائے گا۔ اور ہمارے قبیلے کے لوگ ان کے انصار و مددگار ہوں گے۔ ان کے دوست عزت حاصل کریں گے۔ اور ان کے دشمن ذلیل ہوں گے۔ اور بہت سے لوگ ان کے ذریعہ عزت و آبرو حاصل کریں گے۔ اور وہ لوگ ان کے ذریعہ دنیا کے بہت سے گوشوں کو فتح کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور شیطان کو دھتکار دیں گے۔ آتش کدوں کو ویران کریں گے اور بتوں کو توڑ دیں گے۔

ان کی ہر بات فیصلہ کن اور ہر حکم عدل و انصاف سے بھرپور ہو گا۔ وہ معروف کا حکم بھی دیں گے اور اس پر خود بھی عمل پیرا ہوں گے۔ منکر کو روکیں گے اور اس کا ابطال کریں گے۔

حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا: آپ کا مرتبہ بلند ہو اور آپ کا ملک ہمیشہ رہے اور آپ کی شہرت کو بلندی حاصل ہو۔ آپ نے اس راز کو بالوضاحت بیان کر دیا ہے اور مجھ پر اس پوری وضاحت ہو گئی ہے۔

بادشاہ نے کہا اے عبدالمطلبؓ: قسم ہے اس گھر کی جو حجابوں والا اور عظمت کی علامتوں والا ہے۔ بغیر جھوٹ کے آپ ہی ان کے دادا ہیں۔ آپ کا سینہ ٹھنڈا ہو اور قدر و منزلت اس سے بھی زیادہ بلند ہو۔ میں نے جو کہا ہے کیا آپ نے بھی اسے محسوس کیا ہے؟

حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا: ہاں میں نے بہت کچھ محسوس کیا' میرا ایک بیٹا جو مجھے بہت ہی پیارا' اور ہمیشہ میرے ساتھ رہتا تھا' ان کا نکاح میں نے اپنی قوم کی ایک معزز خاتون سے کیا جس کا نام آمنہ بنت وہب بن زہرہ ہے۔ اس کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا۔

ان کے والدین فوت ہو چکے ہیں۔ چنانچہ میں اور ان کا چچا ابو طالبؑ ان کی کفالت کر رہے ہیں۔

بادشاہ نے کہا یہ وہی بات ہے جو میں نے آپ سے کہی ہے۔ آپ اپنے بیٹے کی حفاظت کریں اور انہیں یہودیوں سے بچا کر رکھیں۔ کیونکہ وہ ان کے دشمن ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ان کو اس امر پر کامیابی نہیں دے گا تاہم یہ احتیاط حفاظت اور خوف کی وجہ سے ہے۔ اس لئے جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں ان سے بھی یہ

بات پوشیدہ رکھیں۔ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں ان کے دلوں میں حسد پیدا نہ ہو جائے۔ اور انہیں یہ خواہش نہ پیدا ہو جائے کہ رسالت انہیں مل جائے۔ اور یہ ان کے لئے دام بچھائیں اور جو ان کے لئے تکلیف کا باعث بن جائیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی اولاد سمیت بلاشبہ ایسے ہی کام کرتے رہتے ہیں۔

اگر مجھے آپؐ کی بعثت سے قبل اپنی موت کا علم نہ ہوتا تو میں اپنے لاؤ لشکر سمیت یثرب پہنچ جاتا۔ کیونکہ میں اپنی کتاب ناطق اور علم سابق میں دیکھ رہا ہوں کہ یثرب آپؐ کا دار الحکومت آپؐ کا مقام نصرت اور مدفن ہو گا۔ اگر مجھے ان پر مصیبتیں اور تکلیف وارد ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ان کے حاسدوں کے سامنے ان کی خوبیاں بیان کرتا اور عربوں کے نیزوں پر ان کی عظمتوں کے پرچم لہراتا۔ مگر اب میں یہ امر کامل طور پر آپ کے سپرد کرتا ہوں۔

پھر اس نے آپ کی قوم کو بلایا اور ان میں سے ہر ایک کو دس دس سیاہ غلام' دس دس کنیزیں' دو دو سفید پوشاکیں' دس دس رطل سونا' دس دس رطل چاندی' سو سو اونٹ اور امبر کی بھری ہوئی ایک ایک کرسی دی اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تمام اشیاء دس گنا کر کے پیش کیں۔ اور کہا کہ ایک سال بعد مجھے تمام معاملہ کی اطلاع کر دینا۔ مگر بادشاہ یہ سال پورا ہونے سے پہلے ہی مر گیا۔

چنانچہ حضرت عبدالمطلبؓ اپنے ساتھیوں سے اکثر کہا کرتے تھے' تم میں سے کوئی شخص ان دس گنا عطیات کی وجہ سے مجھ پر رشک نہ کرے جو بادشاہ نے مجھے دیئے ہیں۔ ہاں اگر رشک کرنا ہے تو فخر و عزت کی اس بات پر کرے جو بادشاہ نے مجھے بتائی اور میرے ساتھ ہی مخصوص کر دی تھی۔

لوگ آپ سے پوچھتے کہ وہ کیا چیز ہے۔ تو آپ فرماتے عنقریب کچھ مدت کے بعد تم پر وہ بات ظاہر ہو جائے گی۔

ساجدین میں پھرنا

زرقانی نے شرح مواہب میں کہا اور فخر الدین رازی نے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ارشاد **وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ** کی تفسیر میں کیا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلاب طاہرین اور ارحام طاہرات میں منقلب ہوتے رہے۔ اور یہ اس آیت کی تفسیر کی وجہ سے ایک وجہ ہے۔ اور اسی وجہ میں آیت کا حصر مراد نہیں۔ لیکن یہ وجہ قبول کے ساتھ اولیٰ ہے۔

ابن سعد' بزار' طبرانی اور ابو نعیم نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد **وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ** کی تفسیر میں کہا: آپؐ نبی سے نبی کی طرف اور نبی سے نبی کی طرف لوٹتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نبیؐ پیدا ہوئے تو آپ کے ساجدین میں پھرنے کی تفسیر آپ کا اصلاب انبیاء میں پھرنا

Presented by www.ziyaraat.net

ہے۔ اور اگر واسطوں کے ساتھ اور آیت کا محل ان سے اعلام کریں تو یہ لوگ وہ نمازی ہوں گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہمیشہ رہے۔

کلمہ باقیہ

ابن منذر نے ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد **رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ** کی تفسیر میں نقل کیا، فرمایا کہ: ذریت ابراہیم علیہ السلام سے ہمیشہ ایسے لوگ رہے ہیں جو فطرتاً" اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد **وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ** کی تفسیر میں کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے رہنے والا کلمہ باقیہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی وہ گواہی ہے اور توحید ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول **من بعدہ** کے مطابق ان کی اولاد میں ہمیشہ باقی رہی۔

آزر کون تھا

شہاب ابن حجر ہیثمی نے کہا کہ اہل کتاب اور تاریخ کا اس پر اجماع ہے کہ آزر حقیقتاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔ اور وہ ان کا چچا تھا اور عرب چچا کو باپ کے نام سے پکارتے ہیں۔ جیسا کہ فخر الدین رازی نے اس میں کہا ہے۔

بلکہ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔ **وَاِلٰهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِيمَ وَ اِسْمَاعِيلَ** یعنی آپ کے باپ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا معبود۔ باوجود اس کے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔ اور بے شک سلف کی جماعت میں رازی نے اس میں سبقت کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، مجاہد، ابن جریج اور سعدی سے سندوں کے ساتھ روایت ہے کہ یقیناً آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ ان کے والد گرامی کا نام تارخ تھا۔

ابن منذر نے تارخ کی اس خبر پر موافقت کرتے ہوئے اس کی صراحت کی اور کہا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔

زرقانی نے کہا: جو لوگ متاخرین کے اس عمل کو عدم صحت پر محمول کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہنا شیعوں کی اتباع کرنا ہے تو وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ اور یقیناً یہ گمان کتاب و سنت اور اہل کتاب و سنت وغیرہ کی مخالفت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد مفسرین اور

دوسروں کے نزدیک بالاتفاق کافر ہیں۔ معاذ اللہ۔ اور بے شک ان کے نام میں اختلاف ہے۔ اور اس بیان میں طوالت بے فائدہ ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ تقیہ کا احتجاج محل نزاع ہے اور اس سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ اور اس قول کا حصہ شیعہ کے لئے کرنا باطل ہے۔ اور یہ قول سلف کا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے۔ اسے رازی نے بیان کیا ہے۔ اور حافظ سنت نے اپنے زمانے میں اسے نقل کیا ہے اور اس کا اقرار کیا اور اس کی تائید کی۔ اس سے فرار نہیں اور اس میں دیکھنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔ اور بے شک رازی نے اس آیت کے ان معنوں میں آئمہ شافعیہ سے ماوردی کے اس استدلال پر موافقت کی جو دونوں کے کافی ہے۔

اہل فترت کو عذاب کیسے ہوگا

رہا بعض اہل فترت کی تعذیب میں وارد ہونے والی خبروں کا معاملہ اور ان کی نجات کے قول کے لئے عارضہ تو اس کا علماء نے کئی جوابات سے جواب دیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ کہ اخبار احاد قاطع کی معارض نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا

باوجود اس کے ان اخبار میں اکثر ضعف ہیں۔ اور قبول صحت تاویلاً" ہے یا وہ منسوخ ہیں تو آپ کے والدین کے حق میں اس کے مخالف ہیں۔

معارض احادیث

ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ ایک اعرابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی میرا باپ صلہ رحمی اور اچھے کام کرتا تھا تو وہ کہاں ہے۔

آپ نے فرمایا: جب تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گذرے تو اسے آگ کی بشارت دینا۔ تو اعرابی نے اسلام قبول کرلیا۔

جواب اس حدیث کا

پس کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متکلفاً" اس کے تعجب کے پیش نظر فرمایا کہ جب تو کسی کافر

Presented by www.ziyaraat.net

کی قبر کے پاس سے گذرے تو اسے آگ کی بشارت دینا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خوبصورت ترین جواب دیا۔ کہ جب بھی کوئی کافر کی قبر کے قریب سے گذرے تو اسے آگ کی بشارت سنائے۔ جبکہ یہ عادت جاریہ ہے۔ جب اعرابی نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے واضح جواب اس ڈر کی وجہ سے نہ دیا کہ وہ فتنے اور اضطراب قلب میں مبتلا ہو جائے گا۔ بلکہ ایسا جواب دیا جس میں اخفاء و پوشیدگی تھی اور حقیقت حال کو واضح نہیں کیا۔ چونکہ اس مقام پر باپ کے لئے باپ کی مخالفت میں اس کے ارتداد کا خوف تھا جبکہ لوگوں کی جبلت اس پر ہے کہ استثناء سے کراہت کرتے اور عرب تو اس میں اور بھی سخت دل ہیں اور کسی کو مار سے بچانے کے لئے اس پر اوندھے ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تالیف قلبی کے لئے غیرواضح جواب دیا۔ تو اس لفظ پر تعین اعتماد اور اس سے قبل اس کے علاوہ پر جو کہ دوسری بالمعنی روایت میں بیان ہوا۔ جیسا کہ مسلم میں ہے۔

ایک شخص نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میرا باپ کہاں ہے؟

آپ نے فرمایا: آگ میں۔

جب وہ جانے لگا تو آپ نے بلا کر فرمایا: تیرا باپ اور میرا باپ آگ میں ہیں۔

یہ روایت منکرہ ہے اور علماء نے اس میں کثیر کلام کیا ہے۔ خاص طور پر زرقانی نے شرح مواہب میں بہت ہی اچھا کہا ہے۔ کہ اس روایت میں لوگوں نے تصرف کیا ہے۔ اور اختلاف روایات ہے۔ جب کہ پہلی روایت درست ہے۔

غایت اتفاق و بیان یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عام لفظ صادر ہو اور اعرابی نے اسلام لانے کے بعد مثال کے لئے امر مقتضی دیکھا تو اس میں مثال کے علاوہ وسعت نہیں۔ پھر اگر اتفاق رواۃ فرض کرلیں تو مسلم کی حدیث قرآن کے دلائل سے معارض ہے اور اہل فترت کے لئے دلائل وارد ہیں۔

اور جب صحیح حدیث کا دوسرے دلائل سے عارضہ ہو گا تو اس کی تاویل کی جائے گی۔ اور ان دلائل کی اس پر تقدیم مقررہ اصولوں سے ہو گی۔ پس اگر کہا جائے کہ اہل فترت پر کسی چیز کا فیصلہ نہیں جب تک وہ امتحان سے نہ گذریں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل کے باپ کو کیسے فرمایا کہ اہل نار ہے۔

اس کے جواب میں علامہ سیوطی نے یہ جواز پیش کیا کہ وہ امتحان کے وقت گنہگار ثابت ہو گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس امر کی وحی آئی ہو گی کہ وہ اہل نار سے ہے۔ تو بے شک اس کی حدیث اہل فترت کی احادیث پر مقدم ہے۔ اور انہیں منسوخ کرتی ہے۔ اس جواز کے ساتھ کہ وہ زند تھا اور اس نے بعث کو دیکھا اور اسے دعوت پہنچی اور اپنے عقیدہ پر جما رہا اور آپ کے زمانہ میں مرگیا تو اس کے لئے

البتہ کوئی عذر نہیں۔

زرقانی نے کہا: تیسرے میں تامل ہے۔

اگر ایسے ہی آپؐ کے والد کریم کے بارے میں پوچھا تھا تو اس فرق کی وجہ ظاہر ہے۔ کیونکہ اس کے باپ کو بعثت کی دعوت پہنچی تھی۔ اور آپؐ کے والد گرامی کو یہ دعوت نہ پہنچی تھی۔

اللھم کیا اعرابی کے جواب میں وہم ہے اس کے لئے بلوغ بعثت کافی نہیں یہاں تک کہ اس نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشاہدہ کیا اور انکار نہیں کرتا۔ یہ اس لئے ہے کیونکہ وہ اس وقت دین میں غور و فکر نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ وہ اس وقت اسلام بھی نہیں لایا تھا۔ جیسا کہ حضرت سعد اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں صراحت ہے جبکہ بعض نے یہ قصہ روایت کیا ہے۔ کہ اس نے اپنی ماں کے بارے میں سوال کو جمع کیا تھا۔

نجات کے بارے میں معارض احادیث

مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی مغفرت کی طلب کی تو اجازت نہ ملی۔ ان کی قبر کی زیارت کا سوال کیا تو اجازت مل گئی۔ پس مجھے قبروں کی زیارت کی اجازت ہے۔ الاخر۔

جواب اس حدیث کا

جیسا کہ زرقانی میں اس کا جواب یہ ہے کہ عدم استغفار کی حدیث کفر پر دلالت نہیں کرتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع اسلام میں اس نماز کو ممنوع نہیں فرمایا جو لوگ اپنے پہلے دین کے مطابق ادا کرتے تھے۔ اور اس کا ادا کرنا ترک نہیں کیا اور مسلمان کے لئے استغفار کے لئے علل ہیں۔ اور اس کے لئے استغفار ثواب پہنچانے کے لئے ہے۔ تاکہ وہ اپنے جس بزرگ مقام سے فاصلے پر محبوس ہے اس سے اپنے مرتبے میں چلا جائے یہاں تک کہ قرضہ ادا ہو جائے۔

تو بے شک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ مکرمہ کفر کے علاوہ امور کی بنا پر جنت سے برزخ میں محبوسہ و متحنفہ تھیں۔ چنانچہ اس اقتضاء کے پیش نظر پہلے استغفار کی اجازت نہ ملی۔ یہاں تک کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرما دی۔

رہی حدیث کہ میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے تو اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ نیز اس سے یہ لازم بھی

Presented by www.ziyaraat.net

نہیں آتا کہ وہ آگ میں ہوں گی۔ کیونکہ اس کے لئے جائز ہے کہ یہ معیت دار برزخ یا اس کے علاوہ کی ہو۔ اور یہ کہ اس سے دونوں کے دل راحت پائیں۔

کہا کہ اس سے زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ اس کا صدور اس وحی سے پہلے ہو کہ آپ اہل جنت سے ہیں۔ جیسا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبع کے لئے فرمایا کہ میں نہیں جانتا' تبع اہل اسلام تھا یا نہیں۔

حاکم اور ابن شاہین نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت کی ہے کہ تبع کی شان میں وحی آنے کے بعد آپؐ نے فرمایا: تبع کو گالی نہ دو وہ مسلمان تھا۔

ابن شاہین کے ناسخ و منسوخ میں سہل اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تخریج کی ہے کہ دونوں کی شان میں پہلے کسی چیز کی وحی نہیں آئی تھی۔ اور نہ ہی ان کے وقت اختصار کا آخری کلمہ اور تذکرہ آپ تک پہنچا تھا۔ پس ان دونوں کی ماں کے بارے میں جاہلیت کے قاعدہ جاریہ کے مطابق یہ بات نکل گئی۔ پھر اس پر بعد کہ امر کی وحی آئی۔ کہا کہ ممکن ہے اس کے ساتھ جواب ہو کہ وہ موحدہ تھیں۔ سوائے اس کے کہ انہیں بعثت و نشور کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ اور یہ بڑی اصل ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں آپ کے لئے زندہ فرمایا تو وہ آپ کی بعثت اور جو تمام شریعت میں ہے اس پر ایمان لائیں۔ اور آپ کا زندہ ہونا حجتہ الوداع تک اس لئے موخر کیا گیا کہ شریعت کے تحت آ جائیں اور اس روز **اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** نازل ہوا تو وہ زندہ ہو کر جو آپ پر نازل ہوا تھا سب پر ایمان لے آئیں اور یہ نفیس و بلیغ معنی ہیں۔

اور اس سے قبل قاضی عیاض کا قول گذر چکا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر رونا ان پر عذاب ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ آپؐ کو تاسف تھا کہ وہ آپ کی بعثت کا زمانہ دیکھنے اور آپ پر ایمان لانے سے قبل انتقال فرما گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ کو آپ کے رونے پر رحم آگیا اور انہیں زندہ فرما دیا اور وہ آپ پر ایمان لے آئیں۔

مشرکوں کے لئے استغفار

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاکم نے روایت کی ہے کہ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی طرف اشارہ کرکے چلنے کا ارادہ فرمایا تو ہم نے بھی آپ کی اتباع کی یہاں تک کہ آپ ان میں سے ایک قبر کے پاس بیٹھ کر طویل مناجات کرتے رہے۔ پھر آپ رونے لگے تو ہم بھی آپ کو روتا دیکھ کر رونے لگے۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کی طرف کھڑے ہو گئے تو آپ نے دعا فرمائی۔ پھر ہمیں بلا کر فرمایا! تم کیوں روتے تھے؟ ہم نے کہا آپ کے رونے سے روتے

تھے۔ آپؐ نے فرمایا: میں جس قبر کے پاس بیٹھا تھا وہ میری ماں آمنہؑ کی قبر تھی۔ میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مل گئی۔ اور میں نے دعا کی۔ اور ایک روایت میں ان کے لئے استغفار کی اجازت طلب کی تو اجازت نہ ملی اور مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ما کان للنبی و الذین امنوا ان ان یستغفر و اللمشرکین و لو کانوا اولی قربی

یعنی نبی اور مومنوں کی شان کے لائق نہیں کہ مشرکین کے لئے استغفار کریں اور اگرچہ وہ ان کے قریبی ہوں۔ (التوبہ ۱۱۳)

تو میں نے وہی کیا جو بیٹا والد کے لئے کرتا ہے۔ یعنی رقت و شفقت

جواب اس روایت کا

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور ابن معین وغیرہ نے اس کا ضعف بیان کیا ہے۔ ذہبی نے کہا: اس کے راویوں میں ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔ سیوطی نے کہا یہ اس کی صحت میں علت قدح ہے چنانچہ حاکم کو نہیں پہنچتا کہ اسے صحیح کہے۔

یہ آیت والدین کے حق میں نہیں

رہا بعض مفسرین کا یہ بیان کہ

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ (بقرہ۔ ۱۱۹)

بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا۔ خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ کیا جائے گا۔

یعنی ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور آپ سے اصحاب جحیم کے بارے میں سوال نہیں ہو گا۔

یہ آیت کریمہ آپ کے والدین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ تو یہ باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ابو حیان نے بحر المحیط میں کہا: اس آیت کے سابقے لاحقے اس امر پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ بعض اہل فترت کے عذاب کے بارے میں صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے جیسا کہ بخاری مسلم کی یہ حدیث۔

Presented by www.ziyaraat.net

حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً" روایت ہے میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا وہ آگ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے۔

جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے میں نے آنکڑے والے کو آگ میں دیکھا۔ اور وہ چور تھا جو آنکڑے میں پھنسا کر حاجیوں کا سامان چرایا کرتا تھا۔ جب کوئی حاجی اسے دیکھ لیتا تو وہ کہتا آنکڑے میں ازخود پھنس گیا۔ اور جب کوئی غافل ہوتا تو اس کا سامان لے جاتا تھا۔

ان اعتراضات کا جواب

اس کے کئی جواب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ یہ اخبار احاد ہیں۔ جن سے گمان مستفید ہوتا ہے۔ تو یہ قطعی حدیث کے معارض نہیں اور یقیناً ان کا غیر معذب ہونا آیات قرآنیہ سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ آیات کو اس پر مقدم رکھیں اگرچہ صحیح ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں عذاب کی کمی ان پر اتباع وارد کرنے کے لئے مذکور ہے۔ چنانچہ ان پر ان کے سوا نقیض اور ضد نہیں تو قطعی کے منافی نہیں۔ اور ان کے لئے عذاب میں سبب موقع کے ساتھ اللہ ہی جانتا ہے۔ اگرچہ ہم اسے نہیں جانتے تھے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں ذکر کیا گیا عذاب ان پر اور اہل فترت کے علاوہ لوگوں پر ہے۔ جیسا کہ عمرو بن لحی تو بے شک ان کے افعال گمراہی سے ہیں اور گمراہی ان کے لئے باعث عذر نہیں۔ جیسا کہ بتوں کی پرستش اور شریعت کو تبدیل کرنا۔ چنانچہ علماء نے اہل فترت کی تین اقسام بیان کی ہیں۔

قسم اول: وہ شخص جو ادراک توحید رکھتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنی بصیرت یا علم و خبر سے پہنچانتا ہو تو یہ دیکھنے والا غیر اللہ کی عبادت سے رک جاتا ہے۔ اور پھر ان میں سے شریعت میں داخل نہیں۔ جیسے قس بن ساعدہ ایادی۔ تو بے شک وہ ایام جاہلیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر ایمان لایا۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنی عقل سے پہنچانا۔ اور کہتا تھا کہ میں عنقریب اس وجہ سے حق کو پہچان لوں گا۔ اور مکہ معظمہ کی طرف اشارہ کرتا۔ لوگ اسے کہتے کہ یہ حق کیا ہے؟

وہ کہتا: لوءی بن غالب کی اولاد سے ایک شخص تمہیں کلمہ اخلاص اور ابدی راحتوں اور نہ ختم ہونے والی نعمتوں کی طرف بلائے گا۔ اگر وہ تمہیں بلائیں تو ان کی آواز پر لبیک کہنا۔ اگر میں جانتا کہ ان کی بعثت تک زندہ رہوں گا تو میں ان کی طرف کوشش کرنے والا پہلا شخص ہوتا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قس پر رحم کرے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے امت واحد میں اٹھائے گا۔ آئندہ اس کے اخبار میں مزید بیان ہو گا۔

جیسا کہ جنت کی بشارت والوں میں دس افراد میں سے سعید بن زید رضی اللہ عنہ' کے والد اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کے چچا جناب زید بن عمرو بن نفیل توحید کے متلاشی اور اوثان و شرک کی طرف سے الگ رہنے والے تھے۔ وہ بعثت سے قبل فوت ہوئے اور کہا کرتے تھے کہ میں اپنی قوم کی مخالفت کرتا ہوں اور ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کی ملت کی اتباع کرتا ہوں۔ اور اسی طرح اس کعبے کی طرف نماز پڑھتا ہوں جس طرح دونوں پڑھتے تھے۔

میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے مبعوث ہونے والے نبیؐ کا منتظر ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ انہیں دیکھ سکوں گا۔ میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ اور عامر بن ربیعہ کو کہا! تیری عمر لمبی ہے انہیں میرا سلام پہنچا دینا۔

عامر نے کہا: جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے سلام کا علم ہوا تو آپؐ نے اس پر رحمت و سلام لوٹایا۔ اور فرمایا: میں نے اسے جنت میں دیکھا وہ بڑے ناز سے

اور ان میں وہ ہیں وہ جو اپنے دور کی شریعت حق پر قائم تھے جیسا کہ تبع اور حمیری اس کی قوم اور اہل نجران اور ورقہ بن نوفل۔ تو یہ لوگ نصرانیوں کا دین منسوخ کرنے سے پہلے زمانہء جاہلیت میں نصرانی تھے۔

زرقانی نے کہا: حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین یقیناً پہلی قسم یعنی زید بن عمرو بن نفیل اور قس بن ساعدہ سے ہیں۔ بلکہ ان سے بہتر ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے۔

دوسری قسم: اہل فترت سے وہ ہے جس نے تغیر و تبدل کیا اور شرک کیا اور موحد نہیں۔ اور اس کی ذات کے لئے شرع اور حرام و حلال نہیں۔ تو عرب میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جیسا کہ عمرو بن لحی بن قمعہ بن الیاس بن مضر پہلا شخص ہے جس نے عربوں کے لئے دین ابراہیم علیہ السلام کی بجائے بتوں کی عبادت کا اجراء کیا۔ اس کا دار قمعہ بن خندف ابو خزاعہ ہے۔ اور خندف الیاس بن مضر کا جوڑا ہے۔

ابن اسحٰق نے عمر بن لحی کے تغیر و تبدل اور اس کے شرک کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ وہ شام کی طرف گیا۔ اس کے ساتھ اس وقت عمالیق تھے۔ اور وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اس نے ان میں سے ایک بت اٹھایا اور مکہ معظمہ میں آکر کعبے میں نصب کر دیا اس بت کا نام ہبل تھا۔

بعض نے کہا: ابو ثمامہ جن اس کے تابع تھا۔ وہ رات کو آیا تو اس نے کہا: ابو ثمامہ جواب دے۔ اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ اور بغیر کسی ملامت کے تہامہ میں داخل ہوا ہوں اس نے کہا:

تو اپنے دادے کی تلوار ہے تو اس کے معد کو معبود پائے گا لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف بلا۔

کہا کہ وہ اپنے دادے کی طرف متوجہ ہوا تو اسے ان بتوں میں پایا جن کی عبادت حضرت نوح علیہ السلام

Presented by www.ziyaraat.net

کے زمانے میں کی جاتی تھی تو وہ اسے مکہ میں اٹھا لایا۔ اور لوگوں کو عبادت کے لئے اس کی طرف بلایا پس اس وجہ سے بتوں کی یہ عبارت عرب میں نشر ہوئی۔

شیطانی تلبیہ

عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تلبیہ آ رہا تھا۔ **اللھم لبیک لا شریک لک لبیک** یہاں تک کہ عمرو بن لحی یہ تلبیہ پڑھ رہا تھا۔ کہ شیطان اس کے ساتھ بوڑھے کی صورت میں تلبیہ پڑھنے لگا۔
جب عمرو نے کہا: لبیک لا شریک لک۔ بوڑھے نے کہا الا شریک ہو لک
عمرو نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا یہ کیا ہے؟
بڈھے شیطان نے کہا: کہ **تملک و ما ملک** اس میں کچھ حرج نہیں۔
عمرو نے کہا: عربوں کے ساتھ فدیئے ہیں اور ان کے ساتھ شرع اور احکام ہیں۔ بڈھے نے کہا: پس بحر البحیرہ' سیب السوائب' وصل الوصیلت اور حمی الحامی چنانچہ جب اونٹنی پانچ جنتی تو آخری بچہ کے کان چیر دیتے اور اسے اس کی راہ پر چھوڑ دیتے۔ نہ اس پر سوار ہوتے نہ اس کا دودھ دھوتے نہ اسے چابک مارتے نہ اسے چارہ ڈالتے اور اس کا نام بحیرہ ہوتا۔ ان میں سے ایک شخص کہا کرتا تھا اگر میں بیماری سے شفا یاب ہو جاؤں یا سفر سے سلامتی کے ساتھ واپس آ جاؤں تو میں اپنی اونٹنی کو سائبہ قرار دوں گا۔ یعنی اسے بحیرہ کی مانند کر دوں گا۔ اور فائدہ اٹھانا میرے لئے حرام ہو گا۔
اگر بکری مادہ بچہ دیتی تو وہ ان کے اپنے لئے ہوتا۔ اور اگر نر دیتی تو وہ ان کے معبود کے لئے ہوتا۔ اور اگر نر اور مادہ دونوں دیتی تو اس کے بھائی سے ملا دیتے اور نر کو معبودوں کے لئے ذبح نہ کرتے۔
اور جب اونٹ کی پشت سے دس بچے پیدا ہو جاتے تو اس پر وہ سواری کو ممنوع قرار دیتے۔ اور اس کے لئے پانی اور چراگاہ کھلی چھوڑ دیتے اور کہتے کہ اس کی پشت محفوظ ہو گئی۔ چنانچہ وہ تمام اقسام کو اپنے شیاطین کے لئے مخصوص کر دیتے اور دیگر عرب بھی اس سلسلہ میں ان کی ان باتوں اور ان کے علاوہ ان باتوں کی پیروی کرتے جن کا بیان طویل ہے۔ جیسا کہ جن و ملائکہ کی عبادت کرنا اور بیٹے اور بیٹیوں کے کان چھیدنا اور ان پجاریوں کے لئے کعبے کی مانند گھر اور پردے بناتے جیسا کہ لات و عزیٰ اور منات کے لئے بناتے تھے۔

تیسری قسم: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ مشرک تھے نہ موحد۔ نہ نبی کی شریعت میں داخل نہ اپنی ذات کے لئے شریعت کی پیش قدمی کرنے والے۔ اور نہ ہی انہوں نے دین اختراع کیا بلکہ تمام عمران امور سے غفلت میں رہے اور جاہلیت کے زمانہ میں اس قسم کے لوگ زیادہ تھے۔

جب ہم اہل فترت کو تین اقسام پر محمول کریں گے تو صحت کے ساتھ جس کے لئے عذاب ہے وہ دوسری قسم ہے اور ان کا کفر پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔
اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس قسم کا نام کفار و مشرکین رکھا۔ پس ہم نے جب کبھی قرآن کے کلام سے ان میں سے کسی کا حال دیکھا تو ان پر کفر و شرک کا اطلاق کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس اختراع کا رد و انکار کرتے ہوئے فرمایا۔
مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّ لَا سَائِبَةٍ وَّ لَا وَصِيلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّ لٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (المائدہ ۱۰۳)
اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چیرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی۔ ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں۔
اور بے شک انہیں بے عقل فرمایا کیونکہ وہ اس میں اپنے باپ دادا کے مقلد تھے اور یہ امر قلیل لوگوں کے برعکس ان کی اکثریت کے لئے تھا۔ اور جو اس سے الگ ہیں اور وہ توحید خداوندی کے قائل ہیں۔ وہ پہلی قسم کے لوگ ہیں۔
رہی تیسری قسم تو وہ حقیقی اہل فترت ہیں اور بالاتفاق غیر معذبین ہیں۔ جب آپ کو یہ علم ہو گیا تو یہ بھی جان لیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین پہلی قسم سے ہوں گے۔ جیسا کہ اس امر پر ان کے اشعار و اقوال منقولہ دلالت کرتے ہیں جو اس سے پہلے بیان ہوئے۔
رہا یہ کہ وہ دونوں تیسری قسم سے ہوں تو ان دونوں کے آخری زمانے تک انہیں دعوت نہیں پہنچی۔ اور ان دونوں کے اور انبیاء سابقین کے درمیان بعد ہے اور وہ اس زمانہ جاہلیت میں تھے جس میں شرق و غرب میں جہالت پائی جاتی تھی۔
اور جو شرائع اور دعوت تبلیغ کو اس وجہ سے پہچانتے تھے وہ احبار و اہل کتاب میں سے بہت کم لوگ تھے جو زمین کے گوشوں میں بکھرے پڑے تھے۔ جیسا کہ شام وغیرہ اور نہ ہی ان کے زمانے میں سوائے شہر کے سفر میں پھرنا ہوتا تھا۔ اور نہ ہی ان کی عمریں اتنی لمبی ہوتی تھیں کہ وہ مطلوب سے متعلق غور و فکر کی کوشش کریں۔ باوجود اس کے حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کریمہ مردوں کے اجتماع سے الگ تھلگ اپنے گھر میں پردہ نشین اور چھپی رہتی تھیں۔ اور انہیں اس کی کوئی خبر نہ ملتی تھی۔ اور جب اسلام شرق و غرب میں پھیل رہا تھا اس وقت بھی خواتین فقہاء میں مخلوط نہ ہونے کی وجہ سے شریعت کے اکثر احکام سے ناواقف تھیں۔
پس تجھے گمان کرنا چاہئے کہ زمانہ جاہلیت اور فترت میں مرد عورتوں سے زیادہ نہ جانتے تھے۔ اس لئے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو اہل مکہ نے اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا: ابعث

Presented by www.ziyaraat.net

اللہ بشرا رسولا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول مبعوث کیا۔ اور کہتے لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ الْمَلٰٓئِکَۃَ یعنی اگر ہمارا رب چاہتا تو ملائکہ کو نازل کرتا۔ پس اگر ان کے پاس رسولوں کی بعثت کا علم ہوتا تو اس طرح انکار نہ کرتے۔

انہیں بسا اوقات گمان ہوتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پر جس شریعت کے ساتھ مبعوث ہوئے اس میں سے ان کی تبلیغ شریعت کے مٹ جانے سے کچھ بھی نہ پاتے اور اس کی معرفت کا فقدان تھا جبکہ ان کے اور ان کے درمیان تین ہزار سال کا فاصلہ تھا۔

پہلی قسم

رہی پہلی قسم جیسے کہ قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو تو ان دونوں کے لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک امت سے اٹھائے جائیں گے۔ اور آپؐ نے ان کے لئے استغفار کیا اور ان پر رحمت بھیجی اور دونوں کے لئے خبردی کہ یہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین پر تھے۔
اس ہدایت کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انہیں حاصل تھی۔

اب جبکہ ان دونوں کے لئے یہ امر درست ہے تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء الکرام اور امہات الفخام کے لئے اس کی مثل ممنوع نہیں۔

کیا یہ صحابی تھے

قس بن ساعدہ، زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ اکثر کے نزدیک ثبوت صحبت نہیں۔ کیونکہ ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمع ہونا خلقت کی طرف آپ کی بعثت و رسالت سے پہلے ہے۔ اور وہ آپ کے ظہور سے پہلے غیبت کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں۔
ایسے ہی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان اٹھیں گے۔

رہے عثمان بن حویرث، تبع، تبع کی قوم اور اہل نجران تو ان کا حکم اہل دین کا حکم ہے۔ جس دین میں وہ داخل تھے۔ اور ان میں کوئی بھی ہر دین کے ناسخ دین اسلام میں داخل نہیں ہوا۔ لیکن تبع نے قطعی طور پر اسلام کا زمانہ نہیں دیکھا۔ اور اس کے لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہم نہیں جانتے کہ تبع پر لعنت جائز ہے یا نہیں۔ پھر جب آپ پر وحی آئی تو فرمایا: تبع کو گالی نہ دو کیونکہ وہ مسلمان تھا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبیؐ کے ظہور سے پہلے ان کی تصدیق کرنے والا تھا۔

ابو نعیم نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تبع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے کے بعد اس وقت فوت ہوا تھا جب یثرب کے یہودیوں نے اسے آپؐ کی بعثت کی خبردی تھی۔

یہ مسئلہ اختلاف ہے قطعی نہیں

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین کریمین کے اجتماعی ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ یہ اختلاف ہے۔ اور اس کا حکم دیگر تمام مختلف فیہ مسائل کا ہے۔ مگر میں نے ان کی نجات کا قائلین کا اختیار کیا ہے کیونکہ یہ اس مقام پر انسب ہے اور اس سے بچو! جو ان دونوں کا تذکرہ اس بات کے ساتھ کرے جس میں نقص ہو۔ بے شک یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دیتا ہے کیونکہ یہ عرف جاری ہے کہ جب کسی شخص کے باپ کی تنقیص کی جائے گی یا ایسے وصف کے ساتھ ذکر کیا جائے گا جس میں نقص پایا جاتا ہو تو اس نے اس کے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے اس ذکر کے ساتھ اس تکلیف پہنچائی۔

حضور رسالت مآبؐ کو اذیت دینے والا

ابن منذر وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ سبیعہ بنت ابی لہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ! لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو جہنم کے ایندھن کی بیٹی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہو کر اٹھے اور فرمایا! لوگوں کو کیا ہو گیا جو میرے قرابتداروں کی وجہ سے مجھے ایذا دیتے ہیں۔ جبکہ مجھے ایذا دینا اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔

طبرانی، امام احمد اور ترمذی نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردوں کو گالی مت دو۔ پس یہ زندوں کو ایذا دینا ہے۔ اور بلا شک و ریب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا کفر ہے۔ ایسا کرنے والا اگر توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔ جبکہ مالکیہ کے نزدیک توبہ کر بھی لے تو بھی واجب القتل ہے۔

جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین شریفین کے بارے میں عبد سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا دونوں ناج ہیں اور جنت میں ہیں۔

رہا دونوں کا زندہ ہو کر ایمان لانا تو اس کے ساتھ سہیلی، قرطبی، ناصرالدین نے منیر اور دوسرے محققین نے جزم کیا ہے۔

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net

رہا! دونوں کا بعثت سے قبل فترت کے زمانے میں انتقال فرمایا' تو بعثت سے پہلے تعذیب نہیں ہے۔ جیسا کہ شرح مسلم میں اس کے ساتھ ابی نے دلیل پکڑی ہے۔

رہا یہ کہ دونوں دین حنیف اور توحید پر تھے۔ اور دونوں کو شرک نہیں پہنچا۔ تو امام موسٰی اور تلمسانی نے شرح شفاء میں اس کے ساتھ دلیل پکڑی ہے۔

چنانچہ اقوال محققین کا یہ خلاصہ ہے اور انہوں نے اس کے مخالف قول کی کسی چیز کی طرف التفات نہیں کیا۔

متاخرین علمائے حنفیہ سے علامہ طحاوی نے کتاب النکاح حاشیہ درمختار میں محققین کے جملہ اقوال کو نقل کیا ہے۔ اور اس عقیدہ پر حنفی محققین کا ذکر کیا ہے۔ اور اس میں مخالفین کی مخالفت کی پرواہ نہ کی۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں کہا ہے کہ آئمہ مالکیہ سے ایک امام قاضی ابو بکر عربی سے کسی نے پوچھا: ایک شخص حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو جہنمی کہتا ہے۔

ابن عربی نے کہا: وہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد سے لعنتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں تو ان کے لئے دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے درد ناک عذاب کا وعدہ ہے۔

کسی شخص کے لئے اس سے بڑی ایذا اور کیا ہو گی کہ اس کے باپ کو جہنمی کہا جائے۔

زبان کاٹ دوں یا قتل کر دوں

ابن عساکر اور ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ گورنر شام کے کاتبوں میں سے ایک ایسے شخص کو ضلع کا افسر بنا دیا جس کے باپ نے مجوسیہ سے زنا کیا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے گورنر کو فرمایا تم نے مسلمانوں کے ضلع کا افسر ایک ایسے شخص کو بنایا جس کے باپ نے مجوسیہ سے زنا کیا تھا۔

گورنر نے کہا: اللہ تعالٰی امیر المومنینؒ کو خیریت سے رکھے۔ اس کے باپ کی وجہ سے مجھ پر کوئی گنا نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باپ بھی مشرک تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا: آہ! پھر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر سر مبارک اوپر اٹھا کر فرمایا: میں اس کی زبان کاٹ دوں؟ اس کے ہاتھ کاٹ دوں؟ اس کے پاؤں کاٹ دوں؟ یا اس کی گردن اڑا دوں۔

پھر فرمایا: جب تک میں زندہ ہوں تو کبھی گورنر نہیں بن سکے گا۔ اس کے ساتھ ہی اسے معزول کر دیا۔

امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالٰی عنہ' نے دونوں کے ایمان کے لئے استدلال کی طنابوں کو ملایا تو اللہ تعالٰی کے پاس ان کے اس قصد جمیل پر ثواب ہے۔ انہوں نے اس مسئلہ پر چھ رسالے تصنیف کئے ہیں جن میں سے ایک کا نام مسالک الحنفاء فی نجات آباء المصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

آپؐ کے والد کی نجات کا حکم مشہور ہے جسے اہل تصنیف نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

ایک جماعت نے آپؐ کے والدین کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کو دعوت دینے والوں کی خبر نہیں پہنچی۔

تمام شافعیہ کا یہی مذہب ہے اور اشعریہ بھی اسی پر توقف کرتے ہیں۔

سورۃ اسرٰی میں اس پر حجت ہے۔ اور قرآن مجید میں اس بارے میں جو آیات پائی جاتی ہیں وہ معروف ہیں۔

بعض فقہاء نے اس کی تعلیل کی ہے اور نہایت لطیف معنے بیان کئے ہیں۔

امام رازیؒ نے اس میں ایسا ایک الگ موقف اختیار کیا ہے جو سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

انہوں نے کہا: آپؐ کے والدین فطرت پر پیدا ہوئے اور ان سے دین کے خلاف عناد ظاہر نہیں۔

پہلے گروہ نے کہا: حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے والدین توحید اور دین حنیف پر پیدا ہوئے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپؐ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ تک آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی مشرک اور توحید کو ناپسند کرنے والا نہ تھا۔

سورۂ توبہ میں مشرکین کو نجس کہا گیا ہے۔ جبکہ حضور پاکؐ کے والدین کو پاک بیان کیا جاتا ہے۔

سورۂ شعراء میں آپ کا سجدہ کرنے والوں میں پھرنا بیان ہوا ہے۔

یہ کلام بزرگ فخر الدین رازی کا اسرار التنزیل کا ہے جسے پڑھ کر آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالٰی امام رازی کو جزائے خیر اور نعمتوں والی خوش نما جنتیں عطا فرمائے۔

زمانہء جاہلیت میں ایک فرقہ دین ہدایت پر تھا۔ جس میں زید بن عمرو' ورقہ بن نوفل وغیرہ شامل ہیں ان لوگوں نے شرک نہیں کیا۔

اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمینؑ شرک سے محفوظ رہنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بے شمار نشانیوں کو دیکھا ہے۔

ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ آپؐ کے والدین کریمینؑ دوبارہ زندہ ہو کر آپ پر ایمان لائے۔

ابن شاہین نے اس بارے میں ایک مستند حدیث بیان کی ہے۔ لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔

اگر یہ سب مسلک الگ الگ ہوتے تو بھی کافی تھے۔ جبکہ اب یہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہیں۔ اس شخص کا کیا حال ہو گا جو ادب و احترام کے طور پر بھی خاموشی رہنے پر راضی نہیں ہوتا۔ لیکن وہ منصف کہاں ہے؟

اللہ تبارک و تعالٰی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی آل پاک اور اصحاب پر ہمیشہ رحمت نازل

Presented by www.ziyaraat.net

فرمائے۔ آپ کی طرح کسی توحید پرست نے دین کی تجدید نہیں کی۔ (سیرت دحلانیہ ص ۱۴۲ سطر آخر)

عبدالمطلب کی کفالت

زہری، عبدالواحد بن حمزۃ بن عبداللہ، منذر بن جہم، مجاہد، ابو الخوائیرث اور نافع بن جبیر جن کے بیانات باہم خلط ملط ہو گئے ہیں کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کے ساتھ ہوتے تھے (یعنی انہیں کے ساتھ رہتے تھے۔) جب وہ انتقال کر گئیں تو آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کو لے لیا اور اپنی صلبی اولاد سے بھی زیادہ آپ کے ساتھ رقت و شفقت سے پیش آئے۔ کمال تقرب کا برتاؤ کرتے، اپنے نزدیک ہی ؛ عبدالمطلب جب تنہا ہوتے، جب سوتے رہتے (کہ ایسے وقتوں میں کوئی اندر نہ آتا) آنحضرتؐ اس بھی ان کے پاس جاتے اور ان کے بستر پر بیٹھ جاتے۔ (حالانکہ کسی دوسرے کی اتنی مجال نہ تھی) یہ دیکھ کے عبدالمطلب کہتے: **دعو ابنی انہ لیونس ملکا**

(میرے بیٹے کو رہنے دو، وہ ملک و سلطنت سے مانوس نظر آتا ہے۔)

احتفظ بہ فانا لم نر قدما اشبہ بالقدم التی فی المقام منہ

(اس لڑکے کی حفاظت کر کیونکہ مقام ابراہیم میں حضرت ابراہیمؑ کا جو نشان قدم ہے اس کے ساتھ اس لڑکے کے قدموں سے زیادہ مشابہ ہم نے کسی کا قدم نہیں دیکھا۔)

عبدالمطلب نے ابو طالب سے کہا:

اطم کو دیکھا تو پہچان لیا اور فرمایا:

میں اس اطم پر انصار کی ایک لڑکی انیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور اپنے ننھیالی لڑکوں کے ساتھ ہم ایک چڑیا کو اڑایا کرتے تھے جو اس اطم پر آ کے بیٹھا کرتی تھی۔

گھر کو دیکھ کر فرمایا:

میری ماں مجھے یہیں لے کر اتری تھیں اور اسی گھر میں میرے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر ہے۔ بنی عدی النجار کے حوض میں میں نے اچھی طرح سے پیراکی سیکھ لی تھی۔

کچھ یہودی وہاں آ آ کر آنحضرت علیہ الصلواۃ والسلام کو دیکھا کرتے تھے۔ ام ایمن کہتی ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک کو کہتے سنا کہ یہ (یعنی آنحضرتؐ) اس امت کے پیغمبر ہیں اور یہی ان کا دار الہجرۃ ہے میں نے (یعنی ام ایمن نے) اس کی باتوں میں سب کو ذہن نشین کر لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ آپ کو لے کے مکہ واپس چلیں، مقام ابواء میں پہنچ کر انتقال کر

گئیں۔ وہیں ان کی قبر ہے۔

ام ایمن نے آنحضرتؐ کو لے کے مکے مراجعت کی، سواری میں وہی دونوں اونٹ تھے جنہیں مدینے جاتے وقت لائے تھے۔ آنحضرتؐ کی والدہ زندہ تھیں تب بھی اور بعد کو بھی ام ایمن ہی آنحضرتؐ کو پالتی پوستی تھیں۔

عمرو حدیبیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ابوا میں پہنچے تو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی ہے۔

قبر کے پاس آنحضرتؐ آئے اس کو درست کیا، صفائی، ستھرائی کی اور روئے مسلمان بھی آپ کے رونے پر گریاں ہوئے۔ جب اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی تو فرمایا: مجھ پر ان کی رحمت و محبت چھا گئی تو میں رویا۔

قاسم کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کے لئے (اللہ تعالیٰ سے) اجازت چاہی تو مل گئی۔

بریدہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ فتح کر لیا تو ایک مقام پر آ کے ایک بند قبر پر بیٹھ گئے اور لوگ بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ آپ نے اپنی ہیئت ایسی بنا لی تھی جیسے کوئی کسی سے خطاب کرتا ہو۔ کچھ دیر بعد فرمایا سن یہ لوگ کہتے ہیں۔

اسی بنا پر ابو طالب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

ام ایمن سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ گیری کرتی تھیں ایک مرتبہ عبدالمطلب نے کہا: (اے برکت میرے بیٹے سے غافل نہ رہ، میں نے اسے چند لڑکوں کے پاس بیری کے درخت کے پاس پایا ہے، حالانکہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ یہ گمان کرتے ہیں کہ میرا بیٹا اس امت کا پیغمبر ہے۔)

عبدالمطلب جب کھانا کھانے بیٹھتے تو کہتے: علی بابنی (میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ) جب تک آپ نہ آتے کھانا نہ کھاتے، آ جاتے تو کھاتے اور کھلاتے۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۴۳ سطر ۱۳)

عبارت الوفا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتے تھے۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کو اپنے پاس رکھا اور آپ کے لئے اپنی شفقت اور نرم دلی کا

Presented by www.ziyaraat.net

مظاہرہ فرمایا کہ اتنا اپنی اولاد کے لئے بھی نہیں فرماتے تھے اور آپ کو قریب بٹھاتے اور مقرب و معظم رکھتے اور آپ ان کے پاس خلوت و علیٰحدگی میں بھی اور خواب استراحت کے وقت میں بھی تشریف لے جاتے اور ان کے مخصوص سرداری فراش پر جلوہ گر ہوتے۔ اگر کوئی مزاحم ہونے لگتا تو حضرت عبدالمطلب سختی سے منع فرما دیتے اور فرماتے اسے مت روکو' میرے اس بیٹے کو ملک و سلطنت عطا کی جائے گی

بنی مدلج کی جماعت نے حضرت عبدالمطلب سے عرض کیا اس عزیز مولود کی اچھی طرح حفاظت و نگرانی فرمائیں کیونکہ ان کا قدم مبارک مقام ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم اقدس کے بہت مشابہ ہے تو انہوں نے جناب ابو طالب سے فرمایا۔ ان لوگوں کی بات غور سے سنو۔ چنانچہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص خیال رکھتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو فرمایا اور وہی سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں۔ اے برکت (ام ایمن) میرے اس بیٹے کے ساتھ غفلت وﻻپرواﺋی نہ برتنا کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔

حضرت عبدالمطلب جب بھی کھانا تناول فرمانے لگتے تو فرماتے میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ جب آپ کو ان کے پاس لایا جاتا تب کھانا تناول فرماتے۔ جب ان کا وقت وصال آیا تو جناب ابو طالب کو آپ کی کفالت و حفاظت کی وصیت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عبدالمطلب کا مقام اور جائے نشست حطیم میں مخصوص فراش تھا جس پر کوئی دوسرا نہیں بیٹھتا تھا۔ اور حرب بن امیہ اور اس قسم کے لوگ ان کے پاس بیٹھتے مگر اس نشست گاہ سے ہٹ کر۔ جب رسول کریم علیہ التحیتہ و الثناء تشریف لاتے اور آپ ابھی نوعمر بچے تھے تو سیدھے اس مقام پر جا بیٹھتے جہاں حضرت عبدالمطلب بیٹھتے تھے۔ مگر اس وقت آپ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ تو کسی شخص نے آپ کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کی۔ سرور عالم و عالمیان علیہ الصلواۃ و السلام روئے تو حضرت عبدالمطلب نے پوچھا میرا بیٹا میرا لخت جگر کیوں روتا ہے۔ لوگوں نے سبب عرض کیا تو فرمایا۔ انہیں اس فراش سے مت ہٹاؤ اس بیٹے کو ملک و سلطنت عطا کی جائے گی۔

دعاء استسقاء

رقیقہ سے منقول ہے کہ قریش پر لگاتار چند سال گذرے' جن میں بارش وغیرہ بالکل نہ ہوئی۔ قحط سالی اور خشکی کی وجہ سے شیردار جانوروں کے دودھ خشک ہو گئے بلکہ ہڈیاں بھی مغز سے خالی ہو کر سوکھ گئیں۔ ایک

رات میں سوئی ہوئی تھی یا ابھی اونگھ اور نعاس کی حالت میں تھی کہ آواز دینے والے کو بلند اور سخت لہجے میں یوں اعلان کرتے ہوئے سنا۔ اے جماعت قریش تمہارے اندر مبعوث ہونے والے نبی کا زمانہ خروج قریب آ چکا ہے اور یہ وقت ہے ان کے ظہور کے وقت طلوع ہونے والے ستاروں کا۔ لہٰذا تم جلدی پانی اور خوشحالی کا منہ دیکھو اور اس کے لئے حیلہ سازی و چارہ گری کرو۔ (اور چارہ سازی کی صورت یہ ہے کہ)

اپنے اندر ایک ایسا شخص تلاش کرو جو درمیانہ قد ہے' مضبوط اعضاء اور بھرپور جسم والا' سفید چمکیلی رنگت والا ہے۔ اور لمبی اور گھنی پلکوں والا ہے' ڈھلواں رخساروں والا ہے' لمبی اور بلند ناک ہے۔ وہ صاحب فخر ہیں مگر اس کو خواہ مخواہ ظاہر کرنے کے درپے نہیں ہوتے بلکہ صبر و استقامت اور حلم و وقار کا اظہار فرمانے والے ہیں۔ اور ان کی مخصوص ہیئت و کیفیت ہے جو لوگوں کو اس کی طرف دلالت اور رہنمائی کرتی ہے۔

وہ ہستی جن کے یہ اوصاف بیان کئے ہیں اپنے لخت جگر نور نظر کو ساتھ لے کر گھر سے باہر نکلے اور ہر قبیلہ و خانوادہ کا ایک ایک فرد ان کے ساتھ نکلنا چاہئے۔ جو اچھی طرح غسل کرکے خوشبو لگا کر حجر اسود کا استلام کرنے کے بعد کوہ ابو قیس پر چڑھیں۔ وہ بارش کی دعا کریں اور قوم ان کی دعا پر آمین کہتی رہے اور جتنی بارش چاہو اتنی حاصل ہو جائے گی۔

رقیقہ کہتی ہے کہ میں صبح اٹھی تو اللہ جانتا ہے کہ بڑی خوفزدہ تھی بدن پر رونگٹے کھڑے تھے اور عقل و فہم زائل ہونے کو تھا۔ لوگوں کو خواب بیان کیا اور اس شخص کی تعیین کے متعلق دریافت کیا۔

مجھے حرم پاک اور اس کی حرمت و عزت کی قسم ہر بطحی و مکی میرا خواب سن کر کہنے لگا یہ شخص تو صرف اور صرف شیبۃ الحمد (حضرت عبدالمطلب) ہیں۔

قریش گروہ در گروہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور ہر قبیلہ و خانوادہ سے ایک ایک شخص ان کی بارگاہ میں پہنچنے لگا۔ غسل کیا۔ خوشبو لگائی۔ حجر اسود کا استلام کیا اور کوہ ابو قیس پر چڑھنے لگے اور دونوں جانبوں سے اس کو کثرت تعداد کی وجہ سے بھرتے ہوئے تیزی کے ساتھ اوپر کو جا رہے تھے حتی کہ جب پہاڑ کی چوٹی پر اور بلندی پر متمکن ہو گئے۔ حضرت عبدالمطلب دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ شریک دعا رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جو کہ ابھی بچے تھے مگر توانا اور مضبوط جسم والے۔ عبدالمطلب نے عرض کیا۔ اے حاجات کو پورا کرنے والے اور کرب و بلا کو دور کرنے والے اللہ العالمین تو جاننے والا ہے اور دوسروں کو جتلانے والا تجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔ تو ہی ہر ایک کے سوال اور حاجت کی امید گاہ ہے اور بخل و کنجوسی سے پاک ہے۔ یہ تیرے بندے ہیں اور تیری لونڈیاں جو تیرے حرم کی پہاڑیوں پر کھڑے ہو کر تیری حاجت میں اپنی قحط سالی کی شکایت پیش کر رہے ہیں جس نے نہ کوئی

Presented by www.ziyaraat.net

اونٹ چھوڑا اور نہ بھیڑ بکری (نہ کچھ کھانے کو ملتا ہے نہ پینے کے لئے اور نہ سواری کے لئے) لہٰذا ایسی کثیر موسلا دھار بارش عطا فرما کر جو کھیتوں کو لبالب بھر دے اور ہمیں خوشحال بنا دے رقیقہ کہتی ہے مجھے کعبہ کی قسم ابھی لوگ ابھی اسی جگہ کھڑے تھے کہ آسمان گویا پانی کے ساتھ پھٹ پڑا اور پانی کے دھانے کھول دیئے اور وادی پانی کی موجوں کے ساتھ چنگھاڑ رہی تھی۔

میں نے قریش کے لوگوں اور سرداروں اور عبداللہ بن جدعان۔ حرب بن امیہ اور ہشام بن مغیرہ سے سنا کہ وہ حضرت عبدالمطلب کو کہتے تھے اے وادی بطحا کے سردار و مالک تجھے مبارک ہو۔ تمہاری وجہ سے اہل بطحا کو زندگی نصیب ہوئی۔

رقیقہ نے اسی عظمت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبدالمطلب کی شان میں چند اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱) شیبۃ الحمد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر اور علاقہ کو بارش سے سیراب فرمایا۔ جب ہم نے پانی کو گم کیا اور اس کے ایک ایک قطرہ کو ترسنے لگے اور آسمان نے بھی باران رحمت کو روک لیا۔

(۲) تو ایک سیاہ فام بادل نے موسلا دھار بارش برسا کر پرزور سخاوت کی جس سے حیوانات اور نباتات کو حیات نو حاصل ہو گئی۔

(۳) وہ مبارک افعال و اعمال والے ہیں ان کی بدولت بارش طلب کی جاتی ہے اور ساری مخلوق میں (اس وقت) ان کا نہ کوئی ہم پلہ ہے اور نہ مماثل۔

(۴) وہ سر تا پا اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں کیونکہ وہ نیک فال ہیں اور نیک بخت اور ان سب سے بہترین ہیں جن کے ساتھ قبیلہ مضر کو کبھی بھی بشارت دی گئی۔ (الوفا ص۱۵۵ سطر۸)

وفات عبدالمطلبؑ

جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا وقت وفات آیا۔ تو انہوں نے جناب ابو طالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و نگرانی کی وصیت فرمائی اور اپنی بیٹیوں کو فرمایا کہ مجھ پر اب نوحہ کرو جبکہ میں خود سننے کی اہلیت رکھتا ہوں اور موزوں اور غیر موزوں کے اندر فرق واضح کر سکتا ہوں تو تمام بیٹیوں نے مختلف اشعار نوحہ و ندبہ میں کہے جب آپ نے امیمہ کا نوحہ سنا تو اس وقت زبان ہلنے سے قاصر ہو چکی تھی لہٰذا سر ہلا کر ان کی تصدیق کی کہ واقعی میں اس کا اہل ہوں اور ان کے اشعار یہ تھے۔

اعینی جودی بدمع درر　　علی طیب الخیم و المعتصر

اے میری آنکھو تم میں سے ہر ایک برستے آنسوؤں کے ساتھ سخاوت کرے اس ذات پر جو پاکیزہ خصلتوں

والے ہیں اور پاکیزہ نسب کے پاکیزہ خلاصہ و جوہر۔

علی ماجد الجد وادی الزناد　　جمیل المحیا عظیم الخطر

اس ذات پر جو بلند قدر و منزلت والے ہیں اور ہمیشہ مہمانوں کے لئے معروف خدمت رہنے والے اچھے تحائف والے ہیں اور عظیم عزت و قدر والے۔

علی شیبۃ الحمد ذی المکرمات　　و ذی المجد و العز و المفتخر

شیبۃ الحمد ہو جو عالی صفات و کمالات کے مال ہیں اور صاحب مجد و عزت اور قابل فخر سرمایہء قوم ہیں۔

و ذی المجد و الفضل فی النائبات　　کثیر المکارم جم الفخر

جو مشکلات و مصائب میں مجد و فضل کو برقرار رکھنے والے ہیں۔ اور شمار و گنتی سے زیادہ بزرگیوں اور وافر مکارم قابل فخر اوصاف والے ہیں۔

اتتہ المنایا فلم تشوہ　　بصرف اللیالی و ریب القدر

ان کو مختلف عوارض اور حوادث مہلکہ درپیش ہوئے مگر یہ گردش لیل و نہار اور تغیر قضاء و قدر ان کو پریشان نہ کر سکا۔

آپ کا وصال بیاسی سال کی عمر میں ہوا اور یہ بھی مروی ہے کہ ایک سو دس سال کی عمر میں اور ایک قول کے مطابق ایک سو بیس سال کی عمر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو حضرت عبدالمطلب کا وقت وفات یاد ہے۔ تو فرمایا ہاں کیوں نہیں میں اس وقت آٹھ سال کا تھا تو (اس وقت کے حالات و واقعات کا یاد نہ ہونا کیسے ممکن ہے)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عبدالمطلب کے جنازہ کے پیچھے چلتے اور درد فراق سے آنسو بہاتے دیکھا۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ ہم عطا بن ابی رباح کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھے تھے اور آپس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اور ان کے فضل و کمال کا تذکرہ کر رہے تھے جبکہ وہ طواف کر رہے اور ان کے پیچھے ان کے صاحبزادے علی بن عبداللہ بھی مصروف طواف تھے ہم نے ان کے قد و قامت کی صباحت و ملاحت کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو عطا بن ابی رباح نے کہا ان کے حسن کو عبداللہ بن عباس کے حسن سے کیا نسبت ہے۔ میں جب مسجد حرام میں ہوتا اور جبل ابو قبیس سے چودھویں کے چاند کو طلوع ہوتے دیکھتا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا چہرہ یاد آ جاتا۔ ہم ان کی خدمت میں حطیم کعبہ کے اندر بیٹھے تھے کہ اچانک ایک بہت عمر رسیدہ بوڑھا عصا کا سہارا لیتا ہوا ہمارے پاس آ نکلا اور حضرت عبداللہ سے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا تو اس بوڑھے نے حاضرین میں سے ایک شخص سے پوچھا۔ یہ جوان کون ہے انہوں نے کہا حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہیں۔ وہ بولا سبحان اللہ ان کے حسن و جمال میں کتنی تبدیلی آ

Presented by www.ziyaraat.net

گئی ہے۔

عطا بن ابی رباح کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عباس فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد عبدالمطلب سب لوگوں سے قد و قامت میں ممتاز تھے اور آپ کا چہرہ سب سے زیادہ حسین اور جمیل تھا جو بھی ایک نظر دیکھتا محبت کرنے لگتا۔ ان کے لئے حطیم کعبہ میں فراش بچھایا جاتا اور قریش کی مجلس مشاورت منعقد ہوتی مگر حرب بن امیہ اور اس قسم کے سردار قریش بھی دور ہٹ کر بیٹھتے نہ کوئی ان کے ساتھ اس مسند کرامت پر بیٹھتا اور نہ ہی ان کی عدم موجودگی میں۔ ایک دن سرور انبیاء علیہ و علیہم الصلواۃ والسلام تشریف لائے اور اسی مسند پر بیٹھ گئے۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے آپ کو پیچھے ہٹانا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے۔ حضرت عبدالمطلب کی بینائی جا چکی تھی لہٰذا انہوں نے صرف اپنی لخت جگر کی آواز ہی سنی۔ دریافت کیا میرا بچہ کیوں روتا ہے۔ آپ سے سبب بیان کیا گیا تو فرمایا انہیں ہرگز روکا نہ جائے' یہ مسند ان کے لئے ہے۔ یہ اپنے شرف و فضل کو جانتے ہیں اور اس جگہ کا اپنے آپ کو اہل پاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ لخت جگر نور نظر ایک دن ان بلند مراتب اور عالی درجات پر فائز ہو گا جن پر کوئی عربی نہ آج تک پہنچا ہے اور نہ پہنچے گا۔

جب حضرت عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا کر مقام حجون کی طرف دفن کرنے کے لئے لے جایا جا رہا تھا تو اس وقت فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ سال کے تھے اور جنازے کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور شفیق جد امجد کی جدائی پر آنسو بہاتے جا رہے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ابو طالب کو وصیت اس لئے فرمائی تھی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور جناب ابو طالب ماں کی طرف سے بھی سگے بھائی تھے اور زبیر بھی ماں کی طرف سے سگے تو تھے لیکن پھر ابو طالب کو ترجیح دی گئی اس ترجیح و تقدیم میں تین قول ہیں۔ اول حضرت عبدالمطلب کی وصیت دوسرا یہ ہے کہ قرعہ اندازی کی گئی اور قرعہ فال جناب ابو طالب کے نام نکلا اور تیسرا سبب یہ ہے کہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی انہیں اختیار کیا اور ان کو یہ اعزاز بخشا۔ (الوفا ص ۱۶۵ سطر ۳)

حضرت ابو طالب کی کفالت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دادا کی وفات کے بعد اپنے حقیقی چچا حضرت ابو طالب کے پاس رہنے لگے۔

کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب نے ابو طالب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کے متعلق وصیت کی تھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ اور ابو طالب ایک ماں سے تھے۔

فلسفۂ توحید

تالیف = مولانا طالب حسین کرپالوی

۱۵ جلدیں

جلد ۱ ایمان باللہ ۔ جلد ۲۔ ۳ ثبوت باری تعالیٰ ۔ جلد ۴ توحید اور مذاہب عالم ۔ جلد ۵ توحید اور فلسفہ ٔ قدیم ۔ جلد ۶ توحید اور سائنسدان ۔ جلد ۷ توحید اور جدید تقاضے ۔ جلد ۸ توحید اور معترضین ۔ جلد ۹ توحید اور دہریت ۔ جلد ۱۰ قرآنی توحید ۔ جلد ۱۱ صفات ثبوتیہ ۔ جلد ۱۲ صفات سلبیہ ۔ جلد ۱۳ فلسفۂ شرک ۔ جلد ۱۴ عدل الٰہی ۔ جلد ۱۵ توحید اور آئمہ اہل بیت

نور الہدٰی فی مناقب علی المرتضیٰ

○ جدید عربی

مؤلف = جناب طالب حسین کرپالوی

براہین الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب کے عربی سلسلے کی یہ پہلی جلد ہے جس میں حدیث نور "انا و علی من نور واحد" کے تمام متون جمع کئے گئے ہیں ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمام روایات اور کتب اہل سنت کے تمام حوالہ جات تحریر کیئے گئے ہیں ۔ حدیث نور سے عقلی استدلالات قائم کئے گئے ہیں ۔ آخر میں محدث اعظم جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کی کتاب تحفہ ٔ اثناء عشریہ کا تحقیقی و مسکت جواب دیا گیا ہے ۔

شمعان پاکستان کی طرف سے جدید عربی زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی تحقیق پیش کش ہے ۔ شرق وسطیٰ میں اسے بہت پسند کیا جا رہا ہے ۔

○ سائز ۸/۳۰x۲۰ ○ صفحات ۲۲۸ مصری ٹائپ

Presented by www.ziyaraat.net

سیرت النبیؐ ۳۰ جلدیں

تالیف مولانا طالب حسین کرپالوی

جلد ۱ مقام مصطفیؐ انجیل مقدس کی روشنی میں۔ جلد ۲ مقام مصطفیؐ تورات و زبور کی روشنی میں۔ جلد ۳ مقام مصطفیؐ مغربی مفکرین کی نظر میں۔ جلد ۴ مقام مصطفیؐ ہندو مفکرین کی نظر میں۔ جلد ۵ مقام مصطفیؐ قرآن مجید کی روشنی میں۔ جلد ۶ مقام مصطفیؐ فرقان حمید کی روشنی میں ۔ جلد ۷ مقام مصطفیؐ احادیث کی روشنی میں جلد ۸ مقام مصطفیؐ اصحاب کرام کی نظر میں۔ جلد ۹ مقام مصطفیؐ اہل بیت عظام کی نظر میں ۔ جلد ۱۰ نور مصطفیؐ ... ۱۱ نور محمد ۔ جلد ۱۲ عالم الغیب ۔ جلد ۱۳ بزرگواران مصطفیؐ ۔ جلد ۱۴ والدین مصطفیؐ ۔ جلد ۱۵ ولادت مصطفیؐ ۱ مکی زندگی ۔ جلد ۱۷ مدنی زندگی ۔ جلد ۱۸ اسوہء مصطفیؐ ۔ جلد ۱۹ اعضاء مصطفیؐ ۔ جلد ۲۰ خصائص مصطفیؐ ۔ جلد ۲۱ مکاتیب مصطفیؐ ۔ جلد ۲۲ مصطفیؐ کا معاشی نظام ۔ جلد ۲۳ آدمی ہے بے نظیر ۔ جلد ۲۴ جمال مصطفیؐ ۔ جلد ۲۵ تعظیم مصطفیؐ ۔ جلد ۲۶ معجزات مصطفیؐ ۔ جلد ۲۷ شان یا بہتان ۔ جلد ۲۸ افضل الرسلؐ ۔ جلد ۲۹ خاتم النبیینؐ ۔ جلد ۳۰ حیات و شفاعت مصطفیؐ

Presented by www.ziyaraat.net